مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبد الحفیظ سلفی

معاونین کرام سے پانچ روپیہ (صہ)

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عہ
قیمت ششماہی عہ
فی پرچہ ۳ ،

جلد ۲ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۳۷ء نمبر ۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

نتیجۂ انتخاب پر عام نظر

مسلمانوں کیلئے لمحۂ فکریہ

میں نے گزشتہ کسی شذرات میں مسلمانان بہار کی پارٹیوں کو خطاب کرتے ہوئے مخلصانہ درخواست کی تھی کہ وہ الیکشن کے موقع پر آشتی و یکجہتی سے کام لیں تو انہیں خاطر خواہ کامیابی ہوگی۔ لیکن میری اس آواز کو صدائے بازگشت سے زیادہ وقعت نہیں دی گئی۔ نتیجہ کیا ہوا۔ اظہر من الشمس ہے دس پانچ ہزار نہیں بلکہ لاکھوں روپے اس مفلس [illegible] کے اس کے پیچھے اس وقت برباد ہوئے جبکہ کروڑوں مفلوک الحال بھوکوں مر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ مکان، باغ، کوٹھیاں اور بیگمات کے زیورات تک فروخت کرنے کی نوبت آئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہندوستان کا مسئلہ انتخاب بھی عجیب۔ غریب ہندوستان کو لوٹنے اور مفلس بنانے کا جہاں مختلف طریقہ ایجاد کیا گیا ہے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ الیکشن بازی میں پٹرول کی رقمیں کس کس کے خزانہ میں جمع ہوئیں۔ ضمانت کی ضبط شدہ رقموں سے کس کس کی جھولی پُر ہوئی۔ مقدمات کی کورٹ فیسوں سے کس کس کی جیب گرم ہوئی۔ اس پر بس نہیں بلکہ اس الیکشن نے آپس میں برسوں کیلئے نفاق کی بیج ڈال دی۔ میونسپل الیکشن کے موقع پر بنارس کا واقعہ کتنا عبرت خیز و درد انگیز ہے۔ دو شخص ایک ہی جگہ سے انتخاب میں کھڑے

ہوئے۔ اُن کے حامیوں میں چار بھائی تھے تین بھائی ایک شخص کی طرف سے کام کر رہے تھے اور چوتھا بھائی جو انمیں سب سے چھوٹا تھا وہ مخالف کا معاون تھا اتفاق سے اس شخص کو کامیابی ہو گئی جس کی طرف سے چھوٹا بھائی کام کر رہا تھا اب بھائیوں میں عداوت شروع ہوئی تینوں بھائی آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے چھوٹے بھائی نے ہلوگوں کی مخالفت کی ہے اس کا بدلہ ہمیں وصولنا چاہئے۔ آخر دشمنی نے یہاں تک نوبت پہنچا دی کہ تینوں بھائی نے مشورہ کرکے اُس غریب چھوٹے بھائی کو پٹرول چھڑک کر آگ لگادی اور وہ وہیں جلکر خاکستر ہو گیا۔ ہماری بدنصیبی پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔

مسلمان ہندوستان میں دوسری قوموں کے پہلو بہ پہلو رہتے ہیں۔ ملک کی سب سے بڑی اکثریت اپنا ایک نصب العین مقرر کر چکی ہے۔ ایک مقصد کیلئے ایک راہ سے آگے بڑھ رہی ہے۔ ہم بھی اس دنیا میں زندگی کے سفر ہیں۔ ہمارے پہلو میں بھی دل ہے اور یہ دل بھی آرزوں کے پھولوں اور کانٹوں سے خالی نہیں پھر تعجب ہے کہ ہم ایک مقصد پر کیوں جمع نہیں ہوتے۔ مسلمانوں نے آپس میں دست بگریباں ہو کر دیکھ لیا کہ وہ روز بروز ترقی کی راہ سے الگ ہو رہے ہیں۔ ان کی حالت دن بدن ابتر ہوئی جارہی ہے۔ ہمارے اختلاف نے کامیابی کے چمن سے ایک شگفتہ نہیں بلکہ مرجھایا ہوا پھول بھی لاکر نہیں دیا۔

ہنگامۂ انتخاب تو ختم ہو چکا اب مسلمانوں کا متحدہ لائحہ عمل کیا ہوگا۔ صوبہ بہار کی پارٹیوں میں انڈپینڈنٹ پارٹی کو کامیابی حاصل ہوئی اور اسے کامیاب ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ احرار اور یونائٹڈ پارٹی کے اختلاف نے اس کیلئے میدان صاف کر دیا تھا۔ کانگریس نے بھی بعض مسلم حلقہ سے اپنا نمائندہ کھڑا کیا تھا وہ بھی سب کے سب کامیاب ہو گئے۔ بہر کیف جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام پارٹیاں متحد ہو کر اپنا متحدہ پروگرام مرتب کریں اگر خدا نخواستہ اب بھی اختلاف باقی رہا جس کی کچھ ہمدردان قوم اور لیڈران ملت سے امید نہیں ہے تو مسلمان کہیں کے نہیں رہیں گے۔ گورنمنٹ سے الگ مباملہ جائیں گے۔ ہندو انہیں الگ نیچا...

کانگریس اور مسلمان

کانگریس ہندوستان کی سب سے بڑی منظم باعمل اور سرگرم جماعت ہے، اس کا حلقۂ اثر بہت وسیع ہے۔ کانگریس کا بدترین مخالف اور بہترین دوست سب ہی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہی ادارہ ہندوستان کے شعور حیات اور وطنی قومی مساعی کی ترجمان ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ صرف اسی سے ہو سکتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں جتنی جماعتیں کھڑی ہوئیں وہ سب کی سب ناکامیاب رہیں ۹۵ فی صدی نشستوں پر کانگریس بہار میں قابض ہو گئی ہے۔ کیا یہ مسلمانوں کیلئے باعث عبرت نہیں؟ مسلمانوں نے بھی اسے خونِ دل سے سینچا اور اس پودے کی آبپاشی کی لیکن عین اسی وقت جبکہ یہ پودا پھلنے پھولنے والا تھا وہ اس سے جدا ہو گئے۔ اس وقت بھی مسلمان اس کے ساتھ ہیں لیکن متحد ہو کر نہیں۔ میں بانگ دہل کہتا ہوں کہ اس طرح ساتھ دینے پر مسلمانوں کا سراسر نقصان ہے۔ سب سے پہلے مسلمان اپنی قوت کو متحد کر لیں اور اپنی متحدہ قوت کے ساتھ کانگریس پر چھا جائیں۔ ملکی مفاد میں دونوں متحد ہوں اور مذہبی معاملات کی باگ اپنے ہاتھوں میں رکھیں۔ ایسی صورت میں گورنمنٹ اور کانگریس دونوں پر ان کا اقتدار قائم رہیگا اور اس وقت کانگریس کا بحیثیت مشترکہ جماعت ہونے کے یہ فرض ہوگا کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کی پائمالی نہ کرے کیونکہ ہندوستان دونوں کا ملک ہے اور دونوں کو یہاں رہنا ہے۔

عید قربان

عید قربان اپنی جملہ مسرت و شادمانی کے ساتھ آگئی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے وہ خلیل اللہ کی سنت کو تازہ کرنے کی سعی کریں گے ضرورت ہے کہ ہم اس مبارک سنت کی اصلی روح کو سمجھیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے جس ایثار و قربانی کا درس دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ قیامت تک باقی رہیگا۔ وہ درس خود عید قربان ہمیں دے رہی ہے یعنی ہم حق کے ہو جائیں اور حق کی حمایت میں اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو، اپنے مال کو، اپنے عیش و آرام کو، اپنی خوشیوں کو حتیٰ کہ اپنی عزیز ترین چیز کو سچے دل سے قربانی کرنے کیلئے اس طرح آمادہ ہو جائیں جسطرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ آمادہ ہوئے تھے وہ ابراہیم خلیل اللہ جن کی یادگار آج دنیا کے طول و عرض میں منائی جا رہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کا واقعہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ وہ واقعہ ہمارے لئے بہترین اسوہ ہے۔ فرمان الٰہی کے سامنے

تمناؤں کے شگفتہ پھول۔ ناز و نعم کے پالے ہوئے لخت جگر کو اس کی راہ میں قربان کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے۔ بیٹا ہو تو ایسا کہ جس نے باپ کا حکم سنتے ہی اپنی عزیز جان دینے میں ایک لمحہ کیلئے پس و پیش نہیں کیا۔ حکم سنتے ہی کہا یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنے انشاء اللہ من الصابرین۔ اباجان آپ فرمان الٰہی کے بجا لانے میں ذرا بھی تامل نہ کریں۔ مجھے آپ ان شاء اللہ صابر ہی پائیں گے۔ اس واقعہ میں والدین کیلئے یہ عبرت ہے کہ اولاد کی خاطر حکم الٰہی سے روگردانی نہ کریں۔ بچوں کیلئے یہ نصیحت ہے کہ والدین کی اطاعت میں اگر اپنی جان قربان کرنے کا موقع آجائے تو اس میں تامل نہ کریں۔

مسائل عید اضحی

بقر عید کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل قربانی ہے۔ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آویگا اور قربانی کرنے والوں کی نیکیوں کے ساتھ وزن کیا جائیگا۔ تاکہ نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اس لئے نہایت خوشدلی کے ساتھ قربانی کرنی چاہیئے۔ عید کے دن خوشبو لگانا اچھے کپڑے پہننا مسنون ہے۔ عید قربان میں تکبیر کا وقت نویں ذالحجہ کی صبح سے شروع ہو جاتا ہے اور تیرہویں کی شام کو ختم ہوتا ہے تکبیر کے کلمات یہ ہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ نماز بعد قربانی کے گوشت سے افطار کرنا مسنون ہے۔ قربانی کا جانور عیب دار نہیں ہونا چاہیئے۔ اونٹ میں دس اور گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ ایک بکری اپنی اور اپنے گھروالوں کی طرف سے بھی کافی ہو سکتی ہے۔ قربانی کے کھال وغیرہ کو صدقہ کر دینا چاہیئے۔ قربانی کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیئے اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنا چاہیئے۔ اگر اپنی جانب سے ہو تو اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ اور اگر دوسرے کی جانب سے ہو تو مِنِّیْ کی جگہ پر اس شخص کا نام لیا جائے۔

خطبہ عید الفطر

ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب کا یادگار خطبہ

ذیل میں ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مہتمم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ وسردار جماعت اہلحدیث ترہت کا وہ ناقابل فراموش خطبہ جو انہوں نے گزشتہ عید الفطر کے موقع پر تاج پور کی تاریخی عیدگاہ میں پڑھا' بابو محمد عیسیٰ صاحب رحیم آبادی کی فرمائش اور اصرار سے قارئین مجلہ سلفیہ کی دلچسپی اور عبرت کیلئے خفیف سی ترمیم کے بعد پیش کیا جاتا ہے۔ "اڈیٹر"

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد حضرات اگرچہ میرا پیشہ ظاہری علاج ومعالجہ ہے مگر میں آپ کی توجہ اسوقت امراض ظاہرہ کی طرف مبذول نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ ظاہری امراض کے لئے دنیا میں بیشمار حکیم و ڈاکٹر موجود ہیں۔ میرے پیش نظر اسوقت ظاہری نہیں باطنی امراض ہیں جس میں بدقسمتی سے ہم آپ تمام مسلمان مبتلا ہیں۔ باطنی امراض کے نسخے آپ کو طب کی کتابوں میں نہیں ملیں گے وہ تمام نسخے ایک ایسی بیاض میں درج ہیں جو قرآن مجید وفرقان حمید کے نام سے موسوم ہے اسی کتاب میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو قرآن پاک پر کامل ایمان رکھتے تھے اس کے احکام کے سامنے اپنی گردنیں جھکائے رہتے تھے اپنی خوشی کو اس کی خوشی پر قربان کرتے تھے اور ہمیشہ اس کی اطاعت میں لگے رہتے تھے۔ "واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" مسلمانو! کیا تمہیں اپنی وارفتہ حالت یاد ہے؟ کیا تمہیں وہ زمانہ یاد ہے۔ جب تم ہر طرح کے سازوسامان کے باوجود بے سروسامان تھے۔ باوجودیکہ تعداد میں کم نہ تھے مگر حقیر تھے باوجودیکہ اسلحہ اور ہتھیار سے

وابستہ تھے مگر پھر بھی ذلیل وخوار تھے؟ یہ کیوں؟ اس لئے کہ تمہارے قلوب منتشر تھے۔ تمہارے خیالات پراگندہ تھے۔ تم میں یکجہتی اور ہم آہنگی نہ تھی۔ مگر اللہ تعالے کی اس نعمت اور اس کے اس احسان پر تو ذرا غور کرو کہ جب اس نے تمہیں باہم چاک بگریباں دیکھا۔ ایکدوسرے کے خون کا پیاسا دیکھا۔ تو اس نے تم پر نعمت نازل کی۔ وہ نعمت کیا تھی؟ وہ نعمت یہ تھی کہ اس نے پتھر سے دلوں کو اپنے بھائیوں کے لئے موم بنا دیا۔ اس میں الفت مہربانی اور ہمدردی ڈالدی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تم اس کے فضل وکرم سے باہم دوست ہوگئے، آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔

دور کیوں جاتے ہو اوس اور خزرج ہی کو دیکھو جن میں صدیوں سے لڑائیاں چلی آتی تھیں۔ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا رہتا تھا کیا کوئی بھی کہہ سکتا تھا کہ وہ دونوں قبیلے ایک ہوں گے۔ باہم گلے ملیں گے لیکن اسلام نے ان دونوں میں ایسی روح پھونکدی کہ دونوں بھائی بھائی ہوگئے۔ شیر وشکر ہوگئے۔ اور تمہارا وہ دولتیں جو ہر سال لڑائی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائی جاتی تھیں ضائع وبرباد ہونے سے بچ گئیں۔ سچ ہے ؎

دولت ہمہ از اتفاق خیزد ۔ بے دولتی از نفاق خیزد

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے

"ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم"

کیسی انوکھی بات کہی ہے کتنا زبردست فلسفہ بیان کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ قول سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے حرز جان بنانے کے قابل ہے بلکہ اس قابل ہے کہ ہم اپنی پیشانیوں پر کھدوالیں اور ہمیشہ اسے نصب العین بنائے رکھیں وہ کہتا ہے کہ مسلمانو! تم ہماری اس نعمت کی قدر کرتے رہنا خبردار کبھی اس سے روگردانی نہ کرنا۔ اگر تم نے ہماری خلاف ورزی کی اور اتحاد کی مضبوط رسی کو ہاتھ سے چھوڑ دیا تو سمجھ لو کہ اس کا نتیجہ تلخ ہوگا۔ حنظل یعنی اندرائن کے پھل سے بھی زیادہ کڑوا ہوگا۔ خوب یاد رکھو بھولے سے بھی آپس میں نہ جھگڑنا کیونکہ اگر تم باہم دست بگریباں ہوگئے تو اپنا یہ بلند مقام جو تم نے خون سے سینچ کر حاصل کیا ہے کھو بیٹھوگے اور اگر تمہارے دشمنوں کو تمہاری کمزوری کا حال معلوم ہو جائے گا۔ تو وہ تم پر چڑھ دوڑیں گے۔ یہی نہیں بلکہ تمہاری یہ بندھی ہوئی ہوا بھی اکھڑ جائے گی جس کا لازمی نتیجہ

یہ ہوگا کہ تم تباہ ہو جاؤ گے اور اپنے گرد وپیش ہلاکت ہی ہلاکت دیکھو گے یعنی تمہاری یہ عزت و دولت جو تم نے بڑی عرق ریزی کے بعد حاصل کی ہے منٹوں میں تم سے چھین لی جائے گی۔ تمہارے دشمن تم پر غالب آجائیں گے اور تم بربادی کے گھاٹ اتر جاؤ گے۔ لیکن اگر تم تباہی سے بچنا چاہتے ہو۔ تو اس کے لئے کسی لمبے چوڑے نسخے کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک چھوٹا سا نسخہ اس کے لئے کافی اور بس ہے وہ نسخہ کیا ہے؟ وہ صبر جمیل ہے خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ بیشک لڑائی جھگڑوں سے بچنے کا۔ واحد علاج صبر ہے کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب تم مصائب اور تکالیف پر صبر کرنے لگو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارا ساتھ دیگا۔ تمہاری ہمت افزائی کریگا اور تمہاری ہر طرح امداد کریگا۔ تمہاری مصابرت کو دیکھ کر تمہارے دشمن نادم ہوں گے اپنے تمام مکر و فریب سے باز آئیں گے یہی نہیں بلکہ رفتہ رفتہ تمہارے دوست بھی ہو جائیں گے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم یعنی برائی کا بدلہ برائی سے نہ دو یہ کوئی خوبی کی بات نہیں ہے کیونکہ عام طور پر لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ مگر چونکہ تم عام لوگوں سے ممتاز بنا کر بھیجے گئے ہو اس لئے اپنے برتاؤ میں نمایاں پیدا کرو اور برائی کا بدلہ بھلائی سے دو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے دشمنوں کے دل بھی تبدیل ہو جائیں گے پتھر سے موم بھی ہو جائیں گے اور تم دیکھو گے کہ تمہارے وہ دشمن جو تمہارے خون کے پیاسے تھے آج تمہارے دردمند دوست ہو گئے ہیں۔ اچھا بدلہ تو یہ ہے کہ معاف کر دو لیکن اس سے بھی زیادہ موثر ہتھیار یہ ہے کہ نہ صرف معاف کر دو بلکہ ان کے ساتھ نیکی بھی کرو ان زریں اصولوں پر چلنے کی توفیق انہیں لوگوں کو دی جاتی ہے جو صبر کی مضبوط رسی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ہیں۔ لیکن یہ کام معمولی لوگوں کے نہیں ہیں خوش نصیبوں کے ہیں جیسا کہ خود قرآن پاک میں ہے۔ وما یلقّٰها الا الذین صبروا وما یلقّٰها الا ذو حظ عظیم یعنی صبر جمیل کی توفیق انہیں لوگوں کو دیجاتی ہے جو صاحب حظوظ اور خوش نصیب ہوتے ہیں اس

کی سعادت سے وہی لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں جو دشوار سے دشوار مصیبت میں بھی صبر سے کام لیتے ہیں اس موقعہ پر سعدی علیہ الرحمۃ کا قول بھی کتنا دلکش معلوم ہوتا ہے۔ سے

تحمل چو زہرت نماید نخست
ولے شہد باشد چو در طبع رست

حضرات! اپنے کو مسلمان کہنا اور ایمان کا دعوٰی کرنا تو آسان ہے مگر دعوٰی کی صداقت بھی از بس ضروری ہے۔ اسلام اور ایمان کی اول شرط یہ ہے کہ ہم باہم برادرانہ سلوک کریں یہی نہیں بلکہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کریں جو خود اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "والذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ" یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی شخص تم میں صاحب ایمان نہیں ہوگا جب تک اس میں

- - - - - - - -

- - - - - - - -

یہ صفت پیدا نہ ہو کہ جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی چیز اپنے بھائی کیلئے بھی پسند کرے' یہ واقعہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس حدیث کو خوب سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اس پر صحیح معنوں میں عامل بھی تھے۔ چنانچہ ایکدفعہ ایک صحابی رض گھوڑے کی خریداری کی غرض سے بازار تشریف لے گئے اتفاق سے ایک جگہ ایک گھوڑا پسند آگیا آپ نے قیمت دریافت کی سوداگر نے تین ہزار درہم بتائے آپ نے دام سنکر گھوڑے پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر کہنے لگے۔ نہیں بھائی دام میں تم سے غلطی ہوگئی ہے تمہارا گھوڑا پانچ ہزار درہم کا معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ رض کے اس قول سے سوداگر سخت متعجب ہوا کہنے لگا۔

آپ مذاق نہ کریں میں نے دام واجبی رکھے ہیں ۳۰۰۰ ہزار درہم سے کم نہیں لوں گا۔ لیکن اس کے جواب میں صحابی رض نے فرمایا تم متعجب نہ ہو میں نے بھی اس کا صحیح تخمینہ کر لیا ہے۔ میں پانچ ہزار درہم سے کم نہیں دوں گا۔ یہ کہکر صحابی نے گھوڑے پر تیسری نگاہ ڈالی اور اسے سر سے پاؤں تک دیکھکر فرمانے لگے۔ میں نے تخمینہ میں غلطی کی تمہارا گھوڑا اس سے بھی زیادہ قیمت کا معلوم ہوتا ہے۔ اب میں اس کے پانچ نہیں سات

ہزار درہم دوں گا۔ سوداگر اس پر اور بھی زیادہ متعجب ہوا اور برافروختہ ہو کر کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے آپ خریدنے نہیں مذاق کرنے آئے ہیں۔ فضول میرا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ صحابی رضؓ نے اس کے جواب میں فرمایا مذاق نہ سمجھو میں تم سے مذاق کرنے نہیں آیا ہوں بیچنا چاہتے ہو تو واجبی قیمت مجھ سے لے لو یہ کہکر وہ رضؓ سات ہزار درہم اس کے سامنے رکھدیتے ہیں اور گھوڑا کھولکر روانہ ہوتے ہیں سوداگر کو خریدار کی انوکھی مگر بے ریا باتوں پر تعجب معلوم ہوتا ہے تعجب ہی نہیں بلکہ اس کے دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے اور وہ بے ساختہ خریدار کا پیچھا کرتا ہے۔ راستہ میں ایک جگہ رک کر دریافت کرتا ہے کہ جناب آپنے تین ہزار کی جگہ سات ہزار کیوں دئے؟ اس میں کیا راز پنہاں ہے آپ جواب میں فرماتے ہیں۔ راز کچھ بھی نہیں ہے بات صرف اتنی ہے کہ میں نے آنحضرت سے سنا ہے کہ جو تم اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کیلئے بھی پسند کرو۔ اگر یہ گھوڑا میرا ہوتا تو میں سات ہزار درہم سے کم نہ لیتا پھر کیا وجہ ہے کہ تمکو تین ہزار درہم دیتا؟ سبحان اللہ یہ تھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عملی زندگی جو ہے ع

ہر کہ با محمود نہ پسندی با دیگراں ہم مپسند

دوسری جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلِ مِنْ دَرَجَۃِ الصِّیَامِ وَالصَّدَقَۃِ وَالصَّلٰوۃِ؟ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ ھِیَ الْحَالِقَۃُ۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ نے کہ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کا درجہ روزے زکوٰۃ اور نماز سے بھی زیادہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ ضرور بتلائیے۔ آپنے فرمایا۔ وہ چیز آپس کا سلوک ہے اور آپس کی پھوٹ ایسی بری بلا ہے کہ نیکیوں کو برباد کردیتی ہے جیسا استرا بالوں کو مونڈ ڈالتا ہے۔ کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتا حالی مرحوم نے اسی مضمون کو اپنے مسدس میں اس طرح ادا کیا ہے۔

سکھائی انہیں نوع انساں پہ شفقت
کہا ہے یہ اسلامیوں کی علامت
کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت
شب و روز پہنچاتے ہیں اسکو راحت
وہ جو حق سے اپنے لئے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کیلئے چاہتے ہیں!!
خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

کسی کے گر آفت گزر جائے سر پر
پڑے غم کا سایہ نہ اس کے اثر پر
کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

تیسری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وکونوا عباد اللہ اخوانا ولا یحل لمومن ان یہجر اخاہ فوق ثلثۃ ایام۔ قطع تعلق و ملاقات ترک نہ کرو۔ ایک سے ایک خفا مت رہو۔ بغض و حسد نہ کرو۔ سب ملکر اللہ تعالی کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بنے رہو۔ اور کسی مسلمان کو جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی مسلمان سے تین دنوں سے زیادہ خفگی رکھے۔ سچ ہے۔ ؎

آئینہ ماست سینہ چوں آئینہ داشتن
کفر است در طریقہ ما کینہ داشتن!

حضرات اس مختصر سی نصیحت کے بعد میں آپ کو آج کے مبارک دن کے خصوصیات کی طرف متوجہ کرونگا جس کے لئے ہم اور آپ خصوصیت کے ساتھ اس جگہ جمع ہوئے ہیں۔ یاد رکھئے کہ آج کا دن عام دنوں سے ممتاز بنایا گیا ہے۔ قابل احترام بنایا گیا ہے۔ آج کا دن مسرت کا دن ہے کامرانی کا دن ہے۔ عید کا دن خوشی کا دن ہے مگر خوشی کس کے لئے ہے۔ مسرت اس کے لئے ہے جس نے اللہ کے احکام کی پابندی کی۔ اس کے فرائض کے انجام دینے میں پس و پیش نہ کیا۔ اور جو کامل ایک ماہ تک صبر کرکے روزے جیسے اہم فریضہ کو ادا کیا۔ اور آج مسرت بھرے چہروں سے اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اس جگہ جمع ہوئے ہیں "روی البیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول صلعم اذا کان یوم عیدہم یعنی یوم فطرہم باہی بہم ملٰئکتہ فقال یا ملٰئکتی ما جزاء اجیر وفی عملہ قالوا ربنا جزاؤہ ان یوفی اجرہ قال یا ملٰئکتی عبیدی وامائی قضوا فریضتی علیہم ثم خرجوا یعجون الی الدعاء وعزتی وجلالی وکرمی وعلوی وارتفاع مکانی لاجیبنہم فیقول ارجعوا قد غفرت لکم وبدلت سیاتکم حسنات قال فیرجعون مغفورا لہم"

بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ

عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب لوگوں کی عید کا دن ہوتا ہے جس دن
روزے پورے کر کے افطار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انکو
بارے میں فرشتوں سے فخر کرتا ہے فرماتا ہے اے میرے
فرشتو اس مزدور کی کیا جزا ہے جس نے اپنا کام پورا
کرلیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب اس کی
جزا یہ ہے کہ اس کو پوری اجرت دیجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اے میرے فرشتو۔ ان میرے بندے اور باندیوں نے
جو ان پر فرض کیا تھا پورا کر دیا۔ پھر باہر نکلے ہیں دعا
کے ساتھ آواز بلند کرتے ہیں۔ مجھے اپنی عزت اور
جلال کی قسم ہے اور اپنی بزرگی علو شان اور بلندی
مکان کی قسم ہے کہ میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا۔
پھر فرماتا ہے۔ میرے بندو! اپنے گھروں میں لوٹ جاؤ
میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری بدیوں کو نیکیوں کے
ساتھ بدل دیا۔ تو یہ اپنے گھروں کی طرف اس حال میں
لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں۔ فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو کر
گھر کو واپس ہوتے ہیں۔ وَرَوَى اَبُوْدَاؤُدَ عَنْ
اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ
الْفِطْرِ طُهْرَةً لِّلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً
لِّلْمَسَاكِيْنِ سنن ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے زکوٰۃ فطر کو فرض کیا روزوں کو بیہودہ بکواس سے
پاک کرنے کے لئے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کیلئے
حکیم امت صلعم نے صدقہ فطر اس لئے ہر چھوٹے بڑے
مرد و عورت و غلام و آزاد پر فرض کر دیا ہے کہ روزہ
میں جو ان سے لغزشیں ہوگئی ہیں وہ اس کی وجہ سے
معاف کر دیجاتی ہیں اور وہ گناہوں سے پاک ہوجاتے ہیں۔
اور نیز عید کے دن غربا و مساکین دست سوال پیش
نہ کریں خوشی سے گھر بیٹھکر کھائیں۔ اسی لئے یہ بھی فرما دیا
کہ صدقہ فطر نماز سے قبل ادا کیا جائے اس لئے تمام
مسلمانوں کو چاہیئے کہ بیان کردہ باتوں کا خیال رکھیں
اور ہمیشہ اللہ و رسول کی اطاعت میں لگے رہیں۔
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مسلمانوں کی پستی کے اسباب

مترجمہ مولانا سید عثمان صاحب فاضل مصر مہتمم تعلیم دار العلوم احمدیہ سلفیہ

۱۱

جاہلوں اور بزدلوں کے شبہات اور اُن کا جواب

بعض کم عقل اور کوتہ اندیش کہتے ہیں کہ یہ تمام واقعات صحیح ہیں۔ لیکن یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب مہلک اور خطرناک آلات ایجاد نہیں ہوئے تھے بندوقیں مشین گنیں اور بڑی بڑی توپیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں سائینس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی۔ یورپ کا علم بام کمال تک نہیں پہنچا تھا۔ لیکن یہ تمام باتیں لغو ہیں، بیہودہ ہیں' اور حقیقت سے بالکل عاری ہیں۔ ہر زمانے کے علوم و فنون اور تہذیب و تمدن جداگانہ اور اپنے اپنے وقت کے ساتھ مخصوص رہے ہیں۔ علوم و فنون کی ترقیاں ہمیشہ نسبتی رہی ہیں۔

ازمنہ ماضیہ میں بھی اسلحہ تھے مہلک آلات تھے منجنیقیں تھیں اور ایسے مہلک آتشیں اسلحہ بھی تھے جن کے اجزا ہنوز نامعلوم ہیں۔ نیز اُس وقت بھی بندوقیں تھیں توپیں تھیں اور مشین گنیں تھیں۔ لیکن صرف اسلحہ سے عزیمتیں پیدا نہیں ہوتی ہیں صرف ہوائی جہازوں اور آبدوز کشتیوں سے ہمتیں بلند نہیں ہوتی ہیں۔ یہ ٹھوس اور جامد مواد ہیں۔ ان میں اور معمولی پتھروں میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ مادی چیزیں انسان کو طاقت نہیں بخشتی ہیں۔ جو چیز انسان کو طاقت بخشتی ہے، اُس کی ہمّت بلند کرتی ہے' وہ روح ہے جس وقت روح میں تموج اور دلوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور انسان عزم راسخ کے ساتھ کسی کام کے لئے

کھڑا ہو جاتا ہے، اس وقت نہ بندوقیں کام آتی ہیں نہ توپیں نہ ہوائی جہاز مفید ہوتے ہیں اور نہ آبدوز کشتیاں۔ عزم راسخ کے سامنے تمام مادی ہتھیار کند ہو کر رہ جاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے ترقی کے لئے علوم جدیدہ کا حاصل کرنا از بس ضروری ہے اور چونکہ یہ علوم مسلمانوں میں مفقود اور فرنگیوں میں موجود ہیں لہٰذا انہوں نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا ہے جو غیروں کو حاصل نہیں ہے۔ یہ کہنا بالکل بجا ہے لیکن علوم جدیدہ کے حاصل کرنے کے لئے بھی غور و فکر اور عزم و ارادہ کی ضرورت ہے جب کسی قوم میں سچی طلب پیدا ہو جاتی ہے تو اس میں علوم جدیدہ بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جاپان کو لو ۱۸۶۸ء تک جاپان بھی مشرق کی دوسری قوموں کی طرح، نیم مردہ حالت میں پڑا تھا جوں ہی اس نے اپنی حالت بدلنے کا عزم کر لیا، تمام علوم جدیدہ اس کے قدم چومنے لگے اور زیادہ نہیں صرف نصف صدی کے بعد وہ دنیا کی دوسری آزاد قوموں کی صفوں میں جا کھڑا ہوا۔

مسلمان بھی ترقی کرنا اور آزاد قوموں کی صفوں میں آنا چاہیں تو اسلام پر قائم رہ کر ایسا کر سکتے ہیں۔ اس سے مذہب میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ وہ جوں کا توں محفوظ رہے گا۔ جیسا کہ خود جاپان کو دیکھو کہ دنیا کی تمام نعمتیں اسے حاصل ہیں پھر بھی وہ اپنے کو جاپانی اور اپنے مذہب کا پکا پیرو بتاتا ہے۔ علوم جدیدہ نے مذہب سے اسے بال برابر بھی جدا نہیں کیا۔ مسلمانوں نے صحیح معنی میں آلات جدیدہ کی کب جستجو کی؟ اور انہیں نہیں ملی؟ کامیابی کیلئے سب سے اہم اور ضروری چیز ارادہ ہے! حقیقی ارادہ پیدا ہو جائے تو مراد بر آنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟

آلات جدیدہ کی تلاش میں مسلمان نکل کھڑے ہوں تو دوسرے دن کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کسی قدر مالی قربانی کیلئے بھی تیار ہو جائیں۔ مگر مسلمانوں کیلئے یہی ایک کٹھن سوال ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عقلیں ششدر رہ جاتی ہیں۔ "اگر مال طلبی سخن دریں است" مسلمان مال کی قربانی دینا نہیں چاہتے ہیں۔ اس چیز میں وہ یورپ اور جاپان کی تقلید کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ جان و مال کی قربانی دئے بغیر فتح و نصرت کے طالب ہیں۔

مگر جب ان پر دشمن چڑھ دوڑتے ہیں تو چلا اٹھتے ہیں کہ کہاں ہے وہ خدا جس نے قرآن پاک میں وعدہ لیا ہے۔

وکان حقاً علینا نصر المومنین	ہم ضرور مومنوں کی مدد کریں گے۔

غلطی سے وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جان ومال کی قربانی دئے بغیر اللہ نے مومنین کی امداد کا وعدہ کیا ہے۔ دعاء وتسبیح واستغفار ہی ہمارے لئے کافی وبس ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تھوڑے سے مسلح فرنگی، مسلمانوں کی عظیم اکثریت پر آسانی کے ساتھ غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اعتماد علی النفس ان سے بالکل مفقود ہو چکا ہے، اُس کی جگہ مایوسی نے لے لی ہے۔ دشمنوں کا رعب اس طرح اُن کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا ہے کہ پروانوں کی طرح دشمنوں کے قدموں پہ گر کر بے موت مرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی اُس مقدس قول کو بالکل فراموش کر گئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون، ان کنتم مومنین	اور (کبھی) ہمت نہ ہارو اور (اس اتفاقی شکست سے) آزردہ خاطر نہ ہو اور (یاد رکھو) اگر تم سچے مسلمان ہو تو (یقیناً تمہارا ہی سر بلند رہیگا)

اور فرمایا:۔

ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ۔ وتلک الایام نداولھا بین الناس	اگر تم کو (لڑائی میں) شکست ہوئی تو تم اس سے بد دل مت ہو کیونکہ (جنگ بدر میں مد مقابل کو بھی) اسی طرح کا دھکا لگ چکا ہے اور اس قسم کے اتفاقات ہمارے حکم سے لوگوں کو کبھی کبھی پیش آتے رہتے ہیں۔

لوگ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ مایوسی عقلاً جائز ہو نہ نقلاً۔ خاص کر ایک مسلمان کیلئے جس کے مذہب نے مایوسی کو "کفر" قرار دیا ہے۔ کیا مسلمان خدا کے

زریں قول کو بھول گئے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْءٌ۔

جنہیں لوگوں نے آکر خبر دی کہ مخالفوں نے تم سے لڑنے کے لئے بڑی بھیڑ جمع کر رکھی ہے۔ ذرا اُن سے ڈرتے رہنا (تو بجائے اس کے کہ وہ اس خبر کو سن کر اسلام سے بدظن ہو جاتے) ان کا یقین اور زیادہ مضبوط ہو گیا اور چلا اٹھے کہ اللہ ہمیں کافی اور بس ہے۔ اور وہ بہترین کارساز ہے (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) جب وہ میدانِ جنگ سے واپس ہوئے تو اللہ کے فضل سے لدے پھندے گھر لوٹے اور انہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچا۔

مسلمانوں کی حالت اس قدر نازک ہے کہ اگر کوئی دشمن کسی اسلامی ملک پر قبضہ کر کے اس کے باشندگان کا قتل عام شروع کر دیتا ہے اور اس نازک گھڑی میں کسی مسلم ہمسایہ یا دوسری ملک سے جان نہیں صرف مال کی قربانی کی درخواست کی جاتی ہے تو جواب میں کہا جاتا ہے "اب مال ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟ دشمن تو غالب ہو کر رہے گا"

لمحہ بھر بھی غور کرو گے تو معلوم ہو جائیگا کہ اس جواب سے کیا نتیجہ مرتب ہوگا؟ کیا یہ نہیں ہوگا کہ دشمن آزادی کے ساتھ وہاں سختیاں شروع کر دیگا اور وہاں کے مسلمان، ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ یاد رکھو یہ قانون ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ جاری رہیگا۔

ذرا بھی عقل پر زور دو گے تو صاف دکھائی دیگا کہ مجاہدوں کے ساتھ ہمارا یہ برتاؤ، اُن کے جان و مال کی افزائش کا باعث نہیں، ہلاکت و بربادی کا باعث ہوگا (باقی آئندہ)

دعوتِ عمل

از مولوی سید عبد العلی صاحب افضلی "منشی فاضل" پنجاب یونیورسٹی

ذیل کا مضمون فارسی زبان میں ہے۔ ہندوستان میں چونکہ فارسی زبان تقریباً مٹ چکی ہے فاضل مضمون نگار کا یہ ذوق قابل صد تحسین و ستائش ہے۔ یہ مضمون [illegible] حیثیت سے قابل قدر ہے امید ہے کہ فارسی داں حضرات اس سے دلچسپی لیں گے۔

"ایڈیٹر"

وسائل کار و نجات عمل است که بگونه معراجے ست از معارج ارتقاء و کمال انسان تا عرش سعادت زندگانی میکشد و وسیلهٔ فوز و فلاح است که عروج و ترقی از نتائج لازم اوست - و جاہ و جلال و شان و شوکت اولاد ابن زینت - ہر آنکہ در عرصہ عمل آں را زینائے خود قرار میدہد شاہد کامگاری را بہ یار ارتقا می جہاند - —— تا آنکہ ابواب حریم قدس برروے باز شود - و اسرار حجابات الٰہی منکشف گردد!

دعوت کبریائیہ آں ابا عن جد متوالی و مسلسل است و حوادث گوناگون قرون گذشتہ تصدیق ایں معنی کنند و ورق گردانی کتب فطرت بامداد العہد عتیق خود معلوم نماید که قادر ذوالجلال کسی را که ازیں جوہر بے بہا عاری باشند و نبیکند او را مشمول حمایت خود نفرماید - زیرا که آں قادر ذوالجلال انسان را تخلیق نمودہ از لقب اشرف المخلوقات مشرف دادہ و بفحوائے آیہ کریمہ (ذ [illegible]) [illegible] فی الارض خلیفہ [illegible] بزیور عقل و خرد آراستہ [illegible] و اوصاف حمیدہ و خصائل [illegible] و برائے تربیت اخلاق و فضائل اصول و طرائقہا بیان فرمودہ —— و منجملہ ارشاد خداوندی این است ہر کسے کہ خلاف قانون قدرت کند و طبق آن عمل ننماید لابد مورد عتاب گردد!

چنانکه مجرم حکومت ملکیہ از مخالفت قوانین در برابر حکومت وضعیہ مسئول میباشد رہائی [illegible] ممکن است و قدم اول از دست قانون نجات یابد و لے چوں مکرر کرد ممکن نیست از چنگ انتقام عدل مصئون ماند - چوں اصول سیاست از برائے احترام قوانین خود مجرمے را عفو نکند پس دست قدرت که مسیس کل عالم و مدار نظام کل است خیانت کاران بر

قانون فطرت تعقیب نکند؟ و انّ ربّک لبالمرصاد!
وایں حوصلۂ بلیغ چنانچہ یکے از عوامل مؤثرہ
در حیاتِ انفرادی محسوس است، ہمچناں در حیاتِ اجتماعی
اقوام و ملل تاثیرِ بس عمیقہ دارد، در سرِّ عروج و زوالِ اقوام
درو پنہان است۔ چوں تاریخ عالم را مطالعہ کنید، او را
یکے از مؤثراتِ انقلاب خواہید یافت۔ مثلاً مملکت
خویش ہندوستان را نگاہ کنید، قوم "آرین" چوں در وسط
آسیا گہوارۂ تہذیب و تمدن نشو و نما یافت و باوج
اقتدار رسید بواسطۂ کثرتِ نفوس و برائے ہمّتِ
روز افزونش مملکتش تنگ گردید، و وسعت و زرخیزی
سرزمین ہند چشم ہایش را بطرفِ خود جلب ساخت۔ چوں
باینجا رسیدند و اہلِ ہند ضعیف و ذلیل شمردند
آنہا دست تطاول دراز کردہ۔ بے خوں ریزی مرتکب
شدہ و بایں تعدیات و تجاوزاتِ ایشاں بحدّے رسید کہ
آنہا مجبور شدند کہ بدامن جبال و براری پناہندہ
شوند و کوہ و بیابان را ملجا خود گیرند، و فاتحین
ایں تمام مملکتِ وسیع زرخیز را مالک شدند و "آریہ
ورتش" نامیدند، و آوازۂ خود را در اقصائے عالم
ما بلند کردند و در میدانِ علوم و فنون گوئے سبقت
از ہمگناں و معاصرین بودند، علم ہیئت و فلسفہ را
آنچناں رونق و فلسفہ حیات کمال حاصل کردند کہ یونان
ہم نیز از آنہا استفادہ کرد۔
لیکن چوں این مردم بہ ایام از جدّ و جہد کار محروم گشتہ
و بے ہمتی را شعار خود ساختند و کبر و غرور و سرکشی اختیار
کردند، نفاق و تشتت در آنہا پیدا گردید و استبداد
شعار شدہ بجائے ... آن ... تعصب ... در مردم اکثر
تہذیب بجائے روز ظلمت ... بجائے امن ظلم
بجائے عدل بدل ... امن ... خونی
ظلم و جور رواج دارد۔ و در نتیجہ حاکمہ نہایت سروری و
مہتری و صلاحیت حکومت باقی نماند۔
پس از آن ابر رحمت کہ قصر قیصر و ایوان کسریٰ را درہم
شکست، سرزمین برکت روم را حاصل و منور گردید، و از آن ہمہ تشنہ لبان
بر و بحر دشتہائے آسیا و کنار شمالی افریقہ و قسمتی از جبال اندر
پا سیراب شدند، ہندوستان نیز از این رحمت الٰہیہ بے بہرہ نبود۔
شمس الشموس توحید از افقِ بطحا طلوع کرد، گیتی را بنور
صداقت، عدالت، اخوت منور ساخت، شبہائے تیرہ و پرآشوب
شرک باطلاع ظلم و نفاق سپری شد۔ صدائیکہ از قلۂ فاران بلند
شدہ بود در رود دشت و دامنۂ ہمالیا طنین افکن گردید، از آوازۂ او ہمہ
گوشہ ہائے ہند برگشت و از فیوض و برکاتش وحشیان مہذب، جاہلان ذی علم و سفیہان صاحب حکمت گشتند، تمرد و سرکشی از دماغ ہا رفت

علوم وفنون را دیانت تازه رسیدند ... محروم
شدند نیز بازارِ تجارت در سرزمین ما مرجع خلائق گشت۔

ایں دور درخشندۂ تاریخ اسلام مستمر بود تا آنکہ
رحمۃ اللعالمین ﷺ مشمول رحمت عامۂ الٰہیہ بودند لیکن چون
مدت رفتہ رفتہ جوشِ اسلامیت سرد گردید و وحدانیت
از قلوب آنہا بیرون شد۔ آنہا کہ بکف علم توحید برافرازندہ
در بحر ظلمات معرکہ آرائی کردند۔ دست بر دست گذاردہ
نشستند، و آن پیشقدمانِ سبیل توحید کہ علوم و فنون
را بمنزلہ مربی بودند از معارف و لطائف احکام الٰہیہ بیگانہ گشتہ
در عیش و عشرت افتادند و فرطِ ملاہی نورِ معرفت را در قلوب
آنہا خاموش ساختہ و آثارِ مقالہ الٰہیہ بیگانہ گشتہ در عیش و عشرت
افتادند و فرطِ ملاہی نورِ معرفت را در قلوب آنہا خاموش
ساختہ و آثار مقالہ الٰہیہ رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا
ھٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا ظاہر گردید۔ برہمنان
پختہ زنار شدند و مسلمانان شکستہ تسبیح" پس بفحوائے
آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا
مَا بِاَنْفُسِهِمْ شیرازۂ اتحاد مسلمین گسیختہ و افتراق
نشست کہ اولین علاماتِ زوال است ظاہر شد،
صلاحیتِ حکومت معدوم و مطابق سنتِ تغیر ناپذیر
الٰی اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ
مسلمانان از حکومت محروم گشتند فانا للہ وانا الیہ
راجعون۔

ولیکن اے برادرانِ اسلامی من! ایں دور یست کہ
ملل و اقوام عالم در مضمار ترقی بر رقابت و تنافس میکوشند
و بر اثر ناموسِ ایزدی وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْمَا اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا
الْخَيْرَاتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
تَخْتَلِفُوْنَ، در میدان امتحان سعی و عمل جد میورزند،
ہر زمان پیش نظر دارند کہ گوئے سبقت از ہمگنان بربایند۔

پس آیا ما را نباید کہ دریں معترکِ حیات صلاحیتِ
بقا و حقِ وجود خود را ثابت سازیم؟ زیرا کہ دنیا دار
عمل است ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ
لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا شاید منظوریت کسے در آغوش
کشد کہ کمیتِ ہمتِ تازد وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ
الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ!

ہمت بلند دار کہ مردانِ روزگار
از ہمت بلند بجائے رسیدہ اند

امام مالک رح

از مولوی عبد الصمد صاحب شاعر عارف دانش محمد سلفی بڑجھوی

نام مالک بن انس اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۹۵ھ میں ہوئی آپ مدینہ کے بہت بڑے امام اور مفتی تھے۔ مدینہ میں ربیعہ، نافع مولی ابن عمر، محمد بن المنکدر، ابو زبیر، زہری، عبد اللہ بن دینار، ابو حازم وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں ۳۰۰ تابعی ۶۰۰ تبع تابعی ہیں کمسنی میں جید علماء اور قاریوں میں شمار ہونے لگا تھا حتی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قل رجل اتعلم منہ مامات حتی یجیئنی ویستفتینی یعنی بہت کم ایسے لوگ ہیں جن سے میں نے تعلیم حاصل کی مجھ سے فتاوی نہ طلب کئے ہوں اور مر گئے ہوں۔ ابن وہب کا قول ہے کہ میں نے پکارنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے لوگو آگاہ ہو جاؤ کہ امام مالک اور ان کے استاد ابن ذئب کے علاوہ کوئی فتوی نہ دے اور جسکو استفتاء کی ضرورت ہو وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی ذئب سے فتوی طلب کرے۔ کسی کو یہ حق نہ ہوگا کہ امام مالک کے سوا دوسرے سے استفتاء کرے اور نہ کسی مفتی کو یہ حق ہوگا کہ کسی متعلقی کو فتاوی دیکر مستفیض کرے۔

مدینہ منورہ میں ان کے علم کا چرچہ ہر خاص وعام میں تھا لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ مدینہ منورہ میں امام مالک اور ابن ابی ذئب سے بڑھکر کوئی محدث وقاری موجود نہیں ہے۔ دور دراز سے لوگ ان کے پاس استفتاء کی غرض سے آتے تھے۔

جب آپ درس حدیث کیلئے مجلس میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے غسل کرتے پھر وضو کرتے۔ اس کے بعد بدن میں عطر لگاتے اور داڑھی میں کنگھی کرتے۔ بعدہٗ اپنی مجلس میں نہایت ہیبت ووقار کے ساتھ متمکن ہوتے اور احادیث نبوی کی تشریح بیان فرماتے اور راستے میں یا کھڑے کھڑے یا جلدی جلدی حدیث بیان فرمانے کو نہایت معیوب سمجھتے۔ اور فرماتے کہ میں احادیث نبوی کو اچھی طرح سمجھانا پسند کرتا ہوں۔ اگر ان کی مجلس میں کوئی بول اٹھتا تو یہ آیت تلاوت

فرمایا کرتے۔ یاایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی یعنی اے مومنو اپنی آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ امام مالک رحمہ فرمایا کرتے کہ حدیث نبوی کے بیان کے وقت بولنا گویا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چلانا ہے۔

باوجود کمزوری اور کبر سنی کے مدینہ میں کبھی کسی سواری پر سوار نہ ہوتے تھے۔ ہمیشہ پاپیادہ چلتے تھے۔ سواری حاضر کرنے کیلئے لوگ مستعد و آمادہ ہوتے۔ لیکن وہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ ارشاد فرماتے لا ارکب فی مدینۃ فیھا جثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفونۃ یعنی میں ہرگز مدینہ رسول میں سوار نہیں ہو سکتا چونکہ حضور کا جسم اطہر اسی زمین میں مدفون ہے۔ پھر میرے لئے یہ کس طرح زیبا ہو سکتا ہے کہ میں سواری پر چلوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے نیچے ہوں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ لوگوں کی بدسلوکیوں کی وجہ سے آپنے مسجد میں جانا، جنازے میں حاضر ہونا، جمعہ میں شرکت کرنا، اہل میت کی تعزیت وغیرہ تمام افعال خیر کو ترک کر دیا تھا۔ لوگوں نے جعفر بن سلیمان سے شکایت کی تھی کہ آپ کی بیعت خلافت سے امام مالک انکار کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا۔ اور امام صاحب کو گرفتار کروا کر دربار میں حاضر کروایا۔ اور بغیر دریافت کئے انہیں ننگا کر کے کوڑے لگوائے۔ اور ان کے بازوؤں کو اتنا کھچوایا کہ دونوں ہاتھ مونڈھے سے اتر گئے اس کے بعد وہ نماز میں ہاتھ باندھ نہیں سکتے تھے۔

ابن جوزی نے شذور العقود میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۴۷ھ کو جب امام صاحب کی عمر ۵۴ کی تھی طلاق مکرہ کے بارے میں امام مالک کا فتویٰ حاکم مدینہ کی مرضی کے خلاف تھا اسی لئے حاکم نے ان کو گرفتار کیا۔ اور گن گن کے ستر کوڑے لگوائے اور اونٹ پر بٹھلا کر ان کی تشہیر کرائی۔

عبداللہ بن یوسف نے خلف بن عمرو سے روایت کی ہے کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا۔ اتنے میں مدینہ کے قاری ابن کثیر آگئے انہوں نے امام کی خدمت میں ایک ملفوف خط پیش کیا۔ امام مالک نے اسے پڑھ لیا اور مصلیٰ کے نیچے رکھ چھوڑا جب لوگ روانہ ہو گئے تو میں نے بھی چل دینے کا ارادہ کیا۔ امام نے فرمایا "خلف" یعنی تم ذرا ٹھہرو۔ پھر انہوں نے مجھے رقعہ دکھا دیا اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

[illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا [illegible]

بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے اور حضور کے سامنے ہجوم ہے کوئی عرض کر رہا ہے کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ عنایت ہو جائے۔ کوئی کہتا ہے یا حضور میرے لئے بھی کچھ حکم ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے منبر کے نیچے بہت بڑا خزانہ جمع کر دیا ہے اور میں نے مالکؒ کو حکم دیا ہے کہ وہ تم لوگوں کے درمیان تقسیم کر دے۔ اب تم مالکؒ کے پاس جاؤ۔ لوگ حضور کے سامنے سے اٹھکر چلے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی کہہ رہا ہے۔ دیکھیں مالکؒ کیا کریں گے۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ جو حکم ہوا ہے اسی کی تعمیل کرینگے۔ رقعہ پڑھے جانے کے بعد امام مالکؒ رونے لگے وہ روتے ہی رہے اور میں وہاں سے چلدیا۔

ان کے تقویٰ کے متعلق ابن وہب کہتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ سے دریافت کیا گیا کہ امام مالک کا شغل گھر میں کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ گھر میں تلاوت قرآن مجید کے علاوہ کوئی شغل نہیں رہتا ہے۔

واقدی کا منقولہ ہے کہ امام مالکؒ رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی میں تشریف لاتے اور نماز پنجگانہ وہیں ادا کرتے۔ مریضوں کی عیادت کیلئے تشریف لیجاتے نماز سے فارغ ہوکر مسجد ہی میں تشریف فرما ہوتے۔ لوگوں کے حقوق کے فیصلے کرتے فتاوے دیتے بعد نماز شاگردوں کا حلقہ ہوتا اور شاگرد آپ سے مستفیض ہوتے۔

تعنبی کہتے ہیں کہ جب آپ کی عمر اقدس ۸۴ سال کو پہنچی تو ایک مرض مہلک میں مبتلا ہوئے اور اسی مرض میں میں اُن سے ملنے گیا۔ آپ تک پہنچتے ہی میں نے سلام کیا پھر آپ کے پاس تفتیش حال کیلئے بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زار و قطار رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اقدس کیوں رو رہے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ میں کیوں نہ روؤں اتنا بھی روؤں وہ میرے لئے کم ہے۔ آہ خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ ہر فتویٰ اور ہر مسئلہ کے عوض جس کو میں نے اپنی رائے سے دیا ہے کوڑے کھاتا تاکہ کوئی خامی جو کہ رہ گئی اسکا کفارہ ہو جائے۔ اور محشر میں مجھ سے یہ نہ پوچھا جائے کہ اپنی رائے سے تم نے فتاوے کیوں دئے۔

اس کے بعد باختلافِ روایت اسی سن ۱۷۹ھ ربیع الاول کو ۸۴ برس مبارک زندگی بسر کرکے زہد و اتقا کا وہ منور ستارہ اس دنیائے فانی سے غائب ہوکر دار بقا کی جنت کو اپنی روشنی سے مزین و منور کرنے کیلئے روپوش ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

تعنبی کہتے ہیں کہ میں حماد بن زید امام بصرہ کی خدمت میں حاضر تھا جب ان کو امام مالکؒ کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ امام مالکؒ پر رحم فرمائے وہ اپنی نظیر نہیں چھوڑ گئے۔

"تلاش محبوب"

مولوی حافظ ابوبکر صاحب شمیم سلفی مظفرپوری

اے محبوب! تیری تلاش میں کہاں جاؤں؟ ہر جگہ تیری تلاش میں گیا لیکن تو کہیں نہیں ملا۔ اے آسمان! اے زمین! .... بتا میرا محبوب کہاں ہے؟

قلزم کے گرداب میں، نیل و فرات کی روانی میں، دریا کے تلاطم میں، سمندر کے مدوجزر میں تیری جستجو کی لیکن تو نہیں دستیاب ہوا — اے محبوب تیری تلاش میں کہاں جاؤں۔ بلبل کی چہک میں، پھولوں کی مہک میں، کندن کی دمک میں، جگنو کی چمک میں تجھے ڈھونڈھا لیکن تجھے کہیں نہیں پایا ———— بے چین ہوں کہ کس طرح محبوب سے ملوں۔ اے صبح کا سہانا وقت!! اے بادِ نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکے! اس یوسف گم کردہ کی تلاش میں کہاں جاؤں! خدا را بتا۔ سلاسل کی جھنکاروں میں، کوئل کی پکاروں میں، شیروں کی گرج میں، بجلی کی کڑک میں اے محبوب تیری تلاش ہوئی ———— مگر بے سود

بتا آخر تجھے کہاں تلاشوں؟ للّٰہ تو ہی بتا دے؟ اے جنگل کے چھوٹے چھوٹے پودے: ———— ! نرگس کی مستانہ آنکھوں کے صدقے!! اس یوسف گم گشتہ کو کہاں ڈھونڈھوں کچھ بھی بتا دے! کہ قدموں کو چوموں، گلے لگاؤں! بھینچ بھینچ کے پیار کروں، شیشہ و ساغر میں، یا دو پیمانوں میں اس کی جستجو کروں؟!! نہیں نہیں نہیں۔ وہاں بھی ڈھونڈھا لیکن

اے صحرا کے بگولو! - ! - ! تم ہر جگہ پھرتے ہو شاید تمہاری نظر میرے محبوب پر بھی پڑ جائے تو میرا سلام کہنا اور پیام سنا دینا کہ تیرا سچا متلاشی تیری تلاش میں بن بنا خاک اڑاتا پھرتا ہے۔ جا للّٰہ اسے اپنی اک جھلک دکھا دے

اے ابر نیساں! - ! تیری گزر سمندر کی تہ سیپوں کی گود میں ہوتی ہے۔ ذرا میرے محبوب کی تلاش

———— ! ————

اے میرا محبوب! - ! تیرا پتا کس سے پوچھوں - ؟ - ؟ بجلی کے خزانے میں بہتے ہوئے دھاروں میں

دامن کوہساروں اور وادیوں میں ڈھونڈا، تیری آرزو نے مرغزاروں میں تجھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہلکان ہو گیا ہوں!!۔

اے محبوب! تیری جستجو میں کہاں کہاں نہ ڈولا؟ ــ؟

ـــ میں نے ترکوں کی مساجد میں، ہندوؤں کے مندر میں، یورپ کے گرجا گھروں میں، یونانیوں کے مندروں میں تیرا کھوج لگایا، لیکن تیرا پتا کہیں نہیں پایا۔

تیری ادائے ناز کی قسم، تیری رسم وسلمی کی قسم، اے منہ پائے، بتا تو کہاں ہے؟ کیوں مجھ سے روٹھا ہے؟ کیوں مجھ سے بگڑا ہے؟ کیا اس لیے کہ میں نے تیری قدر نہیں کی؟ کیا اس لیے کہ تجھ پر اپنی جان فدا نہیں کی؟ اچھا! ــ آ، اب تیری منت کرونگا، قدر کرونگا، خوشنامد کروں گا، بندگی بجاؤں گا، جو مجھ سے ہو سکے گا تجھ پر نثار کروں گا۔ آ ــ خدا کے لئے آــ

دیکھ تیری تلاش میں آنکھیں پتھرا گئیں، تلوے چھلنی ہو گئے، وطن چھوڑا، کنبہ چھوڑا، مال چھوڑا، گھر چھوڑا، صحرا کی خاک چھانی، جنگلوں کو مسکن بنایا، بیابانوں کی سیر کی۔ پیراہن کی دھجیاں اڑیں، گریبان چاک کیا۔ اے گل رعنا بتا تجھے کہاں پاؤں!ــ! ــ! اے مہیب وحشیانک پہاڑ!ــ! اے بحر مواج!ــ اے تلاطم خیز سمندر! اے تو ی ہیکل درندے! ــــــ بتا اس کو کہاں تلاش کروں!؟

ـــــــ ایک آواز ـــــــ غیب کی آواز

اے خاکی پتلا! ــــ اے بدعہد انسان! اپنے دعویٰ میں تو جھوٹا ہے؟ تو ریا ہے ــــ کیوں اپنے محبوب کی تلاش کرتا ہے؟ کیوں اتنا سرگرداں ہے؟ تجھے اس کی سچی چاہت نہیں۔ یہ محض تیری بکواس ہے۔ ہوا و ہوس ہے۔ اگر تجھے سچی چاہت ہوتی تو وہ ضرور تجھے مل جاتا۔

ـــــــ خبر ـــــــ

اگر تو تلاش کرتا ہے تو سُن۔ خوب غور سے سُن۔ میں تیرے پاس ہوں، نزدیک تر ہوں، تجھ میں ہوں اور تیرے ہی اندر ہوں۔

"وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ"

حضور نظام کی تقریب

سنہ ۱۹۳۶ء کے آغاز میں ریاست حیدرآباد دکن کے مایہ ناز فرمانروا ہز اگزالٹڈ ہائینس نواب سر عثمان علی خان بہادر جی سی ایس آئی - جی بی ای - کی بیست و پنجسالہ سالگرہ منائی جانے والی تھی لیکن جارج پنجم شاہ انگلستان وشہنشاہ ہند کی اچانک موت نے جشن سالگرہ کی تمام تیاریوں پر پانی پھیر دیا۔ اور ایک غیر معین مدت کے لئے اسکو رد [illegible] التوا میں لپیٹ شدہ جشن کی تیاری کا دوبارہ حکم نافذ کیا۔ چنانچہ گذشتہ گیارہ فروری سے اٹھارہ فروری یعنی ایک ہفتہ تک یہ جشن نہایت تزک واحتشام سے منایا گیا۔ جس میں نہ صرف حیدرآباد کے رؤسا - امرا تاجر پیشہ زمیندار۔ سول اور ملٹری کے عہدہ داروں اور رعایا نے حصہ لیا بلکہ ہندوستان کی بعض ریاستوں کے ذمہ دار حضرات نے بھی شرکت فرمائی۔ ساتھ ہی شاہ انگلستان اور حضور وائسرائے ہند اور ہندوستان کے ہزاروں سربرآوردہ [illegible]

نواب سر عثمان علی خان بہادر حیدرآباد دکن او برار کے ساتویں نظام ہیں۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں ہز ایکسیلنسی لارڈ ہارڈنگ کے عہد میں جو اسوقت ہندوستان کے وائسرائے تھے بمسند ریاست پر جلوہ افروز ہوئے جس خا[illegible] کو وہ اپنے دل میں لیکر تخت نشین ہوئے تھے۔ الحمدللہ کہ وہ برابر قائم رہا اور اب تک قائم ہے تخت نشین ہونے وقت جو الفاظ آپ نے ریزیڈنس کے سامنے فرمائے تھے وہ حسب ذیل
"میں عہد کرتا ہوں کہ میں اپنے والد بزرگوار نواب میر محبوب علی خان بہادر کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرونگا نیز برطانیہ کا بھی مخلص حلیف رہونگا۔"

نومبر ۱۹۲۶ء میں جب حضور نظام ہندوستان کے پایہ تخت دہلی میں رونق افروز تھے میونسپلٹی کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا "میں اسوقت آپکے سپاسنامہ تفصیلات پر بحث نہیں کرونگا لیکن اتنا ضرور کہونگا میرا [illegible]

میری رعایا آسودہ حال رہے واقعہ یہ ہے کہ جب تک ملک میں امن اور اسکے ذرائعے پیداوار میں فروغ اور تجارت کو ترقی نہ ہوگی رعایا فراغ حالی کیساتھ زندگی بسر نہیں کرسکتی اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ بفضلہ یہ دونو باتیں ملک کو نصیب ہیں۔

خطابات

مختلف اعلیٰ درجہ کے خطابوں سے جو برطانیہ کی جانب سے حضور نظام کو عطا کیئے گئے ان میں سب سے ممتاز خطاب "Faithful All of the Britiah Government" ہے یعنی برطانیہ کا مخلص حلیف اس خطاب سے صاف عیاں ہے کہ خاندان آصف جاہ پر برطانیہ کو کتنا اعتماد ہے یہی وہ خاندان ہے جس نے حکومت ہند کی اسوقت امداد کی جب اس کی ناؤ ڈگمگا رہی تھی واقعہ یہ ہے کہ اگر ۱۸۵۷ء میں جبکہ خود حکومت ہند کی دیسی فوج باغی ہوگئی تھی۔ اکثر جگہ اس نے حکومت کے دفاتر کو پامال کردیا تھا اگر خاندان آصف جاہ انگریزوں کی آڑے ہاتھ نہ آتا تو موجودہ حکومت ہند کا خاتمہ ہوچکا ہوتا۔ چنانچہ اس کا اعتراف خود بمبئی کے گورنر نے بھی نہایت شاندار لفظوں میں کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ برطانیہ پر جب ایک دوسری گرانقدر مصیبت عالمگیر جنگ کی ہولناک شکل میں پیش آئی اس وقت بھی آصف جاہی کا خاندان تھا جس نے حکومت برطانیہ کی دامے درمے سخنے غرض ہر طرح امداد کی جیسا کہ خود حضور نظام سر عثمان علی خان بہادر کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں "وہ آصف جاہی کا خاندان ہی جس کی تلوار ایک سے زیادہ موقعہ پر برطانیہ کی حمایت اور مدافعت میں بے نیام ہوئی ہے"۔ درحقیقت نظام حیدر آباد نے برطانیہ کیساتھ اپنے اس اتحاد کو قائم رکھنے کیلئے جو کوششیں کی ہیں ان کے صلے میں چاہیے تو یہ تھا کہ برار کا پورا صوبہ جو کسی زمانے نظام کی ملکیت تھا اور عارضی طور پر حکومت ہند کی نظامت میں دیا گیا تھا مانگے بغیر واپس کردیا جاتا۔ مگر افسوس نظام کی مخلصانہ اعمال کا کافی معاوضہ نہیں دیا گیا اور نہ برار پر ہنوز حکومت ہند کا مالی اور انتظامی قبضہ موجود ہے۔

دور ترقی

کسی بادشاہ اور والی ریاست کیلئے اس سے بڑھکر خوشی کی اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ پورے

۲۵ سال تک وہ امن وامان کے ساتھ حکومت کرے ملک کو سبزہ زار اور شاداب دیکھے اور رعایا کو فارغ البال اور آسودہ پائے یہی نہیں بلکہ ملک کے ہر شعبے میں ترقی کی روح دوڑتی نظر آئے اور چھوٹے سے بڑے، بچے سے بوڑھے اور مرد سے عورت تک ہر شخص کی زبان پر "بادشاہ ہم زندہ باد" کی صدا بلند ہو۔

۱۹۱۱ء سے جس وقت آپ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو ایک لمحے کے لئے بھی آرام نہیں فرمایا۔ ہمیشہ حکومت کے کاموں میں منہمک رہے حتیٰ کہ اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے بھی اور اس وقت بھی جب آپ کی رعایا خواب بستر پر آرام کرتی ہوتی ہے آپ گھنٹوں امور مملکت پر غور وفکر میں گزارتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے اس پر منفعت عہد میں زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی کی روح نظر آرہی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کو بھی اس کا اعتراف ہے جنہیں آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے حیدرآباد کے رزیڈنس نے ایک سے زیادہ موقع پر آپ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا ہے اور کہا ہے کہ حضور نظام کی دور بیں آنکھوں سے محکموں کا کوئی شعبہ بھی نہیں چھوٹتا ہر شعبے کی آپ مستقل طور پر نگرانی فرماتے ہیں۔

عثمانیہ یونیورسٹی

کون نہیں جانتا ہے کہ حیدرآباد ہندوستان کے ایک دور افتادہ کونے میں جہالت کی زندگی بسر کر رہا تھا اور جس کے باشندے علم کے نام سے بھی کوسوں دور تھے مگر آج وہی حیدرآباد ہے جہاں نہ صرف ابتدائی مدارس ہیں ثانوی مدارس ہیں اور اعلیٰ مدارس ہیں بلکہ عثمانیہ یونیورسٹی جیسی ایک اعلیٰ پیمانہ کی شہرۂ آفاق یونیورسٹی بھی موجود ہے جو کسی حال میں یورپ کی کسی بڑی سے بڑی یونیورسٹی کے مقابلے میں کم نہیں ہے۔ یہ حضور سر عثمان علی خاں بہادر ہی کی فیاضی ہے جنہوں نے دو چار لاکھ نہیں دو کروڑ روپیہ کی گرانقدر رقم سے اس کی امداد کی ہے اسی کے ساتھ اس کا دار الترجمہ بھی کم شہرت اور اہمیت نہیں رکھتا ہے جس میں ملک کے بہترین دل و دماغ کو جمع جمع کیا گیا ہے اور جس کے سالانہ متعدد نئے علوم وفنون کی کتابیں شائع ہو کر ملک کو نئی روشنی سے مالا مال کر رہا ہے۔ جیسا کہ خود مسٹر اسٹوآرٹ فریزر رزیڈنٹ حیدرآباد کی ایک تقریر سے ظاہر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں

کہ حیدرآباد کی موجودہ تاریخ زریں حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے کیونکہ یہی وہ عہد ہے جس میں ریاست نے ہر شعبہ میں نمایاں ترقیاں کی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ریاست کو ملک کی صف اول میں لاکھڑا کرنے کے لئے بڑی بڑی اسکیمیں بھی پیش نظر ہیں۔

حیدرآباد کی واحد ریاست ہندوستان کی دیگر تمام ریاستوں کے مقابلے میں مالی تجارتی معاشرتی مواصلاتی پیغام رسانی آبپاشی زراعتی اور تعلیمی حیثیت کہیں بہتر ہے۔ حیدرآباد ہی کی وہ ریاست ہے جس میں اخراجات کی بہتات کے باوجود خرچ سے آمدنی کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اقتصادی حالت بہت مضبوط ہے حالانکہ اسے اپنی آمدنی کا ایک معتدبہ حصہ قرض کی ادائیگی پر بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ کچھ محکمہ حفظان صحت پر اور کچھ محکمہ آبپاشی، تعلیم، ریلوے سڑکوں کی تعمیر مرمت اور دیگر اہم امور پر صرف کرنا پڑتا ہے۔ باایں ہمہ حضور نظام سرعثمان علی خاں بہادر کی مدبرانہ کوششوں سے ہمیشہ اس کو کچھ نہ کچھ بچت ہی ہوتی رہتی ہے

خیراتی فنڈ

آصف جاہ کے خاندان کو ہمیشہ یہ خصوصیت حاصل رہی ہے کہ اس کے چشمۂ فیض عام سے بلا قید نسل و رنگ دین و مذہب اور قومیت ہزاروں اور لاکھوں لوگ فیضیاب ہوتے رہے ہیں موجودہ دور یعنی حضور نظام سرعثمان علی خاں بہادر کے عہد زریں نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے۔ یہی وہ ہستی ہے جس کے ہاتھ سے ہندوستان کے ہزاروں عالم، پنڈت، مفلوک الحال سفید پوش عالی خاندان کے بٹے ہوئے افراد، یتیم بیوائیں، اسکول، مدارس، اور انجمنیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ یہ خصوصیت نہ صرف باشندگان ریاست حیدرآباد کیلئے ہے بلکہ ہندوستان اور ماوراء ہندوستان پر بھی اس کے ابر کرم کی بارش یکساں طور پر برستی رہتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور سرعثمان علی خاں بہادر بالقابہم کا یہ دور ہمیں ہر طرح قابل اطمینان اور ستائش ہے ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حیدرآباد کے اس مسلم فرمانروا کو عمر نوح عطا فرمائے اور اس کے فیض کو زیادہ سے زیادہ وسیع کرے۔

نظم

از خامہ مولوی حکیم عبدالطاہر صاحب مدرس دارالعلوم

گزشتہ ۲۹، ۳۰، ۳۱ جنوری کو موضع بھوارہ مدھوبنی میں تبلیغ الاسلام کا عظیم الشان جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی منعقد ہوا۔ اس موقع پر میرے استاذ محترم مولوی حکیم عبدالطاہر صاحب نے ذیل کی استقبالیہ نظم لکھی تھی جسے برادرم شاہ قرۃ العین نواسہ جناب شاہ عین الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جلسہ میں پڑھی۔ یہ نظم سامعین سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے ہر ہر شعر پہ صدائے آفریں بلند ہوتی تھی۔ "اڈیٹر"

مبارک اہلِ بھوارہ کہ ایسے میہماں آئے — قدمبوسی کو جن کے آسماں سے قدسیاں آئے
غنیمت وقت ہے بیٹھو سنو تو خیر کی باتیں — عجب کیا ہے نہ پھر موقع تمہیں اے مہرباں آئے
مسرت شادمانی کیوں نہ ہو اللہ والوں کو — زمانے سے تھے جن کے منتظر وہ آج یہاں آئے
وہ یحییٰ ابنِ زمانہ یعنی ہم نام خلیل اللہ[۱] — کلامِ پاکِ رحماں کے مفسر نکتہ داں آئے
بسر ہوتی عمر جن کی اشاعت دینِ بیضا میں — وہ عالم باعمل سیفِ قلم شیریں بیاں آئے
جہاں میں جن کا شہرہ ہے کہ ہیں حافظ حدیثوں کے — ہماری خوبیٔ قسمت کہ وہ بھی میہماں آئے
سلف کے جانشیں اسحق نامی ذات بابرکت — خوشا تعلیم علم دین کے روحِ رواں آئے
ادیب علم و فن اہل قلم عثماں غنی صاحب — فدائے ملک و ملت علم دیں کے نکتہ داں آئے
یہ خوبی میرے قسمت کی کہ اس بزم درخشاں میں — عبید میر بھی جو با تقی و خوش بیاں آئے
رہیں قائم وہ بانیٔ مدرسہ سلفیہ یارب — فریدِ دین کے فیض کرم سے ہم یہاں آئے
نہ ہو کیوں شادمانی اور نہ ہو کیوں فخر ہم سب کو — رسول اللہ کے نائب کو دیکھو ہیں کہاں آئے
دعا ہم سب کی ہے یارب عزیز[۲] نیک سیرت کو — سعی سے اِن کے قصبے میں ہمیشہ خوش بیاں آئے
اسی پر ختم کرتا ہوں میں اپنی نظم کو طاہر — نہ دل سے ہوں میں مشکور جو صاحب یہاں آئے

[۱] حضرت مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی صدر اجلاس۔ [۲] بانی جلسہ منشی عبدالعزیز صاحب رئیس بھوارہ

رباعیات ظاہر

از فرزند مولوی حکیم عبداللہ [illegible] صاحب مدرس دارالعلوم

بتقریب تشریف آوری حاجی محمد شفیع صاحب دہلوی معاون دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

کیسی مبارک تھی وہ صبح جبکہ دارالعلوم کے مخلص معاون جناب حاجی محمد شفیع صاحب دہلوی نے سرزمین دارالعلوم کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے [illegible] بخشا [illegible] کلکتہ سے واپسی میں آپ معہ صاحبزادگان کے ساتھ اتفاقاً تشریف لائے۔ حاجی صاحب موصوف کی فیاضی و دریادلی عدیم المثال ہے۔ آپ ہی کے چشمۂ فیض سے دارالطلبہ اور دارالعلوم کی عظیم الشان و دیدہ زیب جامع مسجد تعمیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا سایہ صحت کے ساتھ قائم رکھے۔ ظاہر صاحب نے آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھتے ہی برجستہ ذیل کی رباعیاں کہیں۔ ظاہر صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ناظرین مجلہ آپ سے اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ کی رباعیاں قارئین کرام سے مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ "اڈیٹر"

تری اے سلفیہ قسمت کہ تیرے مہرباں آئے — زمانے سے تھے جن کے منتظر وہ آج یاں آئے
دعا دیتا ہوں جب تک ہیں زمین و آسماں قائم — ترے گھر میں شفیع جیسا ہمیشہ میہماں آئے

دیگر

خدا کا گھر بنایا ہے تو اس کو غور کر دیکھیں — یہ صحن[1] لالہ گوں کے ضمن میں دیوار و در دیکھیں
ہوئی تعمیر مسجد کہ بنایا قصر جنت میں[2] — حدیثوں کو اٹھا کر آپ اے قابل قدر دیکھیں

دیگر

رکھے قائم قیامت تک خدائے آفریں تمکو — دعا دیتے ہیں دل سے علم دیں کے خوشہ چیں تمکو
سوا اس کے بھی اے بحر کرم حاجی شفیع صاحب — ملے دارالاقامہ کے عوض خلد بریں تمکو

[1] مسجد کا صحن سرخ رنگ کا نہایت دیدہ زیب ہے۔ [2] اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔
من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ

حالات حاضرہ

ہندوستان اور رسم تاجپوشی

وزیر ہند نے یہ اعلان شائع کیا ہے کہ ملک معظم ۱۹۳۷ء میں ہندوستان تشریف نہ لاسکیں گے کیونکہ رسم تاجپوشی کے بعد ان کو دیگر امور مہمہ سے فرصت نہ مل سکے گی۔ وزیر ہند کے اعلان کے وجوہ واسباب پر خیال آرائیاں شروع ہوگئی ہیں۔ بعض کا خیال ہے بین الاقوامی سیاست کی پیچیدگی اور جنگ کا خطرہ اصل سبب ہے بعض کی رائے ہے کہ کانگریس کی حیرت انگیز کامیابیوں نے التوا کیلئے مجبور کیا ہے کیونکہ کانگریس جشن تاجپوشی کے مقاطعہ کا فیصلہ کرچکی ہے۔

انتخابی نتائج

۱۵۲ نشستوں میں سے ۹۷ پر کانگریس قابض ہوچکی ہے۔ ۴۰ نشستیں مسلمان کیلئے تھیں۔ ان میں سے ایک عورت کیلئے۔ باقی ۳۹ نشستوں کیلئے نصف درجن پارٹیوں نے انتخاب میں حصہ لیا۔ [illegible] پارٹی، مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی، احرار پارٹی، مسلم ریڈیکل پارٹی اور آزاد مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی کے ۱۶ نمائندے یونائٹڈ کے ۱۰۔ کانگریس کے چار اور احرار کے تین کامیاب ہوئے۔

حضور نظام کی سلور جوبلی

۱۷ فروری کو خسرو دکن و برار کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں بعد نماز عصر دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کی عظیم الشان جامع مسجد میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ مولانا سید عثمان صاحب معتمد تعلیم نے حضور نظام کے فیوض و برکات اور آپ کی علمی سرپرستیوں پر روشنی ڈالی اور ثابت فرمایا کہ حضور اقدس کی ذات گرامی عدل و انصاف کا [illegible]

اور تدبر و بیدار مغزی کے لحاظ سے اپنا نظیر نہیں رکھتی ہے۔ حضور والا کے سرچشمۂ فیض سے صرف اہالی دکن سیراب نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس کی موجیں ہندوستان کے پورے طول و عرض کے باشندوں کو بھی سرسبزی و شادابی بخشتی ہیں۔ اس کے بعد یہ تجویز قرار پائی کہ ارکین و طلبائے دار العلوم کی جانب سے حضور دشمن کی خدمت میں اس جشن سیمیں میں ہدیہ تہنیت بذریعہ تار پیش کیا جائے۔ آخر میں خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں اعلیٰ حضرت کی صحت و سلامتی اور ترقی عمر و اقبال کیلئے دعا مانگی گئی اور جلسہ برخواست ہوا۔

پٹنہ:۔ ۳ فروری۔ بہار کانگریس کے زیادہ تر کانگریسی کارکنوں کی رائے اس بات کے حق میں ہے کہ وزارت کے عہدے قبول کر لیئے جائیں۔ وزارت قبول کر کے کانگریس کم از کم اس حاکمانہ پوزیشن میں ضرور ہو سکے گی کہ کانگریس کے مینی فسٹو کے مطابق عوام کی بھلائی اور بہتری پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر سکے۔ بہار صوبہ کانگریس کمیٹی اپنے ۹ ماہ حال کے اجلاس میں وزارتوں کی منظوری کے حق میں فیصلہ کریگی۔ عہدۂ وزارت کانگریسی افراد کے پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں کریگا۔

دربھنگہ:۔ "بزم سخن" لہریا سرائے کا ماہانہ اجلاس تاریخ ۱۴ ماہ حال زیر صدارت مولوی حکیم عبد اللطیف صاحب [illegible] منعقد ہوگا۔ شعراء کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنی شرکت سے بزم کو زینت بخشیں۔ اجلاس کا انعقاد سلفی پریس میں ہوگا۔ مصرع طرح یہ ہے۔

مصرعہ طرح:۔ جواب ہی نہیں رکھتی ہے گفتگو تیری۔ قافیہ:۔ جستجو۔ خوبرو۔ ماہ رو وغیرہ۔ ردیف "تیری"

تبصرہ:۔ **مبلغ کا اچھوت نمبر۔ پتہ دفتر مبلغ امرتسر پنجاب۔**

رسالہ مبلغ کامیابی کیساتھ مولانا اسحٰق صاحب حنیف امرتسری کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے رمضان المبارک کے اختتام پر اس کا ایک خاص نمبر "اچھوت نمبر" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس نمبر میں خصوصیت کے ساتھ تبلیغی مضامین ہندوستان کے مشاہیر علماء کرام کے قلم سے لکھے گئے ہیں مضامین ہر لحاظ سے قابل ستائش ہیں۔ مبلغ اب بجائے ماہانہ کے سہ روزہ شائع ہوتا ہے۔ سالانہ چندہ میں صرف ۴ کا اضافہ کیا گیا ہے عہ اس

RGD.P.N.547 رجسٹرڈ پی نمبر ۳۴۳

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر "مجلہ سلفیہ" لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

...رام سے
پانچ روپیہ (صہ)

مجلّہ سلفیّہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ ۶
قیمت ششماہی ۱۲؍۸
فی پرچہ ۳ ر

جلد ۲ | بابت ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

ماہ محرم بدقسمتی سے ہندوستان کے مسلمانوں کے سال کی ابتدا ان کے اعتقاد میں ماہ غم یعنی محرم کے مہینے سے ہوتی ہے۔ اس ماہ کو وہ اس لئے غم کا مہینہ کہتے ہیں کہ اسی کی دسویں تاریخ کو سید الشہداء شباب اہل الجنۃ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل خاندان و رفقاء کو میدان کربلا میں نہایت بے رحمانہ طریقہ سے شہید کیا گیا تھا۔

تاریخی حیثیت سے یہ واقعہ اتنا اہم اور عبرتناک ہے کہ اسے فراموش کیا جا نہیں سکتا ہے۔ کیونکہ ایک طرف اگر قارون عہد یا خزانہ تھا تو دوسری طرف ایمان کی لازوال دولت بھی موجود تھی۔ ایک جانب اگر ظاہری شان و شوکت تھی تو دوسری طرف باطنی وقار و عظمت بھی موجود تھی۔ ایک فریق کو اپنی بے کراں فوج اور اس کی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تیر و کمان اور شمشیر براں پر ناز تھا تو دوسرے فریق کو مٹھی بھر صادق جاں بازوں اور ذوالفقار حیدری پر فخر تھا۔ ایک گروہ کے دل میں جذبہ انتقام شعلہ زن تھا تو دوسرے گروہ کے دل میں شہادت کی سعادت حاصل کرنے کا ولولہ بھی موجزن تھا۔

بلاشبہ ظاہری نتائج کے لحاظ سے وہی ہوا جو سب پر روشن و عیاں ہے مگر واقعات کا کسی قدر گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ حق کو فتح اور باطل کو شکست ہوئی۔ کیونکہ دنیا میں ہر شخص کی یہی آرزو ہوتی ہے کہ دنیا بھی خیر سے گزرے اور عقبیٰ میں بھی سعادت نصیب ہو اور جب وہ دنیا سے کوچ کرنے لگے تو اس کا دامن عیوب سے بے داغ ہو۔ اس کی اولاد پھلے پھولے اور جب تک دنیا قائم رہے اس کا ذکر خیر ہوتا رہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یزید اور اس کی جماعت اس سعادت سے محروم ہے۔ آج اس کا کوئی نام لینے والا نہیں ہے۔ دنیا میں ایک خاندان بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے کو یزیدی کہتا اور اس پر فخر کرتا ہے۔ درآنحالیکہ ہزاروں نہیں لاکھوں انسان ہیں جو اپنے کو حسینی اور سید حسین علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں یہی نہیں بلکہ اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ عالم اسلام کا شاید ہی کوئی ایسا بدقسمت خطہ ہوگا جہاں سال میں دس پانچ دفعہ بھی امام علیہ السلام پر درود و سلام نہ بھیجے اور ان کے کارنامے دہرائے جاتے ہوں گے۔

ہمارے فرائض چاہیے تو یہ تھا کہ ہم مسلمانان ہند بھی آپ پر درود و سلام کی بارشیں کرتے۔ اس ماہ کے بعض مخصوص دنوں میں روزے رکھتے، آپ کے کارنامے سنتے، سناتے، ان سے عبرت حاصل کرتے۔ آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے۔ جابر سے جابر حکومت کے سامنے بھی صداقت کا علم ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ سخت سے سخت اور نازک سے نازک موقع پر بھی دشمن کے سامنے جبہ سائی نہ کرتے۔ صبر و استقامت کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ موت کے وقت بھی اللہ کی عبادت سے غافل نہ ہوتے۔ مرتے دم حق کی وصیت کرتے اور اسی پر قائم رہتے۔ لیکن آج ہم جس بدکوا ک اور گھناؤنے طریقہ سے اس ماہ کا استقبال اور اس کے واقعات کا مظاہرہ کرتے ہیں، سچ تو یہ ہے کہ اغیار کو بھی اس پر شرم آتی ہے اور وہ بھی ہماری ہیئت کذائی دیکھ کر انگشت بدنداں ہوتے ہیں۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہم امام علیہ السلام کے غم میں کھچڑا پکواتے ہیں، مالیدہ تقسیم کرتے ہیں، شربت کی سبیلیں جاری کرتے ہیں۔ غربا اور مساکین کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اے کاش اگر اسی پر اکتفا کرتے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ہم افراط اور تفریط کے نشہ میں چور ہو کر حد اعتدال سے نہیں حدود شرع سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ اور ہر قسم کی بداخلاقیوں اور بدعتوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

تعزیہ داری اور دوسری رسوم بد کو ہم یہ کہہ کر مباح قرار دیتے ہیں کہ اس سے اظہار غم اور تعزیت مقصود ہے مگر کیا کسی غم کے اظہار اور اس کے ماتم کا شریعت نے یہی طریقہ بتایا ہے؟ یہی اسوۂ حسنہ ہے؟ یہی تعلیم دین ہے۔ کہ ہم کسی کے تابوت یا اس کی نقل کو ڈھول باجے کے شور میں گلی کوچوں میں لئے پھریں؟ اور اس طرح اپنے دین پر لوگوں کو ہنسنے اور ٹھٹھا کرنے کا موقع دیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ہمارا دعوی غلط ہے۔ زبان سے جو دل چاہے ہم کہیں لیکن ہم غم نہیں خوشیاں مناتے ہیں، رنج نہیں اظہار مسرت کرتے ہیں اور اس راہ میں وہ سب کچھ روا اور جائز سمجھتے ہیں جو دوسرے موقعوں پر ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور وہی راہ عمل اختیار کریں جو صحیح اور مستقیم ہے۔ جس سے خدا و رسول بھی راضی ہوں اور دین و دنیا میں بھی سعادت نصیب ہو۔

مذاکرۂ علمیہ کا جلسہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے مذاکرۂ علمیہ کے سالانہ جلسہ کے انعقاد کی تاریخیں ۳۱ مارچ و یکم اپریل ۱۹۳۷ء مطابق ۱۷، ۱۸ محرم ۱۳۵۶ھ قرار پائی ہیں جس میں دارالعلوم کے اساتذہ

اس سال بھی یہ جلسہ بڑے اہتمام کے ساتھ منعقد کیا جارہا ہے، شہرہ آفاق واعظین اور شیریں مقال مقررین کی کافی تعداد میں آنے کی توقع ہے اور طلبہ کے علاوہ دور دراز شہروں سے بھی حضرات واعظین اور مقررین شرکت فرمائیں گے۔ دار العلوم کے مہتمم اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن کوشش سے کام لے رہے ہیں۔ پوسٹروں، ہینڈ بلوں اور دوسرے ذرائع سے اعلان کرنے کے علاوہ شہر اور مفصل میں سیکڑوں معززین کے نام دعوتی خطوط بھی روانہ کئے گئے ہیں۔ ایک طرف دار العلوم کی صفائی اور پنڈال کی آراستگی کا کام جاری ہے۔ اور دوسری طرف وسیع میدان میں باورچی خانہ اور کھانا کھلانے کی جگہ بھی درست کی جارہی ہے۔

دار العلوم کے اس مذاکرۂ علمیہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ بیرونجات سے آنے والے تمام لوگوں کے طعام و قیام کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، چنانچہ اس سال بھی، دار العلوم اسی کشادہ پیشانی کے ساتھ مہمانوں کی راحت کے سامان بہم پہنچانے میں سرگرم کار ہے۔

مذاکرہ علمیہ کے جلسوں کے بعد اس سال اولڈ بوائز یعنی دار العلوم کے فارغ التحصیل طلبہ کا بھی اجلاس ہوگا۔ جس کے لئے زبردست انتظام کیا جارہا ہے چنانچہ تمام فارغ التحصیل طلبہ کے نام گشتی چٹھیوں کے علاوہ خصوصی دعوت بھی بھیجے گئے ہیں اور ان کے طعام و قیام کا بھی خصوصیت کے ساتھ انتظام کیا جارہا ہے۔ امید قوی ہے کہ یہ جلسہ پچھلے تمام جلسوں سے زیادہ شاندار اور نتیجہ خیز ہوگا۔

اہل دربھنگہ کی یہ سعادت ہے کہ وہاں سال میں اس قسم کے متعدد دینی اور اصلاحی جلسے منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ کی یہ دوسری کڑی ہے اس لئے کہ ابھی دو ماہ بھی نہیں ہوئے کہ دربھنگہ کے سب ڈویژن مدھوبنی (بھواڑہ) میں اسی قسم کا ایک شاندار جلسہ منعقد ہو چکا ہے جس میں مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی، مولانا ابو القاسم صاحب سیف بنارسی، مولانا عبد الوہاب صاحب آروی، مولانا عبید الرحمن صاحب دہلوی، مولانا سید عثمان صاحب مونگیری (فاضل مصر) مولانا محمد اسحاق صاحب محدث آروی وغیرہ نے شرکت فرمائی تھی اور وہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ مگر افسوس کہ اس کی کارروائیاں اخبارات کے ذریعہ پبلک کے سامنے نہ لائی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیرونی حضرات اس کی کارروائیاں معلوم نہ کرسکے۔

مسجد شہید گنج

حکومت پنجاب نے مسجد شہید گنج کے معاملہ میں جو روش اختیار کی وہ اہل ہند سے مخفی نہیں ہے۔ ممکن ہی اس نے خیال کیا کہ پنجاب کے مسلمانوں کا چیخ پکار اور ملال کی بے چینی کو سنگینوں کی نوکوں سے دبا دیا جائیگا۔ اور بہت ممکن ہی کہ وہ اپنے ظاہری مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ مگر واقعہ اس کے خلاف ہی، حکومت جسموں پر کی جاتی ہی۔ قلبوں پر نہیں کی جا سکتی ہے۔ نتیجہ کیا ہوا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ اگر پنجاب اور دوسرے صوبوں کے مسلمان مشین گنوں کی شعلہ افگن بوچھاروں سے عارضی طور پر خاموش کر دئیے گئے تو وہ مسلمان جن کے خونوں میں جوش، رگوں میں حمیت اور دلوں میں مساجد کے احترام کی تڑپ موجود ہے خاموش نہیں ہوئے۔ چنانچہ وہ چنگاریاں جو دلوں کی آہوں میں پنہاں تھیں، سرحد کے آزاد قبائل میں بھڑک اٹھیں۔

گذشتہ چند ماہ سے سرحد کے بعض آزاد قبائل اور حکومت سرحد میں اس مسئلہ میں گفتگو جاری تھی لیکن جب کوئی صورت سمجھوتہ کی نظر نہ آئی تو بالآخر اس نے خطرناک شکل اختیار کر لی ہے اور اب معلوم ہوا ہے کہ طرفین کی فوجوں میں حرکت بھی شروع ہو گئی ہے۔

وزیرستان کی تازہ خبروں سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہی۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ حکومت ہند کی جانب سے فقیر ایپی کو راضی کرنے کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ نورخیل اور مہسودیوں کے جرگہ کے صدر امیر عظمی نے فقیر موصوف سے درخواست کی کہ وہ حکومت برطانیہ سے اتحاد کر لیں۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ فقیر ایپی نے مخاصمت کی اصل وجہ شہید گنج کی مسجد کی بے حرمتی بتائی ہی۔ اور بیان کیا ہے کہ جب تک شہید گنج کی مسجد کا معاملہ حل نہ ہوگا، صلح کے متعلق برطانیہ کی تمام کوششیں ناکام رہیں گی۔

حکومت کی جانب سے بھی لڑائی کی سرگرم تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ بنوں کی ایک بڑی فوج کو میر علی کیمپ کی طرف بڑھنے کا آرڈر مل چکا ہی۔ جہاں انگریزی فوج کے مختلف دستے ہر چہار طرف سے جمع ہو رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہاں اس وقت تک دو برطانوی رجمنٹ، ایک گورکھا پلٹن، ایک فیلڈ امبولنس، ایک مکمل توپخانہ اور کافی سامان ...

ابھی وقت نہیں گزرا ہے حکومت کو چاہئے کہ اب بھی اس مسئلہ پر نظر ثانی کرے اور ہزاروں مخلوق خدا کے ناحق خون سے اپنی ہتھیلیاں نہ رنگیں اور ہمیشہ اس امر کو پیش نظر رکھے کہ حکومت جسموں پر کیجاتی ہی۔ دلوں پر نہیں کیجاتی ہے۔

عروج وزوال

از جناب مولانا سید محمد عثمان صاحب فاضل مصر معتمد تعلیم
دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ۔

ہر ترقی کے بعد تنزلی کا ہونا ضروری ہے۔ انسان خواہ کتنی ہی بلندی پر کیوں نہ پہنچ جائے مگر اس کا پستی کی طرف آنا ضرور ہے۔ انسان ہی نہیں ہر چیز کا یہی حال ہے۔ عربی زبان میں ایک ضرب المثل ہے۔ "کل شی اذا تم نقصان" یعنی ہر چیز جب وہ اپنی انتہائی منزل تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس میں نقصان یعنی کمی ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فارسی زبان کا ایک مشہور مقولہ ہے "ہر کمال را زوال" خواہ وہ کمال، علم میں ہو یا ہنر میں مال میں ہو یا دولت میں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امریکا، وہ امریکا جو کسی زمانہ میں مرجع خاص و عام تھا، جو اپنی علمی اور مادی ترقیوں میں ضرب المثل تھا جس کی ہر بات انوکھی تھی، جس کا ہر انداز نرالا تھا، جس کی تعریف میں لوگ رطب اللسان تھے، جس کو دیکھنے کے لئے لوگ بے چین رہا کرتے تھے جس کی ایجادیں دنیا کو حیرت میں ڈالے ہوئے تھیں جس کی بے پایاں دولت قارون کے خزانوں سے بھی غمازیاں کرتی تھی اور جس کے قصور و محلات ثریا سے باتیں کرنے کا دعوی کرتے تھے، اب بام عروج پر ہے یا قعر تنزلی میں؟

ہم دیکھتے ہیں کہ "نیویارک" وہ نیویارک جو کارخانوں کی کثرت، کانوں کی فراوانی، "مزدوروں کی آسودہ حالی، باشندوں کی تونگری، تفریح گاہوں کی بہتات، رقص گاہوں کی ارزانی، موٹروں اور ہوائی جہازوں کی پروازی، مہ جبینوں کی بیحیائی۔ دوشیزاؤں کی عریانی اور زیب و زینت کی فراوانی میں دنیا کے تمام شہروں پر سبقت لے گیا تھا اور جہاں ایسے ایسے مکانات سیکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

جس کے مکین کو ادنیٰ سی اعلیٰ ضرورت کے لئے بھی نیچے
اترنا نہیں پڑتا ہے۔ زندگی کی اکثر و بیشتر ضرورتوں
کی چیزیں مکانات ہی کے اندر موجود ملتی ہیں اور جہاں
دو چار نہیں متعدد ایسے بھی قصور و محلات ہیں جن میں
سو اور اس سے بھی زیادہ منزلیں موجود ہیں۔
وہ اس قدیم "شہر بابل" کی طرح قعر گمنامی کیطرف جا رہا
ہے یا ہنوز بام عروج کیطرف صعود کر رہا ہے۔؟
نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا مستقبل تاریک ہے یا روشن؟
کیونکہ امریکا نے سنین گزشتہ میں جس رفتار سے قدم
بڑھائے ہیں اس سے لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا
ہے، ان کی آنکھوں میں اسکا مستقبل بھیانک سا دکھائی
دیتا ہے! وہاں کی ترقی کی گزشتہ رفتار کے نقشہ کو دیکھنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ کارخانوں کی حالتیں بد سے
بدتر ہوتی جا رہی ہیں۔ مزدور غفلت کی زندگیاں گزارنے
پر مجبور ہو رہے ہیں۔ بہت سی مشینیں بند پڑی ہیں
اور سب سے بڑی مشکل یہ پیش آگئی ہے کہ مصنوعات
کی قیمتوں میں عظیم کمی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے
عام بے چینی رونما ہو رہی ہے۔ ایسی بے چینی جس کا اسوقت
کوئی حل سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ حالانکہ یہی وہ امریکا
ہے جسے آج سے پہلے نہ صرف اپنی اقتصادی حالت
پر اطمینان بلکہ فخر تھا۔ جہاں موٹر اور ریڈیو کے
استعمال میں محیر العقول مسابقت کی گرم بازاری تھی،
اتنی گرم بازاری کہ اگر کچھ دنوں تک یہی لیل و نہار
رہتے تو شاید وہاں کا کوئی ایسا ہی بد قسمت باشندہ
ہوتا جس کی سواری کے لئے ایک موٹر اور جس کی سامعہ
نوازی کے لئے ریڈیو کی ایک مشین نہ ہوتی۔

مصیبت کی گھڑی

اس کمال عروج اور انتہائی بلندی کا بالآخر نتیجہ
یہ ہوا کہ اسے روز بد سے سابقہ پڑا اور وہ دولت
کی فراوانی کے باوجود عظیم مادی مشکلات کی دلدل
میں پھنسا ہوا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خوبصورت
نقاب جو مدتوں سے اس کے بدنما اور عیب دار چہرے
پر پڑی ہوئی تھی۔ الٹ گئی اور اس کے تمام عیوب
لوگوں پر آشکارا ہونا شروع ہو گئے اور پھر لوگوں
کو معلوم ہو گیا کہ وہ آسودہ حال نہیں بھوکا ہے۔
کچھ دنوں تک تو اس نے مصابرت سے کام لیا
لیکن بدرجہ مجبوری کارخانے بند ہونا شروع ہوئے۔
جس سے مصنوعات کی رفتار بھی ڈھیلی ہو گئی۔ یہانتک

[illegible]

[illegible] ۹ [illegible] فیصدی [illegible]
کی [illegible] تقریباً [illegible] عام کی
[illegible] ہوتا
پیداوار [illegible]

[illegible] مصنوعات میں اس قدر کمی ہوگئی
کہ وہ [illegible] باقی رہ گئی۔
[illegible] تجارتی [illegible] میں اس درجہ کی
کمی ہوگئی کہ وہ صرف پندرہ فیصدی رہ گئی۔
[illegible] ریلوے کی رفتار میں بھی پہلے سے نمایاں
کمی ہوگئی۔
اس کے علاوہ تمام مصنوعات میں کمی پہلے سے
بہت کمی ہے حتی کہ اب وہ بھی [illegible] فیصدی سے زیادہ
نہیں ہے۔ حالانکہ مذکورہ بالا مصنوعات سے مزدوروں
کی [illegible] قدر پرورش ہوتی تھی کہ ۵۵۵۳ ملین
ڈالر سالانہ اس کی بدولت سے انہیں تنخواہیں دی
جاتی تھیں۔ لیکن اب اس کی جگہ صرف ۱۵۶۱ ملین
ڈالر سالانہ دئے جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ مزدوروں
کی تعداد میں بھی کمی ہوگئی ہے۔ چنانچہ پہلے وہ اسی لاکھ
کی تعداد میں کام کرتے تھے۔ مگر اب ان کی تعداد
گھٹا کر صرف ۶۰ لاکھ کردی گئی ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ
بیکاری میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔ یہاں تک اب
آبادی کا چھٹا حصہ فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہا ہے۔

ولایت متحدہ امریکا کی گزشتہ عظمت
اس کی آسودہ حالی اور عیش و عشرت کے مقابلہ
میں موجودہ مالی مشکلات، عام کساد بازاری
اور فقر و فاقہ کو دیکھ کر نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا
مستقبل تاریک ہے یا روشن؟

مسلمانوں کی پستی کے اسباب

مترجمہ مولانا سید عثمان صاحب فاضل معتمد دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۱۲)

کمزور قوم نہ اپنی تجارتی حالت درست کرسکتی ہے نہ اقتصادی۔ کیونکہ غالب دشمن ہمیشہ مغلوب کی پیداوار سے ناجائز فائدہ اٹھاتا رہے گا۔ اور خود زمین کے مالکوں کیلئے چند بے مغز دانے چھوڑ دیگا۔

دنیا کا زرخیز سے زرخیز ملک، جب تک ملک کے آزاد باشندوں کے ہاتھ میں ہے، وہ زرخیز ہے۔ مگر جوں ہی اس کی گردن پر غلامی کا گراں جوا ڈال دیا جاتا ہے، اس کی زرخیزی ختم ہو جاتی ہے ملک کی دولت سے اس کے حقیقی مالک محروم ہو جاتے ہیں۔ زرخیزی اور خوش حالی کی جگہ قحط سالی اور خشک سالی لے لیتی ہے مثال کے طور پر ہندوستان اور جزائر عرب کو لو، جو پیداوار کے لحاظ سے "جنت نشان" مشہور ہیں مگر بدقسمتی سے وہاں کے باشندے ہمیشہ فقر و فاقہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور ہر سال ہزاروں کی تعداد میں قحط کے نذر ہو جاتے ہیں۔ انہی ملکوں میں انگریز، ڈچ، فرانسیسی اور دوسری آزاد قومیں بھی آباد ہیں مگر ان میں ایک بھی بھوک سے نہیں مرتا ہے۔

مسلمانوں سے جب اپنے بھائیوں کی امداد کیلئے کہا جاتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں "ہم خود فقیر ہیں ہمارے پاس اتنی دولت کہاں ہے کہ ہم دوسروں کی امداد کر سکیں" یہ جواب ایک حد تک صحیح ہے۔ مگر ابتدا میں جب ان کے خزانے پر تھے، انہوں نے جہاد بالمال میں غفلت سے کیوں کام لیا۔؟ نتیجہ یہ ہوا کہ اب ذلیل و خوار ہیں۔ اور دنیا میں

الشرطا نہ بدلنے والا قانون ہے کہ ذلت سے افتراق پیدا ہوتا ہے اور عزت سے دولت حاصل ہوتی ہے۔ عرب کے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے "دشمن کیلئے مال جمع نہ کر" کیونکہ جب تم دولت کو مال خرچ کرنے میں پس و پیش کروگے تو دشمن نہ صرف تمہاری دولت پر قبضہ کرلے گا بلکہ تم کو ذلیل و خوار بھی کر ڈالے گا۔ پھر اس مال سے کیا فائدہ جو دشمن کے کام آوے؟ لعنت ہے ایسی دولت اور اس کے جمع کرنے والے پر۔ دنیا کا عجیب حال ہے۔ نہ اس کو عزت حاصل ہے جس کے پاس دولت نہیں ہے اور نہ اس کو عزت حاصل ہے جس کے پاس مال ہے۔

مسلمانوں نے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا نتیجہ یہ ہوا کہ دین اور مال بھی کھو بیٹھے* اور چونکہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان سچا ہے اس لئے وہ پورا ہو کر رہا اور رہیگا۔ جیسا کہ نبی صلعم نے فرمایا "ایسا نہ ہو کہ تم پر قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں جس طرح بھوکے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابہ رض نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہو جائے گی فرمایا [عله] "ولکنکم غثاء کغثاء السیل یجعل الوهن فی قلوبکم وینزع فی قلوب اعدائکم من حبکم الدنیا وکراهیتکم الموت" (الحدیث)

آٹھ سال ہوئے شیخ کتانی فاسی رحمۃ اللہ نے یہ حدیث مجھ سے اس وقت روایت کی تھی جب میں مدینہ منورہ میں تھا۔ اس کے بعد بعض کتابوں میں بھی میں نے یہ حدیث پڑھی اور ایک جید عالم کی ایک کتاب کے مقدمہ میں بھی دیکھی۔ مگر دونوں کی عبارتوں میں اختلاف ہے۔ رسالہ المنار کے فاضل مدیر دام اللہ بقاءہ اس حدیث کی صحت سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مسلمانوں پر ایک ایسا دور آئیگا کہ ہر چہار طرف سے ان پر دشمن ٹوٹ پڑیں گے اور ان کی بوٹیاں نوچنا شروع کر دیں گے۔ بدقسمتی سے جس زمانہ میں ہم موجود ہیں وہی وہ منحوس زمانہ ہے۔ تعداد کی کمی کی وجہ سے ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ محض کثرت عدد سے کوئی کام نہیں ہوتا ہے جودت یعنی خوبی کی بھی ضرورت ہے۔ اس حدیث میں

* اسی طرح جان کی قربانی دینے میں پس و پیش کیا تو جان بھی کھو بیٹھے۔

نوٹ (عله) ابوداؤد نے سنن میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ثوبان سے درج ذیل عبارت کے ساتھ اس حدیث کو مرفوع قرار دیا ہے۔

"یوشك ان تداعی علیکم الامم کما تداعی الاکلة الی قصعتها، فقال قائل ومن قلة نحن یومئذ؟ قال (صلعم) بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المهابة منکم ولیقذفن فی قلوبکم الوهن فقال قائل یا رسول اللہ وما الوهن؟ قال حب الدنیا وکراهیة الموت"

نوٹ:- یہ حدیث ابوداؤد جلد ثانی مطبوعہ مجتبائی کے کتاب الملاحم باب فی تداعی الامم علی الاسلام میں صفحہ ۲۴۲ پر درج ہے۔ مترجم

مسلمانوں کے ضعف کی سب سے بڑی علت بزدلی اور ان کی کمزوری بتائی گئی ہے۔ حدیث شریف میں صاف مذکور ہے "من حبکم الدنیا وکراھیتکم الموت" یعنی دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوگی۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے، دنیا کی محبت میں افراط انسان کو اصل دنیا یعنی اس کے لذائذ سے محروم کر دیتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس زندگی کی محافظت میں غلو بھی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ یہی وہ نظام عالم ہے جس پر دنیا کی ساری کائنات قائم ہے۔

قرآن مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اللہ کی خاطر جان و مال کی محبت دل سے دور کر دیں۔ وہ کہتا ہے مایوسی کو ہرگز قریب آنے نہ دو، ہمیشہ پر امید اور ثابت قدم رہو اور خواہ کتنی ہی مصیبت کیوں نہ آئے صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑو جیسا فرمایا:-

وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین	بہتیرے نبیوں کے ساتھ ان کے بہت سے ساتھیوں نے مل کر جنگیں کیں لیکن باوجودیکہ ان پر ہر طرح کی مصیبتیں آئیں مگر اس سے اُن کے قویٰ مضمحل نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے تکان محسوس کی۔ اور اللہ صابروں کو دوست رکھتا ہے۔ اور انہیں کا ساتھ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی حالت ٹھیک اس آیت کے مطابق ہو۔ اگر اس کے مطابق نہ ہوگی تو کیونکر اللہ تعالیٰ اپنا یہ وعدہ کہ انہیں فتح نصیب ہوگی، دنیا پر

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰ کا:- میرے استاذ محترم جناب علامہ سید رشید رضا مرحوم کا سن گزشتہ میں انتقال ہو گیا ہے۔ درحقیقت موصوف کی ذات اس قابل تھی کہ ان کی طرف علمی مباحث کیلئے رجوع کیا جاتا۔ مگر افسوس اور صد افسوس کہ وہ چراغ جو مدتوں اپنی روشنی سے نہ صرف عالم عرب بلکہ عالم اسلام کو روشن کر رہا تھا گزشتہ سال گل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں فردوس بریں میں جگہ عطا فرمائے اور اس گم شدہ جگہ کو کسی ایسے شخص سے پر کرے جس میں ان کی صحیح قائم مقامی کی قابلیت موجود ہو۔

وہ شکن اور اُس کی لعنتوں سے مالامال ہو گئے پورا کریگا؟

افراط اور تفریط سے اسلام کو نقصان

مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان قدامت پرستی سے پہنچ رہا ہے۔ مسلمانوں میں دو فرقے ہیں۔ ایک اپنے کو روشن خیال کہتا ہے اور تمام اسلامی روایات کو خواہ مفید ہوں یا مضر مٹا دینے پر تلا ہوا ہے۔ دوسرا فرقہ قدامت پرستوں کا ہے اور قدامت پرستی پر سختی سے قائم ہے۔ ایک انچ بھی اُس سے ہٹنا نہیں چاہتا ہے۔ اسلامی اصول تعلیم میں اصلاح کرنا بالکل نہیں چاہتا ہے ——— "وہ کہتا ہے تعلیم کا جو دستور العمل کافروں کا بنایا ہوا ہے، اور کافروں کی نقل کفر ہے"۔ اس طرح منکرین اور متشددین دونوں نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے معمولی نقصان نہیں سخت نقصان۔ منکر اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ نہ صرف مسلمان بلکہ تمام مشرق کو عیسائی بنا لیا جائے مسلمانوں کو انکی تمام خصوصیات سے محروم کر دیا جائے۔ انہیں بھلا جائے کہ وہ اپنے شاندار ماضی کو فراموش کر کے ایک ایسی قوم میں ضم ہو جائیں جو ان سے عادات و اطوار میں اتنا ہی دور ہے جتنا مشرق و مغرب ایک دوسرے سے دور ہیں۔ مگر ان کور چشموں کو اتنا بھی نہیں سوجھتا کہ مشرق کا مغرب کی طرف مائل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مشرق اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس کا ماضی تاریک تھا اور مسلمانوں کے اسلام غیر متمدن تھے۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ اسلام سے برأت کا اعلان کر دیں۔

ظاہر ہے اس قسم کے بیہودہ اور ناپاک خیالات اس شخص سے رونما ہو سکتے ہیں جو ذلیل النفس ہوگا۔ اپنی قوم میں نیچ درجہ کا انسان شمار کیا جاتا ہوگا۔ اس لئے وہ اپنی حقیقت اور اصلیت سے گریز کرنا چاہتا ہے، پوری قوم کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔ اپنے ساتھ اپنے شاندار ماضی پر بھی پانی پھیرنا چاہتا ہے، ایسا شخص قانون قدرت کے خلاف جنگ کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ قدرت نے ہر قوم میں اس کی روایات، عادات اور خصوصیات کو محفوظ رکھنے کی ودیعت پیدا کی ہے۔ اپنی زبان، عقیدہ، طرز معاشرت اور رہائش پر قائم رہنے کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔

فرنگیوں کا اپنی قومیت پر قائم رہنا

..یورپ ہی کو مثال کے طور پر لو، کیونکہ تمام اچھی باتوں میں آج اسی کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یورپین اقوام میں سے کوئی قوم بھی ایسی نہیں ہے جو دوسری قوم میں مدغم ہونا چاہتی ہے۔ انگریز چاہتے ہیں کہ انگریز ہی بن کر زندہ

رہیں۔ فرانسیسی چاہتے ہیں کہ فرانسیسی رہیں۔ جرمن بھی کسی حال میں اپنی قومیت بدلنا نہیں چاہتے ہیں۔ اسی طرح روس اور یورپ کی دوسری قومیں بھی خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی اپنی قومیت بدلنا نہیں چاہتی ہیں حتی کہ آئرلینڈ جو ایک چھوٹی سی قوم ہے، سات سو برس تک انگریزوں کے ساتھ رہنے کے باوجود اس بات پر راضی نہ ہوا کہ انگریزی قوم میں ضم ہو جائے۔ چنانچہ اس نے اپنی قومیت نمایاں کرنے کیلئے ہر ممکن ذریعہ سے کوشش شروع کر دی ہے حتی کہ بڑی حد تک وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوا ہے۔ اور اب وہ اپنی زبان، عقیدہ اور خصوصیات کے لحاظ سے انگریز نہیں آئرش ہے۔

خود فرانس میں ایک قوم "برٹین" نام سے موسوم ہے اس کی بھی ہمیشہ یہی خواہش ہے کہ اپنی قومیت کی حفاظت کرے اور اس پر مخفی نہ ہونے دے۔ اس کے علاوہ ... فرانس میں ایک اور قوم آباد ہے جو "باشکنس" کے نام سے ... فرانس تینوں نے اسے اپنے اندر جذب کرنا چاہا۔ باوجودیکہ اس کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ نہیں ہے پھر بھی اس نے غیروں میں جذب ہونا پسند نہیں کیا۔ اور اس وقت تک اپنی زبان اور وضع قطع پر قائم ہے۔

بہتیرے کوشش کی گئی کہ "فلمنک" قوم کی زبان فرانسیسی زبان سے بدل دی جائے، مگر اس نے بھی اسے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ نیز فرانس کی ایک چھوٹی سی "مسیکنی" قوم نے جو بلجیم میں آباد ہے، اس قدر شور و غل مچایا کہ بالآخر بلجیم حکومت کو سرکاری طور پر اس کی مستقل زبان تسلیم کرنا پڑی۔

سوئٹزرلینڈ میں تین قسم کی آبادیاں ہیں ایک قسم جرمن ہے جس کی تعداد ۲۰ لاکھ ہے، دوسری قسم فرانسیسی ہے اور تعداد میں آٹھ لاکھ ہے اور تیسری قسم اٹلین زبان بولنے والی ہے جس کی تعداد دو لاکھ سے کچھ زیادہ ہے، مگر یہ تینوں قسمیں اپنی زبان، وضع قطع اور ادب و معاشرت میں ایک دوسرے سے ممتاز ہیں اور اپنی اپنی زبانوں پر سختی سے قائم ہیں۔ حالانکہ ایک ہی ملک کے باشندہ ہیں اور سب کی سیاسی مصلحتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔

"نالک" ڈنمارک اور ہولینڈ وغیرہ تو بے شک و شبہ جرمنی کی شاخیں ہیں پھر بھی اس کے ساتھ ضم ہونا پسند نہیں کرتے ہیں۔ نیز "تشنیک" تو صدیوں سے جرمنی کی ماتحت

لیکن با ایں ہمہ مسلسل پانچ صدی تک اپنی زبان اور قومیت کی حفاظت میں سرگرم رہا یہاں تک کہ گزشتہ جنگ عظیم میں تم ٹھوک کر کھڑا ہو گیا اور اب آزادی کی ہوا میں سانس لے رہا ہے۔

جرمن نے ہنگری کو علوم و فنون سکھا کر مہذب و متمدن بنایا اور جدید تہذیبات کی تمام راہیں اس پر کھول دیں، مگر باوجود اس کو اپنے اندر جذب کر نہ سکا چنانچہ آج وہ منگولین نسل اور اپنی قومیت کی حفاظت میں تمام قوموں سے سخت گیر ہے۔

روس کی پر عظمت سلطنت پولینڈ کو اپنے اندر جذب کرنے کیلئے تین سو برس تک ایڑی چوٹی تک کا زور صرف کرتی رہی۔ نیز اسے بہتیرے سمجھایا کہ دونوں کی اصل ایک ہے، دونوں کی رگوں میں ایک ہی خون دوڑتا ہے لیکن اس کی تمام کوششیں ناکام رہیں اور جنگ عظیم کے بعد وہ بھی دامن جھاڑ کر اس سے الگ ہو گیا۔ یہ اس لئے کہ پولینڈ ایک لمحہ کیلئے بھی غافل نہ رہا۔ برابر اپنی قومیت کی حفاظت میں سرگرم رہا۔

یہ بات تو پھر بھی زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے کیونکہ پولینڈ کی تعداد تین کروڑ کے قریب ہے لیکن "اسثونیا" جو ایک چھوٹی سی قوم ہے اور جس کی آبادی صرف بیس لاکھ ہے۔ اس نے بھی روس کے ساتھ رہنا گوارا نہ کیا۔ جنگ ختم ہوتے ہی پرچم آزادی بلند کر دیا حتی کہ اپنی منگولین زبان کی ابجد بھی ایجاد کی! اسی طرح فنلینڈ نے بھی روس سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ بالٹک اقوام میں "لٹوین" اور "لوتھینین" قوموں کو بھی وہ اپنے اندر جذب کرنے سے قاصر رہا اور وہ بھی جنگ عظیم میں دوسری حریت پسند قوموں کی طرح آزاد ہو گئیں۔ حالانکہ تعداد میں وہ چالیس لاکھ سے زیادہ نہیں ہیں۔ ان تمام چھوٹی چھوٹی اقوام نے اپنی جمہوریتیں الگ الگ قائم کر لیں۔ روس اور جرمن دونوں حکومتیں صدہا کوششوں کے باوجود انہیں اپنے اندر جذب کرنے سے قاصر رہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک قوم نے خواہ وہ دنیا کی نگاہ میں کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو' اپنی قومیت ترک کرنے اور دوسروں میں جذب ہونے سے صاف انکار کر دیا۔

"کردائین" قوم نے باوجودیکہ دو عظیم حکومتوں "بیٹن" اور "جرمن" سے گھری ہوئی ہے۔ پھر بھی اپنی آزادی حاصل کر کے چھین لیا۔

(باقی آئندہ)

شہادت حسینؓ

از جناب مولوی ابوالحسن صاحب سلفی

گذشتہ ماہ محرم میں دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے مہتمم جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب نے دارالعلوم کی انتہائی جماعت کے طلبہ کی حوصلہ افزائی کیلئے "شہادت حسینؓ" پر مقابلہ کے انعامی مضامین لکھنے کی خواہش کی تھی چنانچہ اس سلسلہ میں جتنے مضامین لکھے گئے تھے۔ مولانا سید محمد عثمان صاحب معتمد تعلیم کی خدمت میں انتخاب کیلئے پیش کئے گئے تھے۔ مولانا موصوف نے ان میں سے پانچ مضامین منتخب فرمائے چنانچہ حسب وعدہ مضامین نگاروں کو نادی الاصلاح کے ہفتہ وار اجلاس میں انعام بھی تقسیم کئے گئے تھے۔ ذیل کا مضمون ان ہی میں کا ایک ہے جو محرم کے موقع پر ناظرین کی عبرت کیلئے درج کیا جاتا ہے۔ "اڈیٹر"

آج سے بارہ سو ننانوے سال پہلے نہر فرات کے ساحل پر انسانی تاریخ کا ایک عجیب اور حیرت انگیز واقعہ ظہور پذیر ہوا یعنی رسول ہاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور نظر نواسے نے قربانی کی ایک ایسی شاہ راہ قائم کی جس کی دنیا کی تاریخ مثال لانے سے قاصر ہے۔

بنو امیہ اور اہل بیت

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ہی بنو امیہ کو اہل بیت سے کشیدگی پیدا ہو گئی اور یہ سلسلہ برابر قائم رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت حسنؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا امیر معاویہ اس وقت والی شام تھے لوگوں نے امام حسنؓ کو مجبور کیا کہ شام کو امیر معاویہ کے قبضہ سے نکال لیا جائے۔ آپ نے تھوڑی سی فوج لیکر مقابلہ کرنا چاہا۔ لیکن جب فوجیں مقابل ہوئیں تو آپکے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ دنیاوی جاہ و جلال اور ملک گیری میں مسلمانوں کا خون بہایا جائیگا۔ یہ نہیں سکتا۔ فوراً امیر معاویہ پر بیعت کرنے کیلئے ہاتھ بڑھا کر حسب ذیل شرطوں کے ساتھ صلح کر لی[1]

[1] اصابہ فی سیرۃ الصحابہ جلد ۲

اول یہ کہ خلیفہ کا انتخاب بالشوریٰ عام ہو۔ دوم یہ کہ کوئی شخص بھی والد مرحوم کی شان میں بے ادبی و تبرا بازی نہ کرے۔ اس کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام مدینہ طیبہ میں باختلاف مورخین امیر معاویہ یا یزید کی سازشوں سے زہر دے دیئے گئے اور اس طرح خاندان نبوت کا ایک روشن چراغ گل کر دیا گیا۔ اس وفات پر ملال کے بعد بھی مخالفوں کی عداوتوں نے مرحوم کا پیچھا نہ چھوڑا ـــــ یعنی اپنے محترم نانا کی آغوش عاطفت میں مدفون ہونے کی تمنا جس کی اجازت بحالت حیات حضرت عائشہ سے لے چکے تھے۔ معاویہ کے عامل مدینہ نے پوری نہ ہونے دی۔ عـ۵

یزید کی خلافت

حضرت امام حسن کی شہادت کے گیارہ سال بعد سنہ ۶۰ھ میں معاویہ کو بھی انتقال ہو گیا۔ معاویہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے یزید کے جانشین ہونے کی تحریک شروع کر دی تھی اور بہتوں سے یزید کے ہاتھ پر بیعت بھی کرائی تھی۔ جب یزید اپنے باپ کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے بھی جبر و استبداد کے ساتھ لوگوں سے بیعت لینی شروع کی لیکن مدینہ طیبہ میں چار اہم شخصیتوں امام حسینؑ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبدالرحمن بن ابو بکرؓ، عبداللہ بن عمرؓ نے اب تک بیعت نہیں کی تھی۔ یزید نے مدینہ کے عامل ولید بن عتبہ کے پاس اس مضمون کا ایک خط لکھ بھیجا کہ جس طرح ممکن ہو ان لوگوں سے بیعت لے۔ تو ولید نے حسینؑ کو اطلاع دی کہ آپ یزید کی خلافت تسلیم کر لیں اور فوراً بیعت کر لیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ مجھے مہلت ملنی چاہیے۔ تاکہ اس پر غور کروں۔ ولید نے اس عذر کو قبول کر لیا اور آپ مع اہل بیت کے مکہ معظمہ روانہ ہو گئے جہاں پہنچ کر یزید کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ عـ۶

امام حسینؑ کی بیعت نہ کرنیکی وجہ

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے یزید کی خلافت کیوں تسلیم نہیں کی تھی؟ اور کیوں بیعت کرنے سے انکار کر دیا؟ اس کی مختلف وجہیں ہیں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ خلیفہ کا انتخاب

عـ۵ استیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد اول۔ عـ۶ تاریخ ابن اثیر جلد چہارم

اوراس کی تقرری ہمیشہ رائے عامہ کے ذریعہ ہوا کی۔ نہ تو رسول نے کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا نہ خلفاء اربعہ نے امیر معاویہ کا یزید کو جانشین بنانا کیونکر درست ہوسکتا تھا اور وہ خلافت جس کی بنیاد اسلام اور مسلمانوں کے اسوۂ حسنہ کے خلاف، فارس اور ایران کے طریق پر رکھی گئی تھی کیونکر تسلیم کی جاسکتی تھی؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ امیر معاویہ کی حقیقت میں خلافت نہ تھی کیونکہ ان کو نوعاً طور پر امام حسینؑ کی جانب سے ناحیات خلافت ملی تھی پھر معاویہ کا اپنے بیٹے کو مسند آرائے خلافت کرنا اور یزید کا اس پر اچک کر بیٹھ جانا بیجا تصرف نہیں تو اور کیا تھا؟

تیسری وجہ یہ تھی کہ امام میں خلافت کی صلاحیت ہونی چاہیئے اور وہ اس میں مفقود تھی۔ وہ بدمزاج تھا بزدل تھا اس کے مزاج میں تعیش تھا۔ عموماً شراب وکباب اور بدمستیوں میں ڈوبا رہتا تھا جس کو وہ اشعار کی صورت میں ظاہر کیا کرتا تھا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عامتہ الناس اس کی امامت سے خوش نہ تھے۔ کوفہ اور عراق کے بہت سے اذکیا اور ذی ہوش نے بیعت کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اور کسی دوسرے صاحب صلاح وتقوی امام کے متلاشی تھے

یہ ہیں وہ باتیں جس نے امام موصوف کو اس کی بیعت نہ کرنے پر مجبور کیا۔

کوفہ والوں کے خطوط حضرت حسینؑ کے نام

حضرت امام حسینؑ کے مکہ چلے جانے اور یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنیکی خبر جب کوفہ والوں کو ملی تو انہوں نے آپ کی خدمت میں پے درپے قاصد بھیجنے شروع کئے اور تقریباً ڈیڑھ سو[۵] خطوط بھیجے جنکا اصل یہ تھا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے آپکے اس جابر دشمن کو جو اس امت پر ظلماً حکومت کررہا تھا۔ اس کے حقوق نہایت بے دردی سے پامال کررہا تھا بغیر ان کی رضامندی لئے ان پر امیر بن بیٹھا تھا۔ خاتمہ کردیا۔ اور ہم پر اس وقت کوئی امام نہیں ہے۔ آپ خود تشریف لائیے بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالی آپ کے ذریعہ ہم لوگوں کو حق پر مجتمع کردے۔ اسوقت کوفہ کے امیر نعمان بن بشیر ہیں ہم ان کے ساتھ جمعہ اور عیدین میں شریک نہیں ہوتے جب ہمیں حضور کے آنیکی خبر معلوم ہوگی تو ہم نعمان بن بشیر کو شام کی طرف نکال بھگائیں گے[۵]۔ خطوط کی کثرت نے آپ کو وہاں کے حالات دریافت کرنے کی طرف توجہ

[۵] ابن اثیر جلد چہارم

والی اور اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو اس خدمت کیلئے منتخب فرمایا اور متعدد نصیحتیں فرماکر کوفہ کی جانب روانہ کر دیا۔ اور کوفیوں کے خط کا جواب بھی انکی معرفت لکھ بھیجا کہ مسلم بن عقیل جارہے ہیں۔ تملوگوں نے جیسا کہ لکھا ہے اگر واقعی صحیح اور درست ہے تو مسلم کی اطلاع پر فوراً حاضر ہونگا۔ فلعمری ما الامام الا العامل بالکتاب والقائم بالقسط والدائن بدین الحق والسلام ترجمہ امام وہی شخص ہو سکتا ہے جو کہ عامل شریعت اور منصف مزاج مخلوق کے حق واجب کو ادا کرنیوالا ہو۔

مسلم بن عقیل کی روانگی اور شہادت

مسلم بن عقیل عراقی ریگستان خاردار وادیوں اور جھاڑیوں کو جہاں پانی بھی مشکل مل سکتا تھا۔ طے کرتے ہوئے کوفہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا معتقدین حسینؓ نے انکی بڑی خاطر تواضع کی اور سردست اٹھارہ ہزار لوگوں نے اپنی آمادگی ظاہر کی کہ ہم لوگ اپنی جان و مال اور ساری چیزیں سبط رسول پر قربان کرنے کیلئے ہمہ ساعت تیار ہیں۔ جماعت روز بروز بڑھتی گئی یہانتک کہ ایک لاکھ کوفی حسینی پرچم کے نیچے جمع ہو گئے۔ یہ ساری کارروائیاں اگرچہ بالکل مخفی طور پر انجام دی گئیں حتی کہ نعمان بن بشیر والی کوفہ کو بھی اس کی خبر نہ ہوئی لیکن کسی طرح یزید کو اس کی خبر مل گئی۔ فوراً عبداللہ بن زیاد کو جو بصرہ کا حاکم تھا اپنے غلام سرجون کے مشورہ سے یہ برقی پیغام بھیجا کہ تم فوراً بصرہ سے کوفہ روانہ ہو جاؤ اور وہاں کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیکر مسلم بن عقیل کو کسی طرح گرفتار کرکے قتل کر ڈالو (مسلم بن عقیل نے امام حسینؓ کو لکھ بھیجا کہ وقت بہت نازک ہے آپ فوراً مکہ چھوڑ دیجئے۔ یہاں پورا کوفہ آپ کے جوش عقیدت میں اندھا ہو رہا ہے۔ اگر آپ کے آنے میں تاخیر ہوئی تو جماعت کے منتشر ہو جانیکا اندیشہ ہے ۔ محمد شمسی) عبداللہ بن زیاد چند سواروں کے ساتھ چاندنی شب میں کوفہ کے اندر داخل ہوا اور لوگ اس دھوکے میں پڑ کر کہ یہ امام حسینؓ ہیں۔ مارے خوشی کے اچھلنے لگے۔ اشتیاق ملاقات میں ہر شخص اسی طرف آنے لگا جب یہ معلوم ہوا کہ امام صاحب نہیں بلکہ عبداللہ بن زیاد ہے تو لوگ شکستہ خاطر ہو کر چلے گئے عبداللہ نے دارالامارتہ میں پہنچتے ہی ایک غلام کے ذریعہ مسلم بن عقیل کی گرفتاری کی سازشیں شروع کر دیں۔ مسلم بن عقیل عبداللہ کے پہنچتے ہی ہانی بن عروہ مرادی کے گھر میں منتقل ہو گئے عبداللہ اپنی سازش اور ناپاک ارادہ میں کامیاب ہو رہا تھا

پہلے تو اس نے ہانی کو گرفتار کر لیا پھر مسلم بن عقیل ایک عورت کے گھر سے نکال کر جہاں کہ انہوں نے اس غلط سے پناہ لی تھی بعد حیلہ وحوالہ گرفتار کر لئے گئے۔ ... خبر کو سنا تو سب دس ہزار آدمی عبید اللہ کے مکان پر چڑھ آئے۔ ان لوگوں کا مجمع دیکھکر ظالم اور سفاک عبید اللہ نے مسلم بن عقیل اور ہانی کا سر کاٹ کر محل سرا کے نیچے گرا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ دیکھکر تمام لوگ زار زار رونے لگے اور اس قدر روئے کہ آنسوؤں کے ساتھ ان کی غیرت وجوانمردی بھی پانی ہو کر بہگئی۔ اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

پھر کیا تھا عبید اللہ کا سکہ جم گیا اور ایک آدمی بھی امام حسینؑ کا نام لیوا باقی نہ رہا۔

شہادت حسین

حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے عزم بالجزم کر کے کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے اور قادسیہ سے تین میل کے فاصلہ پر حر بن یزید تمیمی کی زبانی جو آپ ہی کو روکنے کے لئے ایک ہزار کا فوجی دستہ لیکر آئے تھے وہ ساری بدعنوانیاں جو مسلم بن عقیل کے ساتھ عبید اللہ بن زیاد نے کی تھیں معلوم ہوئیں۔ یہ سنکر آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ کوفیوں نے مجھ سے بد عہدی کی میری تذلیل وتحقیر کی اور میرے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہتے ہیں جو میرے پدر بزرگوار کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اس موقع پر حضرت حسینؑ نے حر اور دیگر کوفیوں کے سامنے جو خطبہ دیا تھا وہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور آپ کی حق پرستی اور نیک نیتی وپاکبازی کی بین دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لوگو! تمہارے ہادی و مرشد نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ظالم بادشاہ کو حلال کو حرام اور حرام کو حلال اور اللہ کے عہد وثیق کو توڑتے ہوئے دیکھتا ہے نیز سنت رسول کی مخالفت ہوتے ہوئے دیکھتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ امت مرحومہ کے ساتھ ظلم وتعدی کی جاتی ہے۔ اور پھر بھی اپنے قول و فعل سے اس کے مٹانے کی کوشش نہیں کرتا تو اللہ کو حق ہے کہ اس پر عذاب نازل کرے۔ لوگو! تم جانتے ہو کہ یزید اور اس کے عمال وحکام اللہ کی اطاعت سے منہ موڑ کر شیطان کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے لگ گئے ہیں ہر وقت افشاء فساد کی کوششوں میں معروف رہتے ہیں۔ حدود خداوندی کا جاری کرنا بھول گئے فئی کو اپنے ذاتی اخراجات کے لئے مخصوص کر لیا۔ حلال کو

جب تمہارا خط ملا ... اور ہم بہت غیرت سے خلاف ... کا زیادہ
مشتعل ہوں جیسا کہ تمہارے خطوط ... میں معلوم ہوا ... کافی اہل
میں پہنچ چکے ہیں ... کے ذریعہ مجھے پہنچا
معلوم ہوتے ہیں کہ تم لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے۔
اور یہ کہ تم مجھے دشمن کے حوالے نہ کرو گے۔ مجھے رسوائی سے
بچاؤ گے۔ لیکن جانفشانی سے کوشش کروگے یاد رکھو! اگر تم
لوگ اپنی بیعت پر قائم رہے تو ہدایت پر رہو گے۔ اگر تم نے
نقض عہد کیا۔ میری بیعت توڑ دی تو یہ بھی تم سے بعید
نہیں کیونکہ تم لوگ میرے والد بزرگوار برادر محترم اور چچازاد
بھائی کے ساتھ اس قسم کی حرکتیں کر چکے ہو۔ حر سے نہیں
سنا گیا تو اس نے کہا کہ یہ بلوا آپ کے لئے مفید نہیں
ہو سکتی اگر ایسا ارادہ ہے تو یقیناً آپ قتل کر دئے جائینگے۔
لعل زہرہ نے اس وقت فرمایا کہ بنی ہاشم کا خون غیرت
مجھ میں موجود ہے اور میں عرب کے مشہور بہادر حیدر کرار
کا بیٹا ہوں کیا تم مجھکو موت سے ڈراتے ہو۔ یہ کہکر آپنے
ذیل کے اشعار پڑھنا شروع کیا[۵]

سامضی وما بالموت عار علی الفتا
اذا ما نوی خیراً وجاهد مسلما

وواسى رجالاً صالحين بنفسه
وخالف مثبوراً وفارق مجرما
فان عشت لم اندم وان مت لم الم
كفى بك ذلاً ان تعيش وترغما

ترجمہ: عنقریب مجھے بھی جو کچھ کرنا ہوگا کر گزروں گا۔
اور جب جوان بھلائی اور خیرخواہی کی نیت سے مسلمان
بنکر جہاد کرے اہل حق اور نیکوں کی ہمدردی ونصرت
مقصود ہو باطل پرستوں اور بدکرداروں سے مفارقت
اسکا مطمح نظر ہو تو اسکو موت کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔
پس اگر میں حق کی حمایت میں زندہ رہا تو ندامت
سے محفوظ رہونگا اور اگر مر گیا تو رنج والم سے نجات
پاؤنگا۔ تمہارا زندہ رہنا تمہاری ذلت وخفارت
کے لئے کافی ہے۔ اب وہ حسینؑ جو کبھی دوش نبوت
پر آسمان کا چمکتا ہوا تارہ معلوم ہو رہا تھا۔ حر کی
زیر نگرانی ساحل فرات پر پہنچ چکا ہے عمر بن سعد
(جس کی ماتحتی میں عبداللہ بن زیاد نے چار ہزار
کا فوجی دستہ حامیان حق کی نگرانی کے لئے تاکہ
دوسرے مسلمان ان کی مدد نہ کر سکیں) سے آپنے

۵ ابن اثیر جلد چہارم

یہ کہا کہ میں کوفیوں کے دھوکے میں آکر یہاں آگیا۔ آپ مجھے یا تو مکہ واپس جانے دو یا مجھے چھوڑ دو کہ یزید سے ملکر بالمشافہ گفتگو کروں یا مجھے اجازت دو تاکہ میں لوکر فیصلہ کرلوں عمر بن سعد نے اس کی اطلاع عبید اللہ کو دی لیکن خبیث و سنگدل عبید اللہ نے ایک نہ سنی ملکہ فرزندان رسول پر فرات کا پانی بند کرنیکا حکم نافذ کردیا۔ اللہ رے ظالم فرات کا وہ پانی جو دنیا کی تمام مخلوق کیلئے مباح تھا جنگلوں کے درندے و چوپائے اور حشرات الارض بھی اس سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ آج آل رسول پر حرام کردیا گیا ہے بچے بلک بلک کر رو رہے ہیں مستورات مارے پیاس کے تڑپ رہی ہیں سید الشہدا اور شیدائیان حق ایک قطرہ پانی کیلئے ترس رہے ہیں۔ مشک میں پانی بھرتے ہیں تو بیدردی کے ساتھ تیروں سے چھید کر بہا دیا جاتا ہے مگر صد آفریں اس استقلال پر کہ یہ ساری مصیبتیں بھی ان کے ارادے میں کسی قسم کا تغیر پیدا نہ کرسکیں شقی ازلی عبید اللہ بن زیاد جب اس صورت سے بھی بیعت لینے میں ناکامیاب رہا تو شمر ملعون کی معرفت یہ خط لکھ بھیجا کہ اگر اب بھی بیعت کرنے پر راضی ہوجائیں تو فبہا ورنہ انہیں قتل کرڈالو حضرت امام حسینؓ کی معیت میں کل بہتر ۷۲ آدمی تھے جن میں بتیس ۳۲ سوار اور چالیس پا پیادہ تھے دوسری محرم سے لیکر آٹھ محرم الحرام تک فریقین میں باتیں ہوتی رہیں۔ امام موصوف نے اس اثنا میں متعدد خطبے بھی دئے جو عموماً اطاعت حق کی ترغیب کوفہ آنے کی وجہ ان کے ارادہ قتل کو خون ناحق اور ظلم و تعدی کی دلیلوں پر مشتمل تھے جب ان تمام باتوں سے بھی شمر ملعون کا دل جو ازل ہی سے سیاہ و سخت تھا۔ متاثر نہوسکا اور ایسے مذموم ارادے میں جو ہمیشہ کیلئے اسکو طوق لعنت پہنانے والے تھے کسی قسم کی تبدیلی نہوئی تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کی جانب مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم لوگ اب یہاں سے چلے جاؤ مجھ پر جو مصیبتیں آئیں گی کشادہ پیشانی سے برداشت کرلونگا۔ یہ سنکر حضرت زینب بے ہوش ہوگئیں۔ تمام لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ قلب بے چین ہوگیا۔ قریب تھا کہ دامن صبر ہاتھوں سے چھوٹ جائے۔ کہنے لگے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم رگ سبط رسول کو تلوار و تیر کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھکر چلے جائیں ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ اس حق پر جس کی حمایت میں آپ نے اپنی جان خطرہ میں ڈال رکھی ہے۔ اپنی جانیں قربان

کر دیں گے۔ آپ نے [illegible] اور دیکھ کر نوحہ و ماتم کو [illegible] [illegible] مشغول ہوگئیں حضرت زینب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہوگئے۔ اور کہنے لگیں بھائی جان! کیا ہم لوگوں کی صحبت ناگوار گذری کیا ہم لوگوں سے ہمیشہ کے لئے روپوش ہوجائیں گے؟ آہ ہم لوگ کسکے سایہ میں زندگی بسر کریں گے یتیم بچے باپ باپ کر روئیں گے اور کوئی اپنی آغوش عاطفت میں لیکر دلاسا دینے والا نہوگا۔ بہن کی یہ حالت دیکھکر شہید علیہ السلام سے بھی نہ رہا گیا اور ان لفظوں میں نصیحت فرمانے لگے "یا اخیتہ انی اقسم علیک ان لا تشقی علیّ جیبا ولا تخمشی علیّ وجہا ولا تدعی علیّ بالویل والثبور اذا ھلکت" اس کے بعد اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ تمام خیموں کو ایک دوسرے کے قریب کر لو ان کی رسیاں مضبوط باندھو اور کل خیمہ کے سامنے صفیں باندھکر مقابلہ کرنا اسی اثناء میں شام ہوگئی اور آپ مع اپنے ساتھیوں کے رات بھر تسبیح و تہلیل رکوع و قیام دعا و تضرع میں مشغول رہے صلوۃ صبح ادا کی

اور تسبیح کی نماز ادا کرنے کے بعد شب عاشورہ کے دن کیلئے [illegible] خوشبو لگاکر مقابلہ کے لئے نکل پڑے اس موقع پر آپ کے دو ساتھی عبدالرحمن بن عبداللہ اور بریر بن حصین ہمدانی کے مابین [illegible] [illegible] یاد رکھنے کے قابل ہے دونوں خوشبو لگانے میں ایک دوسرے سے سبقت کرنا چاہتے تھے بریر بن حصین نے عبدالرحمن سے کچھ مذاق کیا جس کے جواب میں عبدالرحمن نے کہا کہ بھائی یہ وقت باطل (مذاق) کا نہیں بریر نے کہا افسوس باطل کا لفظ درمیان میں لے آئے۔ "واللہ ان قومی لقد علموا انی ما احببت الباطل شابا ولا کھلا ولکننا مستبشرون بما نحن لاقون واللہ ما بیننا وبین الحور العین الا ان یمیل ھولاء علینا باسیافھم" ترجمہ خدا کی قسم میری قوم جانتی ہے کہ ہم لوگ زندگی کے کسی حصہ میں بھی باطل کی طرف مائل نہوئے اور ہم لوگ ابھی ابھی جس چیز سے ملنے والے ہیں بشارت موعودہ کا حصول اور اس کی حقیقی مسرت ہے خدا کی قسم ہمارے اور حور العین کے وصال کے درمیان میں صرف دشمنوں کے تلوار چلانے کی دیر ہے اور بس دونوں جماعتیں خوب

دل کھولکر لڑیں حضرت حسینؓ نے جس طرف رخ کیا صفیں کی صفیں الٹ دیں اور سیکڑوں کی گردنیں تن سے جدا کردیں۔ سب سے پہلے آپکے فرزند رشید علی الاکبر اور ان کی والدہ محترمہ لیلیٰ شہید کردی گئیں اور جب حامیان حق ایک ایک کرکے چن لیے گئے صرف شجاع بن شجاع حسین بن علی لڑنیوالوں میں باقی رہ گئے تو آپنے دل کھول کر شجاعت کے جوہر دکھائے اور لوگوں کو بتایا کہ حسین بھی اپنے باپ ہی جیسا بہادر اور شمشیر زن ہے۔ جب لڑتے لڑتے تھک گئے تو ان بد عہد اور مکار کوفیوں نے حضور کو شہید کر ڈالا۔ اور اس طرح خاندان نبوت کا روشن آفتاب ۱۰ محرم ۶۱ھ سنیچر عاشورہ کے دن دوپہر کے بعد ہمیشہ کیلئے دنیا سے غروب ہوگیا۔ انا للہ اللھم صل علیہ وبارک وسلم۔ شہادت کے بعد حضور کے جسم اطہر پر ۳۳ تینتیس نیزوں کے ۳۴ تلواروں کے کل ۶۷ سرسٹھ زخم تھے شمر ملعون نے آپ کا سر جسم سے علیحدہ کردیا نعش مبارک کی بیحرمتی کی اور سر کو نیزہ پر لٹکائے ہوئے کوفہ میں داخل ہوا اور عبداللہ کے سامنے لاکر رکھدیا یہ دیکھکر عبداللہ بہت خوش ہوا اور آپ کے دندان مبارک جو کھلے ہوئے تھے اسکو چھڑی سے مارنے لگا۔ اس مجلس میں ایک ضعیف العمر آدمی تھا جس سے نہ رہا گیا اور برافروختہ ہوکر کہنے لگا۔ اے عبداللہ! ان نازک لبوں کو جن کو رسول اللہ بوسہ دیا کرتے تھے تو آج چھڑی سے مارتا ہے۔ وہ چہرہ جسکو اللہ کے رسول محبت بھری نظروں سے دیکھتے تھے آج تو اس کی تذلیل کرتا ہے وہ سر جو کبھی زانوئے رسالت پر جلوہ افروز رہا کرتا تھا آج تو اس کو خاک آلودہ کررہا ہے؟ حیف صد حیف یہ دیکھکر عبداللہ رک گیا اور سر مبارک اور اہل بیت کے باقی ماندہ اشخاص (جن میں امام زین العابدین اور ان کی پھوپھی محترمہ حضرت زینب خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں) کو یزید کے پاس روانہ کردیا یزید پہلے تو دیکھکر بہت خوش ہوا لیکن جب ہر طرف سے ملامت ہونے لگی تو نادم ہوا اور اس معصوم بچے اور حضرت زینب کو کچھ دن اپنے یہاں رکھکر مدینہ پہنچوادیا۔

نتیجہ:۔ حضرت امام حسینؑ کی شہادت معمولی شہادت ہی نہ تھی بلکہ حق پرستی کی ایسی شاہراہ تھی جو میدان کربلا سے نکل کر دنیا کے ہر گوشہ میں جا نکلی تھی۔

رہتا ہے ۵ غفلت تو چونکہ زندگی کا صحیح مقصد بتایا نہ
تھی ہدویت حق کی ایسی دردانگیز داستان تھی جو آپ
اپنی نظیر تھی۔ یہ [illegible] و شہادت ہے جس سے حسب ذیل نتائج
نکالے جا سکتے ہیں۔

۱ حق کی حمایت انسان کا اولین فرض
ہے۔ ۲ حق کی طرف داری اس کی نشر و اشاعت
میں جان و مال قربان کر دینا ہی زندگی کا حقیقی مقصد
ہے ۳ انتہائی مصائب و تکالیف میں بھی دامن صبر
کو مضبوطی سے پکڑے رہنا ایمان کا اصلی جوہر ہے ۴
ظالم و ناحق شناس اور غیر متشرع بادشاہ کے منحوس
سایہ کو اپنے سر سے دور کرنے میں جسم کی قربانیاں کرنی
قوم کی زندگی اور ملک کی ترقی کا سرچشمہ ہے۔

۵ اس راہ میں موت حقیقت میں موت نہیں ——
بلکہ وہ بلوری جسم، نرگسی آنکھیں، گلاب کی پنکھڑیوں جیسے
نازک لبوں والی حوروں کی پر تکلف اور شاندار دعوت ہے۔
جسکا قبول کرنا ہر مسلمان کا فطرتی فرض ہے۔ ۶ آپ کی
یہ قربانی "لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ
الخالق" کا عملی نمونہ ہے جو سالک معرفت و تقرب
الی اللہ پر قدم مارنے والوں کیلئے مشعل راہ ہے۔ غرض یہ
کہ باطل کی ہر ممکن طریقہ سے بیخکنی کرنا زندگی کے ہر لمحہ حیات
میں حق کی نصرت و معیت تبلیغ و اشاعت کرنے کی سچی
اور پکی عملی دلیل ہے۔



شمع ہدایت

مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند نے کسی جلسہ میں ذیل کی تین حدیثیں بیان کی تھیں جنکو دلی کے کسی صاحب نے سنکر قوم کی ہدایت کیلئے اشتہار کی صورت میں شائع کیا تھا۔ وہ حدیثیں مولوی محی الدین صاحب کی فرمائش پر ہدیہ ناظرین ہیں۔ "اڈیٹر"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم لوگ رہتے تھے تو اپنا کام اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دیا کرتے تھے ہمارے پاس نوکر چاکر نہ تھے۔ چنانچہ جنگل میں اونٹ چرانے کے لئے بھی صحابہ کی باریاں مقرر تھیں ایک دفعہ میری بھی باری آئی تو میں اپنی باری میں اونٹ چرانے لیجاتا تھا اور شام کو واپس آتا تھا۔ ایک دن جب میں شام کو اونٹ چرا کر واپس آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ صحابہ کے مجمع میں تقریر فرما رہے ہیں جس وقت میں مجلس میں پہنچا ہوں تو آپ فرما رہے تھے کہ جو مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے یعنی وضو میں تمام سنن و مستحبات کی رعایت کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرنے کے بعد دو رکعتیں خشوع و خضوع کیساتھ پڑھتا ہے تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضور کے یہ الفاظ سنتے ہی میرے منہ سے بیساختہ نکلا کہ کیا ہی عمدہ بات ہے۔ میرا یہ فقرہ سنکر ایک صاحب نے کہا جو مجھ سے آگے تشریف رکھتے تھے اے عقبہ تو شاید ابھی آیا ہے۔ اس سے پیشتر جو کچھ حضور نے فرمایا ہے۔ وہ بات اس سے بھی عمدہ تھی۔ میں نے ان صاحب کی طرف دیکھا تو یہ عمر بن الخطاب تھے میں نے ان سے عرض کی کہ اے عمر میں تو ابھی آیا ہوں اس سے پہلے حضور نے کیا فرمایا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ تیرے آنے سے ذرا پہلے حضور نے یہ الفاظ فرمائے تھے کہ جب کوئی مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے (یعنی سنن و مستحبات

کی رعایت کرتا ہو) اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد کہتا ہو:
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

تو اس مسلمان کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھولدئے جاتے ہیں وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز صبح کی نماز کے وقت ان کے پاس سے تشریف لے گئے اور چاشت کے وقت واپس آگئے تو دیکھا کہ حضرت جویریہ اپنے وظیفہ میں مشغول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم صبح سے اسوقت تک وظیفہ پڑھ رہی ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں صبح سے اسوقت تک وظیفہ پڑھ رہی ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے ۳ مرتبہ پڑھے ہیں۔ ان کا ثواب اتنا وزنی ہے کہ اگر تمہارے تمام وظیفہ کے ساتھ ان چار کلموں کے ثواب کا وزن کیا جائے تو وہ چار کلمے تمام وظیفہ کے برابر ہوں گے۔ وہ چار کلمے یہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہو کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنے بستر پر سونے کے وقت ۳ مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ پڑھ لیتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ وہ گناہ خواہ سمندر کے جھاگوں کی برابر ہوں یا ریگستان کے ذروں کے مثل ہوں خواہ درختوں کی پتوں کی گنتی کے برابر ہوں یا وہ خطائیں دنیا کے دنوں کی تعداد کے مانند ہوں (ترمذی) دنیا کے دنوں کا مطلب یہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے قیامت تک کے جتنے دن ہوں۔

یہ تینوں حدیثیں مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند نے وعظ میں فرمایا تھا۔ اس پرچہ کو میرے ایک محترم نے مجھ تک پہنچا دیا۔ میری خواہش ہوئی کہ عام مسلمانوں کے فائدے کیلئے شائع کیجائیں۔

محی الدین

"خوابِ حریت"

جناب حافظ مولوی ابوبکر صاحب شمیم سلفی بازید پوری

موسم برشگال ہے، پانی برس کر مطلع صاف ہو چکا ہے، کہیں کہیں بدلی کے آوارہ ٹکڑے ہیں آفتاب غروب ہو چکا ہے، شہزادئ شفق خون میں غلطاں سرِ افق پر جلوہ فگن ہے۔ شام کا وقت ہے، ایک بانکا باغیچہ میں گلگشت کرتے کرتے تھک کر سامنے والی بنچ پر بیٹھ جاتا ہے۔ غنودگی طاری ہونے لگتی ہے۔ آنکھ لگتی ہے اور سو جاتا ہے۔ دیکھتا ہے ایک سرسبز و شاداب خطہ ہے جس طرف نظر اٹھتی ہے پھولوں کے تختے ہی تختے نظر آتے ہیں۔ جگہ جگہ روشیں بنی ہوئی ہیں جس کی دونوں جانب قرینہ سے شمشاد و صنوبر کے بے شمار درخت لگائے گئے ہیں۔ طائرانِ خوش الحان نغمہ سرائی کر رہی ہیں۔ رنگ برنگ کی چھوٹی چھوٹی خوبصورت تتلیاں پھدک کر بہارِ گل دکھا رہی ہیں۔ بیچ میں ایک نہایت عالیشان محل ہے لوگ جوق جوق اس طرف کو جا رہے ہیں۔ سامنے چند خیمے نصب ہیں خیمے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں لوگوں کا اژدہام ہے۔ کاندھا سے کاندھا چھل رہا ہے۔ قریب بیٹھے ہوئے ایک نہایت ہی مقدس صورت ضعیف جس سے رعب و تمکنت ٹپک رہی ہے۔ کھڑا ہوتا ہے۔ مجمع پر ایک معنی خیز نظر ڈال کر کہتا ہے تمام لوگ آچکے؟ ہاں قریب قریب سب لوگ آچکے! مجمع سے آواز بلند ہوتی ہے۔ سکوت

—— بالکل سکوت ——

برادران! میں اس وقت کوئی لمبی تقریر کرنے کے لئے کھڑا نہیں ہوا ہوں مجھے صرف چند باتیں عرض کرنی ہیں۔ آہ آج وہ شیر جو جنگلوں کا شہزادہ کہا جاتا تھا۔ جس کی ادنی گرج پر پہاڑیاں گونج اٹھتی تھیں، جنگلی پودوں کے پتے کانپ اٹھتے تھے۔ صیاد کے پنجے میں گرفتار ہو کر بے دست و پا لکڑی کے کٹہرے میں

[illegible] جو کو [illegible] دنیا [illegible] کے جیب جب ہوتے [illegible] کانپ اٹھتا تھا۔ [illegible] کا ذرہ ذرہ آزادی کا علمبردار [illegible] ننگ و ناموس پر جان دینے والا [illegible] دنیا میں مشہور و ضرب المثل تھی جس کی ادنیٰ کڑک سے قیصر و کسریٰ کے دربار میں تہلکہ مچ جاتا تھا۔ جس نے یورپ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے پرخچے اڑا دئے تھے آج غلامی کی ذلیل قیود میں جکڑا ہوا ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ ملک کھویا غلام بنا۔ مذہب کھویا خوار ہوا۔ آزادی کھوئی بزرگوں کی جگ ہنسائی کی۔ مگر اب تک خواب غفلت میں پڑا ہوا ہوشیار ہونے کا نام تک نہیں لیتا ہے۔ کچھ سوچو! کچھ سمجھو! آج جبکہ کائنات کا ذرہ ذرہ آزادی کا علمبردار ہے۔ دنیا کی اینٹ پتھر میں آزادی کی لہریں دوڑ رہی ہیں۔ لیکن تم! اے آزادی کا نام لیتے ہوئے کانپتے ہو۔ تمہیں شرم کرنا چاہئے کہ آباؤ اجداد کی رہی سہی عزتوں کو خاک میں ملا رہے ہو۔ تمہاری ناعاقبت اندیشی سے سلطنت گئی اور تم جنگل میں سمٹ کر موت کے دن گن رہے ہو۔ لازم تو یہ ہے کہ تم اپنی گم شدہ سلطنت خود اپنے ہاتھ سے لیکر اس بدنامی کے دھبہ کو [illegible] سے دھو ڈالو اور دنیا کو بتا دو کہ آج بھی ہم میں وہی خون موجود ہے [illegible] جن کی آن میں دنیا کی جابر سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔

نوجوانو! شرم — شرم تمہاری جوانی قدرت نے صرف اس لئے بنائی ہے کہ ہمیشہ جابر سلطنتوں کے خون سے ہولی کھیلا کرتے، ظالم و سرکش بادشاہ کی ہستی کو خاک میں ملا کر مظلوم کی داد رسی کیا کرتے۔ تم دنیا میں غلامی کی زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں۔ آزاد زندگی بسر کرنے کیلئے آئے ہو۔

دیکھو! سمندروں کی موجیں سمندر کے قیود سے نکلنے کے لئے بےقرار رات و دن برابر جدوجہد کر رہی ہیں۔ قفس کی چھوٹی چھوٹی مقید طوطیاں اس کی تیلیوں کو توڑنے کی انتھک کوشش کر رہی ہیں۔ تالاب میں رہنے والی مقید مچھلیاں دریا و سمندر میں جانے کیلئے تڑپ رہی ہیں۔ آخر اتنی کوشش، اتنی سعی اور اتنی تڑپ کیوں ہے؟

محض آزادی کے لئے اور فقط آزادی کے لئے۔

لیکن آہ تمہارے آرام چھین لئے گئے۔ آزادی سلب

ہوگئی۔ حقوق پائمال کئے جارہے ہیں۔ تمناؤں کا خون کیا جارہا ہے۔ تمہاری عزتیں خاک میں ملائی جارہی ہیں۔ کاہل بے دست و پا بنائے جارہے ہو۔ اور وہی ذلیل زندگی اب تک بسر کررہے ہو۔ ع

اے جوانمردو! یہ ذلت کس لئے سہتے ہو تم
مرد بنکر ٹھوکروں کی زد پہ کیوں لیٹے ہو تم

آؤ غلامی کی زنجیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینکدو اور سچے معنی میں حریت کے علمبردار ہوکر کھوئی ہوئی عزتوں کو دوبارہ حاصل کرنے کی انتھک کوشش کرو کہ مرمٹو یا آزادی صحیح معنی میں لیکر رہو۔ ع

پاؤں میں تا چند زنجیر غلامی کی خراش
ایک ہی جنبش سے ہو سکتی ہیں یہ پاش پاش

مجمع میں حریت کی لہر دوڑ جاتی ہے تمام لوگ جوش غیرت سے کھڑے ہو جاتے ہیں تمام خون سے ہولی کھیلی جاتی ہے۔ ہر طرف شاہی کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی ہے۔ آن کی آن میں محلوں کے کنگروں پر آزادی کا پرچم لہراتا ہوا نظر آتا ہے۔

صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے۔ آنکھ کھل جاتی ہے۔ انگڑائیاں لیتا ہے اور یہ کہتا ہوا ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

"خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا"

خمسہ

از جناب مولوی حکیم عبد الظاہر صاحب ظاہرؔ سلفی۔ مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ

جناب استاذی مولوی حکیم عبد الظاہر صاحب ظاہر کی رباعیاں بھی مجلہ میں شائع ہوتی رہتی ہیں لیکن ابکے آپ کی رباعی نہیں آسکی اس کئے میں نے مناسب سمجھا کہ یہ نامکمل خمسہ ہی شائع کردوں۔ [illegible]

اس طرح گھیرے ہوئے ہیں غم و آلام مجھے
آہ! ملتا کسی پہلو نہیں آرام مجھے
اب تو ہوں در پہ ترے پھیر نہ ناکام مجھے
ساقیا دے مے پر کیف کا اک جام مجھے
غم ایام پر آشوب سے دل شاد نہیں

افکارِ حامد

از جناب مولوی عبدالحمید صاحب حامدؔ سلفی "معاون مدیر"

سمجھ کے بیکس و نادار و ناتواں مجھکو — ستائے تو بھی جہاں تک ہو آسماں مجھکو
نہ پاس جنسِ سفر ہے نہ کوئی رہبر ہے — جلائے چھوڑ کے غربت میں کارواں مجھکو
ہوا نہ مر کے بھی آزاد قیدِ ہستی سے — ملی قضا کے عوض عمرِ جاوداں مجھکو
مرا یہ جوشِ جنوں اور ان کی بے مہری — لئے پھرے گی نہ جانے کہاں کہاں مجھکو
چمن میں نالۂ بلبل سے ہے جنوں کو فروغ — نہ روک سیرِ گلستاں سے باغباں مجھکو
بہار کا ہے یہ موسم تو اوک ہی سے سہی — شرابِ ناب لئے ساقیِ مہرباں مجھکو
تری نگاہ کے صدقے ہوا یہ شرف نصیب — یگانے غیر سمجھتے ہیں جانِ جاں مجھکو
تیری ہی نذر کروں گا حصولِ دو جہاں — بنانے دے تو ابھی برقِ آشیاں مجھکو
نحیف گردشِ ایام سے ہوا ایسا — نسیمِ صبح کے جھونکے بھی ہیں گراں مجھکو
چڑھا ہوں کشتیِ ہستی پہ پر نہیں معلوم — کہاں سے لائی ہے لیجائے گی کہاں مجھکو

کسی کی چاہ میں ایسا میں کھو گیا حامدؔ
مکان والے سمجھتے ہیں لامکاں مجھکو

معلومات عامہ

ہندوستان کا دیہاتی قرضہ "صوبجاتی بنک کمیٹیوں کی رپورٹیں جو کسانوں کے قرضے کے متعلق سنہ ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی تھیں اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ بیچارے غریب کاشتکار کس طرح قرض کے شکار ہو کر ساہوکاروں کے دام میں پھنس رہے ہیں!! نقشہ ذیل میں ہر صوبہ کے قرض کی تفصیل کی گئی ہے۔

صوبہ	کل دیہاتی قرضہ
بمبئی و سندھ	۸۱ کرور روپے
مدراس	۱۵۰ " "
بنگال	۱۰۰ " "
صوبہ متحدہ	۱۲۴ " "
پنجاب	۱۳۵ " "
ممالک متوسط اور برار	۳۶½ " "
بہار و اڑیسہ	۱۵۵ " "

غرض تمام صوبجات اسی طرح کم و بیش قرض میں مبتلا ہیں۔ مرکزی بنک تحقیقاتی کمیٹی نے پورے ہندوستان کے قرض کا تخمینہ ۹ ارب بتلایا ہے۔

ماہر نفسیات کی ایک جماعت نے اپنا بیان دیا ہے کہ جتنے لوگ اعلیٰ دماغی کام کرنے والے ہیں۔ سب کے سب کسی نہ کسی دماغی مرض یا اعصابی کمزوری میں مبتلا ہیں اور یہی کمزوری ان کے اعلیٰ کارناموں کی محرک ہوتی ہے اور وہ شخص اپنی جسمانی کمزوری پر اس عملی کارنامے کے ذریعہ پردہ ڈالنا چاہتا ہے اور ایسا ہوتا بھی ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو مایوس نہ ہونا چاہیے جو کسی جسمانی یا اعصابی مرض میں مبتلا رہتے ہیں۔ بلکہ ان کو اپنے اندر جذبۂ عمل پیدا کرنا چاہیے۔

ح م

حالاتِ حاضرہ

ضلع مونگیر میں ایک سو کسانوں کی گرفتاری

پٹنہ لکھی سرائے کی اطلاع مظہر ہے کہ مونگیر میں کسانوں اور زمینداروں کے درمیان جھگڑا ہو گیا جس کے باعث فوراً دو آدمی [illegible] دفعہ [illegible] کے تحت گرفتار کر لئے گئے اور اس سلسلہ میں ابھی تک ایک سو کسان گرفتار ہو چکے ہیں اور مونگیر کے علاقہ نال میں مختلف مقامات پر بڑی [illegible]

نئی دہلی کی خبر ہے کہ اس ہفتہ سرحد کے قریب ایک ہوائی جہاز کو سخت حادثہ پیش آیا جس کی وجہ سے افسر ہوا باز ہلاک ہو گیا۔ اور دوسرے فرد کو سخت چوٹ آئی۔

جنگ اسپین میں اٹلی کی علانیہ شرکت

اور دیگر مختلف مقامات پر باغیوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو سرکاری فوج نے بڑی جوانمردی سے روکا اور دشمنوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ نیز سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ باغیوں کی فوج میں تین سیاہ پوش اٹلی کے دستے تھے اور جنرل میاجا نے کہا کہ یہ ہر ایک جنگ باضابطہ یورپین جنگ ہے۔ اور ہم اس وقت کھلے طور پر اٹلی سے جنگ کر رہے ہیں۔

راولپنڈی ابھی حال ہی اطلاع ملی ہے کہ صوبہ سرحد کے اکثر مقامات پر فوجیں بھیجی جا رہی ہیں۔ اور فوج میں کافی اضافہ ہو رہا ہے نیز فوج کی نقل و حرکت کچھ اس طرح ہو رہی ہے جس سے بدامنی کا اندیشہ ہے۔

سر آغا خاں مشرقی افریقہ میں ناخدائے باطنیہ سر آغا خان سونے سے تولے گئے جس کا وزن کل ۲۴۰ پونڈ ہوا اور آپنے تمام رقم فرقہ اسماعیلیہ کی ترقی و اصلاح کیلئے وقف کر دیا۔

ح، م

RG D.P.N.347 رجسٹرڈ پی نمبر ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر "مجلہ سلفیہ" لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلۂ سلفیہ

(۱۱) ح

مرتبہ

سید عبد الحفیظ سلفی

قیمت سالانہ عہ
قیمت ششماہی عہ

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

معاونین کرام سے
پانچ روپیہ (صہ)

جلد ۲ | بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

صورِ بیداری

مسلمانوں کی افسردگی پر بارہا آنسو بہائے جاچکے ہیں لیکن افسوس کہ ان میں ہنوز صحیح احساس پیدا نہیں ہوا ہے۔ توکل اور صبر کی بے معنی اور غلط تعبیروں نے انہیں کچھ اسطرح راہِ عمل سے علیحدہ کردیا ہے کہ اپنی زندگی کا احساس تک باقی نہیں، امارت وحکومت گئی، ریاست وزمینداری گئی لیکن بدہوشی کا وہی عالم ہے غفلت کا نشہ اب تک نہیں ٹوٹا ہے۔ ملک کس دور سے گزر رہا ہے اور اس میں کیا انقلاب ہو رہا ہے ہم اس سے بالکل بے خبر ہیں۔ آہستہ آہستہ ملک میں ایک نیا انقلاب ہو رہا ہے اس کے نتائج جس قدر خوش کن اور روح پرور ہیں اسی قدر مسلمانوں کی بے حسی اور بے عملی کی وجہ سے ان کے لئے مہلک اور خطرناک بھی ہیں۔ علاوہ ازیں کہ ہم اس انقلاب کے نتائج سے باخبر ہوں یا نہ ہوں لیکن جو ہونا ہے وہ ہو کر رہیگا۔ ابھی وقت نہیں گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے مقاصد کی اجتماعی طور پر تشکیل کریں اور قدموں کو آگے بڑھائیں۔ اب وقت نہیں ہے کہ دوسروں پر بھروسہ اور اعتماد کیا جائے، بلا شبہہ کچھ دنوں حکومت نے مسلمانوں کو ساتھ لیکر کام نکالا لیکن اب صورت حال غیر ہے۔ خود حکومت کی طاقت کمزور ہو رہی ہے۔ ملک میں ایک نیا دور شروع ہونے والا ہے اگر آپ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو آپ کو اٹھنا پڑیگا۔ اپنے تحفظ وبقا کی تدبیریں سوچنی پڑیں گی۔

مسلمانوں کے لئے اس وقت دو راستے ہیں ایک یہ کہ ہندوستان کی سب سے بڑی منتظم جماعت کانگریس کے ساتھ اشتراکِ عمل

کریں ورنہ بجائے خود ایک باعمل قومی انجمن کے ماتحت میدان عمل میں اتر آئیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وطنی حیثیت سے ہندو اور مسلمان دونوں ملکر راہ آزادی کی مہم کو سر کرتے لیکن بدقسمتی سے ہم ہندوستانیوں کا طغرۂ امتیاز اختلاف بنا ہوا ہے۔

کانگریس سے مسلمانوں کے تنفر کے مختلف اسباب بیان کئے جاتے ہیں لیکن میرے خیال میں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ارباب کانگریس نے مسلمانوں کو اس کے حالات سے بالکل بے خبر رکھا ہے۔ حالانکہ ہندوستان کی بین الاقوامی انجمن ہونے کی حیثیت سے اس کا فرض تھا کہ وہ مسلمانوں کو اپنے کوائف وحالات سے ہمیشہ باخبر رکھتی۔
کتنے افسوس کا مقام ہے کہ کانگریس کا کوئی ارگن اردو زبان میں شائع نہیں ہوتا ہی نہیں بلکہ کانگریس کی دفتری زبان خالص ہندی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اردو وہندی کو پہلو بہ پہلو جگہ دی جاتی۔ مسلمانوں کی تنفر کی اصلی وجہ یہی ہے کہ ارباب کانگریس نے تنگ نظری سے کام لیا ورنہ مسلمان جنگ آزادی میں سب سے پیش پیش رہتے کیونکہ آزادی انکا فطری حق ہے۔ مسلمان آزاد پیدا ہوا ہے بجز خدائے واحد کے کسی دوسرے کی غلامی اس کے مذہب میں روا نہیں شکر ہے کہ ارباب کانگریس نے ہندو مسلم اتحاد کی طرف اپنی توجہ مبذول کی ہے چنانچہ پنڈت جواہر لال نہرو اور بابو راجندر پرشاد نے اس کے متعلق بعض بیانات شائع کئے ہیں حقیقت بھی یہی ہے کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں ہندو مسلم اتحاد کے بغیر کامیابی غیر ممکن ہے اس لئے کانگریس کو چاہئے کہ سب سے پہلے ہندو مسلم اتحاد کی سعی کرے۔
معاصر اتحاد پٹنہ نے ہندو مسلم اتحاد پر تبصرہ کرتے ہوئے چند شرائط کا ذکر کیا ہے جو بہت مناسب ہے اور جس کو قبول کرنے میں کانگریس کو کسی قسم کا عذر نہ ہونا چاہئے۔ وہ شرائط یہ ہیں۔
(۱) کانگریس آزادی کامل کے مبہم فقرے کے بجائے فیڈرل پبلک (جمہوریہ ترکیبیہ) کو اپنا نصب العین قرار دے (۲) جمہوریہ ترکیبیہ ہند کی زبان اردو اور ہندی دونوں ہو اور دونو رسم الخط لازمی قرار دئے جائیں (۳) جن تجاویز سے اقلیتوں کے مذہبی یا سماجی حقوق پر برا اثر پڑتا ہو ان کی نسبت یہ طے پا جائے کہ اگر اقلیت بالاتفاق یا ⅔ کی کثرت آراء سے کسی ایسی تجویز کی مخالفت کرے تو وہ تجویز کسی حالت میں قانون نہ بن سکے۔

فسادات کا سلسلہ

بمبئی، اورنگ آباد اور شہسرام کے فسادات کو ابھی چند مہینے بھی نہیں گذرے ہیں کہ پانی پت اور ضلع پٹنہ علاقہ سیلاؤ موضع لہوئی سے نئے فسادات کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ہمارے ملک کی کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ آئے دن معمولی باتوں پر فسادات ہوتے رہتے ہیں کہیں مسجد اور کہیں باجے پر جھگڑا ہے تو کہیں رام نومی اور محرم کے جلوس باعث نزاع بنے ہوئے ہیں۔

پانی پت کے واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت قلندر صاحب کا مزار ہندوستان بھر میں مقدس اور متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ مزار کے سامنے ایک چوک ہے اس کے متعلق مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ وہ مزار کی جائداد ہے حکام نے ہندوؤں کو چوک کے اس حصے سے ہولی کا جلوس نکالنے کی اجازت دیدی مسلمانوں نے اسکو ناجائز قرار دیا اور پر امن طریقہ پر مزاحمت کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسلمانوں کا ایک دستہ زمین پر لیٹ گیا۔ ہندوؤں کا ایک جلوس باجا بجاتا ہوا پولیس کی نگرانی میں زمین پر لیٹے ہوئے مسلمانوں کو روندتا ہوا گزر گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کا دوسرا دستہ آگے بڑھا جس وقت یہ دستہ قریب آیا پولیس نے بغیر انتباہ کے گولی چلائی۔ رضاکار اٹھ کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن فائر کا سلسلہ بدستور جاری رہا اور تقریباً دو گھنٹہ تک وقتاً فوقتاً گولیاں چلتی رہیں۔ کیا ایسی صورت میں حکومت کا یہ فرض نہیں کہ جتنے حکام اور اشخاص نے فائرنگ میں شرکت کی ہے ان کے خلاف باقاعدہ کارروائی کرے۔

* * * * * * * * *

مارچ کے آخر ہفتہ میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ کی پنجاہ سالہ جوبلی غیر معمولی شان وشکوہ کے ساتھ منائی گئی۔ ۲۶ سے لیکر ۲۹ تک دن رات کانفرنس کے کئی شعبوں کے اجلاس ہوتے رہے۔ دو شعبوں میں مجھے بھی شرکت کا موقع ملا۔ ۲۸ مارچ کی صبح کو علیگڈھ پہنچ گیا تھا۔ صبح کے وقت شعبہ مدارس اسلامی میں شریک ہوا جس میں دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کی رپورٹ پیش کی گئی اور ایک مقالہ دیا گیا جو اس نمبر میں شائع ہوا ہے۔ شب میں "شعبہ اردو" کا اجلاس تھا جس کے صدر مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو حیدرآباد تھے۔ صدر موصوف نے اپنے خطبۂ صدارت میں سارا وقت لے لیا۔ مقالات اور تجاویز کیلئے بہت کم وقت بچا۔

پیش کردہ مقالوں میں دو کا انتخاب ہوا ایک علامہ سید سلیمان ندوی اور دوسرا اس ناچیز کا۔ دونوں مقالے پڑھے گئے .... ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں دونوں مقالے شائع ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ عالمانہ مقالوں اور فاضلانہ خطبوں کے لحاظ سے اجلاس کامیاب رہا لیکن افسوس ہے کہ تعلیمی زندگی کا کوئی مفید عملی پروگرام مرتب نہ ہو سکا۔

* * * * * * * * * *

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کی خصوصیات میں ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کے زیر اہتمام جلسہ عام ہوتا ہے جس میں نہ صرف مدرسہ کے طلبہ اور اساتذہ ملک کی مختلف ضروریات پر تقریریں کرتے ہیں۔ بلکہ ہندوستان کے مشاہیر علماء کو بھی دعوتیں دی جاتی ہیں چنانچہ حسب اعلان اس سال بھی یہ رسم نہایت شاندار طریقہ سے منائی گئی جس میں شہر کے رؤسا حکام اور عوام کے علاوہ اطراف وجوانب اور دور ونزدیک کے دیہاتوں سے بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔

عام طور پر جیسا کہ دستور ہے اس قسم کے پبلک جلسوں میں لوگ بطور خود اپنے خورد ونوش اور قیام کا انتظام کرتے ہیں، مگر دارالعلوم احمدیہ سلفیہ اس معنی میں ممتاز ہے کہ اس کے منتظمین عام پبلک کے نہ صرف قیام بلکہ خورد ونوش کا بھی انتظام کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی ہزاروں شرکائے جلسہ کے خورد ونوش اور قیام کا انتظام کیا گیا۔ اس سلسلہ میں یہ چیز زیادہ قابل لحاظ ہے کہ اتنے بڑے عظیم الشان جلسہ میں نظم ونسق قائم رکھنے، مہمانوں کو اسٹیشنوں سے قیام گاہ تک لانے اور لیجانے خورد ونوش کا انتظام کرنے اور ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بیرونی امداد کی مطلق ضرورت پیش نہیں آتی۔ تمام کام دارالعلوم کے لڑکوں نے برضا ورغبت اور بحسن وخوبی انجام دئیے۔

یہ دیکھکر پبلک کو سخت حیرت ہوئی تھی کہ مدرسہ کے وہ طلبہ جو چند منٹ پیشتر دسترخوانات پر لوگوں کے ہاتھ دھلا رہے ہیں۔ ایک ہاتھ میں جگ اور دوسرے میں گلاس لئے مہمانوں کو پانی پلا رہے

میں: بچھے ہوئے فرشوں کی شکنیں درست کر رہے ہیں۔ لوگوں کو قرینے سے بٹھا رہے ہیں اور ان کی جوتیاں سیدھی کر رہے ہیں۔ لیکن جب صدر کی جانب سے نام پکارے جاتے ہیں تو اسٹیج پر کھڑے ہو کر علماء کے پہلو بہ پہلو قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں بلند کر رہے ہیں، قرآن کے رموز بیان کر رہے ہیں، فصاحت وبلاغت کے دریا بہا رہے ہیں۔ فلسفہ وحکمت کے نکات بیان کر رہے ہیں اور اسٹیج سے اتر کر پھر اپنے کاموں میں مشغول نظر آتے ہیں۔

مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کو عام طور پر جلسہ عام میں سندیں دی جاتی ہیں اور دستار بندیاں کی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی دار العلوم کے ہر دو سنین ۱۳۵۴ھ ۱۳۵۵ھ کے بارہ فارغ التحصیل طلبہ کی مجمع عام میں دستار بندیاں کی گئیں اور انہیں سند فضیلت دی گئی جن کے نام درج ذیل ہیں۔

مولوی ابوالحسن دربھنگوی، مولوی ابوالقاسم دربھنگوی، مولوی ابوبکر مظفرپوری، مولوی عبدالرحیم راجشاہی۔ مولوی نیاز الدین مرشدآبادی (راقم الحروف) سید عبدالحفیظ گیاوی، مولوی مصلح الدین اعظم گڈھی مولوی شمس الحق دربھنگوی، مولوی عبدالخالق راجشاہی۔ مولوی عبدالودود گیاوی، مولوی زکریا دربھنگوی۔ مولوی عرفان مرشدآبادی۔

لڑکوں میں جذبۂ تقابل پیدا کرنے اور روح مسابقت بڑھانے کے لئے سالانہ امتحان میں پاس شدہ لڑکوں کو انعام بھی دئے جاتے ہیں چنانچہ اس سال بھی اوّل نمبروں میں پاس شدہ لڑکوں کو جلسہ عام میں قلمدان، فونٹین پن، چاقو وغیرہ تقسیم کئے گئے۔ ذیل میں انعام حاصل کرنے والے طلبہ کے نام درج ہیں۔

مولوی ابوالحسن، سید عبدالحفیظ، مولوی مصلح الدین، مولوی شمس الحق، محمد صدرالحق، محمد سالم، حافظ عبدالرحمٰن عظیم الدین، عبدالرحمٰن، اختر عالم، مظہر الحق، مظفر، ثناء اللہ، محمد ظہور، محمد ابراہیم، محمد نسیم، حافظ علی محمد، شعیب محمد عزیر، نعیم اللہ۔

تہنیت نامہ

بعالی خدمت فیض درجت جناب الحاج آنریبل مسٹر محمد یونس صاحب قائم قبضہ وزیر اعظم صوبہ بہار

من جانب دار العلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ

آنریبل مسٹر محمد یونس صاحب وزیر اعظم صوبہ بہار قلمدان وزارت ہاتھ میں لیتے ہی دورہ کیلئے روانہ ہوگئے اور اور سب سے پہلے شمالی صوبہ بہار کا دورہ کیا اور جہاں کہیں آپ تشریف لے گئے گورنمنٹ اور پبلک دونوں کی جانب سے آپ کا شایان شان استقبال کیا گیا۔

اس سلسلہ میں وزیر موصوف نے دربھنگہ کا بھی دورہ کیا جہاں انہوں نے متعدد سوسائٹیوں اور درسگاہوں کا بھی ملاحظہ کیا چنانچہ گزشتہ ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۳۷ء کو دار العلوم احمدیہ سلفیہ بھی تشریف لائے جہاں ان کے سامنے دار العلوم کی جانب سے مولانا سید محمد عثمان صاحب معتمد تعلیم نے مندرجہ ذیل ایڈریس پڑھا۔ ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے وزیر موصوف نے فرمایا کہ ان شاء اللہ دار العلوم کی باقی ماندہ ضروریات پر توجہ کی جائے گی۔ "ایڈیٹر"

عالیجناب! ہم طلبہ، اساتذہ اور منتظمین دار العلوم آپ کی اس کامیابی پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور آپ کی تشریف آوری کو اپنے لئے باعث صد فخر و مباہات سمجھتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ جس عہدہ جلیلہ پر آپ مامور ہیں اس کی ہر طرح آپ میں صلاحیت موجود ہے۔

جناب عالی! آپ کی دیرینہ خدمات جلیلہ اور علم نوازی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اپنی پرنم آنکھوں اور درد بھرے دل کے ساتھ ذیل کی معروضات پیش کرتے ہیں اور آپ کی ذات بابرکات سے توی امید رکھتے ہیں کہ ہماری حقیر معروضات کو شرف قبولیت فرمائیں گے۔

عالی جاہ! جس جگہ آج آپ تشریف فرما ہیں وہ ایک دینی درسگاہ ہے جس سے شب و روز قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں نہ صرف گونجتی ہیں بلکہ اضلاع ترہت جیسے ظلمتکدوں میں پھیل کر وہاں کے مسلمانوں کی علمی اور مذہبی تشنگی کا باعث ہوتی ہیں یہی وہ واحد مرکزی تعلیم گاہ ہے

جو گزشتہ بیس سال تک قائم ہے اور اپنی بیشمار خصوصیات میں دو سروں سے ممتاز ہے چنانچہ صوبہ کے تمام سابق وزراء تعلیمات اور تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ملاحظہ فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہے ہیں۔

جناب من یہ دارالعلوم صوری اور معنوی دونوں حیثیتوں سے صوبہ بہار میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ گزشتہ زلزلہ عظیم نے اس کی صوری شکل کو مسخ کر دیا۔ اور اس کی تمام عمارتیں منہدم کر دیں۔ یہی نہیں بلکہ اسکا تمام فرنیچر رہائش کا سامان اور ضروری چیزیں بھی اس کی نذر ہو گئیں۔ زلزلہ کے بعد سے جو تکالیف اور مصیبتیں سلسلۂ تعلیم طلبا کے قیام اور رہائش میں پیش آتی رہیں۔ ان کا بیان اندازہ سے باہر ہے۔ لیکن ہم ناشکر گزار ہوں گے۔ اگر اس موقع پر آنریبل جناب سر فخر الدین صاحب مرحوم و آنریبل جناب مسٹر عبد العزیز صاحب سابق وزیر تعلیمات صوبہ بہار کا شکریہ ادا نہ کریں جن کی مساعی جمیلہ سے مبلغ دس ہزار روپیہ درسگاہ کی تعمیر کے لئے گورنمنٹ سے منظور ہوا۔ امید قوی ہے کہ سال رواں کے اختتام سے پہلے درسگاہ کی عمارت مکمل ہو جائے گی۔

جناب عالی! اس میں کوئی شک نہیں کہ درسگاہ بن جانے کے بعد طلبا اور مدرسین کو بڑی حد تک آسانیاں ہو جائیں گی۔ مگر درسگاہ اور دارالاقامہ کے لئے فرنیچر کا ہونا بھی ازبس ضروری ہے۔ آپ کی ذات گرامی سے ہمیں قوی امید ہے کہ یہ کمی بھی بہت جلد پوری ہو کر رہے گی۔ اور اس طرح جب تک یہ دارالعلوم قائم رہیگا آپ کے ساتھ ہم غریبوں کی دعائیں شامل حال رہیں گی۔

آخر میں ہمیں ایک دفعہ اور اجازت دیجئے کہ آپ کی تشریف آوری کو ہم نیک فال سمجھ کر دلی مسرت و شادمانی کا اظہار کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس منصب جلیلہ پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آپ کا چشمۂ فیض ابدالآباد تک جاری رہے۔ آمین

مذاکرہ علمیہ کا عظیم الشان جلسہ

دار العلوم احمدیہ کے حاطہ میں مسلمانوں کا روح پرور نظارا

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریاسرائے دربھنگہ میں ہر سال مذاکرۂ علمیہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے جس میں مقامی اور غیر مقامی دونوں قسم کے لوگ علماء کے مواعظ حسنہ سننے کے لئے کافی تعداد میں جمع ہوتے ہیں۔ اور ہزاروں تشنگان دین دینی معلومات سے مالامال ہوتے ہیں چنانچہ اس سال بھی اس کا اجلاس ۳۱ مارچ و یکم اپریل کو منعقد ہوا اور ہر طرح کامیاب رہا۔

یہ جلسہ اس لحاظ سے بھی زیادہ کامیاب ہوا کہ اس میں مصر کے ایک فاضل ادیب استاد فتح اللہ آفندی انطاکی نزیل دربھنگہ نے عربی زبان میں تقریر کی جس کا ترجمہ مولانا سید محمد عثمان صاحب فاضل مصر معتمد تعلیم دارالعلوم نے اردو زبان میں کیا۔

فتح اللہ آفندی کی خبر سنتے ہی سارا شہر جلسہ گاہ کی طرف امنڈ آیا۔ اور نہایت بے تابی کیساتھ تقریر سننے کا انتظار کرنے لگا۔ تقریر شروع ہوتے ہی تمام جلسہ ہمہ تن گوش ہوگیا۔ اور ابتدا سے انتہا تک خاموش رہا۔ تقریر نہایت جوشیلی اور عبرت آموز تھی۔ تقریر کے بعد مولانا سید محمد عثمان صاحب موصوف نے کھڑے ہوکر اسکا اردو میں ترجمہ بیان کیا۔ جو اصل تقریر سے کسی حال میں کم موثر نہ تھا۔ حاضرین کا یہ عالم تھا کہ وہ ہمہ تن محو تھے۔ اور اس کے ہر ہر جملہ پر آنسو بہا رہے تھے۔

ناظرین کی دلچسپی کے لئے عربی تقریر کا اردو خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ "اڈیٹر"

میرے معزز اور مہربان کرمفرماؤ! میں اسوقت ایک مصری عرب کی حیثیت سے آپ کے سامنے اس لئے کھڑا ہوا ہوں۔ تاکہ آپ کے اس جذبہ کا اعتراف کروں جس جذبہ کو پیش نظر رکھ کر آپ نے مجھ ناچیز کو لب کشائی

کا موقع دیا ہے۔

حضرات اس موقع پر میں اپنے محترم بھائی جناب مولانا محمد عثمان صاحب کا شکریہ ادا کئے بغیر بھی رہ نہیں سکتا۔ جن کی مساعی جمیلہ سے مجھے آپ کے اس مہتم بالشان دینی اجتماع میں شرکت کا موقع ملا۔

حضرات قبل اس کے کہ میں اپنا موضوع شروع کروں۔ اپنے بھائیوں کے سامنے اس چیز کا اعتراف کرنا اپنے واجبات میں شمار کرتا ہوں۔ کہ ہندوستان کے تمام مسلمان اپنے عرب بھائیوں کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو ایک بھائی اپنے حقیقی بھائی کیساتھ کرتا ہے۔ اس لئے میں اپنی اور تمام عربوں کی جانب سے ہندوستان کے مسلمانوں کا اس دینی جذبہ محبت اور اخلاص کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسکا نیک بدلہ عطا فرمائے۔

حضرات! آپ کو جاننا چاہئے کہ آج سے پہلے عرب کی قوم دنیا کی تمام اقوام میں بلند پایہ شمار کیجاتی تھی۔ جس کی بلندی پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی زیادہ نمایاں تھی۔ جن میں ایسے ایسے بادشاہ اور شہنشاہ پیدا ہوئے جنہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کو روند ڈالا تھا۔ روند ہی نہیں ڈالا تھا۔ اس پر حکومتیں بھی کی تھیں۔ کیسی حکومت؟ ایسی حکومت جو عدل و انصاف پر قائم تھی۔ نیز ان کی حدود مملکت اتنی وسیع تھی۔ کہ اس کے سایہ عاطفت میں عرب اور عجم دونوں لالہ زار بنے ہوئے تھے۔ ان کے عدل و انصاف کے انسان ہی نہیں حیوان تک معترف تھے۔ اور اس کو اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے۔

شعر:۔ اگر کوئی مجھے اس بات کی بشارت دے کہ وہ دور زریں جو آج سے پہلے موجود تھا لوٹ آیا ہے۔ تو میں اس کا استقبال اس طرح کرونگا کہ اپنی جوانی کو اس پر قربان کرڈالوں گا۔

حضرات! مسلمانوں نے نہ صرف مشرقی ممالک پر حکومت کی بلکہ ان کا جھنڈا مغربی ممالک نیز اندلس پر بھی لہراتا تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے کس اولوالعزمی اور بہادری سے حکومت کی۔ بھائیو وہ اپنے طرز حکومت میں دنیا کی تمام حکمران قوموں سے ممتاز تھے۔ دنیا کی تمام محکوم قوموں کے ساتھ خواہ وہ عیسائی ہوں یا یہود، ہندو ہوں یا پارسی عدل و مساوات قائم رکھتے تھے۔

عربوں نے اندلس پر سال دو سال نہیں مدتوں

حکومت کی۔ ایسی حکومت جس کی نظیر پیش کرنے سے آج بھی دنیا قاصر ہے۔ ان کے عدل و انصاف اور ان کی رواداری کا یہ حال تھا۔ کہ ایک دفعہ ایک محکوم عیسائی نے ایک حاکم مسلمان کے لڑکے کو قتل کر دیا۔ اس خبر کے پھیلتے ہی اس عیسائی پر قیامت برپا ہو گئی۔ قریب تھا کہ اسکا سر تلوار سے قلم کر دیا جاتا۔ صورت حال کی نزاکت کو دیکھکر مقتول کے باپ نے فوراً اسکو اپنے یہاں بلایا۔ بہت ہی لطف و مدارات کے ساتھ پیش آیا۔ اور کچھ نقد دیکر اس سے کہنے لگا۔ تم اسی وقت روپوش ہو جاؤ۔ ورنہ ہماری قوم تمہیں زندہ نہ چھوڑیگی حالانکہ مقتول خود اسکا بیٹا اور اس کا جگر پارہ تھا۔ کیا اسکے بعد بھی دنیا عدل کی نظیر پیش کر سکتی ہے ؟ کیا اس سے زیادہ بھی رحم و کرم اور رواداری کی مثال پیش کی جا سکتی ہے ؟

اگلے مسلمانوں کا کیا حال تھا ؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ایک طرف وہ دین کی خدمتیں کرتے تھے۔ تو دوسری طرف رعایا پروری کا بھی انہیں خیال لگا رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کی رعایا آرام اور آسودہ حال کی زندگی بسر کرتی تھی۔

دور کیوں جاتے ہیں۔ صرف ایک ہارون الرشید کو لے لیجئے جسکا یہ حال تھا کہ وہ اکثر راتوں کو اپنے وزیر جعفر کے ساتھ بھیس بدلکر گھر سے باہر نکلتا تھا۔ کس لئے ؟ اس لئے کہ غریبوں، ناداروں، یتیموں اور بیواؤں کی امداد کرے۔ امداد کی شکل یہ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کا خلیفہ اور اس کا وزیر اپنے کاندھوں پر آٹا، چاول، دال، نمک کی بوریاں لئے راتوں کو غریبوں کے مکانوں کا چکر لگاتا۔ اور جس کو محتاج دیکھتا تھا۔ اُسے بقدر ضرورت دیتا تھا۔

شاہان اسلام کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ فرانس کے شارلمان جیسے بادشاہ کو خلیفہ کی دوستی پر ناز تھا۔ اور وہ ہر سال اپنے سفراکے ذریعہ خلیفہ کی خدمت میں تحفہ تحائف بھیجنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا تھا۔

مامون کا یہ حال تھا کہ رعایا کے مظالم کی خود بنفس نفیس فریادیں سنتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ دربار خلافت میں ایک ضعیفہ نے آکر فریاد کی۔ مامون نے جواب میں فرمایا بتاؤ ملزم کون ہے ؟ ضعیفہ نے جواب دیا۔ وہ تمہارے بائیں جانب بیٹھا ہے۔ یہ کہکر اس نے مامون کے بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔ مامون نے فوراً اپنے بیٹے کو کٹہرے میں کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ بڑھیا کی زبان تیز تھی وہ زور زور سے

سے پہنچنے لگی۔ دربار میں سے ایک نے کہا کہ آواز دھیمی کرو
یہ دربار خلافت ہے۔ مگر اس موت کو دربار کی پرواہ ابھی پسند
نہ آئی۔ اس نے جواب میں فرمایا کہ بڑھیا کو چلانے دو۔ روکو
نہیں۔ اس کے عوض اس بدنصیب سے کہو کہ وہ خاموشی کے ساتھ
اس کے سامنے کھڑا رہے۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کے خلاف
ضعیفہ کے حق میں فیصلہ کیا۔

بھائیو! حضرت عمر خطاب جیسا خلیفہ اب پیدا
ہونا مشکل ہے۔ جس نے اپنی تمام زندگی قوم و ملت کی خدمت
میں فنا کردی۔ غور کیجئے کہ آپ کی زندگی اور ایک معمولی
فقیر کی زندگی میں کیا فرق تھا؟ آپ کا دن رعایا کی دیکھ
بھال اور رات عبادت میں گذرتی تھی۔ اور جب نیند کا
غلبہ طاری ہوتا تھا تو اسی جگہ فرش خاک پر سو جاتے تھے۔
یہ اس شخص کا حال تھا جو مسلمانوں کا خلیفہ اور مشرق
کے ایک بڑے ٹکڑے کا مطلق العنان بادشاہ تھا۔

حضرات سلف صالحین اور رہنمایان اسلام کے مقدس
حالات بیان کرنے کے لئے دو چار گھنٹے نہیں ایک عمر چاہئے
دو چار کتابیں نہیں ضخیم مجلدات چاہئیں۔ بادی الامر میں
وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ضرور ہو گئے ہیں۔ لیکن ان
کا ذکر خیر پھولوں کی خوشبو کی طرح دنیا کو معطر کرتا رہیگا۔

شعر:- مکانوں کے دار رفتہ آثار پر کھڑے ہو کر پوچھو کہ اس
کے مکیں کہاں ہیں! اور پھر اپنی آنکھوں سے سیلاب
کی طرح آنسو بھی بہاؤ۔

ہاں ممکن ہے کہ تم کو ان کی تربتوں سے ان کی قیام گاہ
کا صحیح پتہ معلوم نہ ہو۔ لیکن تم ان کے اعمال و اذکار
سے ان کا پتہ ضرور معلوم کر سکتے ہو۔

گو دنیا کے تغیرات نے ان کا ذکر بھلا دیا ہے کس کا ذکر
اسکا ذکر جس کا نام آفتاب اور ماہتاب کی طرح
روشن تھا۔

افسوس موت کی چادر نے سب کو گمنامی میں لپیٹ لیا ہے۔
یہانتک کہ بزرگی اور عظمت بھی ان پر آٹھ آنسو بہاتی ہے

حضرات! افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلامی
سلطنتیں اس وقت فنا ہونا شروع ہوئیں جب مسلمانوں
نے دین کی طرف سے بے پروائی برتنا شروع کی۔ اور تقوی
وصلاح کو چھوڑ کر اتباع نفس کی طرف مائل ہونے لگے۔
نتیجہ کیا ہوا۔ ہ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مغلوب ہو گئے اور اغیار غالب

حضرات! گو ہم نے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر علماء
غرب اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ اسلام کا راز
قرآن میں پنہاں تھا۔ قرآن ہی سے ان کو عزت تھی۔

اسی سے ان کی عظمت تھی۔ پس اے میرے محترم بھائیو یاد رکھئے قرآن ہی قوت قاہرہ ہے۔ قرآن ہی قوت باہرہ ہے۔ ایسی قوت کہ جس نے اس کا ساتھ دیا۔ دین و دنیا دونوں جگہ کامیاب اور بامراد ہوا۔ اور جس نے اس سے منہ موڑا ہمیشہ کے لئے ناکام و نامراد رہا۔

لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا مستقبل اب روشن نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ عالم اسلام میں ایسی ہستیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جو مسلمانوں کو دین و دنیا دونوں کی طرف دعوت دے رہی ہیں۔ اور نہایت سرگرمی کے ساتھ اسلام کی عظمت کو دوبارہ بلند کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

آخر میں میں امید کرتا ہوں کہ آپ اسلام کے شجر کو شاداب رکھنے میں ممالک اسلام کے دوش بدوش چلنے کی کوشش کریں گے۔ والسلام۔

شاعر کا پیغام

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا؟
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہانگیری!
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں
براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں
تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے
حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!

ماخوذ از بانگ درا

سرزمین حجاز پر ایک سرسری نظر

مذکورہ بالا عنوان سے مولانا عبداللہ صاحب مصری کے سلسلہ مضامین گزشتہ چند ماہ سے ہمعصر "شیر" رنگون میں مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ مگر چونکہ یہ ٹکڑا نسبتاً اور ٹکڑوں سے زیادہ عبرتناک ہے جس میں مولانا موصوف نے مرحوم شریف حسین کی گزشتہ سرگرمیوں کا آغاز اور انجام دونوں دکھایا ہے اس لئے ناظرین کی دلچسپی کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ ابتدائی جملے اس لئے بے ربط معلوم ہوتے ہیں کہ اس کا تعلق پہلے سے آرہا ہے۔ ناظرین کرام اگر دماغ پر کسی قدر زور دیں گے تو تعلق خود بخود قائم ہو جائیگا۔

"اڈیٹر"

تجویز یہ تھی کہ شریف حسین کے جھنڈے کے نیچے شامی، عراقی، یمنی، نجدی اور فلسطینی عرب نوجوان اور اہل الرائے جمع ہو جائیں اور عربوں کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کریں۔ فرانسیسیوں اور انگریزوں کی اعانت سے ایک مرکزی حکومت قائم کردیں اور تمام عربی ممالک اسی کے سلسلہ میں منسلک ہو جائیں۔

میں نے اس کی مخالفت کی۔ میرے محترم دوست مولانا سید محمد عثمان مونگیری نے بھی میرا ساتھ دیا۔ اکثر عربی نوجوانوں سے ہماری خفیہ بحثیں ہوتی تھیں۔ عرب کہتے تھے کہ تم لوگ جب انگریزوں کی مخالفت کرتے ہو اور ان کے شکنجوں سے آزاد ہونا چاہتے ہو تو ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ ترکوں کے پنجوں سے آزاد ہو جائیں۔ ہم انہیں اس کی نوعیت بتاتے کہ تمہاری یہ آزادی نہیں ہے بلکہ خطرناک قسم کی غلامی کا پیش خیمہ ہے۔ جسے غلطی سے تم آزادی سمجھ رہے ہو۔ کبھی یہ بحث بہت تلخ صورت اختیار کر لیتی۔ عرب کہتے یہ تمہارے جذبات ہیں تمہیں عربوں کی امنگوں کی کیا خبر۔ وغیرہ وغیرہ ہم کہتے تم جذبات میں اندھے ہو رہے ہو۔ اور اپنے ہاتھوں

اور پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہو۔

بحث اکثر بے نتیجہ ہوتی مگر ایک دوسرے کے اخلاص پر کسی کو شبہہ نہ ہوتا۔

کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ مکہ میں بغاوت ہوگئی اور بیرونی قوتوں سے بھی کام لیا گیا۔ شریف کی امداد کے لئے خزانے کھولدئے گئے اور مصر سے بھی عارضی طور پر فوجیں اور توپ خانے بھیجے گئے۔ ترکوں نے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ اور حرم کی حرمت کو اخیر دم تک قائم رکھا۔ شریفیوں کی بعض توپیں حرم میں بھی نصب تھیں۔ ترکوں نے یہاں حرم کی حرمت کے خیال سے گولہ باری سے احتراز کیا۔ بالآخر انہیں تسلیم ہوجانے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس موقعہ پر شریفیوں نے جو مظالم ترکوں پر کئے ہیں۔ وہ تاریخ میں کبھی فراموش نہ ہوں گے انسانیت ہمیشہ ان پر شرمائے گی۔ اور اخوت منہ چھپائیگی۔

بغاوت کے بعد عرب کے تمام باغی نوجوان حجاز میں سمٹ کر چلے آئے۔ تمام ساحلی علاقوں پر عملاً انگریزوں کی عملداری تھی۔ استاذی شیخ الاسلام علامہ سید رشید رضا مرحوم بھی اس زمانہ میں حج کے لئے گئے تھے۔ اور مولانا سید محمد عثمان مونگیری بھی۔ حج کے علاوہ ایک بڑا مقصد شریف حسین سے ملنا تھا۔ اور انہیں یوروپین ڈپلومیسی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنا تھا۔ مرحوم نے اپنا فرض پوری طرح انجام دیا۔ اور مولانا سید محمد عثمان صاحب نے بھی جان توڑ کوشش کی مگر ان کے نیک مشوروں کا کچھ زیادہ اثر نہیں ہوا۔ کیونکہ مرحوم شریف حسین کے تمام حالی موالی اور مشیر کار انگریزوں کے زیر اثر تھے۔ اور انہیں کے اشاروں پر چل رہے تھے۔

استاذی مرحوم کی آخری رائے یہ تھی کہ خیر جو ہوا سو ہوا۔ ترکوں سے جلد مصالحت کی شکل نکال لی جائے۔ یا کم از کم ان کے خلاف حجاز سے باہر کوئی جارحانہ اقدام نہ کیا جائے۔ اور انگریزوں کو بھی کوئی مدد نہ دی جائے بلکہ اس عالمگیر جنگ میں غیر جانبدار رہ کر دونوں سے فائدہ حاصل کیا جائے اور اندرونی طور پر اپنے آپکو مضبوط کیا جائے۔ شریف حسین مرحوم کو یہ حکمت عملی پسند نہیں آئی اور انہوں نے پوری قوت سے انگریزوں کی حمایت میں ترکوں کا مقابلہ کیا۔

بعد کے نتائج سے دنیا واقف ہے جب اتحادیوں کو کامیابی ہوئی اور عرب کے حصے بخرے کر لئے گئے۔ اس وقت شریف حسین کی آنکھیں کھلیں مگر اب حالات بدل

چکے تھے۔ مرحوم شریف حسین دونوں انگریزوں کو ان کے مواعید یاد دلاتے رہے بعد میں عقبہ اور عمان تک پہنچنے پر قانع ہو گئے مگر انگریزوں نے ان کا یہ مطالبہ بھی منظور کرنے یا اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دونوں علاقے شرق اردن سے متعلق ہیں اور شرق اردن کی ٹھیکہ داری بیگ اور امیر عبداللہ انگریزوں کو مل گئی ہے۔ عقبہ عمان اور حجاز ریلوے کا معاملہ آخر تک حل ہونا تھا نہ ہوا اور مرحوم شریف حسین میں اور انگریزوں میں کوئی قطعی سمجھوتہ نہ ہو سکا وجہ یہ بھی تھی کہ جب ابن سعود نے حجاز پر حملہ کیا تو انگریزوں نے شریف حسین کا ساتھ چھوڑ دیا مکہ کے لوگ بھی شریف حسین سے ناخوش تھے۔ نجدیوں کا سوائے طائف کے کہیں معقول مقابلہ نہیں ہوا۔ طائف میں بھی شریف علی کے حامیوں نے نجدیوں کا ساتھ دیا۔ اور شریفیوں سے انتقام لیا۔ شریف مکہ کے حامیوں کی شکست کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ خود اہل حجاز شریف حسین کے حامیوں کے خلاف ہو گئے۔ کچھ غیر جانب دار رہے اور کچھ نجدیوں کی حمایت میں لڑے شریف حسین نجدیوں کے حملوں کی تاب نہ لا کر فرار ہو گئے۔ اور انگریزوں کی اسیری میں جان بحق تسلیم ہوئے ان کی دولت بھی انگریزوں کے ہاتھ لگی۔

مرحوم شریف حسین کے بعد ان کے صاحبزادے شریف علی نے جدہ میں کچھ مقابلہ کیا۔ مگر زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ نجدی کامیاب ہو گئے۔ جدہ کے بعد پورے حجاز پر آسانی سے قبضہ ہو گیا۔

زبانِ فارسی

از سید اختر عالم متعلم جماعت اولیٰ عربیہ

مذاکرۂ علمیہ کے گزشتہ سالانہ اجلاس منعقدہ یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کی نیچی جماعتوں کے طلبہ نے جو تقریریں کیں وہ عموماً پسند کی گئیں لیکن ان میں جناب مولانا سید محمد عثمان صاحب کے خلف اکبر برادرم سید اختر عالم سلمہٗ کی تقریر خصوصیت کے ساتھ سنی گئی اور بیحد پسند کی گئی۔ پسندیدگی کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ تقریر فارسی زبان میں تھی اور اتنی صاف اور شستہ تھی کہ معمولی لیاقت کا آدمی بھی سمجھ رہا تھا نیز طرز ادا بھی خطیبانہ تھا اور دوران تقریر میں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی کہنہ مشق مقرر تقریر کر رہا ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

"اڈیٹر"

جناب صدر و حاضرین مجلس!

من یک طفل کوچک ام و تا حالا عمرم از دوازدہ سال تجاوز نہ کردہ است لیکن حکم از مسند صدارت صادر شدہ است کہ بزبان فارسی چیزے حرف بزنم۔ ظاہر است کہ زبانم زبان فارسی نیست۔ نیز این زبان حالا در ہند ہم رائج نیست۔ ہنگام تکلم اصلاً خطا سر زد خواہد شد لہٰذا امید دارم کہ از زیور اصلاح و درستگی نواختہ شود جناب من! زبان فارسی کہ دریں ایام در مدارس و کالجہائے ہندوستان تحصیل و تدریس میشود بعینہ ہماں فارسی است کہ عصر سلاطین تیموری یعنی سہ چہار قرن پیشتر رائج بود و دریں مدت تغیرے دراں واقع نہ شد و ہماں ترتیب سابق جار یست حالانکہ زبانیکہ دراں ایام جاری بود موافق اصطلاح جاریہ ہما عصر بود۔ و اورا ابداً مشابہت بفارسی امروزہ ایران نہ داشتہ بہمیں جہت ہر کس کہ چندیں سال وقت عزیز خود را بمصرف تحصیل ایں زبان صرف

کنند تا و [illegible] تحریر [illegible] شود [illegible] است.

هنگامی که یک نفر [illegible] سوال شود که آیا فارسی را به چه قصد میخوانید؟ جواب خواهد داد که چون فارسی زبان شیرین است میخوانیم [illegible] تقویت زبان اردو ممکن [illegible] فارسی که تحصیل [illegible] ایران است.

بعضی ها [illegible] فارسی هندوستان از دو [illegible] تغییر [illegible] نمایند بسهولت ممکن است [illegible] مال قدیم بوده [illegible] تغییر داده [illegible] درسی ایران با تغییر و تبدیل [illegible] در مدارس [illegible] اجرا کرده اند [illegible]

فارسی باید از اشخاص انتخاب کنند که با وضاع تعلیمات امروزه واقف شوند و از اصطلاحات جاریه و سیر تحریر و تکلم فارسی امروزه آگاه باشند تا محصلین بسهولت بیاموزند.

در [illegible] خصوص من دارالعلوم احمدیه سلفیه را [illegible] خالی [illegible] از دیگر مدارس [illegible] بیشتر [illegible] بسایه جناب دکتور سید محمد فرید [illegible] عزیز [illegible] جناب مولانا سید محمد عثمان معتمد تعلیمات [illegible] راه ترقی گامزن است. خدا عمرش دراز [illegible] و فیضش را عمومیت بخشد که همه طالبان علم [illegible] حقیقت از چشمهٔ او سیراب شوند.

این قدر گفته من مرخص میشوم و رجا دارم که عزیزان طالبان علم را از دعای خیر یاد دارند.

عربی مدارس کے نظامِ تعلیم و نصاب کی اصلاح کی ضرورت

از سید عبدالحفیظ سلفی "ایڈیٹر"

یہ مقالہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۲۸ مارچ کو علیگڈھ میں پیش کیا گیا۔

جناب صدر و معزز حاضرین! مجھے بے حد مسرت ہے کہ آج آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی پنجاہ سالہ جوبلی کا اجلاس علیگڈھ میں منعقد ہو رہا ہے۔ اور اس کے ارباب دانش نے مذکورہ بالا موضوع کی طرف بھی توجہ کی ہے۔ پچھلے دنوں جتنی بے التفاتیاں اس کے ساتھ کی گئیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ جب تک ہماری توجہ خصوصیت کے ساتھ اس طرف مبذول نہ ہوگی، مدارس اسلامیہ جمود میں پڑے رہیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آئندہ نسلیں بجائے فائدہ حاصل کرنے کے اپنی مذہبی خصوصیات کو کھو بیٹھیں گی۔ جیسا کہ میدان سیاست میں عدم توجہی اور بد ذوقی نے ہمیں دوسری ترقی یافتہ اقوام سے بہت پیچھے کر دیا ہے۔

حضرات کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ مدارس اسلامیہ حقیقی معنوں میں اسلامی تعلیم کے مراکز اور اسی کے ذمہ دار ہیں۔ پس اگر اسلام کی صحیح تعلیم سے انہیں عاری رکھا گیا اور ابتداہی سے روح اسلام ان سے سلب کر لی گئی تو پھر عام مسلمانوں کی دینی تعلیم کی نشر و اشاعت کی کیا صورت ہوگی؟ اور آئندہ ایسے افراد جن کے ہاتھوں میں قوم و ملت کی مذہبی باگ ہوگی کیسے پیدا ہو سکیں گے۔ دینی تعلیم کے نقائص کو دور کرنے اور اس کی صحیح رہبری کیلئے ہمیں "زمانہ وسطی" نہیں "قرون اولی" کی مثال سامنے رکھنا چاہیئے۔ اور اسی کی روشنی میں نصاب تعلیم میں تغیر و تبدل کرنا چاہیئے۔ موجودہ نصاب تعلیم میں جب تک تغیر نہ کیا جائے گا نتیجہ خاطر خواہ پیدا نہیں ہو سکے گا۔

جیسا کہ ہم آئے دن مشاہدہ کرتے ہیں کہ دینی تعلیم کا ہو سے فراغت کے بعد بھی طلبہ میں کوئی نمایاں امتیاز پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند مختصر معروضات پیش کرتا ہوں امید کہ ان پر غور فرمائیں گے۔

(۱) عربی مدارس کے نصاب تعلیم میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں ابتدا سے انتہا تک قدیم منطق اور فلسفہ کی کتابوں پر زور صرف کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح بلا وجہ طلبہ کے قیمتی اوقات کو ضائع کیا جاتا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں مدارس کے نصاب سے منطق و فلسفہ قدیم کی کتابیں بالکل خارج کر دی جائیں۔ اگر بعض کتابیں رکھی جائیں تو صرف اصطلاحات جاننے کیلئے ورنہ اس کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ فلسفہ قدیم تو اس دور میں بالکل لاحاصل شی ہے جس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا ہے۔ ہاں منطق کچھ مفید ہے مگر جہاں تک فن کا تعلق ہے موجودہ نصاب کی کتابیں اس کمی کو پورا نہیں کرتی ہیں خصوصاً متاخرین کی کتابیں جن سے بحث و مباحثہ جنگ و جدال اور تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ فن کے مسائل کافی روشنی نہیں ڈالی جاتی صرف قال اقول اور ما لہ وما علیہ میں ساری عمر ختم ہو جاتی ہے بعض حضرات اگر کسی وجہ سے منطق کی بعض کتابیں نصاب میں لازمی قرار دینا چاہیں تو ایسی حالت میں صرف متقدمین کی کتابیں داخل نصاب کی جاسکتی ہیں۔ لیکن فلسفہ قدیم کی کتابیں کسی حال میں مفید نہیں۔ اُن کی بجائے اگر جدید فلسفہ و سائنس کی کتابیں رکھی جائیں تو کہیں بہتر ہے۔ ان میں سے بعض کتابوں کا ترجمہ اردو اور عربی میں ہو چکا ہے انہی کتابوں پر اکتفا نہ کی جائے۔ ضرورت کے وقت مزید کتابوں کے تراجم بھی عربی مدارس کو مہیا کئے جائیں۔

(۳) عربی مدارس میں تاریخ و جغرافیہ، اقتصادیات، سیاسیات اور نفسیات وغیرہ کی طرف بالکل توجہ نہیں کی جاتی ہے۔ حالانکہ ان پر خصوصیت کے ساتھ زور دینے کی ضرورت ہے اور ان کتابوں کی اردو میں کمی بھی نہیں ہے۔

(الف) تاریخ کے ہر دور سے لڑکوں کو روشناس

کرانا چاہیئے، بالخصوص تاریخ اسلام پر کافی توجہ مبذول کرنا چاہیئے اور اس میں خصوصیت کے ساتھ قوموں کے عروج وزوال، ترقی و انحطاط پر روشنی ڈالنی چاہیئے۔

(ب) ایسی تاریخیں نہیں پڑھائی جائیں جس سے آپس میں نفاق و انشقاق پیدا ہو۔

(ج) جغرافیہ میں طبعی پر کم اور ملکی جغرافیہ پر زیادہ توجہ کرنا چاہیئے اور خاص کر ہندوستان کے جغرافیہ پر زور دینا چاہیئے۔

(د) اقتصادیات، سیاسیات اور نفسیات کی تعلیم بھی از بس ضروری ہے خصوصاً نفسیات پر زور دینا زیادہ بہتر ہے۔ ان فنون کی بعض کارآمد کتابیں اردو میں ترجمہ بھی ہو چکی ہیں۔

(۳) مدارس میں ابتداہی سے ایسی تعلیم دی جاتی ہے کہ طلبہ میں نفاق و تنگ نظری کا مادہ پیدا ہونا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کی آیتوں اور حدیث کے الفاظ میں اپنے خیال کے مطابق بلاوجہ تاویلیں کرنے لگتے ہیں، اس میں ہر مذہب کے مدارس برابر ہیں۔ اس الزام سے کوئی بھی بری نہیں۔ اس لئے طلبہ کو شروع ہی سے ایسی تعلیم دینا چاہیے کہ ان میں تنگ خیالی پیدا نہ ہو، بلکہ تحقیق و جستجو، تفحص و تلاش کا مادہ پیدا ہو بیکار اور لایعنی مباحث سے تنگ نظری کے علاوہ وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔

(۴) گو موجودہ نصاب میں ادبیات بھی کسی قدر ہیں لیکن وہ ناکافی ہیں، ان سے طلبہ کی استعداد میں نمایاں فرق نہیں پیدا ہوتا ہے۔ ادب کی کتابیں بہت زیادہ پڑھائی جائیں۔ کیونکہ اس سے نہ صرف علوم عربیہ کے سمجھنے میں آسانی ہوگی بلکہ فہم قرآن وحدیث میں بھی سہولت پیدا ہوگی۔

(۵) عربی مدارس کے طلبہ مدتوں تعلیم میں لگے رہنے کے بعد بھی اپنے کو مفید نہیں بناتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ طریقہ تعلیم صحیح نہیں ہے۔ عربی تعلیم کا نصاب چھ سات سال سے زیادہ کا نہ ہو کیونکہ آج کل انسان کی عمر طبعی کے لحاظ سے ایسا سہل اور آسان نصاب ہو جو کم مدت میں ختم ہو سکے۔ اگر تمام عمر تعلیم ہی حاصل کرنے میں صرف ہوگئی تو پھر اس سے کیا فائدہ ہوا۔ اپنی زندگی کسی طرح

بسر بھی ہو گئی تو اہل و عیال کی زندگی کی کیا صورت ہوگی۔

(۶) صرف و نحو کی تعلیم میں قدر ضرورت سے بہت زیادہ ہی تاکید ہے۔ صرف اتنے مسائل پڑھائے جائیں جن کو صرفی و نحوی غلطیوں سے بچنے کے لئے جاننا ضروری ہے [illegible] کافی ہیں [illegible] موجودہ کتابیں [illegible] فضول اعتراضات و جوابات کا مجموعہ ہیں اور [illegible] سے [illegible] وقت اسی میں ضائع کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کتابوں سے کبھی بھی علم صحیح حاصل نہیں ہوتا۔

(۷) مدارس سے نکلنے کے بعد علماء صرف [illegible] کی امامت اور مدرسوں کی مدرسی کے کام کے رہ جاتے ہیں۔ اگر کسی نے کچھ ترقی کی اور اپنے اندر کچھ کتابیں پڑھانے کی صلاحیت بھی پیدا کرلی تو صرف مدرسہ کی چار دیواری کے اندر رہکر مخصوص کتابیں پڑھا سکتا ہے اور بس۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مدارس میں فنون کے علاوہ صنعت و حرفت اور تجارت کے کام (مثلاً خیاطی، نجاری، آہنگری، زرگری یا جوتہ سازی وغیرہ) بھی سکھلائے جائیں تاکہ طلبہ مدرسہ سے نکلنے کے بعد بالکل بیکار اور پیٹ کی خاطر دوسروں کے دست نگر نہ ہوں بلکہ اپنی روزی میں وہ کسی کے محتاج نہ ہوں۔

(۸) طلبہ کو ورزش اور کھیل کود کی بھی تاکید کرنی چاہئے تاکہ ان میں چستی پیدا ہو اور سستی دور ہو۔ ورزش ہی کی کمی کے باعث ہمارے علماء کی صحت خراب رہتی ہے۔ اعصاب کی قوت رفتہ رفتہ کم ہو جاتی ہے۔

(۹) مدارس میں باہم کچھ اس قسم کے اصول رائج ہونے چاہئے کہ اگر ایک جگہ کے طلبہ دوسری جگہ جانا چاہیں تو اس وقت برے بھلوں کی تمیز کی جاسکے۔ موجودہ صورت میں اگر تعلیم میں کہیں سختی کی جاتی ہے تو وہ جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا ہے۔ اس طرح بدشوق لڑکے آسانی کے ساتھ ادھر سے ادھر مارے پھرتے ہیں اور مدارس کی بدنامی کا باعث ہوتے ہیں۔

(۱۰) اخلاق کی کتابیں بھی پڑھائی جائیں اور

کی ترغیب کیلئے علماء اور اکابر کی تقریریں بھی ہوں تاکہ طلبہ کے خیال وسیع سے وسیع تر ہوں اور صحیح معنوں میں ان پر عمل بھی کریں۔ صرف تقریر اور کتاب پر اکتفا نہ کیا جائے۔ بلکہ عمل کی ترغیب بھی دینی چاہیے۔ مثلاً چند لڑکوں کا حلقہ بنا کر شہر کے بعض محلوں میں بھیجا جائے تاکہ وہاں کی حالتوں کا اندازہ کریں اور [illegible] معذوری تو [illegible] ہمیشہ [illegible] ساتھ اخلاق سے پیش آئیں۔

(۱۱) جہاں تک ممکن ہو مدارس کو سلطنت کی دست برد سے بالکل دور رکھا جائے کیونکہ مشروط اعانت (ایڈ) لینے سے تعلیم کا حقیقی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اور جس قسم کی تعلیم آپ چاہیں گے نہیں دے سکتے۔ ہر ہر قدم پر آپ کو حکومت وقت کا دست نگر رہنا پڑے گا۔ جیسا کہ عام طور سے دیکھا جاتا ہے۔ کہ مشروط اعانت لینے والے مدارس میں تعلیم کی اصلی روح مفقود ہوتی ہے۔ [illegible] تعلیم پر کوئی اثر نہ ہو مضائقہ نہیں ہے۔ [illegible] باتوں میں جامعہ عربیہ دینی [illegible]

[illegible] کہ اس [illegible] ساحل مقصد نے اس کو ابھی تک حکومت کے ہاتھوں میں نہیں جانے دیا اپنی ہی محنت و جانفشانی سے اس کو چلا رہے ہیں۔

(۱۲) طلبہ میں تحریر و تقریر کا مادہ بھی پیدا کیا جائے۔ مقابلہ کے مضامین لکھائے جائیں۔ تقریریں کرائی جائیں۔ اخبار و رسائل پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔ ملک کی سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، مذہبی اور ادبی حالات سے ان کو باخبر رکھا جائے۔

(۱۳) کثیر مدارس میں لڑکوں کے کھانے کا بھی انتظام ہے مگر بعض مدارس میں یہ ہوتا ہے کہ بجائے اس کے لڑکوں کو ایک جگہ بیٹھا کر کھانا کھلایا جائے۔ لڑکے اپنا کھانا باورچی سے مانگ کر لے آتے ہیں۔ اس سے خیالات میں دنائت اور پستی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے چاہیے کہ تمام لڑکے دستر خوان پر بیٹھ کر ایک جا کھانا کھائیں۔ اس صورت میں بہت سے فائدے ہوں گے۔

انگریزی مدارس میں مذہبی تعلیم

انگریزی مدارس میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مذہب [illegible] اسلام کی [illegible]

ہو نہ باقی۔ اس لئے ہمارے وہ طلبہ جو اسکول سے
نکلتے ہیں ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی ہے کہ مذہب
اسلام کے بنیادی مسائل کیا ہیں۔ مذہبی تعلیم کیلئے
ہفتہ میں صرف ایک گھنٹہ (پیریڈ) رکھا گیا ہے
جو بالکل ناکافی ہے۔ وہ بھی ہفتہ وار ہی امتحان
کی نذر ہو جاتا ہے۔ غرضکہ اسکول میں مذہبی تعلیم
کا کوئی باقاعدہ نظم نہیں ہے۔ اور نہ کوئی اس کا
پرسان حال ہے۔ اس کے علاوہ دہشت کی تعلیم ہونے
کی وجہ سے ہم اپنے بچوں کو اسلام کی صحیح تعلیم دینے
سے مجبور ہیں اس لئے سب سے پہلے یہ کرنا چاہئے کہ
مسلمانوں کو موجودہ سلطنت سے یہ حق حاصل
ہو کہ مسلمانوں کی تعلیم کا الگ انتظام کیا جائے
کیونکہ جب تک تعلیم الگ نہ ہوگی اور اپنے طور پر
نصاب بنا کر مسلمان تعلیم نہ دیں گے۔ اس وقت
تک حقیقی تعلیم اور حقیقی فائدہ نہیں ہو سکتا ہے
ہاں جب تک یہ صورت نہ ہو اس وقت تک
مذہبی تعلیم کیلئے زیادہ وقت رکھا جائے تاکہ قرآن
و احادیث کا ترجمہ اور عام باتیں کافی طور پر
طلبہ کے ذہن نشین کرائی جا سکیں۔

جذبہ محبت

محمد ہادی حسن متعلم شکرپوری دربھنگوی متعلم مدرسہ احمدیہ سلفیہ

میں کار پر سوار ایک بڑے اور پُر خطر بیابان سے گزر رہا تھا۔ موٹر آہستہ چل رہی تھی شوفر میرے پیچھے بیٹھا تھا اور میں ڈرائیوری کا کام انجام دے رہا تھا۔ دفعتاً سامنے سے ایک فینس (پالکی) آتی ہوئی دکھائی دی پیچھے ایک سوار تھا میں نے ہارن بجایا جس سے مسافر ایک طرف کو ہو گئے۔

جب میری کار فینس کے قریب آئی تو اس سے آہ و بکا اور "میں مظلوم ہوں" کی صدا سنائی دی میں نے موٹر کی رفتار دھیمی (slow) کر دی اور کان لگا کر سننے لگا۔ مجھے یہ سنکر تعجب ہوا کہ سوار کرخت آواز میں کہہ رہا تھا۔

"خبردار! ذرا بھی کوئی بات منہہ سے نکالی تو خیریت نہیں" میں سمجھ گیا کہ یہ ڈاکو ہیں جو یقیناً کسی دوشیزہ کی عصمت دری کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے فوراً موٹر روک لی۔ اور نیچے اتر کر فینس کے قریب گیا۔ اور کہاروں سے کہنے لگا "فینس روکو" کہار ٹھٹک گئے لیکن معاً سوار میرے سامنے آکر یوں گویا ہوا۔ "تم کون ہو؟ اور کیوں بیجا مداخلت پر تیار ہو گئے؟" جواب میں میں نے کہا "میں ایک انسان ہوں کسی انسان کو مصیبت میں گرفتار دیکھکر اس سے نجات دلانا میرا فرض ہے" میرا یہ جواب سنکر وہ غصہ سے بھر گیا۔ اور دفعتاً چلا اٹھا "بہادرو! اسے بھی گرفتار کر لو۔ قیامگاہ پہنچ کر اسے اس کی مداخلت کا مزہ چکھاؤنگا" میں نے جوش میں آکر کہا "خبردار! ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا" اتنا کہکر میں ایک طرف مڑا اور انہیں میں سے ایک کی تلوار چھین کر لڑنا شروع کر دیا ——— میری اس جراءت پر سردار کو غصہ اور تعجب ہوا۔ فوراً اس نے اپنی جیب سے پستول نکالا اور میری

طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "کہو اب بھی اپنی بہادری پر نہیں نازاں؟" میں نے بیساختہ جواب دیا "ہاں ابھی تک مظلوم کی امداد کر......" ابھی اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ فائر کی آواز ہوئی اور سردار گھوڑے سے نیچے آ رہا۔ مرتے وقت بھی اس نے سفاکی نہیں چھوڑی اور ریوالور کا کھٹکا دبا دیا۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے ساتھی ہی کو نشانہ بننا پڑا اور میں بال بال بچ گیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرا شوفر ہاتھ میں پستول لئے کھڑا تھا ــــ اس کی دھمکی کی آواز سنکر تمام کہار جو دراصل ڈاکو تھے فینس رکھ کر فرار ہو گئے۔

میں نے فینس کے قریب جاکر آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا لیکن میں خاموش نہیں رہا۔ رک رک کر تسلی بخش لہجہ میں آواز دیتا رہا۔ لیکن جب میری پیہم آوازیں کچھ اثر پذیر نہ ہوئیں تو پردہ ہٹانے پر مجبور ہو گیا۔ مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ ایک پندرہ سالہ لڑکی بیہوش پڑی ہے۔ اس کے لال لال ہونٹ خشک ہیں چہرے کا رنگ مارے خوف و ہراس کے زرد پڑ گیا ہے۔ اشارہ پاتے ہی شوفر کار سے پانی لایا اور میں نے چھڑکنا شروع کیا۔ اس طرح میں اس کو ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر میں نے اسکا نام پوچھا۔ اس نے جواب میں "رفیقہ" کہا میں نے اس سے ڈاکوؤں کے پنجے میں گرفتار ہونے کی وجہ پوچھی تو وہ اس طرح گویا ہوئی "میں اپنے باغ میں سیر کر رہی تھی۔ دفعتہً چند آدمی دیوار پھاندکر اندر گھس آئے قبل اس کے کہ چیخ سکوں انہوں نے میرا منہہ بند کر دیا پھر مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں اور کیوں لئے جا رہے ہیں؟ میں اشرف علی صاحب رئیس انور گڑھ کی لڑکی ہوں۔ آپنے مجھ پر اور میرے والدین پر بڑا احسان کیا۔ جو کبھی نہیں بھولا یا جاسکے گا۔ میں شاید کبھی بھی اس احسان عظیم کا بدلہ ادا نہیں کرسکوں گی"۔ تو میں نے جواب میں کہا "احسان نہیں یہ میرا فرض تھا جو میں نے پورا کیا"۔ اور میں نے اس سے کہا کہ خاتون آپ پریشان نہ ہوں۔ ابھی آپ کو میں آپکے گھر پہنچا دیتا ہوں۔ پھر ہم لوگ موٹر میں بیٹھے اور انور گڑھ کی طرف روانہ ہو گئے۔

سچ پوچھئے تو وہی وقت ہماری لازوال محبت کا آغاز ہوا لیکن دونوں اپنی باتوں سے اسے ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے تھوڑی دیر میں ہم انور گڑھ پہنچ گئے۔

رفیقہ بیگم کی گمشدگی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ تمام لوگ پریشان تھے گھر میں صف ماتم بچھا تھا جس وقت ہم پہنچے سب کے سب دوڑ پڑے اور واقعہ سنکر میرے قدموں پر گر پڑے بالخصوص اشرف صاحب مجھ پر پروانہ کی طرح نثار ہونے لگے۔ انہوں نے میری حد سے زیادہ مہمان نوازی کی، شکریہ ادا کیا چند دنوں انور گڑھ میں مقیم رکھا اس دوران قیام میں رفیقہ مجھ سے بے تکلف اور آزانہ ملتی اور باتیں کرتی تھی۔

ایکدن مجھے اپنے گھر کا خیال ہوا میں نے رفیقہ سے بھی اس کا تذکرہ کیا۔ وہ معصوم صورت بنا کر کہنے لگی۔ "گھر جاکے کیا کروگے؟ بیوی بچے تو ہیں نہیں جن کی پوجا کروگے۔" اس کے اس جملہ سے مجھے کچھ رنج ہوا پھر بھی میں نے جی کڑا کرکے کہا۔ "نہیں! نہیں! میں ضرور جاؤنگا مجھے روکنا فضول ہے۔" میرے اس اصرار پر رفیقہ نے اپنی غمگین صورت بناکر کہا "- اور میں" پھر وہ فوراً بات کاٹ کر کہنے لگی "کیا یہ تمہارا گھر نہیں ہے؟ تم یہیں رہو ورنہ مجھے بھی ساتھ لے چلو" اتنا کہکر اس نے اپنی نظریں نیچی کرلیں۔ یہ تو میں پہلے ہی سے جانتا تھا بچہ تو تھا نہیں پھر تجاہل عارفانہ اور آزمائش کے طور پر کہنے لگا۔

"یہ تم نے کیا کہا؟ تمہارے مقابلہ میں تو میں ایک غریب شخص ہوں، میرے ہاں تمہیں آرام کہاں نصیب ہوگا۔" رفیقہ نے میری گھڑی کی زنجیر سے کھیلتے ہوئے کہا "میں کہتی ہوں کہ نصیر! تم نہ جاؤ ورنہ میری زندگی تلخ ہو جائے گی۔" اس کے اس جواب میں کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اور مجھ سے بھی ضبط نہیں ہو سکا۔ میں نے بھی اقرار کرلیا کہ اچھی رفیقہ! میں اب نہیں جاتا ہوں۔" پھر کچھ دن اسیطرح گزر گئے۔ یہ سب پر واضح ہو چکا تھا کہ نصیر اور رفیقہ کی آپس میں محبت ہے، مگر اب تک میری غربت کا حال کسی پر ظاہر نہیں ہوا تھا اور نہ اس کے متعلق کسی نے مجھ سے پوچھا تھا۔ سب مجھے رئیس زادہ ہی سمجھتے تھے۔ ایک دن میں نے رفیقہ سے کہا کہ کچھ دنوں کے لئے میرا مکان جانا ضروری ہے۔ میں جلدی ہی واپس آجاؤنگا۔" گرچہ رفیقہ کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ پھر بھی میری دلشکنی اسے منظور نہیں تھی جبراً اس نے اجازت دیدی اور جلد آنے کی تاکید کی۔

میں چند مصروفیتوں کی وجہ سے ایکماہ تک مکان ٹھہر گیا گرچہ رفیقہ کے خطوط روز پہنچتے اور حالات سے مطلع ہوتا رہتا پھر بھی ملاقات کیلئے پریشانی

تھی۔ اس درمیان میں اشرف علی صاحب کو میری غربت کی خبر ہو گئی اور مزید حالات کیلئے انہوں نے ہمارے گاؤں میں چند اشخاص بھیجے جس سے انہیں میری غربت کا پورا حال معلوم ہو گیا کہ مالی حیثیت سے ان کا داماد بننے کے لائق نہیں ہوں۔ اسی بنا پر انہوں نے رفیقہ کی شادی کیلئے کسی کو زبان بھی دیدی۔

—— میں اب اس گڑھ میں پہنچ چکا تھا شادی کی ایک طویل تاریخ بھی قرار ہو چکی تھی میں نے پہلے اشرف صاحب سے ملاقات کی۔ انہوں نے پہلے تو میری خیریت پوچھی پھر اس طرح فرمانے لگے "رفیقہ کی شادی ہونیوالی ہے جس میں آپ کی شرکت ضروری ہے کیوں اس میں شریک رہیں گے نا؟" میں اس جملہ کو سنکر چونک پڑا میرے جسم میں بجلی کوند گئی۔ میں نے پہلے تو اسے خواب تصور کیا مگر پھر جب مجھے اپنی بیداری کا ثبوت مل گیا تو دل سے آواز آئی "یہ ہو نہیں سکتا کہ رفیقہ میرے جیتے جی کسی دوسرے کی بیوی بنے"۔ میں انہیں الجھنوں میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا کہ رفیقہ آن پہنچی۔ میں نے اس سے معمولی ملاقات کی اور فوراً ہی دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ چونکہ اس کی شادی اب کسی اور سے ہونیوالی تھی اس لئے میری ملاقات اور اُس طرح کی راہ و رسم جس طرح پہلے تھی اس سے قائم رکھنا اس کی بدنامی کا باعث ہوتی۔

رفیقہ سے میں آخری ملاقات کرنے گیا اور اتفاق سے تخلیہ میں ملاقات ہو گئی۔ وہ مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔ اور میں اسے سمجھا رہا تھا لیکن وہ کب سمجھنے والی تھی۔ آخر وہ اس طرح گویا ہوئی "گو میں مجبور کی جا رہی ہوں مگر یاد رکھو کہ میں تمہاری لونڈی ہوں اگر تم مجھے چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ گے تو یقیناً میری شادی کا گھر میری موت سے ماتم کدہ بن جائیگا" میں نے مکرر اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا آخر اس سے الگ ہو کر میں اسی گاؤں میں اپنی زندگی کے نہ کٹنے والے دن گزارنے لگا۔ میں رفیقہ کو بھلانے کی ناکام کوشش کرتا۔ مگر آہ! اسکو کیا کروں کہ جتنا بھلاتا اتنا ہی زیادہ وہ یاد آتی۔

دوسرے دن اس کی برات آنیوالی تھی آنکھیں کب یہ روح فرسا نظارہ دیکھ سکتی تھیں؟ اس سے خیال ہوا کہ کسی گمنام جگہ میں جا کر زندگی کے بقیہ دن گزار دوں۔ بقول غالب ؎

چلئے اب ایسی جگہ رہئے جہاں کوئی نہ ہو
رازداں کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو

میں نے ارادہ کر لیا کہ جہاں بھی قسمت لے چلے کل صبح سویرے کی ٹرین سے روانہ ہو جاؤں گا۔ سرشام ہی میں نے اسباب سفر درست کر لیا اور ابھی چائے پی رہا تھا کہ ایک نوجوان شخص میرے کمرے میں اجازت لیکر داخل ہوا اور کہنے لگا "میں ایک خانماں برباد شخص ہوں اور آج ہی شہر میں داخل ہوا ہوں اس لئے پریشان ہوں اگر آپ میری مدد فرمائیں تو مشکور ہونگا"۔ اس کی آواز سے محبت ہی ٹپک رہی تھی اس کی ہر صدا میرے دل میں سرور پیدا کر رہی تھی اس کے اندر مقناطیسی اثر تھا جو مجھے اس کی جانب بڑھنے پر مجبور کر رہا تھا آخر میں نے ضبط سے کام لیکر جواب دیا "میرے اجنبی دوست! میں زندگی سے بیزار ہوں، کسی دوسری جگہ جا رہا ہوں اگر آج تم میرے ساتھ رہو تو میں ہر طرح تمہارا ہمدرد ثابت ہونگا لیکن کل سے تمہیں اکیلا ہی رہنا ہوگا"۔ فوراً ہی اس نوجوان نے جواب دیا "اگر کوئی وجہ مانع نہیں تو مجھے اپنے ساتھ رکھئے گا میں ہر طرح کی خدمت کیلئے تیار ہوں"۔ بہت اچھا میرے دوست اچھا تو اب تم اپنا نام بھی مجھے بتاؤ۔ انہوں نے جواب میں رفیق کہا میں یہ نام سنکر متفکر ہو گیا کیونکہ رفیقہ یاد آ گئی۔ اجنبی دوست نے تفکر کی وجہ پوچھی میں نے خاموشی سے ٹال دیا اور دونوں صبح کی ٹرین کا انتظار کرنے لگے۔

ہم دونوں اب بمبئی پہنچ چکے تھے۔ ایک مکان کرایہ پر لیکر رہنے لگے۔ میرے دوست نے ایک ہزار ۱۰۰۰ کا نوٹ میری میز پر رکھدیا اور کہنے لگا اسے اپنے خرچ میں لاؤ۔ مجھے حیرت ہوئی آخر میں بی۔ اے پاس تھا۔ شہر میں ملازمت کی تلاش کرنے لگا کوشش کامیاب ہوئی اور ایک جگہ تین سو ۳۰۰ ماہوار کی مجھے مل گئی اب کیا تھا ہم دونوں نہایت آرام کی زندگی گزارنے لگے۔

ایکدن دونوں چائے پی رہے تھے کہ رفیق نے ایک اخبار اٹھاتے ہوئے پڑھا "۱۹ اگست سن رواں کو اشرف علی صاحب رئیس انور گڑھ کی لڑکی دفعتہً غائب ہو گئی۔ پولیس تفتیش میں ہے لیکن سراغ نہیں ملتا اور یہ واقعہ اس روز کا ہے جس روز ہم لوگ انور گڑھ سے آئے ہیں"۔ میں نے چائے کی پیالی رکھدی اور

رفیق سے اخبار چھینتے ہوئے پڑھنے لگا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے گو میں نے ضبط کی بہت کوشش کی مگر کیا کرتا ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں؟
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں؟

رفیق متحیر ہو کر میری طرف دیکھنے لگا اور وجہ پوچھنے لگا میں نے اسے ؎

"نہ سنو! میرے نالے ہیں درد بھرے"

ٹرخانا چاہا لیکن رفیق کے پیہم اصرار نے مجھے اپنی داستان المناک کے بیان کرنے پر مجبور کر دیا۔ آخر میں نے اپنی داستان کچھ ایسے انداز میں سنائی کہ رفیق دیر تک روتا رہا۔ میں رفیقہ کے یکایک گم ہو جانے پر بہت پریشان تھا عجیب عجیب خیالات دماغ میں چکر لگا رہے تھے ——— اس واقعہ کو ایک ماہ ہوگیا لیکن رفیقہ کی کوئی خبر نہیں ملی ایک صبح کو جبکہ ہم دونوں چائے پی رہے تھے کہ رفیق نے ٹائمز کا ایک پرچہ بڑھاتے ہوئے کہا "اس میں ایک نہایت ہی اہم خبر ہے آپ جب تک دیکھیں میں بھی آتا ہوں" اخبار دیکھتے دیکھتے ایک موٹی سرخی "خودکشی" پر میری نظر پڑی میں جلد جلد اسے پڑھنے لگا لکھا تھا۔

خودکشی

"ایک معتبر شخص نے اطلاع دی ہے کہ ایک لڑکی جسے "کسی" کے جذبِ محبت" نے گھر سے بھی نکلنے پر مجبور کر دیا تھا آخر اس نامراد نے کل اپنی زندگی سے تنگ آ کر اپنے آپ کو سمندر کی موجوں کی آغوش میں دیدیا۔ البتہ ڈوبتے وقت اس کی زبان سے گلوگیر آواز میں "نصیر" سنا گیا تھا پھر وہ پانی میں غائب ہوگئی۔ پولیس بھی اسے اس وقت دامِ اجل سے نہ چھڑا سکی۔

"نامہ نگار"

یہ پڑھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، آواز بدل گئی اور میری زبان سے بیساختہ نکلا۔ بیشک میں رفیقہ کا خونی ہوں، میں مجرم ہوں، میری ہی وجہ سے اسنے اپنی جان دی ہے حیف! میں نے اس کی خبر کیوں نہ لی؟ میں کھڑا تھا پاؤں لڑکھڑا رہے تھے، طاقت رخصت ہو چکی تھی، نہ معلوم کتنی دیر تک پڑا رہا جب ہوش آیا تو دیکھا کہ رفیقہ کھڑی مسکرا رہی ہے اور اشاروں سے بلا رہی ہے ——— میں آگے بڑھا

میں نے اسے اپنی گرفت میں کر لیا لیکن جب غور سے دیکھا تو مکان کا پایہ پکڑے کھڑا تھا۔ میں تصورات میں گم تھا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ معًا مجھے ایک خیال پیدا ہوا دوڑ کر الماری کے پاس گیا اس سے ایک چمکتی ہوئی ریوالور جو میں گذشتہ سال اسی کام کیلئے لایا تھا نکالا پھر اس کے بوسے لئے پھر میز پر بیٹھکر ذیل کا خط لکھا

"مائی ڈیر دنیا میں میری سب سے عزیز شے کے ہمنام رفیق! خوش رہو۔ امید ہے کہ مجھے معاف کر دوگے، میں نے خودکشی کر لی کیونکہ جس لڑکی نے میری خاطر ہاں! ہاں! میری وجہ سے اپنی عزیز جان گنوا دی تو تم ہی انصاف کرو مجھے کیا لازم ہے آہ! جس امید پر میری زندگی تھی! جس کے لئے میں جی رہا تھا وہ تو مٹ چکی! مٹ چکی! بھلا اب میں کس کے لئے جیوں خیال کرو میرے دوست اچھا آخری سلام قبول کرو! خدا حافظ"

شہید آرزو

"نصیر"

میں نے اسے لکھکر میز پر رکھدیا پھر پستول ہاتھ میں لیکر اس طرح گویا ہوا "او خدا! مجھے معاف کرنا! اے رفیقہ! میں تجھ سے ابھی ملتا ہوں۔

میں مل جاؤں تجھ سے یہی آرزو ہے
یہی دل کی حسرت یہی جستجو ہے

تیری روح میرے بغیر مضطرب و پریشان ہو گی ہاں! گھبرا رہی ہوگی" یہ کہکر میں نے ریوالور کی نال اپنے سینے کی طرف کر دی اور چاہتا تھا کہ کھٹکا دباؤں کہ پیچھے سے آواز آئی "ٹھیرو نصیر"!

میں نے مڑ کر دیکھا تو رفیقہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے اسے اسکی روح سمجھکر کہا "رفیقہ! اسانہ مجھے پھر نسانی ناپ میں متشکل ہو کر دھوکا دینا چاہتی ہو؟ لیکن میں تو تم سے حقیقی معنوں میں ملنا چاہتا ہوں اکیلے گھبرا گئی ہو لو ابھی تم سے ملتا ہوں" اتنا کہکر میں نے پھر ریوالور کی نال اپنے سینے کی جانب کر دی اور اسکا کھٹکا دبانے ہی کو تھا کہ ایک نازک ہاتھ نے میرے ہاتھ کو جھٹکا دیا پستول کا کھٹکا دب چکا تھا لیکن گولی میری بغل سے نکل گئی اور جسے میں نے روح سمجھ رکھا تھا اس نے کہنا شروع کیا "گھبراؤ نہیں نصیر! ابتک میں زندہ ہوں ۵ ۔} کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی ھ

ھ میں وہی تمہارا شریف دوست "رفیق" نہیں "رفیقہ" ہوں میں نے ہی اخبار کے نامہ نگار کو جھوٹی اطلاع دی تھی اور اس نے بھی میری جھوٹی اطلاع کو * صحیح سمجھکر شائع کرا دیا۔

خلاصہ کارروائی جلسہ سالانہ

جمعیۃ علمائے سلفیہ [illegible] - دربھنگہ

۲۱ اپریل کو دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے طلبائے قدیم کی جمعیۃ کا عظیم الشان اجلاس دارالعلوم کے وسیع صحن میں منعقد ہوا اجلاس کا افتتاح تلاوت کلام مجید سے کیا گیا۔ اس کے بعد سکریٹری صاحب کی جانب سے رپورٹ پیش کی گئی۔ صدر اجلاس مولانا عبدالغفار صاحب صادقپوری نے اپنی صدارتی تقریر میں سامعین کے لئے مفید معلومات کا اضافہ کیا۔ نیز مولانا عبدالمالک صاحب سلفی نے مسئلہ بیکاری پر ایک پر مغز اور جامع و مانع تقریر کی۔ آخر میں مندرجہ ذیل مفید تجاویز پیش کی گئیں جو باتفاق آرا قرار پائیں اور جنکی نقل بذریعہ تار اخبارات پریس وائسرائے ہند چانسلر وائس چانسلر پٹنہ یونیورسٹی اور وزیر تعلیمات کے پاس بھیجدی گئیں۔

تجاویز پاس شدہ (۱) جمعیۃ علماء سلفیہ کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ صوبہ بہار کی یونیورسٹی میں جو تجویز قرار پائی ہے کہ تعلیم ہندوستانی زبان میں دیجائے اس میں ہندوستانی کا لفظ مبہم ہے اس لئے اس کی وضاحت کردیجائے کہ مسلمانوں کیلئے تعلیم اردو زبان میں دیجائے جو ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے۔

(۲) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ مدارس عربیہ کے طلبہ کو بی این ڈبلیو ریلوے میں وہی مراعات حاصل ہوں جو انگریزی مدارس یا ملحقہ مذہبی مدارس کے طلبہ کو عام ریلوے میں حاصل ہیں۔ (۳) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ جس طرح انگریزی مدارس کے فارغ التحصیل یعنی میٹرک اور بی اے پاس کو کونسل اور اسمبلی میں رائے دہندگی کا حق حاصل ہوتا ہے اسی طرح مدارس عربیہ کے سند یافتوں کو بھی حق ہو خواہ وہ گورنمنٹ کے ملحقہ مدارس کے تعلیم یافتہ ہوں یا ہندوستان کے کسی مشہور مدرسہ کی سند ان کو حاصل ہو۔ (۴) یہ کانفرنس گورنمنٹ برطانیہ کے اس جارحانہ اقدام پر جو اس نے اعراب فلسطین اور سرحد کے باشندوں کے ساتھ کیا ہے سخت احتجاج بلند کرتی ہے اور یہ تجویز کرتی ہے کہ ہندوستانی مسلمان اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتے جب تک اعراب فلسطین اور سرحدیوں کا خاطر خواہ فیصلہ نہ کیا جائے۔ (۵) کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کی مجلس علماء میں جمعیۃ کا بھی نمائندہ ہو۔ (۶) یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ دارالعلوم کا مطبوعہ نصاب تمام علمائے سلفیہ کی خدمت میں بھیجدیا جائے تاکہ وہ اس کے متعلق اپنی رائے سے جمعیۃ کو مطلع کر سکیں اور ایک کمیٹی بنائی جائے جو مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم پر غور و خوض کر کے جمعیۃ کو اس کے نتائج سے مطلع کرے۔ (۷) یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ اضلاع ترہت کے مدارس اہل حدیث کو منظم کیا جائے اور اس کا مرکز دارالعلوم احمدیہ سلفیہ قرار دیا جائے۔ تمام مدارس اہلحدیث میں جو اضلاع ترہت میں واقع ہیں ایک ہی نصاب جاری کیا جائے۔ (۸) یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ ایسے فارغ التحصیل علماء سلفی ہوں جو بیکار رہتے ہیں ان کے وسائل معاش کی ہر ممکن کوشش کی جائے خواہ اخبارات میں اعلانات کے ذریعہ خواہ بزرگان علماء سلفی کی ذاتی مساعی جمیلہ کے ذریعہ (”ایڈیٹر“)

R.D.P.N.347 رجسٹرڈ پی نمبر ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

قابل توجہ عریضہ

"مجلہ سلفیہ" کا یہ تیسرا سال ہے تین سال کی مدت میں جو علمی، مذہبی، اخلاقی، اجتماعی اور سیاسی خدمات اس نے انجام دی ہیں وہ قوم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ قوم اس کی خدمات کا اعتراف اور اسکی نشوونما اور شادابی کی ہر ممکن کوشش کرتی مگر افسوس کہ قوم کی توجہ اس کی سرسبزی کیطرف کماحقہٗ مائل نہیں ہے۔ حالانکہ اگر ہر معاون زیادہ نہیں صرف ایک ہی شخص کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتا تو اس کی اشاعت دوگونی ہو جاتی۔

بلا شبہہ ابتدا میں جیسا کہ ہر نئے کام کا قاعدہ ہے مجلہ مذکور پابندی کے ساتھ ناظرین کرام کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا مگر بفضلہ اب گزشتہ تمام خرابیاں دور ہو چکی ہیں اور کسی قسم کی کوئی شکایت باقی نہیں رہی ہے ہر ماہ کی آخر تاریخوں میں نہایت پابندی کے ساتھ بوقلموں مضامین اور گوناگوں معلومات کا یہ گلدستہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش ہوتا رہتا ہے، اس لئے میں اپنے ان کرمفرماؤں سے یہ کہنے کی جراءت ضرور کروں گا جن کے ذمہ چندہ باقی ہے یا جو کسی وجہ سے اب تک اسکا بقایا ادا کر نہ سکے ہیں وہ براہ مہربانی گزشتہ اور حال دونوں رقمیں بے باق کر کے نہ صرف دفتر کو شکریہ کا موقع دیں گے۔ بلکہ اس طرح مجلہ کو قائم رکھنے میں معین و مددگار بھی ہوں گے۔

اس سلسلہ میں میں اپنے محترموں کا قیمتی وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ انہیں چند الفاظ پر اپنی اپیل ختم کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میری اس اپیل پر ضرور توجہ کی جائے گی۔

"منیجر"

معاونین کرام سے
پانچ روپیہ (صہ)

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عہ
قیمت ششماہی عہ

جلد ۲ بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۳۷ء نمبر ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

خدا کا شکر ہے کہ اس نمبر پر مجلہ کا دوسرا سال کامیابی کے ساتھ تمام ہوا ہے۔ یہ بارہواں نمبر قارئین کرام کی پیش خدمت ہے۔ مجلہ اپنی جس بے بضاعتی اور بے سروسامانی کے ساتھ ملک و ملت کی خدمات انجام دے رہا ہے وہ ارباب نظر پر مخفی نہیں۔ مجلہ کا مقصد کبھی بھی جلب زر نہیں بلکہ مسلمانوں کے اندر دینی حرارت اور طلبہ میں علم و ادب کا صحیح ذوق پیدا کرانا ہے۔ ہماری دلی آرزو یہ ہے کہ مسلمان دنیا میں پھر اسی عزت و ثروت کے ساتھ زندگی بسر کریں جس طرح ہمارے اگلوں نے گذاری ہے اسی لئے اس رسالہ کا اجرا عمل میں آیا اور اسے "سلف" کی طرف منسوب کیا گیا۔

ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ مجلہ ابھی اس معیار پر نہیں پہنچا جو ہمارے دل و دماغ میں ہے ہم چاہتے ہیں کہ مجلہ کو ایسے معیار پر لے آئیں کہ کم سے کم اسے ہندوستان کے رسائل میں امتیازی شان حاصل ہو۔ اس کے لئے ضرورت یہ ہے کہ اس کے صفحات دوگنے کر دیئے جائیں اور ملک کے مشاہیر اہل قلم کے مضامین سے اسے زینت دی جائے۔ لیکن یہ صورت اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ اس کے سالانہ چندہ میں بھی دوگنا اضافہ کر دیا جائے۔ رسالہ کے سرپرست اور قدردان اکثر متوسط طبقہ کے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ قیمت میں اضافہ کر دینے سے ہم ان کی سرپرستی سے محروم ہو جائیں۔ لہٰذا اس کا آسان حل یہ ہے کہ ناظرین اس رسالہ کو اپنا رسالہ سمجھکر اپنے حلقۂ اثر میں لوگوں کو اس کی خریداری پر آمادہ کریں۔

تعجب یہ ہے کہ ہندوستان کے اکثر رسائل جن میں سوائے افسانوں کے اور کچھ نہیں ہوتا ہزاروں کی تعداد میں چھپتے اور

شائع ہوتے ہیں۔ کیا مسلمانوں کی نظر میں مجلہ سلفیہ کی وقعت ان سے بھی کم ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ محض ہماری کوتاہی اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ناظرین کرام ہماری گزارش پر توجہ فرمائیں گے۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ اس کے خریدار اس قدر ہو جائیں کہ اس کی قیمت نصف کر دی جائے اور صفحات میں بھی اضافہ کر دیا جائے۔

پٹنہ یونیورسٹی

پٹنہ یونیورسٹی نے اپنی ایک کمیٹی میں قرارداد پاس کی تھی کہ آئندہ سے غیر ہندوستانی زبان کی جگہ ہندوستانی زبان ذریعۂ تعلیم قرار دی جائے۔ یونیورسٹی مذکور کی یہ قرارداد قابل صد تحسین و ستائش ہے لیکن اس میں "ہندوستانی" کا لفظ جس قدر مبہم ہے ارباب نظر پر مخفی نہیں۔ کیونکہ ہندوستان میں بہت سی زبانیں رائج ہیں۔ مثلاً اردو، ہندی، بنگالی، مرہٹی، گجراتی وغیرہ وغیرہ اب ایسی صورت میں سوال یہ ہوتا ہے کہ ہندوستانی زبان سے مقصود کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستانی زبان سے مقصود "اردو" ہے کیونکہ اردو کا نام کسی زمانہ میں ہندوستانی بھی رہ چکا ہے لیکن متعصب الخیال حضرات نے ہندوستانی کی تشریح ہندی سے کی ہے۔ اس مبہم لفظ سے سب سے بڑی خرابی مسلمانوں کے لئے یہ ہوگی کہ اگر وہ ہندوؤں کے پرائیوٹ اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو ان کے لئے ذریعۂ تعلیم ہندی زبان ہوگی جس میں سنسکرت کے غیر مانوس الفاظ استعمال کئے جا رہے ہیں اور جن کا سمجھنا مسلمان بچوں کیلئے دشوار ہے۔ اگر اس وقت پرائیوٹ اسکولوں سے یہ درخواست کیجائے گی کہ مسلمان بچوں کو اردو میں تعلیم دی جائے تو اس وقت انہیں ٹکا سا جواب ملیگا کہ ہندی بھی ہندوستانی زبان ہے۔ اس وقت مسلمان اپنا منہ لیکر رہجائیں گے۔ اسی لئے مسلمانوں نے یونیورسٹی سے درخواست کی کہ اس مبہم لفظ کی تشریح کر دیجائے۔ چنانچہ جمعیۃ علمائے سلفیہ بہار کے ایک اجلاس منعقدہ در بھنگہ (اولڈ بوائز ایسوسی ایشن آف دار العلوم احمدیہ سلفیہ) کے سالانہ جلسہ میں یہ تجویز باتفاق آراء قرار پائی کہ اس لفظ کی توضیح کر دی جائے...... اس تجویز کا خلاصہ بذریعہ تار گورنر، وزیر تعلیم اور وائس چانسلر پٹنہ یونیورسٹی کے پاس بھیجا گیا۔ اس کے علاوہ اردو، انگریزی کے اکثر اخبارات میں اس کی مفصل کارروائی شائع ہوئی ہے۔ جمعیۃ کا تار سنڈیکیٹ کی میٹنگ میں پیش کیا گیا۔ اس کے متعلق جو تجویز قرار پائی اس کی اطلاع یونیورسٹی کی جانب سے سکرٹری جمعیۃ کو دیگئی جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سنڈیکیٹ کی میٹنگ منعقدہ ۲۳ اپریل ۱۹۳۶ء کی کارروائی کا خلاصہ ۵۸۲

مورخہ ۷ مارچ ۱۹۳۶ء کا تار جو سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن لہریا سرائے سے آیا تھا، پڑھا گیا جس میں درخواست کی گئی ہے کہ سینٹ کی دفعہ نمبر ۱۳ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۳۶ء میں جو ریزولیشن پاس کیا گیا ہے کہ "ہندوستانی" کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے اس کی تشریح کر دی جائے۔

سنڈیکیٹ میں یہ تجویز قرار پائی ہے کہ چونکہ ابھی تک پاس شدہ ریزولیشن گورنمنٹ کی جانب سے منظور نہیں ہوا ہے اسلئے اس کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔

پٹنہ یونیورسٹی ہیوٹ ۵۲

۷ مئی ۱۹۳۶ء　　　اسسٹنٹ رجسٹرار

یہ نہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ یونیورسٹی کا یہ جواب کس حد تک تشفی بخش ہے۔ جب یہ تجویز بہار گورنمنٹ سے باضابطہ منظور ہو جائے گی اور بل کی سرحد کو عبور کرکے ایکٹ کی صورت اختیار کرے گی تو پھر اس کی تشریح کس طرح کی جائے گی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارباب یونیورسٹی نے اس تجویز پر غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ اور مذکورہ بالا جواب دیکر اپنی عصبیت کا زندہ ثبوت دیا۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے کسی قوم کے حقوق کی پامالی ہوتی ہو بلکہ یہ تجویز سب کے لئے مفید ہے۔ اس لئے ہم یونیورسٹی سے یہ درخواست کریں گے کہ وہ جلد سے جلد اس ترمیم کو منظور کرکے اس راہ میں سہولت پیدا کرے۔

مولانا عبید الرحمن صاحب عمرپوری کی ذات گرامی سے دنیائے علم کا بچہ بچہ واقف اور روشناس ہے۔ آپ کے زیر اہتمام ایک دار العلوم دہلی میں "جامع اعظم" کے نام سے قائم ہے جس میں علوم مشرقیہ کے علاوہ بقدر ضرورت علوم مغربیہ سے بھی روشناس کرایا جاتا ہے اور غیر مستطیع طلبہ کے قیام و طعام کا بھی نظم ہے۔ امید ہے کہ تشنگان علوم مولانا موصوف کے اس فیض سے سیرابی حاصل کریں گے۔

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ میں ایک ترک گورنر

کی

علمی، ادبی، اجتماعی اور تاریخی تقریر

مسلمانان دربھنگہ کی خوش قسمتی ہے ہزایکسلنسی جناب مصطفیٰ فاضل پاشا بیک سابق گورنر اسکندریہ (مصر) گزشتہ دو ہفتہ تک مولانا سید محمد عثمان صاحب فاضل مصر کی قیام گاہ پر فروکش رہے۔ دوران قیام میں گورنر موصوف نے یہاں کی متعدد اسلامی درسگاہوں کا معائنہ کرکے وہاں کے طلبا، اساتذہ اور منتظمین کو بیش بہا علمی اور اجتماعی معلومات سے سرفراز فرمایا اور مولانا موصوف کی درخواست پر مجمع عام میں تقریر کرنے کا بھی وعدہ فرمایا۔ چنانچہ گزشتہ ۲۸ اپریل ۱۹۳۷ء کو بعد مغرب مدرسہ احمدیہ سلفیہ کے وسیع صحن میں گورنر موصوف کی عربی زبان میں ایک بصیرت افروز تقریر ہوئی جس کا ترجمہ تقریر کے ساتھ مولانا محمد عثمان صاحب موصوف فرماتے گئے جس میں عام پبلک کے علاوہ مدارس عربیہ اور اسکولوں کے تقریباً ایک ہزار طلبہ اور اساتذہ نے شرکت کی، اور صوری اور معنوی ہر لحاظ سے جلسہ کامیاب رہا۔

ایسے مہتم بالشان جلسوں کے لئے ہمیشہ ہفتہ دو ہفتہ پہلے سے انتظام کیا جاتا ہے۔ مگر اس اجلاس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ جلسہ کے انعقاد سے دو گھنٹہ پہلے نہ پبلک کو اس کی اطلاع تھی اور نہ خود طلباء دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کو اس کی خبر تھی۔ نماز عصر کے بعد مولانا موصوف نے مدرسہ کے طلبہ کو روک کر اس طرح دلکش لہجہ میں اس کی اطلاع دے کر تنظیم کار کر دی کہ مغرب سے پہلے پنڈال، اسٹیج، فرش، میز کرسی، بنچیں اور روشنی وغیرہ تمام چیزیں مکمل تھیں اور دیکھتے دیکھتے تمام پنڈال اس طرح بھر گیا کہ تل

رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ عوام سے زیادہ خواص اور تعلیم یافتہ طبقہ نے اس میں شرکت کی چنانچہ ایک طرف اگر مدارس کے طلبہ اور اساتذہ رونق افروز تھے تو دوسری طرف باہر کے سیکڑوں وکیل و بارسٹر اور کچہری کے حکام بھی شریک تھے جن میں حسب ذیل حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ جناب مولوی محمد شفیع صاحب بارایٹ لا (صدر جلسہ) جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مہتمم دار العلوم احمدیہ سلفیہ۔ جناب ڈاکٹر عبد المجیب صاحب۔ جناب مولوی محمد سعید صاحب تاجر لہریا سرائے جناب مولانا مقبول احمد خاں صاحب مہتمم مدرسہ حمیدیہ، جناب مولانا عبد الحفیظ صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ، جناب مولوی عبد الباری صاحب یتیم خانہ۔ جناب مولانا محمد قمر الہدیٰ صاحب عربی ٹیچر ضلع اسکول۔ جناب مولوی محمد محسن صاحب ہڈ ماسٹر مسلم ہائی اسکول۔

ٹھیک ۷ بجے مقرر موصوف جناب مولانا سید محمد عثمان صاحب کی معیت میں تشریف لائے۔ آپ کے تشریف لاتے ہی تمام پنڈال اللہ اکبر کی فلک بوس صداؤں سے گونج گیا۔ تلاوت قرآن کے بعد مقرر موصوف کی شان میں ایک سلفی طالب العلم نے چند اشعار پڑھے جو تحسین کے ساتھ سنے گئے۔ اس کے بعد جناب صدر نے مقرر موصوف کا تعارف کرایا اور صاحب صدر [illegible] تقریر شروع کی۔ دوران تقریر میں فاضل مقرر نے فرمایا۔

میں گزشتہ دو سال سے ہندوستان کا طول و عرض کا بغرض سیاحت دورہ کر رہا ہوں۔ میں نے دوران سیاحت میں ہندوستان کے نہ صرف اکثر صوبوں کا معائنہ کیا۔ بلکہ اس کی ریاستوں میں بھی گیا۔ راجوں، مہاراجوں اور نوابوں سے بھی ملاقاتیں کیں نیز ہندوستان کے اکثر مذہبی اور غیر مذہبی مدارس بھی دیکھے۔ اساتذہ اور طلبہ سے بھی ملاقاتیں کیں مگر یہ دیکھکر تکلیف ہوئی کہ غیر مسلموں کے مقابلہ میں ہندوستان کے مسلمان تعلیم میں بہت پیچھے ہیں۔

کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ اسلام سے زیادہ تعلیم اور تعلم پر کسی دوسرے مذہب نے زور نہیں دیا ہے۔ کیا قرآن پاک نے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ نہیں کیا ہے کیا رسول اللہ صلعم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیات پاک سے اس کا پتہ نہیں چلتا؟ کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ تعلموا العلم من المهد الى اللحد؟ پھر باوجود اتنی تاکید کے ہندوستان کے مسلمان اس نعمت سے کیوں محروم ہیں؟ حضرات اگر آپ تاریخ کا مطالعہ فرمائیں گے تو

آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ پچھلے مسلمانوں کو تعلیم سے کتنی محبت تھی اور وہ اس راہ میں کیا کچھ نہیں کرتے تھے۔ کیا یہ واقعہ صحیح نہیں ہے کہ خلیفہ مامون کے زمانہ میں بغداد "مدینۃ العلوم" کی حیثیت رکھتا تھا۔ کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ عبد الرحمن کے زمانہ میں اندلس علم کا مرکز تھا اور نہ صرف عرب بلکہ یورپ بھی اس سرچشمہ سے مستفیض ہوتا رہا۔

دور کیوں جاتے ہو موجودہ دور میں ایک مصطفیٰ کمال پاشا ہی کو لے لیجئے، کیا اس کے والدین بادشاہ تھے، خاندان آل عثمان سے تھے، دولت مند تھے، وزارت کے عہدہ جلیلہ پر مامور تھے؟ ہرگز نہیں۔ وہ ایک غریب پسر دہقانی تھا اتنا غریب کہ نان شبینہ کو محتاج تھا۔ مدرسہ کی فیس بھی داخل کر نہیں سکتا تھا۔ مگر کیا آج وہ چوٹی کے مسلمانوں میں شمار کیا نہیں جاتا ہے؟ یہ عروج اسے کس کی بدولت نصیب ہوا؟ علم اور صرف علم کی بدولت!

کیا اٹلی کا ڈکٹیٹر مسولینی اور جرمنی کا ڈکٹیٹر ہر ہٹلر شاہی خاندان سے تھا؟ نہیں، دولت مند تھا؟ نہیں اس کے پاس اتنا بھی پیسہ نہ تھا کہ کسی ہوٹل میں جا کر ایک وقت بھی آسودگی کے ساتھ کھانا کھا سکے مگر آج ان کی دنیا کی آنکھوں میں جو عزت ہے وہ آپ لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

دور کیوں جاتے ہیں خود مجھی کو مثال میں پیش کر سکتے ہیں کیا یہ علم کی برکات نہیں ہیں کہ وطن عزیز سے جلا وطنی کے بعد بھی میں آسودہ حال زندگی بسر کر رہا ہوں۔

حضرات میں اس سیاحت سے خود مستفید نہیں ہوتا ہوں۔ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں چنانچہ میں اس سلسلہ میں اپنی سیاحت کو مفید تر بنانے کے لئے ایک کتاب "الرحلۃ الذہبیہ فی البلاد الہندیہ" کے نام سے مرتب کر رہا ہوں جس میں گزشتہ ڈھائی سال کی کاوشوں کا نچوڑ درج کرنا چاہتا ہوں۔ امید قوی ہے کہ وہ کتاب نہ صرف غیروں کے لئے مفید ہوگی بلکہ خود میری باقی ماندہ زندگی کا سہارا ہوگی اس لئے میں امید کرونگا کہ ہندوستان کے مسلمان علم کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کریں گے اور اگر اپنی ہمسایہ قوموں سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کریں گے تو کم سے کم ان سے پیچھے بھی نہیں رہیں گے۔

حضرات مجھے ہندوستان میں مسلمانوں کے تفرق، تشتت اور بیجا تعصب اور اختلاف کو دیکھکر سخت تعجب ہوا اور زیادہ تعجب اس بات پر ہوا کہ ہم میں سے ہر فرقہ دوسرے کو گمراہ باطل پرست، راہ حق سے بھٹکا ہوا اور نعوذ باللہ کافر سمجھتا ہے، اور اپنے کو اور صرف اپنے کو جنت کا ٹھیکہ دار سمجھتا ہے ہمارا یہ عقیدہ [illegible] اسلام کا صحیح عقیدہ نہیں ہے۔ ✻

ہم نہ صرف حنفی ہیں، شافعی ہیں، سنی ہیں، اہل حدیث ہیں۔ یہ عقیدہ غلط اور بے بنیاد ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ ہم سب لوگ مختلف راہوں سے الگ ہو کر صرف ایک راہ پر گامزن ہوں جو صراط مستقیم کے نام سے موسوم ہے۔

[illegible]

ہماری زبان کا نام

از علامہ سید سلیمان ندوی

یہ تقریر آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ کے شعبۂ اردو میں ۲۹ مارچ ۱۹۳۷ء کو ... ہال میں کی گئی اور جس کو منیجر رسالہ معارف نے بغرض اشاعت مجلۂ ادارہ کی عزت افزائی فرمائی "ایڈیٹر"

حضرات! قوموں اور زبانوں کی تاریخ ایک دن میں نہیں بنتی، ان کا خمیر اٹھنے، مزاج بننے اور ایک صورت پکڑنے میں صدیاں لگتی ہیں۔

آج ہم جس ملک کو اس آسانی سے "ہندوستان" کہدیتے ہیں، اور اس سے ہمالیہ کے دامن سے بحر شور کے ساحل تک کا علاقہ ہمارے ذہن میں آجاتا ہے، مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس کا نہ یہ نام تھا، اور نہ یہ اس کی وسعت تھی، اور مسلمانوں سے پہلے اس ملک کا کوئی ایک ایسا نام تھا جو اس پورے ملک کو بتا سکے جو پنجاب کی سرحد سے شروع ہوکر بنگال، مدراس اور بمبئی کے کناروں پر جاکر ختم ہوتا ہے، بلکہ انتہا یہ ہے کہ اس پوری قوم کیلئے بھی جس نے آج اپنے کو "ہندو" کے نام سے ایک قوم بنالیا ہے کوئی ایک نام نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ اس ملک کے ایرانی ہمسایوں کی زبان میں اس ملک کا نام "سندھو" تھا اور قدیم ایرانی اور سنسکرت زبانوں میں ھ اور س کا باہم مبادلہ ہوجاتا ہے، اس طرح سندھو ہندو ہوا، اس ملک کے دوسرے بحری ہمسایہ کی زبان میں دو لفظ تھے، السند والہند، کشمیر کی ترائی سے لیکر موجودہ سندھ کے کناروں تک کو وہ "سندھ" اور گجرات اور لار سے باقی اندرونی ملک کو وہ "ہند" کہتے تھے، اس ہند نے یورپ جاکر اند کی اور اند نے انڈیا کی صورت اختیار کرلی، ہند والوں کو عرب "ہندی" اور ایرانی "ہندو" کہتے تھے، اور عرب ہندی کی جمع "ہنود" اور ایرانی ہندوآن بناتے تھے۔

مسلمان جب اس ملک میں آئے تو ان میں سے اہل عرب نے اس ملک کو ہند کہا، اور اہل ایران نے ہندوستان

کا نام دیا۔ لفظ ستان بمعنی جگہ یا زمین کے لئے فارسی اور سنسکرت دونوں میں بولتے ہیں، اس لئے ہندوستان ہندوستھان بھی ہو سکتا تھا۔

اس ملک میں جو بولی بولی جاتی تھی وہ بھی ایک نہ تھی، ہر صوبہ کی بولی الگ الگ تھی۔ لیکن مسلمانوں نے یہاں کی ہر بولی کا ایک ہی نام رکھا یعنی ہندی یا ہندویہ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ اس سرزمین کا ایک ملک کا ایک نام ہند یا ہندوستان اور یہاں کی رہنے والی قوم کا ایک نام ہندو، اور یہاں کی مختلف زبانوں کا ایک نام ہندی مسلمانوں نے رکھا، اور حقیقت میں مسلمانوں ہی کی ذہنیت اور ذہانت تھی، جس نے اس پوری سرزمین کو ایک ملک، اور یہاں کے رہنے والوں کو ایک قوم، اور یہاں کی بولیوں کو ایک زبان سمجھنے کا تصور پیش کیا۔

اس ملک میں عرب، عربی، ایرانی، فارسی اور ترک، ترکی بولتے ہوئے آئے، مگر کچھ ہی دنوں کے بعد یہاں کے اصلی باشندوں سے گھل مل کر تتلا تتلا کر یہیں کی سی کوئی زبان بولنے لگے، جس کا نام انہوں نے ہندی یا ہندوی رکھا، ورنہ ہندی نام کی کوئی زبان اس ملک میں ان کے آنے سے پہلے نہیں بولی جاتی تھی، اس زبان نے ترقی شروع کی تو گجرات میں اس کو گوجری، دکھن میں دکھنی اور اودھ میں اودھی کہنے لگے۔ لیکن صوبہ وار ناموں کو چھوڑ کر پورے ملک کی اس چلی چلی بولی کا نام ہندوستان کی نسبت سے ہندوستانی بھی پکارا جانے لگا۔ میں نے آج سے چند سال پہلے یہاں "ہندوستان" میں "ہندوستانی" کے نام سے جو مقالہ پڑھا تھا، اس میں ہندوستانی نام کے پرانے تاریخی حوالے پیش کئے ہیں۔

شاہجہان کے زمانہ میں جب دہلی شاہجہان آباد بنی تو شاہی قلعہ یا بازار کے لئے ترکی لفظ "اردو" اردوئے معلیٰ کی توصیفی ترکیب سے رواج پایا۔ اور صوبہ وار نئی دیسی بولیوں کے لئے اس اردوی معلیٰ کی شاہی بولی کا ڈھنگ اس زبان کی صحت اور صفائی کا معیار بنا، اور اس طرح اس نئی معیاری بولی کو اضافت کیساتھ "زبان اردوی معلیٰ" کہنے لگے، اور آج سے کوئی سوڈیڑھ سو برس پہلے زبان اردوی معلیٰ کی لمبی ترکیب کے بجائے "زبان اردو" یعنی اردو کی [illegible]

جب انگریزوں کے اقبال کا ستارہ چمکا تو فورٹ ولیم میں سیاست کے کھلاڑیوں نے علم و دانش کے پانسے پھینکے دو رہتی ہی ملک کی دو قوموں کو جو ایک ہزار سال کی محنت اور جدوجہد کے بعد ایک [illegible] بنی تھیں جس کا [illegible] کی

زبان اور جس کی سیاست ایک ہو رہی تھی، اس کو پھر دو قوموں میں بانٹ کر علیحدہ علیحدہ کئے جانے کے لئے کوششیں شروع کیں اور ہندی اور ہندوستانی یا اردو دو زبانیں بنا کر ایک کے لئے پنڈت اور دوسری کے لئے منشی اور مولوی نوکر رکھکر دو زبانوں کے لئے سامان درست کر لیا۔ ابھی اٹھارہویں صدی ختم بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ فرنگی جادوگروں کے منتر سے اردو ہندی کی دو خاکی پتلے فولادی سپاہی بنکر ملک کے طول و عرض میں مرنے کٹنے لگے۔

ہندو بھائیوں کے دلوں میں یہ خیال زور پکڑنے لگا کہ اب جب مسلمانوں کی سلطنت کے دباؤ سے وہ آزاد ہو چکے ہیں تو ہم کو اسلامی اثر کی ہر چیز سے آزاد ہونا چاہئے، اس بنا پر انگریزوں کی تفریق کی سیاسی تحریک بہت کارآمد ثابت ہوئی، اور سب سے پہلے اس کا اثر زبان کے معاملہ میں ظاہر ہوا، اور ہندی کے نام سے ایک زبان کی تبلیغ شروع ہوئی اور بعض صوبوں میں یہاں تک کیا گیا کہ اردو خط تک عدالتوں سے خارج کر دیا گیا۔ اور اب یہ تحریک یہاں تک زور پکڑ رہی ہے کہ یہ کوشش کی جاری ہے کہ اس صوبہ کے چند شاعروں نے جس بھاشا میں کچھ مذہبی نظمیں کبھی لکھی تھیں وہی پورے ملک کی زبان بنا دی جائے۔

لیکن اس کے برخلاف ملک کے بہت سے سمجھدار ہندو اور مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے ایک ہزار سال کی محنت میں جس زبان کو پیدا کیا اور بڑھایا اور یہاں تک پہنچایا وہی ہمارے دیس کی زبان ہو، اور جو ہندو مسلمان دونوں قوموں کے میل ملاپ کی پہچان ہو۔

بہر حال اب صورت یہ ہے کہ [illegible] کی [illegible] زبان کی جگہ جس کو ہم بولتے ہیں، اور جسکو ہمارے بزرگ ہندی یا ہندوی کہتے تھے، ہندو بھائی زبردستی اپنی ایک خاص زبان اور خاص رسم الخط کو ہندی [illegible]، اور اس نام کو اس زبان کے معنی میں اتنا انہوں نے برتا کہ وہ انہی کی چیز ہو گئی، اور مسلمانوں نے بھی غیرت کے مارے عزت برتی، اور خوشی سے یہ نام ان کے حوالے کر دیا، اور اپنی زبان کو پہچان کے لئے ہندی یا ہندوی کے بجائے اردو کہنے لگے، اور اس طرح سارے ہندوستان کے میدان کو چھوڑ کر صرف اردوئے معلی کی چہار دیواری میں سمٹ کر رہ گئے۔

یہ حالت دیکھکر کر آج سے چند سال پہلے اسی یونیورسٹی

کے یونیورسٹی ہال میں سب سے پہلے یہ تحریک پیش کی گئی کہ اس زبان کا نام اردو کے بجائے [illegible] جو سب سے عمدہ [illegible] کی علامت کی ایجاد ہے جب واقعی ہندوستان کی تمام سمت ترقی ہو رہی تھی کے صوبوں و ایوانات میں جا دو ہو گئی تھی اس کو واقعی اور سچے اس نئے نام ہندوستانی سے یاد کیا جائے، جو اس وقت کا نام ہے جب ہندوستان کی [illegible] ہی سارے ملک ہندوستان [illegible] بھی تھی تاکہ یہ زبان پورے ملک کی ملکیت کا دعویٰ کر سکے۔

مسلمانوں کا یہ سمجھنا کہ یہ تجویز ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے ہے یا ہندوؤں کا یہ سمجھنا کہ یہ ان کو دھوکا دینے کے لئے سازش کی گئی ہے۔ بدگمانی کی انتہا ہے۔

یہ تحریک خالص لسانی اصول و مبادی کی بنا پر اٹھائی گئی ہے جس کے بہت سے اسباب ہیں۔ میں ان میں سے ایک ایک کو بہت ہی اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں:

(۱) اس زبان کے دو پرانے نام تاریخوں میں ملتے ہیں، زیادہ تر ہندی یا ہندوی، اور اس کے بعد ہندوستانی، اب چونکہ ہندی کا نام ایک خاص زبان اور رسم الخط کے لئے بولا جانے لگا ہے۔ اس لئے دوسرے پرانے نام ہندوستانی کو اس زبان کے لئے خاص کرنا چاہیے جس کو اب غلطی سے عام طور سے "اردو" کہنے لگے ہیں:

(۲) دنیا کی ساری یا اکثر زبانوں کے نام کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ اس قوم کی نسبت سے مشہور ہوتی ہے جو اس کو بولتی ہے یا اس ملک کی نسبت سے موسوم ہوتی ہے جس میں وہ بولی جاتی ہے، اسی اصول کی بنا پر عرب کی زبان عربی، ایران کی زبان فارسی، ترکستان کی زبان ترکی، انگلستان کی زبان انگلش، فرانس کی زبان فرنچ، جرمن قوم کی جرمن ترکی قوم کی ترکی وغیرہ کہی جاتی ہے۔ اسی اصول کے مطابق اس زبان کو جو ہندوستان کے طول و عرض میں بولی جاتی ہے۔ ہندوستانی کا نام دینا چاہیے۔

(۳) ایک شائستہ اور مہذب زبان کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے نام لینے کے ساتھ وہ قوم یا ملک سننے والے کی سمجھ میں آ جائے جس کو اس زبان سے نسبت ہے، نہ یہ کہ زبان کا نام لینے کے بعد اس کے ساتھ ایک تاریخی یا تعریفی فقرہ اضافہ کیا جائے، جس سے اس کے صحیح مفہوم کی کہانی معلوم ہو۔ لفظ "اردو" سے اس قسم کی کوئی مدد ذہن انسانی کو نہیں ملتی اس لئے اس کی جگہ اس کے اصلی نام ہندوستانی کو رواج دینا چاہیے۔

(۴) ہم کو اپنی بولی کا ایک ایسا نام رکھنا چاہیے

جس کے سننے کے ساتھ یہ معلوم ہوجائے کہ یہ اس پورے ملک کی بولی ہے' لفظ اردو کے ساتھ اس قسم کا کوئی تصور ذہن میں نہیں آتا' برخلاف اس کے ہندوستانی نام ہونے کے ساتھ پورے ملک کا نقشہ ہمارے ذہن میں آجاتا ہے اور اس کے پورے ملک کی بولی ہونے کا یقین منطق کی آمیزش کے بغیر صرف نفسیاتی اثر سے ہمارے اندر اور ہر سننے والے کے دل کے اندر پیدا ہوجاتا ہے۔

(۵) اس زبان کو ایک غیر متعلق بدیسی لفظ سے موسوم کرنے سے ہر اجنبی کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ جیسا بدیسی نام ہے ویسی ہی بدیسی زبان بھی ہوگی' اور ہم کو اسکی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ایک لمبی تقریر کی ہمیشہ ضرورت ہوتی ہے۔ یہ نقص ہندوستانی نام قبول کرنے سے فوراً دور ہوجاتا ہے۔

(۶) ہم کو اپنی زبان کے لئے ایک ایسا نام چاہئے جس میں ملک کے ہر صوبہ کو برابر کی نسبت ہو' تاکہ ہر صوبہ اس کو اپنے وطن کی بولی سمجھنے اور قرار دینے کا برابر کا دعویٰ کرسکے لفظ اردو میں یہ بات نہیں' یہ بات ہندوستانی کو حاصل ہے جس کی بنا پر صرف لکھنؤ اور دہلی ہی نہیں بلکہ بمبئی مدراس لاہور' کلکتہ' پٹنہ' پشاور سب کو اس کی ملکیت کا حق پہنچتا ہے [illegible] سب کو اس سے یکساں ملکی اور وطنی محبت معلوم ہوتی ہے اور کسی صوبہ میں وہ اجنبی اور بیگانہ نہیں قرار دی جاسکتی ہے۔

(۷) لفظ اردو میں ایک فوجی تسلط اور شخصی شہنشاہی کی تاریخ چھپی ہوئی ہے جس سے مرعوبیت کے سوا کوئی محبت کا جذبہ نمایاں نہیں ہوتا۔ اگر ہم اپنے پیارے ملک کی نسبت سے اس زبان کو پکاریں' تو اس نام سے ہر ہندوستانی کے دل میں وطنی محبت کا جذبہ ابھریگا۔

(۸) اس ملک کا نام ہندوستان مسلمانوں کے آنے کے بعد پڑا' اسی طرح یہ بولی بھی مسلمانوں کے اس ملک میں آنے اور اس ملک کے لوگوں سے میل جول پیدا ہونے کے بعد نکلی' اس لئے اس بولی کا نام ہندوستانی رکھنا مناسب ہے تاکہ تاریخی مناسبت کے ساتھ ہندو مسلمانوں کے برابر کے میل جول کی کہانی بھی ہم کو ہمیشہ یاد رہے۔

(۹) لفظ اردو سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ مسلمان ترکستان و خراسان سے کوئی بولی لیکر یہاں آئے تھے جس کو وہ ترکی میں اردو کہتے ہیں' حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ باہر سے آنے والے مسلمانوں کی زبانیں اور تھیں' اور یہ وہ بولی ہے جس کو انہوں نے ہندوستان آکر اختیار کرلیا' یہ واقعہ اس بولی کو ہندوستانی کے اصلی اور صحیح

نام سے پکارنے سے ساری دنیا کے سامنے روشن ہوجاتا ہے اور اس کے بدیسی پن کا بے وجہ شبہہ دور ہوجاتا ہے۔

(۱۰) اس زبان کو اردو کہنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ناواقف گراہرین اس کی صرف ونحو کو عربی وفارسی کی صرف ونحو سے جانچکر اس کے اصول بنانے لگے، اور انہوں نے اس غلط طریق وروش کی بنا پر بہت سی غلطیاں کیں، اور اس کے جوڑوں کو عربی وفارسی قاعدوں سے جوڑنے لگے، گو اب ہماری زبان کے نئے نحویوں نے اس غلطی کو ہر طرح سے دور کرنے کی کوشش کی، مگر ابھی تک بات حلق سے نیچے نہیں اتری ہے، اب اسکو عام طور سے ہندوستانی کہکر پکارنے سے اس زبان کی صرفی ونحوی، اور لغوی تحقیقات کا رخ ایران وخراسان وترکستان کی طرف سے مڑکر ہندوستان کے صحیح قبلہ کی طرف ہوجائیگا، اور اس سے زبان کی اصولی ولغوی تحقیقات کی بہت سی راہیں کھلینگی۔

۱۱۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ یہ پورے ملک کی مشترک زبان ہے تو اس دعویٰ کی اس سے زیادہ مضبوط دلیل کوئی اور نہیں ہوسکتی کہ اس کا نام ہندوستانی ہے، اس کے اس پرانے نام کو رفتہ رفتہ بھلا دینے سے غلط طور کی ہمدردی کرکے ہم نادانستہ اس کے دعویٰ کی بنیاد کو کھلی کر رہے ہیں۔

(۱۲) چونکہ شروع شروع میں جو پرتگالی، یا اسپینی یا اور اگلے یورپین یہاں آئے، بلکہ خود انگریزوں نے بھی اس زبان کو صحیح طور سے ہندوستانی کہا تو ہم میں سے اکثروں کو یہ دھوکا ہوا کہ یہ نام انگریزوں کا بخشا ہوا ہے، حالانکہ اس زبان کا یہ نام ہم اپنے ہندوستانی کے مقالہ میں بتا چکے ہیں کہ بادشاہ نامہ اور تاریخ فرشتہ تک میں موجود ہے، فرشتہ میں عادل شاہ ثانی والی بیجاپور کے متعلق ہے کہ "بہ ہندوستانی تکلم نمی شد" شاہجہان کی درباری تاریخ بادشاہ نامہ میں ہے "نغمہ سرایان ہندوستانی زبان" تلاش سے اور بھی مثالیں مل سکتی ہیں، اس لئے یہ شبہہ دور ہوجانا چاہئے کہ اس زبان کا یہ نام فرنگیوں نے رکھا ہے۔ بلکہ یقین کرنا چاہئے کہ ہندی کے بعد ہماری زبان کا یہ وہ نام ہے جو ہمارے بزرگوں نے رکھا تھا، اور ہم کو بھی اس نام کو باقی رکھنا چاہئے۔

(۱۳) اہل نظر سے چھپا نہیں کہ اس زبان کی صحیح تاریخ کے سمجھنے میں میر امن دہلوی سے لیکر سرسید بلکہ آزاد مرحوم تک جو غلط فہمی ہوئی کہ یہ لشکری بولی ہے یا بازاری، جیسا کہ میر امن کا بیان ہے

"جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے، تب چاروں طرف

حرف کے ملکوں سے بسبب قوم قدردانی اور فیض رسانی
اس خاندان لاثانی کی سنکر حضور میں جمع ہوئے
لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جدی جدی تھی
اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین، سود سلف
سوال جواب کرتے، ایک زبان مقرر ہوئی۔"

جب حضرت شاہجہان صاحب قران نے شہر دہلی کو اپنا دار الخلافت بنایا۔ اور وہاں کے بازار کو اردوی معلی خطاب دیا۔

سر سید نے یہی حکایت شاہجہان کے عہد کی نسبت لکھی ہے، اور لکھا ہے کہ چونکہ یہ زبان خاص بادشاہی بازاروں میں مروج تھی اس واسطے اس کو زبان اردو کہا کرتے تھے۔ اس غلطی کا سبب صرف لفظ اردو ہے، اس لئے اس نام کو باقی رکھنا اس غلط تاریخ کا باقی رکھنا ہے۔ اور اس کی اصلی تاریخ کو جواب پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے برباد کرنا ہے۔

(۱۴) بعض دوست کہتے ہیں کہ چونکہ نہرو رپورٹ اور پنڈت جواہر لال نے اپنی آپ بیتی میں "ہندوستانی زبان" کی اکثریت کو تسلیم کیا ہے اور اپریل ۱۹۳۶ء میں بھارتیہ ساہتیہ پرشد کے اجلاس ناگپور میں "ہندی یعنی ہندوستانی" کی تجویز منظور ہوئی ہے، اور ان سب سے مراد "ہندی" ہے اس لئے ہندی اور ہندوستانی ہم معنی لفظ ہو گئے ہیں، اس لئے ہم کو اس لفظ سے پرہیز کرنا چاہیئے!

میری غرض یہ ہے کہ یہ تو مسلمانوں کی بے احساسی سے ایسا ہوا، شاہ عبد القادر صاحب کے زمانہ تک اردو کا نام "ہندی متعارف تھا۔ اور سر سید نے آثار الصنادید کے طبع اول میں اردو کے لئے "ہندی" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور اسی کو ہندی کہتے تھے، ہندی والوں نے اس لفظ پر ایسا قبضہ کیا کہ آپ کو اس نام پر سے ملکیت کا دعویٰ اٹھا لینا پڑا۔ اب ایک لفظ "ہندوستانی" رہ گیا تھا جو خالص طور پر اردو کے معنوں میں ہمیشہ استعمال ہوا ہے، اگر آپ اس کو بھی چھوڑ دیں گے تو دوسروں کے قبضۂ مخالفانہ سے وہ ہرگز نہیں بچ سکتا، یہی وقت ہے کہ آپ معاملہ کی سنجیدگی کو سمجھیں، اور اپنے قبضہ سے خود ہاتھ اٹھا لینے کا گناہ نہ کریں۔ لیکن ہم اپنے بدگمان دوستوں کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ لفظ ہندوستانی مسلمانوں کے اصرار سے اور مسلمانوں ہی کی تسلی کے لئے رکھا گیا، اور اس سے مراد ہماری وہی زبان ہے جو ہماری عام بول چال میں ہے، ہم کو جو کچھ شکایت ہے وہ یہ ہے کہ ہندی اور ہندوستانی کو ہم معنی اور مترادف کیوں ٹھہرایا گیا ہے، افسوس ہے کہ ایسے

مسئلہ کو جو سراسر ادبی اور لسانی ہے غلط طور سے سیاسی بنایا جا رہا ہے، جذبات سے خالی ہو کر واقعات اور دلائل پر غور کرنا چاہیے اور وہ قدم اٹھانا چاہیے۔ جو ہماری زبان کی حفاظت اور ترقی کا باعث ہو!

یہ تجویز کسی تحریک و تائید اور رائے شماری کی غرض سے نہیں پیش کی جا رہی ہے، اور نہ اس طرح سے ادبی و لسانی مسئلوں کا فیصلہ ہوتا ہے، بلکہ جو کچھ ہمارے سامنے ہے وہ اپنی زبان کی بھلائی اور ترقی کا خیال ہے۔ اس قسم کی تحریکیں پیدا ہوتی ہیں، پھر آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہیں، یہاں تک کہ وہ رائے عامہ کو متاثر کر لیتی ہیں، اردو کا نام اردو کس ایک شخص یا کانفرنس نے رکھا ہے؟ یہ تو پہلے کسی کسی کی زبان پر آیا، پھر بڑھتا اور پھیلتا گیا۔ یہاں تک کہ سب پر چھا گیا! غور کیجیے کہ ابھی چند سال ہوئے کہ اس خیال کو کہ اردو کا موزوں نام ہندوستانی ہے، آپ کے درمیان پیش کیا گیا! اور کبھی کبھی مضمونوں میں ادھر اشارے کیے گئے، اتنے میں یہ نام مدراس وغیرہ کے رسالوں میں چھپنے لگا! اور کہیں کہیں اسکا چرچا ہونے لگا، یہاں تک کہ آج اس پچھلے اجلاس میں اس پر بحث تک نوبت پہنچ گئی، غرض ضرورت مباحثہ اور مناظرہ کی نہیں ہے، بلکہ اس کی ضرورت ہے

کہ جو اصحاب اس تجویز سے اتفاق رکھتے ہیں وہ اپنی زبان اور قلم سے اس کا استعمال شروع کر دیں، اس سلسلہ میں ہماری مدد سب سے زیادہ اخباروں اور رسالوں کے اڈیٹر کر سکتے ہیں، امید ہے کہ وہ ادھر توجہ فرما کر اپنی زبان کے قدیم نام کو زندہ کر کے پچھلے سو برس کی غلطی کو دور کر دیں گے۔ اور ثابت کریں گے کہ ہندوستان کی عام زبان کا نام "ہندوستانی" ہی ہونا زیادہ موزوں ہے اور یہ وہی زبان ہے جو عام طور سے ہم ہندوستانیوں کے بول چال میں ہے۔

یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ اردو کا علمی نام ہندوستانی رکھنے کی تحریک آجکل کی زبانی کشمکش کا نتیجہ ہے، بلکہ عجیب اتفاق یہ ہے کہ اسی ناگپور میں جس میں ساہتیہ پرشد نے اپنا مشہور فیصلہ سنایا، آج سے چھبیس برس پہلے ۱۹۱۱ء کی مسلم لیگ کے اجلاس میں مرزا عزیز مرزا مرحوم نے بعینہ یہی تحریک پیش کی تھی اور اس کے بعد ساہتیہ پرشد کے اجلاس سے چند سال پہلے اسی یونیورسٹی کے یونین میں یہ تجویز دوبارہ پیش کی گئی تھی!

یہ سمجھنا بھی درست نہیں کہ اس تجویز کے پیش کرنے والوں کا یہ مقصد ہے کہ ہم اپنی زبان میں کوئی ایسی تبدیلی کریں جس سے وہ ہندی یا ہندی کے قریب نہ جائے، حاشا و کلا

اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ بعینہٖ اسی اردو یا اسی زبان اسی بول چال کو جو ہم بولتے ہیں ہم ہندوستانی کہتے ہیں۔

ہم کو اس سے بھی اختلاف نہیں کہ اس زبان کا گھریلو نام اردو باقی رہے، لیکن عمومی طور پر اس کے لئے نام ہندوستانی ہی کو رواج دیا جائے، ہمارے بزرگوں نے اس زبان کو دو قسموں میں تقسیم کیا تھا، ایک کا نام ریختہ جو غزل کی زبان تھی، اور دوسرے کا نام ہندی بنایا تھا، جو عام بول چال کی زبان تھی، ہندی کا لفظ چھن گیا، اب جو کچھ ہم چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ آپ اس کے پرانے نام ہندی کی جگہ اس کے دوسرے پرانے نام ہندوستانی کو رواج دیجئے، خواہ اپنی غزلوں کا نام ریختہ کی جگہ اردو ہی رکھئے، اس میں کچھ حرج نہیں مگر اپنی علمی، تعلیمی، وطنی اور سیاسی تحریکات میں عام طور سے اسکو ہندوستانی کے صحیح نام سے یاد کر کے ثابت کیجئے کہ یہ پورے ملک ہندوستان کی زبان ہے۔ اور اسکا یہی نام اس کے پورے ملک کی زبان ہونے کی دلیل ہے

ہم اس فریب میں مبتلا نہیں ہیں کہ اس صحیح نام ہندوستانی کے رواج دینے سے ہماری زبان کی ساری مشکلیں ختم ہو جائیں گی، گویا یہ نام کوئی جادو کی چھڑی ہے جس کے گھمانے ہی ساری بلائیں دور ہو جائیں گی، بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آج جب ہم اپنی زبان کی اصلی پوزیشن کو دنیا پر واضح کرنے اور اس کے ہمہ گیر تخیل کو ثابت کرنے اور اس کو سارے ملک کی زبان بنانے کا تہیہ کر رہے ہیں، تو ضرورت ہے کہ ہم سب سے پہلے اس کو اس کے اس نام سے روشناس کرائیں جس سے اس کی اصلی حیثیت واضح ہوتی ہے اور پورے ملک کی اس کے اندر سمائی ہوتی ہے، اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقعی اس پورے ملک کی زبان ہے اور جو اس پورے ملک کی زبان بننے کی مدعی ہو اسکا یہی نام ہونا چاہئے۔

ہم کو امید ہے کہ اس زبان کے بہی خواہ اس تحریک کی تائید کریں گے۔ اور بحث و مناظرہ کے بجائے جو افسوس ہے کہ ہر مفید تحریک میں ہماری عادت ہو گئی ہے، عملاً اس کے رواج دینے کی کوشش کریں گے، تاکہ اس کا جو نام صرف خواص کو معلوم ہے وہی عوام میں پھیل جا[ئے]۔

ابھی مولوی عبدالحق صاحب نے آپکے سامنے جو صدارتی خطبہ پڑھا ہے اس میں انگریزی کے جتنے پرانے اقتباسات انہوں نے پیش کئے ہیں، آپ نے خیال کیا ہوگا کہ ان میں ہر جگہ اس زبان کا نام یورپ کے سیاحوں تاجروں، کمپنی کے حاکموں اور لکھے ھ

ھ پڑھے ہندوستانیوں کی زبان پر ہندوستانی ہی آیا ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ اس کا اصلی نام پہلے بھی مشہور و معروف تھا، جو اب ... عام طور سے متروک ہو گیا ہے۔ ہمارا مقصد اسی غلطی کی اصلاح اور اسی متروک نام کو دوبارہ چلانا ہے۔

ہماری زبان

ایڈیٹر

... کو اسٹریچی ہال میں کی گئی۔

... ندوی کی تقریر یہ زبان اردو کے متعلق "ہماری زبان کا نام" کے عنوان سے شائع ہو رہی ہے
علیگڑھ میں یہ تقریر علامہ موصوف کی تقریر کے بعد کی گئی تھی۔ اس لئے ... اس کی ترتیب اسی طرح رکھی گئی ہے۔ "ایڈیٹر"

صدر ... حاضرین! میں آپ کی
محترم ... کرمفرمائی کا مشکور ہوں کہ آپ ...
اس علمی ... ناچیز کو اظہار خیال کا موقع
دیا ... طول و عرض ... اردو
... حاصل کر چکی ...
... کا اظہار ...
ہماری زبان ... مقصود ... ہندوستانیوں کی مشترکہ
قومی زبان ہے ... ہندوستان کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا
ہے کہ ہندوستان کی ... دو قومیں جن کا چولی دامن
کا ساتھ ہے آپس میں معمولی معمولی باتوں پر اختلاف رکھتی
ہیں۔ ... کا مقام ہے کہ ہندوستان کی قوموں پر

... ہر قسم کے سیاسی اور مذہبی اختلاف موجود تھے وہاں
زبان کا اختلاف بھی پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی
ہے۔ اس طرح قومی اتحاد کو ممکن نہیں محال بنایا جا رہا ہے۔
حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اردو
ہندوستان کی قومی زبان ہے اور رہے گی اس لئے کہ
... نے ہندوستان میں جنم پایا ہے اور ہندو مسلمان دونو
کی ... پرورش پائی اور ترقی کی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا
سراسر غلط ہے کہ وہ مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ ان کی
مذہبی زبان اردو نہیں عربی ہے۔ اردو کی کامیابی کا اصلی
راز یہی ہے کہ کسی مذہب کے ساتھ وہ مخصوص نہیں ہے۔ اس پر
شک نہیں کہ اس کی اولین بنیاد اسلامی سلطنت کے

اوائل میں پڑی۔ مگر لفظ اردو خود بتا رہا ہے کہ وہ مشترکہ زبان ہے کیونکہ اردو ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی لشکر کے ہیں۔ اُن دنوں ہندوستان کی مشترکہ فوج میں ترکی ایرانی، افغانی اور ہندو پہلو بہ پہلو رہتے تھے اس لئے ان کی وہ زبان جو انہی قوموں کی ترکی، فارسی مع عربی اور آریائی زبانوں سے ملکر بنی اپنی جائے پیدائش کے نام اردو والوں کی زبان" اور پھر اردو زبان سے موسوم ہوئی۔ اور یہی نام آج تک باقی ہے۔ اسی زمانہ میں پرتھوی راج متوفی ۱۱۹۳ء نے آریائی زبان میں ایک نظم لکھی جس میں فارسی عربی کے الفاظ بکثرت استعمال کئے گئے تھے۔

ہندوؤں نے بھی اسے اپنی زبان سمجھکر اس کی نشر و اشاعت میں فراخدلی سے حصہ لیا۔ کالی داس، پنڈت چکبست، منشی نولکشور، سری رام اور رتن ناتھ سرشار وغیرہ نے اردو زبان میں جو حصہ لیا ہے اس سے کون انکار کرسکتا ہے؟ چنانچہ ہندوؤں کے ایک مخصوص فرقہ "کائست" نے اپنے اوپر اس کا سیکھنا لازم کرلیا تھا آج بھی کائست کا کوئی بچہ ایسا نہ ملیگا جو اردو فارسی سے ناواقف ہو لیکن افسوس ہے کہ فرقہ وارانہ اختلاف نے ہمیں اس قدر اندھا بنا دیا ہے کہ "کائست" میں بھی اردو فارسی پڑھنے والوں کی تعداد دن بدن کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اس کے علاوہ ہندوؤں میں ایک نہیں ہزاروں اردو کے شاعر اور ادیب گزرے اور موجود ہیں جو نہایت دریا دلی سے اردو کی خدمت کرچکے اور کر رہے ہیں۔ منشی پریم چند آنجہانی نے اردو کی ترقی میں جو حصہ لیا ہے وہ کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے جن کے نہ ہونے سے آج یہ مجلس اداس ہے جن کی وفات پر دنیائے ادب کا بچہ بچہ ماتم کر رہا ہے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ منشی موصوف "بھارتیہ ساہتیہ پرشد" میں گاندھی جی کی متعصبانہ کارروائیوں کے وہ سخت مخالف تھے اور آخر آخر وقت تک اپنی ناراضامندی کا اظہار فرماتے رہے۔ آج بھی پنڈت برجموہن کیفی جیسا اردو کا ادیب خود ہندوؤں میں موجود ہے پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے مقابلہ اور رقابت کیسی؟

کچھ دنوں سے مسلمانوں کی انجمنیں اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ اردو ہندی کی باہمی نزاع کو کسی طرح ختم کیا جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ وطنی زبان کے سوا کوئی غیر وطنی زبان اس زبان سے فائدہ اٹھائے۔ اس نزاع

کو مٹانے کیلئے "اردو" کی جگہ ہندوستانی نام رکھنے کی تجویز ہے ۔ علامہ [illegible] بلاشبہ کسی زمانہ میں [illegible] اردو کے نام [illegible] کوئی خاص [illegible] رائے ہے کہ اس [illegible] پھر میری [illegible] ہوگا ۔ اس [illegible] دوسری وقت [illegible] نام کی جگہ [illegible] پر روشن ہے کہ "آگرہ" کو "اکبر آباد" نام سے بدلنے [illegible] قوت صرف کی گئی اور بہت کوششیں کی گئیں ۔ مگر ناکامی رہی ۔ آخر آگرہ "آگرہ" ہی رہا ۔ اسی طرح پٹنہ کو عظیم آباد سے بدلنے کی ایڑی چوٹی تک کا زور صرف کیا گیا ۔ مگر اس میں بھی ناکامی کا منہہ دیکھنا پڑا ۔ اس کے علاوہ گزشتہ بھارتیہ ساہتیہ پرشد کی کارروائی نے ہم پر اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ اصل اختلاف رسم خط کا ہے کیونکہ موجودہ رسم خط ہندوؤں کے عقیدہ میں مسلمانوں کی مذہبی کتاب کے مطابق ہے ۔ اور وہ اس بات پر بھی راضی نہیں ہیں کہ اردو کا نام ہندوستانی رکھا جائے ۔ بلکہ سرے سے اردو زبان کو مٹا دیا جائے ۔ جیسا کہ اس سمیلن میں گاندھی جی سے ہر چند اصرار کیا گیا کہ "اردو" کی جگہ ہندوستانی کا لفظ رکھا جائے ۔ لیکن وہ ہمیشہ ہندی [illegible] ہے اور کسی طرح بھی وہ ہندی کا نام چھوڑنے پر [illegible] آخر وقت تک وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے [illegible] "ہندی" یا "ہندوستانی" یا "ہندوستانی" [illegible] مسلمانوں نے اپنی رواداری کا یہانتک [illegible] کہ وہ صرف "ہندی" نام رکھنے پر بھی راضی ہو گئے [illegible] نام کے بدلنے سے کوئی فائدہ نہیں [illegible] اس نام سے واقف ہو چکا ہے ۔ رہا رسم الخط کا مسئلہ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ مسلمان اتنے کم فہم نہیں ہیں کہ بلاوجہ وہ رسم الخط میں جھگڑینگے ۔ ہاں وہ اتنا ضرور کہیں گے کہ جو رسم الخط سب سے زیادہ سہل ہو، نوشت و خواند اور طباعت تینوں میں آسان ہو اس کے اختیار کرنے میں انہیں کوئی عذر نہ ہوگا ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تینوں باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندی اور اردو کے موجودہ رسوم الخط میں کونسا رسم الخط اپنے اندر زیادہ خوبیاں رکھتا ہے ۔ تو اس کا جواب ایک معمولی پڑھا لکھا انسان بھی دے سکتا ہے کہ ہندی لکھنے میں چونکہ

حروف کی الگ الگ شکلیں قائم رہتی ہیں لہٰذا وہ غیر ضروری طور پر زیادہ جگہ لیتی ہے۔ اس کے ساتھ اس میں الگ سے ماترا یعنی زیر زبر کی افزائش کی جاتی ہے اس لئے اور بھی زیادہ جگہ گھیرتی ہے۔ جب کوئی تحریر زیادہ جگہ گھیرے گی تو جتنا اس کا دائرہ تنگ ہوگا اسی قدر اس کے لکھنے اور پڑھنے میں بھی دیر لگے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندی عبارتوں کے پڑھنے میں کافی دیر ہوتی ہے نیز بیشتر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے کی لکھی ہوئی تحریر ایک دفعہ دیکھے بغیر روانی کے ساتھ پڑھی نہیں جاتی ہے یہی نہیں بلکہ بسا اوقات خود لکھنے والا بھی تحریر روانی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کے حروف چونکہ تعداد میں پانچ سو سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے نہ صرف کمپوزنگ اور ڈسٹری بیوٹ کرنے میں دیر لگتی ہے بلکہ اتنے بہت سے حروف کیلئے دو ایک کیسوں سے کام نہیں چلتا ہے۔ چار کیسوں کی ضرورت پڑتی ہے جو اقتصادی حیثیت سے بالکل ناجائز ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس زبان میں نہ ٹائپ رائٹر بن سکتا ہے اور نہ لیتھو ٹائپ شین ظاہر ہے کہ اتنی بہت سی مشکلات اور نقائص کے ساتھ یہ رسم الخط کہاں تک مفید ہوسکتا ہے؟

ان تمام نقائص کے علاوہ اس رسم الخط میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ فارسی عربی کے الفاظ کا صحیح تلفظ ادا نہیں ہوسکتا ہے متعصب ہندوؤں کی یہ خواہش ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کے قدیم روایات کو محو کردیا جائے۔ اور اس طرح سب سے پہلے اس زبان ہی کو مٹا دیا جائے جس میں انہیں مذہبی الفاظ کے استعمال کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی عربی زبان میں ایک ہی لفظ مثلاً .... لکھا جاتا ہے .... اور .... لیکن دونوں کے معنی مختلف ہیں۔

لیکن ہندی والوں کے جواب میں کہا جائے کہ مناسبت سے معنی لگائے جائیں گے لیکن یہ کہنا کسی حال میں صحیح نہیں کیونکہ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ دو معنی مناسب ہوتے ہیں لیکن لکھنے والے کا مقصود کوئی خاص ہوتا ہے۔

اب آیئے! اردو رسم الخط پر نظر ڈالئے۔ یہ رسم الخط ان تمام نقائص سے مبرا ہے۔ تحریر میں نہ صرف جگہ کم لیتا ہے۔ بلکہ اتنی کم جگہ کہ اگر تھوڑی سی اس میں مزید ترمیم کردی جائے یا کوئی تیز رو لکھنے والا ہو تو مختصر نویسوں کا

مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ پڑھنے میں بھی سہل اور آسان ہے۔ ساتھ ہی اس کے اس میں ٹائپ رائٹر بھی موجود ہے اور لینو ٹائپ مشین بھی جن کو ممالک اسلامیہ میں باآسانی کام لیا جاتا ہے۔ اگرچہ ہندوستان کی پبلک اس سے ابھی پوری آشنا نہیں ہوئی ہے لیکن فرض کرو کہ آگے چلکر کوئی ایسی ایجاد ہو جس میں موجودہ سہولتوں سے بھی زیادہ سہولتیں موجود ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنی ضد پر قائم رہیں اور "خذ ما صفا ودع ما کدر" کے اصول پر کاربند نہ ہوں۔

بعضوں کا خیال ہے کہ اردو رسم الخط کو "رومن کیرکٹر" میں تبدیل کر دیا جائے لیکن اس میں بھی وہی خامی موجود ہے جو دیوناگری رسم الخط میں ہے بلا شبہ اسکا ٹائپ رائٹر آسانی سے بن سکتا ہے۔ لیکن زبان کی اصلی صورت مسخ ہو جاتی ہے۔ ایسا ٹائپ رائٹر ہی کس مصرف کا جس سے زبان کی روح فوت ہو جائے۔ اس میں سین، صاد، ثا، تینوں کیلئے صرف ایک حرف "S" وضع کیا گیا۔ مثلاً "ثواب" اور "صواب" لکھنا ہے تو دونوں کو رومن کیرکٹر میں (Sawab) لکھیں گے اب پڑھتے وقت انسان دونوں میں امتیاز کس طرح کر سکتا ہے؟

غرضکہ اردو ہی رسم الخط ایک ایسا رسم الخط ہے جو تمام زبانوں کے تلفظ کو صحیح معنوں میں ادا کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام رسوم الخط ناقص ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بھیرہ کے ایک صاحب جن کا نام نامی مولوی انیس احمد صاحب ہے اردو کی ایک نئی ابجد تیار کر رہے ہیں جس میں صرف ۱۵ ٹکڑے ہیں اگر ان کی کوشش کامیاب ہوئی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم موجودہ رسم الخط کو ۱۵ ٹکڑے والے رسم الخط سے بدل دیں۔ غرضکہ موجودہ صورت حال میں اردو رسم الخط اور اس کے نام کا بدلنا کسی طرح مناسب نہیں، مجھے امید ہے کہ ارباب حل و عقد میری معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ زبان ہماری توجہات کی بہت زیادہ محتاج ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی ترقی کیلئے سعی کرنا کس کا فرض ہے؟ کیا کوئی غیر ملکی جماعت اس کی حمایت کریگی؟ کیا ہندوستان سے باہر کی کوئی قوم آکر اسے اپنی سرپرستی میں لے گی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم ہندوستانیوں کا یہ متفقہ فرض ہے کہ اپنی اس زبان کو جسے ہماری سرپرستی کا شرف حاصل ہے اور جو ہماری تہذیب و تمدن کی صحیح معنوں میں محافظ ہے۔

بام عروج پر پہنچا کر اسے علمی زبان کا جامہ پہنائیں۔

اس راہ میں ہمیں سب سے پہلے یہ چاہیے کہ ان کو جو محض مذہبی تعصب کی بنا پر اس زبان کی سرپرستی سے الگ ہو گئے ہیں اس کی طرف لائیں۔ نزاع کو بڑھانے کا یہ وقت نہیں ہے کیونکہ ہم آپس میں [illegible] ہوکر دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے وطن میں ہر طرح کا غیر ملکی تصرف ہو رہا ہے۔ ہمارے اختلافات [illegible] سے ہزاروں کوس دور [illegible] جا رہی ہے۔ اب وقت [illegible] بلکہ عمل کا ہے

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اردو زبان کی ترقی کیلئے میری یہ تجویز ہے کہ اس کی مرکزی انجمن یعنی انجمن ترقی اردو کی شاخ ہر صوبہ میں قائم کی جائے جو صوبہ [illegible] ہو اور مخالفت کے باوجود [illegible] لینے میں ہر طرف سے [illegible] ہو اسی طرح صوبہ کی شاخ ہر ضلع میں قائم کی جائے۔

انجمن ترقی اردو نے اس کے سرپرست علامہ عبدالحق کی سرپرستی میں اردو ادب کی جو خدمتیں انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں اس انجمن کے ممبر ہوں، نیز صدر مسلمان ہو تو سکرٹیری ہندو اور اگر سکرٹیری مسلمان ہو تو صدر ہندو۔ غرض جس میں صدارت کی قابلیت ہو وہ صدر اور جس میں سکرٹیری کی قابلیت ہو وہ سکرٹیری بنے۔

تیسری تجویز یہ ہے کہ ہر شخص اپنے کاروبار اور روزمرہ کی زندگی میں استعمال کا عزم کرے کہ وہ حتی الامکان صحیح اردو لکھنے اور بولنے کی کوشش کرے پھر مجھے امید ہے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں اس کا شمار علمی زبانوں میں ہونے لگے گا۔ اور اسوقت کوئی طاقت اس کی راہ ترقی میں حائل نہ ہو سکیگی۔ اردو کی ترقی کے لئے سب سے سہل اور آسان صورت یہی ہے۔

بارہ سو جزیروں کا بادشاہ

از مولانا سید محمد عثمان صاحب فاضل مصر معتمد التعلیم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

...بلوں سے متعلق ہوتا ہے بارہ سو جزیروں کا بادشاہ سلطان ... ہے مگر افسوس کہ ... کے اور اس کے ملک کے حالات سے مسلمانوں کا عام طبقہ ناواقف ہے۔

۱۹۱۲ء میں جب میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں طالب علمی کی زندگی گزار رہا تھا میری ملاقات جزائر مالدیپ کے وزیر مال کے لڑکے "حسین دیدی" سے ہوئی۔ حسین دیدی ایک ہونہار طالب علم تھے اور عربی زبان سے بھی کسی قدر واقف تھے، میری ان کی اکثر علمی مباحث پر عربی زبان میں گفتگو ہوتی تھی۔ حسین دیدی کو جب میرے عزم مصر کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ میں وہاں پہنچ کر سابق سلطان مالدیپ سے ملوں اور انہیں ان کی ایک تحریر بھی پہنچاؤں۔

سلطان نے میری بہت آؤ بھگت کی، میرے اعزاز میں ایک پرتکلف دعوت کا انتظام کیا جس میں بعض ممتاز چیزوں کے علاوہ "عنبر کی پیالی" بھی تھی۔ جب تک میں مصر میں مقیم رہا سلطان سے ملنے کا اتفاق ہوتا رہا۔

دوران ملاقات میں یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان تخت مالدیپ سے برطرف ہو گئے ہیں اور گزشتہ چند سال سے مصر میں عزلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور اب شاید اپنے وطن لوٹنے کے ارادہ سے بھی دست کش ہو گئے ہیں۔

اس اجمال کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ گزشتہ چند سال پیشتر حج اور مقامات مقدسہ کی زیارت کے ارادہ سے مال کا معقول انتظام کر کے روانہ ہوئے۔ حج سے فراغت کے بعد مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے وہ مصر آئے۔ یہاں ان کو ایک فرانسیسی لیڈی سے تعلق ہو گیا اور بعد کو نکاح بھی ہو گیا۔ سلطان کی اس حرکت سے ملک میں عام طور پر بے چینی پھیل گئی اور طرح طرح کی افواہیں پھیلنا شروع ہو گئیں۔ بالآخر سلطان کی خدمت میں ایک وفد روانہ کیا

جس نے ان کو اس ارادہ سے روکنے کی کوشش کی۔ مگر جب وہ کسی طرح باز نہ آئے تو انہیں تخت سے برطرف کر کے دوسرے شخص کو ان کی جگہ تخت پر بٹھایا گیا۔

سلطان کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت برافروختہ ہوئے۔ حسن اتفاق سے ان کا وزیر جنگ بھی ان کے ساتھ موجود تھا۔ دونوں میں مشورے ہوئے اور بالآخر طے پایا کہ غاصب سلطان کے خلاف فوج کشی کی جائے اور اس طرح دوبارہ ملک پر قبضہ کیا جائے۔ فوج کی بھرتی شروع ہو گئی۔ اور بحری بیڑہ (بادبانی کشتیاں) بھی مہیا کر لیا گیا۔ لیکن جب برطانیہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو سلطان کو اس ارادہ سے روک دیا اور بالآخر پچاس پونڈ ماہوار اور کچھ سالانہ تحفہ پر سلطان کو ہمیشہ کیلئے تاج و تخت سے کنارہ کش ہونا پڑا۔ چنانچہ سلطان کا بیان تھا کہ تصفیہ کے بعد سے انہیں برابر ہر ماہ ۵۰ پونڈ اور کافی مقدار میں عنبر اور دوسری بیش قیمت چیزیں ملتی ہیں اور بظاہر وہ مطمئن ہیں۔

جغرافیہ

جزائر مالدیپ کسی خاص جزیرہ کا نام نہیں ہے بیشمار جزیروں کے مجموعہ کو "جزائر مالدیپ" کہا جاتا ہے جس میں کم و بیش بارہ سو جزیرے ہیں مگر ان میں سے کسی جزیرہ کا طول و عرض تین چار میل سے زیادہ نہیں ہے۔ اکثر جزیرے چھوٹے ہیں۔ جن کا رقبہ پاؤ میل ہے اور بعض اس سے بھی چھوٹے ہیں۔ پایہ تخت کا نام "مالے" (MALE) ہے اور اس کا رقبہ صرف ایک میل مربع ہے۔

جزائر مالدیپ سیلون سے متصل خط استوا سے شمال کی جانب ۷ ڈگری اور طول کی جانب ۷۳ ڈگری پر واقع ہیں۔ ملک اگرچہ گرم ہے مگر گرمی اوسط درجہ کی پڑتی ہے۔ موسم سرما میں کسی قدر سردی بھی پڑتی ہے۔ مگر موسم بہار سے ملک محروم ہے اور اکثر جزیرے ریت سے ڈھکے رہتے ہیں۔ نہریں بالکل نہیں ہیں اور نہ تالابوں کی کثرت ہے۔ جا بجا ایک آدھ تالاب پائے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا تالاب پایہ تخت "مالے" میں ہے جس کا نام "نادیو" ہے۔ کوئیں بکثرت موجود ہیں۔ بعض نہانے دھونے کے لئے اور بعضوں کا پانی استعمال میں لایا جاتا ہے۔ ان کوؤں میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کا پانی موسم کے تغیر سے میٹھا اور کھارا ہوتا رہتا ہے۔ یہ تبدیلی چھوٹے جزیروں میں نمایاں طور پر محسوس کی جاتی ہے۔ مگر عموماً پانی میٹھا ہوتا ہے، چنانچہ "مالے" کا پانی تمام جزیروں سے زیادہ صاف اور میٹھا ہے۔ مگر پانی ڈول یا بالٹی سے نہیں۔ ناریل کے خول سے نکالا جاتا ہے۔ اور بعض حالتوں

ہیں یا تیل کا اضافہ یا ناریل بھی کام میں لایا جاتا ہے۔

زراعت

باشندوں کی عام غذا چاول اور جوار ہے۔ اور خاص حالات میں گیہوں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر چاول اور گیہوں ملک میں پیدا نہیں ہوتے ہیں باہر سے ان کی درآمد ہوتی ہے۔ ناریل اور مچھلی کی بہت فراوانی ہے۔ اور ہر سال لاکھوں روپیہ کا مال برآمد ہوتا ہے اس میں ۳۰ سے ۴۰ لاکھ روپیہ کی مچھلی صرف کلکتہ اور سیلون سالانہ جاتی ہے۔

جانور

جانوروں میں گائے اور بکریوں کے علاوہ کوئی دوسرا جانور پایا نہیں جاتا ہے۔ ہاں پایہ تخت میں بعض متمول لوگوں نے باہر سے چند جانور منگا کر پالے ہیں جن میں ایک ہرنی بھی ہے جس کو دیکھنے کے لئے دور جزیروں سے لوگ کشتیوں پر بیٹھ کر آتے ہیں اور گھر لوٹ کر مدتوں اسی کا چرچہ کرتے ہیں۔

پرند

پرندوں میں مرغی، کبوتر، کوا، چمگادڑ، مرغابی، بگلا اور سارس وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ مگر چیلیں بہت

کم ہیں۔

صنعت وحرفت

ملک صنعتی نہیں ہے۔ نجاری، حدادی اور زرگری کا کام ہوتا ہے۔ مگر اس میں کوئی نمایاں امتیاز نہیں ہے۔ ہاں گھاس کی چٹائیاں بہت خوبصورت بنی جاتی ہیں اور بیرونی ممالک میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ بعض جزیروں میں کوڑیاں بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اور ان کی بھی تجارت ہوتی ہے۔

سیاسی تقسیم

مدتوں یہ ملک نہایت امن وامان کے ساتھ خود مختارانہ زندگی بسر کرتا رہا۔ اور داخلی اور خارجی دونوں حیثیتوں سے آزاد رہا لیکن ہندوستان اور ملحقات ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ہوجانے کے بعد اسے بھی برطانیہ کی سطوت کے سامنے جھکنا پڑا۔ چنانچہ اب یہ ملک برطانیہ کے زیر علم حکومت سیلون کے ماتحت ہوگیا ہے۔ لیکن جزائر سیلون یا اس کے پایۂ تخت میں برطانوی نمائندہ نہیں رہتا ہے۔ سال میں صرف ایک دفعہ سلطان کو سلامی دینے جاتا ہے۔ لیکن، سلطان کا نمائندہ سیلون میں ہمیشہ مقیم رہتا ہے۔ جزائر مالدیپ کے کم وبیش بارہ سو جزیروں کو تیرہ صوبوں میں تقسیم کیا

گیا ہے۔ جیسے مقامی اصطلاح میں "اٹول" کہتے ہیں اور ہر صوبہ میں سلطان کا نمائندہ "گورنر" رہتا ہے۔

ٹیکس

چونکہ ملک غریب الحال ہے اور اس کی آمدنی کا انحصار صرف دو چیزوں پر ہے۔ مچھلی اور ناریل اس لئے ٹیکس دینے والوں کے لئے حکومت کی جانب سے یہ رعایت روا رکھی گئی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو نقدی جگہ ٹیکس میں مچھلی یا ناریل بھی دے سکتے ہیں، زراعت کے علاوہ تجارت پر بھی ٹیکس لیا جاتا ہے جس کی مقدار بارہ فی صدی سے زیادہ نہیں ہے۔ مگر تاجروں کو پایہ تخت کے علاوہ کسی اور جزیرہ میں مقیم رہ کر تجارت کرنے کی اجازت نہیں ہے چنانچہ تاجروں میں زیادہ تعداد بوہروں اور مدراس کے چولیوں کی ہے۔

شاہی محل

سلطان کا محل پایہ تخت "مالے" میں پختہ اینٹوں سے بنا ہوا ہے، اور شاہزادوں کے محل بھی اس سے ملحق ہیں لیکن شاہزادوں کے محلات شاہی محل سے زیادہ خوبصورت اور پر شکوہ ہیں۔ شاہی خاندان کے علاوہ خواص کو بھی پختہ مکانات بنانے کی اجازت ہے مگر خواص کے علاوہ باقی تمام مکانات کھجور کے پتوں کے بنے ہوئے ہیں۔

لباس

ملک کا لباس بالکل سادہ ہے، عام طور پر لوگ اونچا کرتا، لنگی اور سر پہ رومال لپیٹتے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کے لباس میں بھی کوئی نمایاں فرق نہیں ہے وہ بھی کرتے، لنگی اور رومال باندھتی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ان کا لباس لنگی اور کرتا گھٹنہ تک نیچا ہوتا ہے۔ جوتا کا رواج بالکل کم ہے خواص کے علاوہ عوام میں بہت کم مروج ہے۔ مگر اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ البتہ سلطان کا لباس عربی ہے جو وہاں کے مروجہ لباس سے بالکل ممتاز ہے۔

مذہب اور تعلیم

ملک کے تمام باشندے شافعی المذہب ہیں اور مذہب کی وجہ سے باہم کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ زبان مخصوص ہے جو بولی اور لکھی بھی جاتی ہے۔ مگر چونکہ ملک میں چھاپہ خانہ کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اس لئے اکثر کتابیں اور سرکاری کاغذات کلکتہ میں چھپتے ہیں۔ اس کام کیلئے کلکتہ میں سلطان کا ایک نمائندہ بھی رہتا ہے جس کے ذمہ چھپائی کی دیکھ بھال کے علاوہ کتابت کا کام بھی ہے۔ اس لئے کہ ہندوستان کے کاتب اب تک اس زبان کے رسم تحریر سے ناواقف ہیں۔

یورپ ایک ... کا صرف ایک مدرسہ انگریزی کے نام سے قائم ہے جس میں ... زیادہ ... تعلیم نہیں پاتے ہیں۔ تعلیم یہیں زبان کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف جزیروں میں چھوٹے چھوٹے مکاتب ہیں جس میں دین کے معمولی مسائل کے علاوہ معمولی لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جاتا ہے۔ اس لئے ملک تعلیم یافتہ نہیں ہے معمولی تعلیم یافتہ بھی پانچ فیصدی سے زیادہ نہیں ہیں۔

مسجد

بارہ سو جزیروں میں صرف ایک سو بیس جزیرے آباد ہیں اور باقی ماندہ جزیرے خالی ہیں۔ آباد جزیروں میں جا بجا مسجدیں بھی ہیں جو تعداد میں زیادہ نہیں ہیں مگر اکثر مسجدیں نمازیوں سے پر رہتی ہیں۔ ہاں "مالے" میں مسجدوں کی تعداد کافی ہے۔ چنانچہ وہاں چھوٹی بڑی کل ۴۴ مسجدیں ہیں۔ جن میں جامع مسجد جو سب کے بیچ میں ہے زیادہ خوبصورت ہے جس میں سلطان ہر جمعہ کو نماز کے لئے جاتا ہے۔

بادشاہ

موجودہ بادشاہ کا نام محمد شمس الدین ہے۔ جسے برطانیہ کی جانب سے "سی۔ ایم۔ جی" کا خطاب حاصل ہے چونکہ زمانہ کی موجودہ رفتار ترقی کے اثرات سے مہالدیپ بھی بچ نہ سکا ہے اس لئے وہاں بھی ملک کے نوجوانوں کا مطالبہ ہے کہ قدیم طرز حکومت کی جگہ جدید دستور کا نفاذ کیا جائے۔ چنانچہ سلطان کو اس مطالبہ کے سامنے جھکنا پڑا۔ اور گزشتہ جنوری سے حکومت کے دفاتر میں بہت کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ انہی تبدیلیوں میں ایک نمایاں تبدیلی یہ بھی ہوئی ہے کہ سابق ومعزول سلطان عمادالدولہ مقیم مصر کی وفات کے بعد اس کے لڑکوں کو ملک میں دوبارہ واپس بلا لیا گیا ہے۔

فوج

ملک میں پولیس کا انتظام نہیں ہے اس کام کو بھی فوج ہی کے سپاہی انجام دیتے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد چھ سو سے زیادہ نہیں ہے۔ فوج کے لباس میں کوٹ اور جوتا لازمی ہے۔ فوج کا کام نہ صرف امن وامان قائم رکھنا ہے بلکہ چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کا بھی چکانا ہے۔ (باقی آئندہ)

عورتوں کے جنگی کارنامے

(از فصیح اللہ صاحب پھلواروی متعلم منیر ہائی اسکول پٹنہ)

ذیل کا مضمون مولانا حفیظ اللہ صاحب پھلواروی کے صاحبزادہ فصیح اللہ سلمہ کی کاوش کا نتیجہ ہے کم سنی کے ساتھ موصوف کا یہ ذوق قابل ستائش ہے۔ ایڈیٹر

شجاعت و بہادری سرزمین عرب کا خاصہ تھا۔ اسلام آیا تو اس نے ہمہ گیر خوبیوں کے ساتھ ان جذبات کے ابھرنے میں بہت مدد دی مردوں کا تذکرہ تو چھوڑئیے عورتیں ہی چند دنوں میں پیکر شجاعت اور مجسمۂ شہامت نظر آنے لگیں۔ ان کنارِ عاطفت میں بیٹھنے والی خواتینِ اسلام نے اپنی شجاعت و بہادری سے دنیا میں ایک ہلچل مچا دی اور زمین و آسمان کو لرزا دیا۔ چند لڑائیوں میں جن خواتین نے حصہ لیا ان کا تذکرہ نیچے کیا جاتا ہے۔

جنگ قادسیہ ایک مشہور جنگ ہے جو خلیفۂ اسلام حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت سعد ابن وقاص کی قیادت میں ایرانیوں کے مقابلے میں ہوئی تھی۔ اس موقع پر مسلم خواتین نے جس جانبازی و دلیری سے کام لیا۔ اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔

قبیلہ نخع کی ایک بوڑھی عورت نے جب اس کے بچے جنگ میں جا رہے تھے تو ان جوشیلے الفاظ میں ایک تقریر کی۔

پیارے بیٹو! تم اپنے ملک کو دو بھر نہ تھے۔ نہ تم پر قحط پڑا تھا باوجود اس کے تم اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لائے اور اہل فارس کے آگے ڈال دیا۔ خدا کی قسم! جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو اسی طرح ایک باپ کے بھی ہو میں نے تمہارے باپ سے بددیانتی نہیں کی تھی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ لو جاؤ اور اخیر تک لڑو۔ (تاریخ طبری)

یہ سنکر لڑکے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور جی کھول کر لڑے۔

جنگ یرموک میں جبکہ مسلمان بے سر و سامانی کے عالم میں صرف ۴۰ ہزار فوج کے ساتھ دو لاکھ مسلح ٹڈی دل رومی فوج کے مقابلہ میں اترے تھے۔

تو اس میں عورتوں کا [illegible] حصہ تھا جب رومیوں نے [illegible] حملہ کیا تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے [illegible] دیکھکر مسلمان خواتین [illegible] کوئی [illegible] اور انہوں نے [illegible] نکلکر [illegible] پر اس بہادری کا حملہ کیا [illegible] یہ دیکھکر پھر آگے بڑھے اور پے در پے حملے کرتے رہے اس موقع پر حضرت معاویہ کی ماں ہندہ مردوں کو مخاطب کر کے یہ کہتی تھیں "اے عربو! نامرد بن جاؤ نامرد" خولہ نے ایک شعر پڑھا جس کے معنی یہ تھے کہ "بھاگنے والو پاک دامن عورتوں سے تم مونہ او زیر کے نشانے نہ بنو"۔

اسی طرح عہد صدیقی میں جو لڑائی دمشق میں ہوئی تھی اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے کفار کی فوج مسلمانوں سے اس قدر زیادہ تھی کہ خواب و خیال میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ مسلمانوں کی اتنی چھوٹی فوج کفار کی اس قدر بڑی فوج سے لڑنے آئی ہے۔ جب کفار نہ آدر ہوئے تو مسلمانوں کے پیر جم نہ سکے۔ عورتوں نے جب یہ رنگ دیکھا تو خولہ اٹھیں اور ایک شعلہ انگیز تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے "بہنو تمہاری غیرت یہ گوارا کر سکتی ہے کہ تم مشرکین دمشق کے قبضہ میں آجاؤ؟ کیا تم شجاعت عرب کو داغدار بنانا چاہتی ہو؟ میرے نزدیک تو اس ذلت سے مرنا ہی بہتر ہے" یہ الفاظ نہ تھے تیر تھے جو نشانے پر لگے اور جگر کے پار ہو کر جذبات شجاعت میں تلاطم برپا کر دیا وہ فوراً اٹھیں اور دمشقیوں کی فوج پر کود پڑیں اور ۳۰ جوانمرد بہادروں کو آن کی آن میں خاک و خون آلودہ چھوڑ آئیں۔

یہ تھی بہادری اسوقت کی خواتین اسلام کی۔

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

معلوماتِ عامہ

پہلا غبارہ

ہوائی سفر کے تجربہ کیلئے سنہ ۱۷۸۳ء میں پہلا غبارہ ہوا میں اڑایا گیا یہ سال غبارے کی تاریخ میں نہایت اہم ہے ہوائی سفر میں پہلا قدم اٹھانے کا سہرا دو فرانسیسی بھائیوں کے سر ہے جنکا خاندانی نام مونٹ گورفیر تھا۔ اسی سال ستمبر میں پہلے پہل ذی روح سیاح ہوا میں بھیجے گئے وہ آٹھ منٹ تک اڑتے رہے اور دو میل کے فاصلہ پر اتر آئے یہ ہوا باز ایک بط ایک مرغی اور ایک بھیڑ تھے۔ اس کے بعد نومبر میں ایک فرانسیسی ڈیروزیر تھا۔ اس نے اپنا سب کچھ اس کے لئے خطرے میں ڈالدیا۔ اور خود غبارے میں بیٹھکر اوپر گیا۔

ایک نرالی گھڑی

حال ہی میں ایک گھڑی ایجاد کی گئی ہے جو اس وقت امریکہ کے اندر رائج ہے یہ ایک چھوٹے بکس کے اندر رہتی ہے اور اسکا بٹن دبانے سے دن تاریخ گھنٹہ اور منٹ ایک کاغذ پر جو مشین کے اندر رہے درج ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد اس کاغذ کا ایک سادہ حصہ بکس کے ایک سوراخ کے سامنے آجاتا ہے اس پر کارخانے اور دفاتر کے ملازمین دستخط کردیتے ہیں۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ملازمین وقت سے پہلے گھڑی کا وقت بدل کر اپنا کام نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔

سائنس کی فوق الفطرت کوشش

سائنس دانوں طبقوں میں اس امر کی سعی کی جارہی ہے کہ ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جائے جس کے ذریعہ خیالات بغیر حواس خمسہ کی مدد کے ایک شخص کے دماغ سے دوسرے شخص کے دماغ تک منتقل ہوں لیکن خواہ وہ دوسرا شخص کتنے ہی زیادہ فاصلہ پر کیوں نہ ہو۔ نفسیات کا یہ حیرت انگیز پہلو ابتک تحقیق کی روشنی میں نہیں آیا تھا۔ اب دنیا کے ہر حصہ میں انکا تجربہ کیا جارہا ہے۔ امریکہ خصوصیت کے ساتھ اس میں زیادہ سرگرم ہے۔ ح م

حالات حاضرہ

کانگریس کو اہل فلسطین کی مبارکباد

الہ آباد

۶ مئی ڈاکٹر رام منوہر لوہیا سکریٹری دفتر خارجہ کانگریس کو مسٹر مارٹن لاورلی کی طرف سے مندرجہ ذیل تار موصول ہوا۔ "الائیڈ ریپبلکن آرگنائزیشن" شاہ برطانیہ کی تاجپوشی کی کارروائی کی مزاحمت کرنے اور آئرلینڈ میں جمہوریت قائم کرنے کا مطالبہ کرنے کیلئے ۱۱ مئی کو ڈبلن میں ایک عظیم مظاہرہ کر رہی ہے۔ ہم شہنشاہیت کے خلاف کوششوں میں آپکی حمایت کی خواستگار ہیں اور اہل ہند کو ہم مبارکباد بھیجتے ہیں اس کے جواب میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کے سکریٹری نے حسب ذیل تار دیا ہے۔ "آئرش پبلک کیلئے آپکی جنگ میں ہم آپکے ساتھ ہیں"۔

یہودی پروپگنڈا

مسلمانوں کے خلاف یہودی اخبارات مختلف پروپگنڈے کیا کرتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں معلوم ہوا تھا کہ حکومت حجاز نے اپنی رعایا کو مسئلہ فلسطین میں دلچسپی لینے کی قطعاً ممانعت کر دی ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جو شخص سرحد کو عبور کرنے کی کوشش کریگا اسے گولی سے اڑا دیا جائیگا۔ مگر وزیر خارجہ کے تازہ بیان سے معلوم ہوا ہے کہ یہ محض غلط اور بے بنیاد افواہ ہے۔

حجاز

عام اقتصادی حالت کا اثر حج میں بھی ظاہر ہو رہا ہے، اس سال گزشتہ سال سے حجاج کی تعداد کم تھی۔

اطالوی اکرامات

موسولینی اپنی سیاسی اغراض اور ذاتی اقتدار کو مضبوط بنانے کیلئے مسلمانوں پر عام عنایات کی بارش کر رہا ہے وہ نہ صرف افریقہ کے مسلمانوں پر انعامات کے مینہہ برسا رہا ہے بلکہ طرابلس اور شام وغیرہ تمام کے مسلمانوں پر مہربانیاں کر رہا ہے شام کے طلباء پر انعام و اکرام کی یہانتک بارش کی جا رہی ہے کہ انہیں باری باری روم کی سیر کرائی جاتی ہے۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی اسلامی دنیا پر مغرب کی عنایات ہوتی رہی ہیں لیکن پھر بعد کو اسکا نتیجہ کیا ہوا ظاہر ہے۔

ح، م

RG.D.P.N.347 رجسٹرڈ پی نمبر ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرا دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرا دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

معاونین کرام سے پانچ روپیہ (صہ)

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عا
قیمت ششماہی عہ

جلد ۳ بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ جون ۱۹۳۷ء نمبر ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

چند سال ہوئے مسلمانوں کی پیہم کوشش پر حکومت بہار نے سرکاری عدالتوں اور دفاتر میں اردو رسم الخط کو صرف پٹنہ کمشنری میں جگہ دی تھی لیکن موجودہ وزارت نے بھاگلپور اور ترہٹ ڈویژن کا مزید اضافہ کیا ہے۔ اس پر تقریباً تمام اخبارات و رسائل کافی سے زیادہ تبصرہ کر چکے ہیں۔ نامناسب نہ ہوگا اگر اس موقع پر مجلہ بھی اپنے خیالات کا اظہار کرے۔ ہم اس وقت اردو کی تعریف اور ہندی زبان کی تنقیص میں اپنا اور ناظرین کا قیمتی وقت برباد کرنا نہیں چاہتا۔ دونوں ہندوستانی زبان ہے۔ محض رسم الخط کے اختلاف نے ان میں تفریق پیدا کر دی ہے۔ دونوں رسم الخط رائج ہیں جس میں سہولت اور آسانی کے ساتھ زبان کی اصلی صورت قائم رہے استعمال کیا جائے۔

تعجب ہے ہم ہندوستانیوں کی افسوسناک حالت ہے کہ ایک معمولی بات پر فتنہ و فساد کا بازار گرم کر دیا۔ اخبارات نے کالم کے کالم اردو کی مخالفت کے لئے وقف کر دئیے۔ اور صفحے کے صفحے اس کی تردید میں سیاہ ہونے لگے۔ اس سے ہم نے اپنی کمزوری کا جس قدر زندہ ثبوت دیا ہے۔ ارباب نظر پر مخفی نہیں۔ یہی نہیں بلکہ ہماری اس کوتاہ نظری اور تنگدلی نے یہ اچھی طرح واضح کر دیا کہ ہم میں کہاں تک حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کی صلاحیت موجود ہے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ مسلمانوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلتے اور ہندوؤں کے یہاں صف ماتم بچھتی۔ بلاشبہ اگر ہندی رسم الخط کو مٹا دیا جاتا اور اس کی جگہ پر اردو رسم الخط کو جگہ دی جاتی تو یہ چیز کسی حد تک قابل اعتراض تھی۔ لیکن جبکہ ہندی رسم الخط کو قائم رکھتے ہوئے اردو کی ترویج کی اجازت

ملی تو اس میں ہندو مذہب کا بھی کسی طرح نقصان نہ تھا۔ پھر آہ و واویلا اور ہنگامہ و فساد کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ مسلمانوں کا یہ ایک جائز مطالبہ تھا جو انہیں ملا۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے جنگ و جدال کو دیکھ کر غیروں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں غیر ممالک کے لوگ ہم پر خنداں ہوں۔ اور ہمیں اس کا احساس تک نہ ہو۔ ہم آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں حریت کے خواہاں ہیں۔ بجا طور پر یہ مطالبہ قابل صد تحسین و ستائش ہے۔ انسانیت کا اولین اقتضا یہ ہے کہ آزادی کی فضا میں زندگی گزاری جائے۔ لیکن کیا حکمران قوم کے یہی آثار و علامات ہیں۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی ملک کی برسر اقتدار قومیں آپس ہی میں دست بگریباں رہکر سکون و اطمینان کی فضا میں سانس لی ہو۔ وزیر ہند لارڈ زٹلینڈ نے اپنی گزشتہ تقریر میں کہا تھا کہ "ہندوستانیوں کا یہ حال ہے۔ کہ اگر کسی قوم کا کوئی مطالبہ پورا کیا گیا تو دوسری قوم اس کے خلاف جد و جہد کرتی ہے۔ پھر کس طرح گورنروں کے اختیارات خصوصی کو اٹھا دیا جائے"۔ اس تقریر پر یہ تبصرہ کیا گیا تھا۔ کہ لارڈ زٹلینڈ کا یہ جملہ ہندوستان کی قوموں کو لڑانے کیلئے کہا گیا ہے۔ لیکن کیا اس اردو ہندی کی نزاع نے زٹلینڈ کے اس قول کی تصدیق نہیں کی۔

اے ہندوستان کی زمین میں بسنے والو! غلامی کا طوق آہنی اپنی گردنوں میں رکھنے والو! یاد رکھو یہی وہ تمہارا اختلاف باہمی ہے جس نے ارباب حکومت کو مغرور بنا رکھا ہے۔ یہی وہ تمہاری خانہ جنگی ہے جس نے مٹھی بھر انسان کو تم ۳۵ کروڑ بے حس نفوس پر اس طرح مسلط کر دیا ہے کہ چھٹکارے کی صورت نظر نہیں آتی اور یہی ذہنی عصبیت اور کوتاہ نظری ہے جس نے تمہیں یورپ کے درندوں کا شکار بنا رکھا ہے۔

اگر تم میں اپنے وطن کی خدمت کا احساس ہے تمہیں مادر وطن سے محبت رہ پیار ہے اور تم یہ چاہتے ہو کہ دنیا میں تمہیں بھی وہی مرتبہ اور اقتدار حاصل ہو جو دنیا کی آزاد قوموں کو حاصل ہے تو سب سے پہلے رسمی اختلافات کو بالائے طاق رکھکر یکجہتی کے ساتھ اس کی خدمت میں لگ جاؤ۔ یہ خیال رکھو! تمام ممالک تمہیں حد درجہ نیچی اور ذلیل نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ تم سے وہ ملنا نہیں چاہتے۔ بولنا نہیں چاہتے حتیٰ کہ تمہاری

صورت بھی دیکھنا انہیں گوارا نہیں۔ اور کیوں جانتے ہو خود اپنے دل سے سمجھو کہ تم جیل کے قیدیوں کو کتنی نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہو لیکن وہ قیدی تم جیسے بدنصیب نہیں جبس دوام کے قیدی بھی قید سے رہائی کی امید رکھتے ہیں۔ لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ تم اس غلامی سے آزاد ہونے کی نہ امید رکھتے ہو اور نہ آرزو پھر تم ہی بتاؤ کیوں نہ دنیا نہیں ذلیل نگاہوں سے دیکھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اردو ہندی کی اس نزاع نے ہمارے اقتدار پر ایک بدنما داغ لگا دیا ہے۔ یہ داغ اسی وقت دور ہو سکتا ہے بلکہ ہم آج سے یہ عہد کرلیں کہ اس قسم کے گندے اختلافات کو چھیڑ کر اپنے ملک کی تباہی و بربادی کے باعث نہ ہوں گے۔

دربھنگہ صوبہ بہار میں مسلم آبادی کے لحاظ سے دوسرا درجہ رکھتا ہے لیکن کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ یہاں نہ تو مسلمانوں کی کوئی علمی و ادبی سوسائٹی ہے اور نہ کوئی مسلم لائبریری۔ دورِ حاضرہ میں ان چیزوں کی جس قدر ضرورت ہے مخفی نہیں۔ شکر ہے کہ یہاں کے نوجوانوں میں اس کا احساس ہوا اور ایک جلسۂ عام منعقد کر کے "انجمن ترقی اردو" کی شاخ قائم کی ہے۔ اس انجمن کے ماتحت مختلف شعبے ہوں گے۔ مثلاً شعبۂ تصنیف و تالیف، بزم مشاعرہ، لائبریری اور شعبۂ اشاعت غرض کہ ادبیات کے جتنے ضروری شعبے ہو سکتے ہیں وہ سب کے سب اس میں ہوں گے۔ اس انجمن کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ارکین و ممبران میں نہ صرف نوجوانوں کا طبقہ ہے بلکہ اسے زیادہ تر ضلع کے ان تجربہ کار بزرگوں کی معاونت حاصل ہے جو علم و ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن سب سے اہم سوال یہ ہے کہ نوجوانوں کا یہ جذبہ ہماری توجہ کا کس حد تک محتاج ہے۔ اگر ہماری جانب سے ان کی ہمت افزائی نہیں کی گئی تو کیا حساب ہے سے زیادہ اس کو وقعت دی جا سکتی ہے۔ دربھنگہ میں مسلمانوں کے پاس دولت کی کمی نہیں اگر ہے تو صرف ہمت کی۔ مجھے امید ہے کہ جاں نثارانِ علم و فن اس انجمن کو جس کا قیام از بس ضروری ہے۔ کامیاب بنانے میں سعی بلیغ کریں گے۔

"ایڈیٹر"

مسلمانوں کی پستی کے اسباب

مترجمہ مولانا سید عثمان صاحب فاضل مصر معتمد تعلیم دار العلوم احمدیہ سلفیہ

گزشتہ سے پیوستہ

(۱۳)

جاپان کی ترقی عرب اور تمام مسلمانوں کیلئے عبرت ہے۔

اب میں یورپ سے منتقل ہو کر جاپان آنا چاہتا ہوں اور صرف اسی کو مثال میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہ اس وقت یورپ کا مقابلہ کر رہا ہے۔ جاپان اس دور ترقی میں حدود مذہب سے سرمو متجاوز نہیں ہوا۔ یورپ کی طرح اپنی زبان، وضع قطع، طرز معاشرت اور شعار مذہب کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ترقی کر رہا ہے۔

عبرت کے لئے ایک طویل مضمون کا ذیل میں ایک ٹکڑا نقل کرتا ہوں۔ یہ مضمون ایک یوروپین سیاح نے جاپان سے لکھا تھا جو ۳۰ اکتوبر کے جریدہ "الی دوگنیفا" میں شائع ہوا۔

"جاپانی قوم حسن و جمال کی دلدادہ ہے۔ اس کی کمائی کا بیشتر حصہ انہیں چیزوں پر صرف ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ان کے قومی جذبات بھی حد کمال کو پہنچ چکے ہیں۔ جاپان کا ہر بچہ مسرت کے ساتھ محسوس کرتا ہے کہ صرف ساٹھ برس کی مدت میں جاپان، ایک حقیر، غیر مہذب فقیر اور دور افتادہ ملک سے مہذب، دولتمند، اور عظیم الشان مملکت کا مالک بن گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس دور ترقی میں جاپان کے مذہبی جذبات نے بہت بڑا کام کیا۔ درحقیقت جاپانیوں کے مذہبی احساسات کو دیکھ کر اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ان کے اسلاف نے چھوڑا ہے وہ حکمت سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ آج جاپان، زندگی کے ہر شعبے میں صدہا اختلاف کے باوجود زمانہ حال کی تمام ضروریات پر متحدہ طور سے حاوی

ہوگیا ہے۔ مگر پھر بھی اسے ماضی کی طرف لوٹنے کا جذبہ فنا نہیں ہوا ہے۔ وہ اپنی قومیت پر نہایت سختی سے قائم ہے۔ مغربیت یا مغربیت کی اسے ہوا تک نہیں لگی ہے۔ مغربی اقوام سے وہ اسی قدر لیتا ہے جتنا زندگی کے لئے لازمی اور اقوام عالم سے مقابلہ کرنے کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جاپان مغرب اقصیٰ کی اقوام میں قابل قدر مثال پیش کر رہا ہے"

آگے چل کر لکھتا ہے۔

"جاپانی، نہ دور دراز ملکوں کا سفر پسند کرتے تھے اور نہ غیر ملکیوں کو اپنے ملک میں دیکھنے کے روادار تھے، لیکن موجودہ جاپان نے اس خیال کو دل سے محو کر دیا ہے۔ اس نے اس کی تلافی اس برق رفتاری سے کی ہے کہ دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ بایں ہمہ جاپان اپنے ماضی کو ہمیشہ تقدس و احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور باوجودیکہ وہ موجودہ تمدن کی تمام برکات سے بہرہ مند ہے، پھر بھی فرنگیت سے کوسوں دور رہے اور جوں ہی کسی مغربی شخص یا مغربی چیز سے اپنا کام نکال لیتا ہے اُسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔

جاپانیوں کے مذاہب موجودہ ترقیات کے مانع نہیں ہیں اور نہ کوئی جاپانی اپنے مذہب سے برگشتہ ہوتا ہے۔ ان کے مشہور عبادت خانوں میں "شینتو" "زن" اور "بودھ" مذاہب کے عبادت خانے اسی طرح محترم و معزز ہیں جس طرح پہلے تھے۔ آج بھی جاپانی اسی خشوع و خضوع اور ذوق و شوق سے ان میں جاتے اور عبادتیں کرتے ہیں جس طرح صدیوں پہلے کرتے تھے"

مگر افسوس کہ مسلمانوں نے بدقسمتی سے مذہب سے انحراف کا نام ترقی سمجھ رکھا ہے، ان کے خیال میں وہ اس وقت تک نہ ترقی کر سکتے اور نہ موجودہ اسباب ترقی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب تک مذہب کو خیرباد نہ کہیں۔

چند سال ہوئے فرانس میں جاپان سے متعلق ایک جدید تصنیف شائع ہوئی ہے۔ اس کا نام "لامازلیر" (LAMA ZELERE) ہے۔ فرانس کے اخبار اس کی توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ اخبار "دیبا" نے اس پر ایک طویل آرٹیکل لکھا ہے۔ جو لوگ جاپان کی ترقی کے اسباب معلوم کرنا چاہتے ہیں انہیں اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کے مؤلف نے بالکل غیر جانب داری سے کام لیا ہے۔ اس کی طرف تعصب

کا وہم وگمان بھی کیا جا نہیں سکتا۔ جہاں تک میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے، مجھے یہ کتاب بہت پسند آئی ہے اس میں تقریباً وہی باتیں لکھی گئی ہیں جو جاپانی کتب تواریخ میں درج ہیں۔ ان میں سے بیشتر کتابوں کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں بھی ہو چکا ہے۔ اس موقع پر کتاب مذکور سے چند سطریں عبرت کے لئے نقل کرتا ہوں۔ مؤلف کتاب نے جاپان کے جدید تمدن اور اس کے ابتدائی دور سے متعلق ذیل کے فقرے لکھے ہیں۔

"چنانچہ جاپان نے امریکا اور یورپ کے مادی علوم وفنون، قومی نظام، جدید تعلیم اور سیاست کے بوقلموں اشجار کی خوشہ چینی شروع کر دی۔ جاپان کے بیدار مغز لیڈروں نے اُن کی اندھی تقلید نہیں کی۔ اچھی چیزیں لینا شروع کر دیں اور بُری چیزوں کو نظر انداز کرتے گئے۔ اس طرح جاپان کے ہر شعبۂ حیات میں زندگی کی لہریں دوڑنے لگیں۔"

مؤلف نے اس کے بعد چین وجاپان کی جنگ پر روشنی ڈالی ہے اور اس جملہ پر تبصرہ ختم کیا ہے۔ ذیل میں ہم اس کا لفظی ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

"چین پر جاپان کی فتح نے جاپان کو نہ صرف عالی حوصلہ بنا دیا۔ بلکہ ایک دوسری چیز کا بھی اسے یقین دلا دیا وہ یہ کہ ایشیائی قومیں اگر عزم راسخ کر لیں تو اپنی آزادی، استقلال اور آداب ومعاشرت کو قائم رکھتے ہوئے مغربی تمدن سے تمام اچھی باتیں اخذ کر سکتی ہیں۔"

شہنشاہ جاپان کی تاجپوشی سے متعلق بہت کچھ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ لیکن جو کچھ لکھا گیا ہے وہ عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ واقعہ ہے کہ میکاڈو اعظم شاہ جاپان کی تاجپوشی پر جتنی خوشیاں منائی گئیں۔ موجودہ زمانہ میں کسی بادشاہ کی تاج پوشی پر نہیں منائی گئی۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ تمام مظاہرے مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

کامل ایک ماہ تک محفلوں، مجلسوں، مظاہروں اور جلوس کا سلسلہ جاری رہا میکاڈو کے ساتھ قوم کے احترام کا یہ حال تھا کہ چھ لاکھ جاپانیوں نے تاجپوشی کے جلوس میں شرکت کی تھی۔ اور بچہ بوڑھا اور جوان سب کی زبانوں پر تھا۔ "خدا میکاڈو کو دس ہزار برس زندہ رکھے۔"

تاجپوشی کے موقع پر تمام رسموں کا مذہبی اسپرٹ

میں ادا ہونا شہنشاہ کا معبود شمس کے خاندان سے تسلیم کرنا، دو ہزار برس کے قدیم مقدس حمام میں ان کا غسل کرنا، اور حکومت کی نگرانی میں جو گیہوں اور چاول کیا جاتا ہے اس کا نشست گاہ سے چاولوں کا کھانا۔ یہ اور اس قسم کا صد ہا قدیم مذہبی رسوم کا ادا کرنا، اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ جاپان اسوقت تک اپنے قدیم مذہب پر سختی کے ساتھ قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تمام مراسم ٹھیک مذہبی رنگ میں ادا کئے گئے۔ تاکہ مذہب کا کوئی رکن بھی ادا ہوئے بغیر رہ نہ جائے۔

(باقی دارد)

فرنگیوں کا اپنی قومیت پر قائم رہنا۔

نوٹ: یہ مضمون "مسلمانوں کی ابتری کے اسباب" کی قسط نمبر ۱۲ کا بقیہ حصہ ہے غلطی سے یہ حصہ اس نمبر میں شائع نہیں ہوسکا۔ چونکہ یہ مسلسل قسط وار مضمون تھا اس لئے اس ٹکڑے کی اشاعت ضروری سمجھی گئی۔ قارئین کرام اسے بارہویں قسط کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔ (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

"سرویا نے سینکڑوں برس ترکوں کی غلامی کی لیکن بالآخر غلامی کا جوا اتار پھینکا اور اب خود مختار ہے۔ یہی حال "ارنوط" کا ہے جس کی تاریخ اتنی قدیم ہے کہ صحت کے ساتھ مدون بھی نہیں ہو سکتی اور باوجودیکہ وہ جنگجو قوموں سے گھرا ہوا ہے پھر بھی ہمیشہ آزاد رہا اور ہنوز آزاد ہے۔

"بلگیریا" کا بھی یہی حال ہے وہ بھی تین طرف سے مضبوط سلطنتوں سے گھرا رہا، پھر ترکی عہد سلطنت میں اس پر ترکی رنگ چڑھانے کی کوشش کی گئی۔ یہاں تک کہ اس کی زبان بھی ترکی ہو گئی۔ مگر پھر بھی وہ سنبھل کر الگ اور اب آزادی کی ہوا میں سانس لے رہا ہے۔

مثال پیش کرنے میں ہم حدود یورپ سے باہر جانا نہیں چاہتے ہیں تاکہ یورپ کے دلدادوں کو اعتراض کا موقع نہ ملے اور وہ یہ نہ کہیں کہ ہم اپنے امام اور پیشوا کے سوا کسی اور کا حکم ماننے کو تیار نہیں ہیں۔

مثال میں جتنی قوموں کے نام پیش کئے گئے ہیں۔ تمام کی تمام یورپین ہیں، مہذب اور تعلیم یافتہ ہیں۔ ان میں سے ہر ملک میں علمی یونیورسٹیاں اور اکیڈمیز موجود ہیں نیز ان کی بری اور بحری دونوں قوتیں بھی منظم اور مستحکم ہیں۔

دنیائے تخیل کی ایک پرغم داستان

از حامد سلفی۔ نرائن پوری

فرعون اعظم (درباریوں سے) میں نے اتنی رات گئے تم لوگوں کو کیوں بلایا؟ بے وقت طلبی کی وجہ شاید نہیں سمجھے؟!!

حاضرین۔ جہاں پناہ ہم لوگ ارشاد عالی کے منتظر ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو کسی خیال نے پریشان کر رکھا ہے۔

فرعون۔ چہرہ سے پریشانی کے آثار دور کرتے ہوئے تمہارا خیال درست ہے۔ بلانے کی وجہ کوئی اور نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم سب ملکر اس بلا کو دور کرنے کی کوشش کروگے۔ تاکہ وہ بدبخت گھڑی دیکھنا نصیب نہ ہو۔

اُف وہ بھیانک سماں کس طرح دھرایا جائے جس کے تصور سے بھی جسم میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے نہیں نہیں ہرگز بیان نہیں کرسکتا! مجھے اتنی ہمت نہیں کہ اس منظر کو جسے میری آنکھوں نے بصورت خواب دیکھا ہے۔ اپنی زبان سے دہرا سکوں۔

حاضرین:- اعلیٰ حضرت آخر فرمائیں تو سہی کہ وہ کیسا خواب تھا جس نے حضور کو اس قدر بے چین کر رکھا ہے اگر حضور کا سایہ عاطفت اور اپنی ہمت ساتھ ہے تو ہم لوگ ضرور اس کے دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

فرعون:- آخر کہنا ہی پڑیگا۔ مگر آہ کس زبان سے بیان کروں اعضا مرتعش ہو رہے ہیں۔ قوت گویائی جواب دے رہی ہے۔ جسم کے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔ دماغ چکرا رہا ہے ہر چیز گھومتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اُف! وہ کیسی دردناک گھڑی ہوگی۔ کیا میں اس دن اپنی بربادی کا تماشہ دیکھنے کو زندہ رہوں گا؟ کیا میں اسی لئے مسند حکومت پر متمکن ہوا۔ کیا سچ مچ واقعی وہ سماں دیکھنا ہی پڑیگا۔

سنو! عالمو اور نجومو ایک گھنٹہ پہلے جبکہ میں آرام کی نیند سو رہا تھا۔ ایک عجیب خوفناک خواب دیکھا کہ بیان سے باہر فوراً چونک پڑا اور پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا! تو

سے نکلی۔ بیہوشی ہے۔ نیند حرام ہوگئی ہے
دیکھتا کیا ہوں کہ یروشلم سے ایک سخت شعلہ انگیز آگ نمودار ہوئی اور بڑھتی ہوئی مصر آ پہنچی تمام قبطیوں کو چن چن کر خاکستر کردیا لیکن بنی اسرائیل اس کی لپیٹ سے بال بال بچ گئے۔ بتلاؤ اس کی کیا تعبیر ہے کیا یہ واقعہ ہوکر رہیگا؟ تمہیں کہو یہ کیسا دردناک منظر ہے۔ وہ کیسی بری ہوگی وہ ساعت جب یہ ظہور پذیر ہوگا۔ کیا سچ مچ ہمارے خاندان ہماری جاہ و حشمت اور ہماری ان شاہی برباد کردیے جائیں گے۔؟

میں کیا کہہ رہا ہوں کس کی طاقت ہے کہ مجھے برباد کرسکے؟ میرا مٹانے والا کون ہوسکتا ہے۔؟ جبکہ میں خود ہی لوگوں کی زندگی اور موت کا فیصلہ کیا کرتا ہوں۔ میں مصریوں کے سیاہ و سفید کا مالک ہوں۔ میں شہنشاہ ہی نہیں لوگوں کا پروردگار بھی ہوں۔ تو پھر کس کی مجال ہے کہ مجھے فنا اور میری حکومت کو متزلزل کرسکے میں تنہا ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں۔ لاکھوں جانیں میرے قبضۂ قدرت میں ہیں جسے چاہوں زندہ رکھوں اور جسے چاہوں فنا کردوں۔ مگر بتاؤ تو سہی کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟

ایک نجومی کھڑا ہوکر بیان کرتا ہے۔ جہاں پناہ! اس کی تعبیر یہ ہے کہ خاندان اسرائیل میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو حکومت مصر کی تباہی کا باعث ہوگا۔ تمام قبطی اسکے اور اس کی جماعت کے ہاتھ ہلاک و برباد ہوں گے! اور بنی اسرائیل کو عروج و ترقی ہوگی۔ ان ہی کا بول بالا ہوگا۔ ہر طرف ان کی شان و شوکت کا چرچا ہوگا۔ ہر کوئی ان کے جاہ و جلال کے آگے سر نیاز خم کردیگا۔ اور موت سے ان کی زندگی کا نیا دور شروع ہوگا۔

فرعون- آخر اس سے بچنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

حاضرین میں سے ایک شخص:- میری سمجھ میں ایک ترکیب آئی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ آج سے بنی اسرائیل کے گھر جتنے بچے پیدا ہوں انہیں تہ تلوار کیا جائے اور انکے گرم گرم خون سے ہم اپنے شجر حکومت کی آبیاری کریں۔ چونکہ لڑکیوں سے ہمیں کوئی خوف نہیں ہے اس لئے وہ اس حکم سے مستثنیٰ کردی جائیں۔ اس طرح جتنے بھی لڑکے صفحۂ شہود پر آئیں گے لقمۂ اجل ہوجائیں گے اس طرح ہم آرام اطمینان اور سکون کی زندگی گزارتے رہیں گے۔ اس تجویز کو سب نے بالاتفاق تسلیم کیا۔ تمام عمائدین سلطنت نے اس کی تائید کی۔ اور اسی وقت سے اس پر عمل درآمد شروع ہوگیا۔

بہت سے بے رحم خونخوار سفاک اور ناعاقبت اندیش جلاد اس کام پر مامور کئے گئے اور اس طرح بنی اسرائیل پر ایک دردناک عذاب کا دور شروع ہو گیا پہلے تو اتنا ہی تھا کہ صرف طوق غلامی گلو گیر کئے تھے اور ہر وہ کام جو ذلیل خیال کیا جاتا اس کے انجام دینے پر مجبور تھے اور اس میں وہ خوش تھے۔ اب ذلت کی انتہا یہ ہو گئی کہ ان کی جانیں بھی حیوانات کی جانوں سے زیادہ قیمتی نہیں خیال کی جانے لگی۔ ان کے معصوم بچے نہایت آسانی سے ماں کی آغوش محبت سے چھین کر خنجر ظلم اور تلوار ستم سے ذبح ہونے لگے اور غریب مائیں عمر بھر اپنے ننھے اور پیارے بچے کے حسرتناک انجام پر اپنا دامن محبت آنسوؤں سے تر کرتیں۔ باپ الگ سر دھنتا۔ مگر حکومت اسکو اپنی جبروتیت کا ایک کھیل سمجھتی اور شوق جاں آزاری اور بھی بڑھتا جاتا۔ وہ ماں جس نے بڑی تمناؤں اور آرزوؤں کے بعد گوہر مقصود پایا تھا۔ بغیر کسی حیلہ اور حجت کے اس کو قبضۂ ہلاکت میں ڈالدیتی ہے۔ اور خود دور بیٹھکر اپنی بربادی کا تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ لیکن سینہ پر سل رکھکر خاموش ہے۔ کچھ بولتی نہیں آخر کہے تو کیا کہے اس سے نجات کی بھی تو کوئی صورت نہیں ہے۔ غلامی نے لبوں پر اس طرح مہر ثبت کر دی ہے کہ زبان کو جنبش تک نہیں ہوتی۔ قوت گویائی کے ہوتے ہوئے بھی انسان گونگا اور بے زبان ہو کر اس حال میں رہنا پسند کرتا ہے۔

انسان اولاد کو آسمان تمنا کا ماہ درخشاں اور بحر آرزو کا بے بہا موتی تصور کرتا ہے، سہارۂ حیات خیال کرتا ہے، مگر کس بے دردی سے اس کی پیاری اولاد سے اس کی گود خالی کی جا رہی ہے۔ کیسی مصیبت کی گھڑیاں ہیں کہ اس کا لاڈلا بچہ اس کی نظر کے سامنے قتل کیا جاتا ہے اور وہ اف تک نہیں کرتا۔ عہد کی شان ہے وہی لوگ جو کل فلک حکومت پر ماہ کامل کی طرح درخشاں تھے۔ تہذیب انسانی کے معلم اور زمانہ کے مصلح اعظم تھے۔ آج ان کی اولاد اس ذلیل بدترین اخلاق سے ملوث کی جا رہی ہے اور ان کے قیمتی خونوں سے قصر شہنشاہی کی بنیاد کے لئے گارے کا کام لیا جا رہا ہے بادشاہ اپنی حکومت اور بقا کے لئے اپنی غریب رعایا کی قیمتی جانوں کو کھلونا سمجھکر اس سے کھیل رہا ہے۔

کتنی سہانی صبح ہے کیسا خوشگوار منظر ہے۔ ہر چیز پر مسرت وشادمانی طاری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کے

کے ذرے ذرے کو زندگی عطا کر رہی ہے۔ مردہ قلوب اور روح ہم آغوش ہو رہے ہیں آفتاب عالمتاب بھی آج افق مشرق سے مسکراتا ہوا نمودار ہو رہا ہے۔ گلستان رنگ و بو کا ہر شجر مستانہ وار جھوم رہا ہے۔ عندلیب چمن نغمہ خوانی کر رہی ہے۔ قمریانِ خوش الحان ہر طرف خوشی کے گیت گا رہی ہیں۔ باغ عالم کی کلیاں بھی اس عروس نو کی آمد پر مبارک بادیاں دے رہی ہیں۔ لالہ و گل بھی کسی مست کے سیر گلستاں کی خبر سنکر شمیم روح پرور نثار کر رہے ہیں۔ کلیاں مسکرا رہی ہیں۔ پھول ہنس رہے ہیں۔ چمن موجودات کی تمام چیزیں اقدام ہمت عقیدت کے پھول چڑھانے کو سراپا انتظار ہیں۔ باغ گیتی کے ہر ذرہ میں پریم کا دریا موجزن ہے۔ گلشن کائنات کا بخت طالع ہو گیا ہے۔ وہ مہر انور طلوع ہو رہا ہے جسکی کرنیں مدت کے ماند پڑے ہوئے جواہرات کو چمکانے والی ہیں جسکا طلوع گرد غلامی سے چھپے ہوئے موتی کو جلا دینے والا ہے۔ جو خار بیاباں کو درس پائندگی اور ہر چیز کو خود داری کا سبق دینے والا ہے۔ آج خاندان اسرائیل کے کاشانہ غربت میں ایک ایسی ہستی کا ظہور ہو رہا ہے۔ جو کچھ عرصہ بعد ان کی کتاب زندگی کا نیا باب مرتب کریگا۔ جو بنی نوع آدم کی زنجیر غلامی کو توڑ کر آزادی و حریت کی فضا میں سانس لیگا۔ لیکن ولادت با سعادت والدین کیلئے سرور و انبساط نہیں بلکہ غم و اندوہ لیکر آئی ہے۔ خصوصاً ماں جس نے نو ماہ کی کاوش کے بعد گوہر مراد پایا ہے۔ اپنے پیارے اور ننھے بچے کو دیکھکر زار زار رونے لگتی ہے۔ باپ الگ آنسوؤں سے منہ دھو رہا ہے اور اپنے پیارے بچے کو چھاتی سے لگا کر بھینچ بھینچ کے پیار کرتا ہے اور ساتھ ہی صبر و سکون کا گراں سایہ بھی اپنے سینہ پر رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

ماں کبھی آسمان کی طرف نگاہ کرتی ہے اور کبھی اپنے بچے کو دیکھتی ہے۔ آخر جوش میں آکر دربار الہی میں دست بدعا ہوتی ہیں اور رو رو کر یہ دعا مانگتی ہیں۔ الہی تو ہی اسکا والی ہے۔ تیرے ہی قبضۂ قدرت میں اس کی جان ہے تو اگر چاہے تو اس کو موت کے منہ سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ تو نے زندگی دیکر دنیا میں بھیجا ہے تو زندگی سے آشنا بھی ہونے دے۔ اور تو کوئی صورت اس کے بچنے کی نظر نہیں آتی۔ پھر کہتی ہے مجھے اپنی مامتا کی قسم میں ہرگز اپنے نور نظر کو بے درد قبطی جلاد کے ہاتھ میں نہیں جانے دوں گی جس طرح بھی ہوا سے بچانے کی کوشش کرونگی۔ یہاں تک کہ اپنی جان ہلاک کرنے کو تیار ہوجاؤں گی۔

مگر اپنے نور نظر اور لخت جگر کو دشمن کے حوالہ نہیں کر سکتی۔ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد جی میں کہتی ہے۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے لکڑی کا ایک صندوق بنوا کر اس میں اپنے لخت جگر کو بند کر کے پروردگار کی معیت اور حفاظت میں دریائے نیل کے مواج دھارے میں ڈال دوں۔ اگر اس مالک جل شانہ کی مرضی اور مہربانی ہوگی تو میرا پیارا ضرور مجھے واپس مل جائے گا۔ ورنہ میرا بھی خدا حافظ ہے۔ اور میں اس کی راہ میں اپنا پارۂ دل قربان کر کے ایک گونہ خوش ہو جاؤں گی۔ اچھا تو اب صندوق بنوا ہی لینا چاہئے۔ دل بھی اس خیال کی تائید کرتا ہے۔ بڑھی کی سینکڑوں منت اور خوشامد کرتی ہے۔ آخر وہ بڑی دقتوں سے راضی ہو جاتا ہے اور تابوت بنا کر سامنے لاتا ہے۔ صندوق کو دیکھتے ہی دریائے غم میں طلاطم برپا ہو گیا۔ مارے غم کے آبدیدہ ہو جاتی ہے۔ اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتی ہے یاس و ناامیدی کی عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کبھی صندوق کی طرف دیکھتی ہے اور کبھی اپنے ننھے بچے کو چھاتی سے لگاتی ہے۔ اس کی پیشانی کو چومتی ہیں۔ اس پر درد سما کا اثر اتنا پڑتا ہے کہ اس پر جنون کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں ہے اور زبان پر عجیب عجیب کلمے جاری ہیں کبھی کہتی ہے اے میرے سکون قلب! کیا میں تجھے اپنے ہاتھوں سے دریائے نیل کی سفاک موجوں میں ڈال دوں؟ اُف یہ نہیں ہو سکتا! کیا میں خود ہی تجھے قتل کر دوں؟ کیا ماں خود اپنے ہاتھوں بچے کو قتل کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس سے تو کہیں بہتر ہے کہ تو فرعونیوں کے سفاک ہاتھوں اور ان کی خونخوار تلواروں سے میرے سامنے ذبح ہو اور میں تجھے آخر دم تک اپنے سینہ سے چمٹائے رہوں اور مرنے کے بعد بھی تیری پیشانی کو چوم کر تجھے اپنے ہاتھوں سپرد خاک کر دوں اور تیری یہ بھولی اور معصوم صورت ہمیشہ کیلئے اپنے قلب حزیں پر منقش کر لوں۔

آہ! دنیا میں آکر تمہیں یہی دن دیکھنا تھا؟ کیا اس لئے اس بدنصیب گھر میں پیدا ہوئے کہ ابھی زندگی سے آشنا بھی نہ ہوگے کہ تم سے زندگی چھین لی جائے گی۔ تمہیں کسی اور جگہ پیدا ہونا تھا جہاں تم پرورش پاتے بڑھتے اور سن شعور کو پہنچکر اپنے والدین کے لئے سہارا ثابت ہوتے اور ان کی خدمت کرتے۔ تمہیں اس گھر میں جانا تھا جہاں تمہیں شفقت پدرانہ اور عاطفت مادرانہ میسر ہوتی۔ مگر مجھ بدنصیب سے تم کیا لے سکتے ہو۔ میں تمہاری کونسی مدد کر سکتی ہوں۔ مجھے تو بہر حال تم سے ہاتھ ہی دھو بیٹھنا ہے۔

ابھی چند گھنٹوں کے مہمان ہو بیٹا ابھی چند لمحہ بعد تمہارا چراغ زندگی گل کر دیا جائیگا۔ اور مجھے تمہاری ہلاکت کا تماشا اور اپنی منحوس قسمت کا نتیجہ ان آنکھوں سے دیکھنا پڑیگا۔ اور ہمیشہ تمہاری معصوم صورت یاد کرکے رونا ہوگا۔

ارے میں کیا بول رہی ہوں کیا میں اپنے لختِ جگر کی موت کا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھوں گی؟ اُف! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے قاتل کی پیاسی تلوار کا سوز بجھانے کو اپنے مشامِ جان کا خون دوں۔ میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتی۔ وہی خیال صحیح ہے یہ امانت نیل ہی کی نذر کر دینا چاہئے۔ ولادت کے بعد ہی سے یہ خیال دماغ میں چکر لگا رہا ہے۔ اپنا قلبِ حزیں بھی یہی کہتا ہے۔ ممکن ہے خدائے قدوس کی بھی یہی مشیت ہو کیونکہ دلوں کا مالک وہی ہے۔ دل اسکا عرشِ معلی ہے۔ اچھا تو آ اے راحتِ جان! تجھے آخری پیار کرلوں۔ کلیجہ سے لگا لوں۔ جی بھر دیکھ لوں اور دل کی بھڑاس نکال لوں۔ پھر موقع ملے نہ ملے ظالم حکومت کے سامنے سر دھننے سے کیا فائدہ ہے؟ وہ ظالم سفاک تو اپنا دامنِ تہذیب ہم غریبوں کے خون ہی سے سرخ کر رہا ہے۔ لیکن یہ خونِ ناحق کبھی نہ کبھی ضرور رنگ لائیگا۔

اے معبودِ حقیقی! تو ہی تمام مخلوقات کی جان کا مالک ہے تو ہی مارتا اور جلاتا ہے تو ہی سب کا معین و مددگار ہے۔ میں اپنے نوزائیدہ سکونِ قلب اور لختِ جگر کو تیری رحمت کے بھروسہ پر دریائے نیل کے تیز رفتار دھارے میں ڈال رہی ہوں۔ تو بڑی شان والا ہے۔ تو اگر چاہے تو پھر اس کو ہمارے پاس لوٹا دے۔ اچھا خدا حافظ اے جانِ مادر!!

اے نیل کی روانی! میں اپنے پیارے بچے کو اس کے وسیلہ سے دے رہی ہوں جس نے ایسی صورت دے کر دنیا میں اسکو بھیجا ہے۔ یہ خدا کی امانت ہے جو تجھے ودیعت کی جا رہی ہے تو بھی اس امانت کا خیال کرنا اور امانت کو امانت کی طرح رکھنا۔ آخر سینہ پر سل رکھکر دریائے نیل کی گہرائی اور اس کی موجوں کے تلاطم میں آنکھ بند کرکے ڈال دیتی ہے مگر ماں کی مامتا کب دور ہوسکتی ہے۔ اپنی کمسن بچی سے کہتی ہے میری بچی! تو اس کے ساتھ ہولے اور دیکھ تو سہی اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ نیل کی گہرائیوں میں غرق ہو جاتا ہے۔ یا نیل کی روانی اسے کہیں بہائے جاتی ہے۔ آخر وہ لڑکی اس صندوق کے پیچھے ساحل سے گزرتی ہوئی وہاں پہنچتی ہے جہاں یہ صندوق نیل کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔

(باقی آئندہ)

رشید الدین وطواط

از جناب کوثر چاندپوری

پورا نام رشید الدین عبد الجلیل وطواط عمری ہے لیکن رشید الدین وطواط اور رشیدی سمرقندی مشہور ہے۔ چونکہ حضرت عمر فاروق رضؓ کی نسل سے تھا اس لئے "عمری" اس کے نام کا جزو بن گیا۔ وطواط ابابیل کو کہتے ہیں بہت دبلا پتلا پستہ قامت اور نحیف الجثہ تھا اس بنا پر اس کو وطواط کہتے تھے۔

بلخ میں پیدا ہوا تھا مگر تعلیم و تربیت سمرقند میں ہوئی تھی اسی وجہ سے "رشیدی سمرقندی" کے نام سے دنیا میں مشہور ہوا۔ نہایت باکمال ادیب اور مفکر تھا، شعر و سخن سے کافی دلچسپی رکھتا تھا انوری کا معاصر تھا۔ اتسز خوارزم شاہ کا مصاحب اور ندیم تھا۔ قصیدہ گوئی میں بھی کافی دستگاہ تھی ایک مرتبہ رشید نے اپنا قصیدہ مسعود سلطان کی خدمت میں بھیجا اس نے بہت تعریف کی اور رشید کی مدح میں قصیدہ لکھکر بھیجا جس میں تشبیب کے بعد کہتا ہے کہ رمز و کنایہ میں کہاں تک گفتگو کروں مختصر یہ ہے کہ میں نے ایک قصیدہ دیکھا جو نہایت شگفتہ تھا یہ قصیدہ رشید کا تھا جو ایک بے نظیر حکیم اور نہایت بلیغ و بلند خیال شاعر ہے اتنا زبردست حکیم ہے کہ دوسرے حکیم اس کے آگے نادان ہیں اور ایسا فصیح ہے کہ زمانہ کے فصحا اس کے سامنے ہکلانے لگتے ہیں، اس قصیدے کے چند شعر یہ ہیں۔

شب سیاہ چو برچید از ہوا دامن
ز دودہ گشت زمین را ز نہ پیراہن
نسیم روح فزا آمد از طریق دراز
چمن بسیر دیکے درج پر ز درّ عدن
یکے بہار نو آئین شگفت در پیشم
چو گلشنے کہ نگاریدہ ابر در بہمن
دگر بر مزچہ گویم قصیدۂ دیدم
چو از زمانہ بہار و چو از بہار چمن

کہ ہست شعر رشید از حکیم بے تہمت
بلیغ تیز قلم شاعر بلند سخن
حکیم نیست کہ او نیست پیش او ناداں
فصیح نیست کہ او نیست پیش او الکن

جس زمانے میں یہ قصیدہ نظم ہوا ہے غزل گوئی کا رواج تھا ان شعراء قصیدے کی تشبیب ہی میں اپنا ذوق کلام صرف کیا کرتے تھے تشبیب میں یا تو کوئی بہاریہ منظر قلمبند کرتے تھے یا عشق و عاشقی کی رنگین گفتگو ہوتی تھی ان کی غزل بس یہی تھی چنانچہ اس قصیدے کی تشبیب ہی میں نہایت نادر الکلامی کیساتھ صبح کا دلکش منظر پیش کیا گیا ہے شاعر کہتا ہے کہ رات نے جب دنیا سے اپنا سیاہ دامن سمیٹا اور زمین کے لباس کی سیاہی دور ہوئی تو بہت دور سے نسیم آئی اور موتیوں سے بھرا ہوا ایک صندوقچہ مجھے دیا بس اس کے ملتے ہی میری آنکھوں کے سامنے بہار کا سماں بندھ گیا اور ایک ایسا سرسبز و شاداب چمن نظر آیا گویا اس کو ماہ بہمنی کے بادلوں نے اپنے ہاتھ سے سنوارا ہو۔

سلطان خود بہت مشہور سخنور تھا اور قصیدے گوئی میں اس کا مرتبہ معمولی نہیں ہے اس کی تعریف جیسے رشید کا پایہ سخن خود ظاہر ہو سکتا ہے۔

رشید نے خود بھی سلطان کی تعریف میں اسی زمین میں قصیدہ کہا ہے جس کے دو شعر یہاں لکھے جاتے ہیں۔

سپاہ علم ترا ہست صد ہزار علم
درخت فن ترا ہست صد ہزار فنن
تو آں بزرگ وزیری کہ از بلاغت
بلند فرق معانی و راست قد سخن [۱]

سلطان حضرت ابراہیم خاقان کے دربار میں رشید کی نہایت عزت و توقیر ہوتی تھی اور "سید الشعراء" کا خطاب بھی اس دربار سے اس کو حاصل تھا۔ اسی زمانہ میں عمعق بخاری وہاں کا "ملک الشعراء" تھا جس کی تمام شعراء تعظیم کرتے تھے۔ مگر رشید بہت خوددار اور فاضل شخص تھا اس نے کبھی ملک الشعراء کی خوشامد پسند نہیں کی۔ ایک دن بادشاہ نے ملک الشعراء سے رشید کی عدم موجودگی میں دریافت کیا کہ رشید کے اشعار کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

عمعق نے کہا رشید کا کلام تو اچھا ہوتا ہے۔ مگر

---

[۱] خزانہ عامرہ صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱

ذرا نمک کی ضرورت ہے۔ اتفاق سے اسی وقت رشید آگیا۔ بادشاہ نے عمعق کا مقولہ بیان کرکے کہا کہ تم اس باب میں کوئی شعر کہو۔ رشید نے فوراً یہ قطعہ سنایا۔

شعر ہائے مرا بہ بے نمکی
عیب کردی روا بود شاید
شعر من ہمچو شکر و شہد است
اندریں ہا نمک نہ خوش آید
گفتہ ات شلغم است و باقلا
نمک اے قلتبان ترا باید[1]

یعنی میرے اشعار پر تونے بے نمکی کا جو الزام لگایا ہے ممکن ہے وہ صحیح ہو۔ میرے اشعار شہد اور شکر کا حکم رکھتے ہیں جو کسی حال میں بھی نمک کے ضرورتمند نہیں۔ اگر شہد اور شکر میں نمک ملادیا جائے تو شیرینی کا لطف کہاں رہا ہے؟ البتہ تیرا کلام شلغم اور باقلا کے حکم میں آتا ہے لہذا نمک تیرے ہی لئے مناسب ہے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور رشید کو انعام دیا۔ اسوقت سے بادشاہ کی نظر میں رشید کی عزت بہت بڑھ گئی۔ رشید کی عمر کا زیادہ حصہ سلطان اتسز خوارزم شاہ کی خدمت میں بسر ہوا۔ یہ بادشاہ اہل علم اور ارباب ہنر کا بہت قدر شناس تھا۔

وطواط پہلی مرتبہ سلطان اتسز کے دربار میں گیا تو درباری علماء سے اسکا زبردست مناظرہ ہوا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ یہ ذرا سا آدمی کس تیزی، بلاغت اور تواتر کیساتھ تقریر کرتا ہے تو اس کو بہت تعجب ہوا۔ اتفاق سے ایک دوات رشید کے سامنے رکھی تھی۔ بادشاہ نے ظرافت کے طور پر کہا کہ ذرا دوات کو سامنے سے ہٹائیے تاکہ معلوم ہو کہ دوات کے پیچھے کون بول رہا ہے۔ وطواط اس طنز سے آزردہ ہوا اور بزم سلطانی سے اٹھ گیا۔ لیکن جوہر شناس بادشاہ اس کی بلاغت و فضیلت سے آگاہ ہوچکا تھا۔ دوبارہ طلب کیا اور نہایت اعزاز و اکرام سے پیش آیا۔ انعام بھی دیا۔

سلطان سنجر نے قلعہ "ہزار اسپ" پر حملہ کیا اور اتسز قلعہ بند ہوا۔ رشید بھی اس کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ انوری سلطان سنجر کے لشکر میں تھا، انوری نے یہ رباعی کہی اور تیر میں بندھوا کر قلعہ میں پھینکدی:

اے شاہ ہمہ ملک جہاں حسب تراست
وز دولت و اقبال شہی کسب تراست
امروز بیک حملہ ہزار اسپ بگیر

[1] خزانہ عامرہ صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱

نرد الحوارزم و ہزار اسپ ترا ست

وطواط نے بھی قلعہ کے اندر سے اسکا جواب دیا۔ اور اسکا جواب بھی تیر کی وساطت سے سلطان سنجر کے لشکر میں بھیجا گیا۔

اے شہ کہ بجامت مئی صاف است نہ درد
اعدائے ترا ز غصہ خون باید خورد
گر خصم تو اے شاہ رستم گردد
یک خر ز ہزار اسپ تو نتواند برد

سلطان سنجر اس رباعی کو دیکھکر بہت برافروختہ ہوا۔ اور قسم کھا کر کہا کہ وطواط مل گیا تو اس کے سات ٹکڑے کردوں گا۔ قلعہ ہزار اسپ مفتوح ہوا۔ اور وطواط ایک گوشہ سے گرفتار ہو کر آیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ وطواط کو ہفت پارہ کردیا جائے۔

منتخب الدین کاتب نے عرض کیا کہ حضور وطواط بہت چھوٹا اور حقیر سا پرندہ ہے اس کے سات ٹکڑے نہیں کئے جاسکتے حکم ہو تو بال و پر اکھاڑ دئے جائیں بادشاہ کو ہنسی آگئی اور وطواط کی جان بچگئی۔

بعض تاریخوں میں مذکور ہے کہ رشیدی کو قید کرلیا گیا تھا اور انوری کی سفارش سے رہائی نصیب ہوئی تھی۔ اسی لئے وہ عمر بھر انوری کا ممنون احسان رہا اور ہمیشہ دونوں باکمال شاعروں کے دوستانہ تعلقات قائم رہے۔

۵۷۳ھ میں جبکہ رشید کی عمر سنتانوے سال سال کی تھی اس نے خوارزم کے ایک شہر جرجانیہ میں انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوا۔

ایک دیوان جس میں پندرہ ہزار اشعار ہیں اسکی یادگار ہے[۵۱] اس کے علاوہ کتاب حدائق السحر بھی اسی کی تصنیفات سے ہے[۵۲]۔ مصباح تحریف بھی اس کی مشہور تصنیف ہے جس میں الگ الگ عنوانات پر بہت سی نظمیں ہیں۔[۵۳]

کسی بخیل وزیر کی ہجو میں کہتا ہے۔

تو وزیری و مدح گوئے تو من
دست من بے عطا روا بینی
تو وزارت بمن گذار و مرا
مدح گوئے تا عطا بینی ؎

---

[۵۱] تذکرہ حسینی شاہ ص ۱۳۰

[۵۲] بہارستانی جامی روضہ ہفتم تذکرہ وطواط۔

[۵۳] قاموس المشاہیر ص ۲۶۲

تاریخ اندلس پر ایک طائرانہ نظر

از جناب انوار الحق صاحب سبسوی

ساحل بحر ظلمات پر کھڑا ایک شخص شمال کی جانب ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے۔ وہ ایک حسین و وجیہہ نوجوان ہے۔ اس کے بشرے سے شہامت و شجاعت ٹپک رہی ہے۔ آنکھوں میں مریخ کی سی سرخی اور برق جیسی تیزی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انتقامی جذبہ سے متاثر ہو کر دشمن کی پامالی کی تجاویز سوچ رہا ہے۔ آخر اس نے ایک نظر استغنا سے اپنے کو دیکھا' آستینیں چڑھالیں۔ ایک ہاتھ میں تلوار بے نیام اور دوسرے میں گھوڑے کی باگ ڈال کر پیچھے نظر کی' ایک قہار لشکر اس کے حکم کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر ایک ہلکی مسکراہٹ کیساتھ گھوڑے کو سمندر میں ڈال دیا۔ ایک طرف سمندر کی روانی ہے اور گھوڑا۔ اور دوسری طرف ظلمات کی طغیانی ہے اور اسلامی لشکر۔ قدم قدم پر ہمت جواب دیتی ہے۔ سمندر کی طوفان خیزیوں میں نہ تو انطونی کی شیریں بیانیاں کام آسکتی تھیں اور نہ نپولین کی بہادری' تلوار کی کاٹ چل سکتی تھی اور نہ ترکش کے تیر۔ فیصلہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے یعنی پانی کی روانی نے گھوڑے کو ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہ دیا۔ لیکن اس نازک وقت میں بھی ان کے چہرے سے پریشانی ظاہر نہیں ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ تھے' وہ خدا کے عاشق اور رسول کے شیدائی تھے۔ وہ ڈپلومیسی کے پردے میں ملک کا خون بہانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ سیاست کی آڑ میں کسی ملک کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا نہیں چاہتے تھے' وہ حقانیت کے شیدائی تھے اس لئے چاہتے تھے کہ ساری دنیا حقانیت کے نور سے جگمگا اٹھے' عالم کا گوشہ گوشہ عدل و انصاف سے بھر جائے اور سارے جہان کی جبینیں ایک ہی آستانہ پر جھک جائیں لیکن رہ مقصود میں بحر ظلمات سنگ راہ تھا۔ وہ اس کو عبور

کرنا چاہتے تھے لیکن نہیں کر سکتے تھے — بالآخر وہ ناامید ہو گئے لیکن ناامیدی میں بھی مدد کے طالب ہوتے ہیں تو اسی سے اپنی مجبوری کی شکایت بھی کرتے ہیں تو اسی سے جو وحدہٗ لاشریک ہے چنانچہ زبان حال سے یوں گویا ہوتے ہیں۔

"اے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی مقابلہ سے گریز نہیں کیا، موت سے کبھی نہیں ڈرا، آج بحر ظلمات کی روانی میرے گھوڑے کو آگے بڑھنے سے روکتی ہے۔ اس لئے میں مجبور ہوں ورنہ میں تیرے کلمہ کو بلند کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتا" — یہ ایہ تشبلی ہیں اور ان کی فوجیں — چنانچہ وہ سب سے پہلی اسلامی فوج ہے جو آبنائے طارق کو عبور کر کے ہسپانیہ کی سرزمین میں داخل ہوئی۔ جب عربوں نے اس سرزمین میں شام کی خوبصورتی، یمن کے آب و ہوا کی لطافت، ہند کے پھولوں کی نکہت، مصر کی زرخیزی اور چین کے فلزات دیکھے تو انہیں ہسپانیہ کو زیر سایہ اسلام لانے کا خیال پیدا ہوا[9] لیکن ہسپانیہ کو فتح کرنا آسان کام نہ تھا تین طرف دشمن کی فوجیں اور ایک طرف سمندر کی قدرتی روانی تھی۔ اس لئے انہوں نے عجالت سے کام نہیں لیا۔ موقع کے منتظر رہے۔ حسن اتفاق سے سوطہ کا گورنر جولین شاہ راڈرک سے برانگیختہ ہو گیا۔ اس کی یہ دشمنی ایک شرمناک واقعہ کا نتیجہ تھی، جولین نے اپنی لڑکی فلورنڈا کو جو حسن میں یکتائے روزگار تھی شاہ راڈرک کے دربار میں شاہی آداب کی تعلیم کے لئے بھیجا لیکن راڈرک نے اس کے حسن سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اس کی خبر جولین کو مل گئی۔ جولین کی آنکھیں غصہ سے لال ہو گئیں، سارا بدن تھرتھرانے لگا اور اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی وہ طلیطلہ (ٹولیڈو) روانہ ہو گیا، راڈرک نے اس کا پرعظمت استقبال کیا۔ جولین اپنے خیال کو دل میں چھپائے تھا رخصت ہوتے وقت راڈرک نے اس سے ایک باز کی فرمائش کی اس پر جولین نے کہا۔ "بہتر میں آپ کے لئے ایک ایسا باز بھیجونگا جسے آپ نے مدت العمر بھی نہ دیکھا ہوگا۔"

[9] چنانچہ ایک خط میں عربوں نے خلیفہ ولید کو لکھا۔ "آسمان و زمین کی خوبصورتی میں یہ ملک شام ہے، آب و ہوا کی لطافت میں یمن، پھولوں اور عطریات میں ہند، زرخیزی میں مصر اور بیش بہا فلزات میں چین ہے۔"

واپسی پر جولین نے شہر طنجہ میں موسیٰ ابن نصیر سے ملاقات کی جو مصر کے گورنر تھے دوران ملاقات میں اس نے ہسپانیہ کو مفتوح کرنے کی تحریص دلائی۔ موسیٰ ابن نصیر نے جواب دیا کہ "میں ہسپانیہ کو ضرور فتح کروں گا۔ چاہے آپ مدد دیں یا نہ دیں"۔ وہاں سے رخصت ہو کر جولین اپنے قلمرو میں واپس چلا آیا۔ اور بہت خوش تھا کہ مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ جولین کی یہ حرکت کوئی نئی بات نہ تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ جب کسی قوم یا کسی ملک کے اقبال کا ستارہ غروب ہوتا ہے تو آپس میں دشمنی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور ہر ایک دوسرے کو زک دینے کی فکر میں حیران و سرگرداں رہتا ہے، جیسا کہ خود ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ ہوا اور ہو رہا ہے۔

موسیٰ ابن نصیر ایک مسلمان تھے، وہ مدبر تھے اس لئے وہ جولین کی گفتگو سے یکایک نہ ابھر پڑے۔ ورنہ وہ اس کی تصدیق میں مشغول ہو گئے۔ اور ۹۱ھ میں طارف کی سرداری میں پانچ سو فوجوں کی ایک جماعت ہسپانیہ کی طرف روانہ کی۔ یہ جماعت ملک کو فتح کرنے کے لئے نہیں ہسپانیہ کے محل وقوع کو دیکھنے اور جولین کے قول کی تصدیق کے لئے بھیجی گئی تھی۔ طارف اس سرزمین پر اترے جو آج تک "طارفا" کے نام سے مشہور ہے۔ الجیر اس کو فتح کر کے بہ قلیل فوج مصر واپس آ گئی ساتھ ہی جولین کے قول کی تصدیق بھی ہو گئی۔

اب مسلمانوں میں امید کی جھلک پیدا ہوئی، طارق ابن زیاد کی سیادت میں کچھ فوجیں ہسپانیہ کی پامالی کے لئے روانہ ہوئیں۔ طارق دریائے شور کی روانی کو چیرتے پھاڑتے لائزراک یا قلتہ لاسد پر خیمہ زن ہوئے، انہوں نے تمام کشتی کو جلا ڈالا۔ اس پر کچھ لوگ خفا ہوئے اور انہوں نے طارق سے شکایت کی "پیام مشرق" کا بیان ہے۔

طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بنگہ خرد مند خطاست

دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم
ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست

لیکن طارق ہمت کا دھنی اور بہادری کا دیوتا تھا اس کی زبان بھی انطونی سے کم نہ تھی وہ جواب دیتا ہے اور کیا خوب جواب دیتا ہے۔

ہم یہاں اس لئے نہیں آئے ہیں کہ بھاگ کر وطن کو لوٹیں ہمارے آنے کے صرف دو مقصد ہیں۔ اول ہسپانیہ کی فتح تاآنکہ خدا کی زمین عدل و انصاف سے بھر جائے

اور ظلم و فساد کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ اگر شکست ہو تو کفار کے ہاتھوں جام شہادت نوش کریں۔ یاد رکھو! اب ہمارا وطن یہی ہے "ہر ملک ملک ماست کہ ملکِ خدائے ماست" یا تو اس کو فتح کریں گے یا مر مٹینگے"۔

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کس طرح اس اسلامی برق نے دشمن کے خرمنِ صبر و سکون کو برباد کر ڈالا اور فتوحات کا یہ سیلاب کس طرح اسفرہ کو فتح کرکے اپنے آغوش میں لے لیا۔

شاہ اسپین راڈرک نے جب اسلامی فوج کی بہادری کا مطالعہ کیا تو اس کی حیرانی و پریشانی کی انتہا نہ رہی۔ اب اسے ایک "نئے نظیر باز" سے مقابلہ تھا۔ یہ بازو ہی تھا جس کی جولین نے خبر دی تھی۔ لیکن آج جولین کے معمہ کا عقدہ حل ہوگیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کارستانیاں جولین ہی کی ہیں۔ لیکن اب ہو ہی کیا سکتا تھا' ہاتھوں کے طوطے اڑ چکے تھے' بالآخر راڈرک ـــــ نوے ہزار سپاہیوں کی ایک فوج لیکر وادی لکتہ کے میدان میں کھڑا ہوا۔ لیکن اس فوج گراں کے مقابلہ میں کل بارہ ہزار اسلامی فوجیں تھیں اس ذلیل فوج کو نوے ہزار سے مقابلہ کرنا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے چہرے سے ذرا بھی پریشانی نمایاں نہ تھی۔ لین پول اپنی کتاب "مورزان اسپین" میں رقمطراز ہے۔

"اگرچہ بعد میں طارق کے پاس پانچ ہزار بربری سپاہیوں کی کمک اور پہنچ گئی تھی۔ تاہم کل فوج بارہ ہزار سے توکسی صورت میں زیادہ نہ تھی اور راڈرک کے پاس اس سے چھ گنی مسلح فوج تیار تھی"۔

صفحہ ۱۰

جان و مال کی عظیم بربادی کے بعد یکشنبہ کے دن رمضان المبارک کے ختم ہونے میں صرف دو روز باقی رہگئے تھے کہ اسلامی فوج کی ہمت ٹوٹ گئی۔ وہ بالکل ناامید ہوگئی۔ اس موقع پر طارق کی زبان پھر کھلی اور اس نے ساتھیوں کو بآواز بلند کہا۔

اے دلاورانِ اسلام! اے فاتحان ملک شام!

ـــــ کیا تمہاری رگوں میں عربی خون نہیں دوڑ رہا ہے؟ کیا تم اپنی ناموری اور شجاعت کو اسی میدان میں دفن کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم اپنے باپ دادوں کے نام پر داغ لگانا چاہتے ہو؟ کیا تم کو جنگ افریقہ اور شام کے گزشتہ واقعات یاد نہیں ہیں؟ کیا تم اپنے خدا اور رسول کے قول کو بھول گئے؟۔

افسوس صرف دشمن کی ٹڈی دل فوج نے تم کو شکستہ دل کر دیا۔ کیا تم کو یاد نہیں کہ تم نے اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی اپنی کشتیوں کو جلا ڈالا ہے اور یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم اس ملک کو فتح کریں گے یا اسی راہ میں اپنی جانوں کو قربان کر دیں گے؟ دشمن تمہارے سامنے ہے پشت پر دریائے شور ہے سواری کیلئے نہ جہاز ہے نہ کشتی، ہاں اگر اس وقت تمہارے بچاؤ کی کوئی صورت ہے تو صرف تمہاری مستقل مزاجی اور خدا کی مدد و اعانت۔ اے اولاد عرب آؤ آگے بڑھو اور اپنے امیر کا ساتھ دو“ کہنے والے کہتے ہیں کہ ان جملوں نے ان سربازوں کے دلوں کو ابھا گرما دیا اور مقام لکنہ میں عشق و محبت کے متوالے کچھ اس طرح جم کر لڑے کہ دشمن کو بھاگتے ہی بن پڑی۔ اور ۵ شوال ۹۲ھ کو میدان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔

پریم کی فتح

از جناب مولوی ابوبکر صاحب شمیم سلفی۔

آج جبکہ کائنات کا ہر ذرہ محو خواب ——— چاند چاندی کے تھال میں پیا دیا ہیں بھر کر صحرا اور وادیوں پر گل پاشی کر رہا ہے کہیں کہیں بادل کے چھوٹے چھوٹے چھٹکے ہوئے اور ننھے ننھے ستارے چاندنی میں ایسے معلوم ہو رہے ہیں کہ ہوا کے دوش پر ردپہلے لباس میں کوہ قاف کی پریاں محوِ خرام ہیں ———

آبشار سے کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں در صدف کی چمک کو ماند کر رہی ہیں۔ کنارے کے درخت کی ٹہنیاں خودنمائی کے لئے گردنیں اونچی کر کر کے صاف وشفاف پانی میں اپنی تصویریں دیکھ رہی ہیں ——— ایک طرف سنبل پریشان پیچ وتاب دکھا رہا ہے' دوسری طرف سروِ قد محبوب کو دیکھکر انگشت بدنداں ہے ——— گلاب کی کلیوں کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی ہے' نرگس اپنی چشم میگوں سے کسی کو مدہوش کر رہی ہے' لالہ عروس نو کا احمریں جوڑا پہنے چپکے کسی کے انتظار میں کھڑا ہے ———

——— رات کا سناٹا ——— ہیبت ناک سکوت ———

——— سکوت میں کبھی کبھی دور سے پریم آکاش کے متوالے پپیہا کی "پی کہاں" کی آواز پہاڑیوں سے ٹکرا کر دنیا کے پریم پجاریوں کو پریم کا درس دے رہی ہے ——— اُس کی درد بھری آواز سے پہاڑیاں گونج اٹھتی ہیں۔ اور اس کی ہر گونج پر جنگل کا جنگل کیف میں جھوم اٹھتا ہے

——— دامنِ پہاڑ سے ایک پریم پجاری بے خود ہو کر پریم کی پوجا کرنے جھومتا ہوا آبشار کے کنارے چل پڑتا ہے۔

——— سکوت کی سلطنت ——— بالکل خاموشی

——— یکایک رات کی سنسان فضاء کو توڑتی ہوئی ایک آواز دامن کوہستان میں پھیل جاتی ہے۔ اے آسمانِ پریم کے درخشندہ ستارے !!! اے چمنستانِ پریم کے بہتے ہوئے آبشار ——— !!! اے آبشار کے چھوٹے چھوٹے

قطرے!!! اے پہاڑیوں کی منتشر کنکریاں!!! اے نشیب و فراز کے رہنے والے جانور!!! تم گواہ رہو کہ شہنشاہ پریم کا وہ دیوانہ جو زمانہ سے پریم کا سچا متلاشی تھا، پریم کی دیوی پر جان دینے والا پریمی اپنی ہزاروں تمناؤں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پریم کے چرنوں پر وارا جا چڑھتا ہے۔

—— ۲ ——

ہوا کے تیز جھونکے چل رہے ہیں، آسمان گھٹا ٹوپ بادلوں سے گھرا ہوا ہے، زلف شب تا بہ کمر پہنچ چکی ہے۔ دور دریا میں سیاہ سی چیز بہتی چلی جا رہی ہے جو صاف طور سے نظر نہیں آتی —— ...... —— موجیں اٹھ اٹھ کر بوسہ لے رہی ہیں۔ دفعتاً —— پریم سبھا کی پریاں اپنی سیاہ اوڑھنیوں کی آنچل نما گھونگھٹوں سے جھانکتی ہیں۔ —— بجلی زور سے چمکی —— آسمان کے گوشہ سے بادل گرجا —— پریم نگر میں کہرام مچا ہے ایک زبردست چیخ —— ایک مہیب فلک شگاف آواز —— زمین تھرا اٹھی، گنبد نیلوفری میں لرزش پیدا ہوئی سکانِ زمین سہم گئے، ملائک کے رونگٹے کھڑے ہو گئے —— تھوڑی دیر میں —— قطرات اشک ٹپکنے لگتے ہیں، کائنات عالم کا ہر ذرہ ماتمی لباس میں ملبوس نظر آتا ہے، دنیا کی ہر چیز آنسوؤں میں غرق ہو رہی ہے۔

—— ۳ ——

—— بادل چھٹ چکا ہے —— دریا کا کنارہ ہے، صبح کا سہانا وقت ہے، ستارے آنکھیں مٹکا مٹکا کر روپوش ہو رہے ہیں، شاہنشاہ مشرق کی آمد آمد کی خبر ہے، بلبلان نغمہ سنج "الیس الصبح بقریب" کی صدا دے دے کر عالم محویت کو توڑ رہی ہیں۔ تاجدار مشرق سریر فلک پر جلوہ فگن ہے۔ عالم کا ہر ذرہ چمک اٹھا ہے یکایک کسی چیز کا خیال آتا ہے —— ——

دنیا پر نور برسانے والا غصہ میں آگ بگولا ہو جاتا ہے، تیور بدل جاتے ہیں —— پریم کی خاطر جان دینے والے کے انتقام میں آگ کی بارش ہونے لگتی ہے، دل کھول کر آگ برساتا ہے عہ —— ناگاہ —— پریم کی دیوی ظاہر ہوتی —— پریم کا ایک ایسا تیر لگتا ہے کہ سینہ کو چھید کر پار ہو جاتا ہے۔ شہنشاہ مشرق کے سب غصے ہرن ہو جاتے ہیں۔ چہرہ اتر جاتا ہے، خون میں غلطاں پریمی کی تلاش میں پریم نگر سدھارتا ہے۔ شاہنشاہ کی یاد میں کائنات سرخ جوڑا زیب تن کر لیتی ہے —— ایک ہیبت ناک سکوت —— ہر طرف سناٹا —— بالآخر ہر طرف پریم کی فتح، پریم کی نصرت کی دھوم مچ جاتی ہے۔

عہ پریم نگر کے رہنے والے جان بچاتے پھرتے ہیں۔

اتفاق

ازحضرت رونق استھانوی

جو قطرہ ملا [illegible] تو دریا بنا ہے　　درختوں کے جھرمٹ سے صحرا بنا ہے
کوئی سہہ بڑا کوئی چھوٹا بنا ہے　　جہاں بھی کوئی کب اکیلا بنا ہے
[illegible] گلستاں میں
[illegible] اس جہاں میں

بنا پتھروں سے ہے کوہ ہمالہ　　چمن میں اکیلا نہیں صرف لالہ
کیا ہے ستاروں نے سب کو اجالا　　ملے چند موتی بنا ایک مالا
اکٹھا ہیں تسبیح میں بھی تو دانے
جماعت کو عظمت بڑی دی خدا نے

ہے جمع عناصر سے انساں کی ہستی　　ہے افرادِ انساں سے آباد بستی
بلندی نہ ہوتی نہ ہوتی یہ پستی　　جماعت پہ رحمت ہے حق کی برستی
یہ ہے اتفاق و محبّت کی عظمت
بدلتی ہے [illegible]ونق خوشی سے مصیبت

رپورٹ

جمعیتہ علمائے سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ

جو اس کے پہلے سالانہ اجلاس منعقدہ ۲ اپریل ۳۷ء میں سکریٹری کی جانب سے پیش کی گئی۔

جناب صدر و معزز حاضرین! مجھے بے حد مسرت ہے کہ آج جمعیتہ علمائے سلفیہ کا پہلا سالانہ اجلاس دربھنگہ میں منعقد ہو رہا ہے۔ عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ مدارس عربیہ کے طلبا فراغت کے بعد مدارس سے بالکل بے تعلق ہوجاتے ہیں۔ نہ مدارس کو خبر ہوتی ہے کہ ان کے فارغ التحصیل دنیا میں کیا خدمات کر رہے ہیں اور نہ طلبا ہی کو اس کا علم ہوتا ہے کہ ان کے مدارس کس حال میں ہیں؟ غرضکہ فراغت کے بعد نہ مدارس کو طلبا سے اور طلبا کو مدارس سے کسی قسم کا تعلق باقی رہتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ دلوں سے محبت جاتی رہتی ہے۔ اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے چند ہونہار فارغ التحصیل علماء نے اس جمعیتہ کی بنیاد ڈالی جس کا اولین مقصد دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کی فلاح و ترقی اور علمائے سلفیہ کے وسائل معاش کا ہر ممکن انتظام کرنا ہے۔ جمعیتہ کا سنگ بنیاد ۱۳۵۲ھ میں رکھا گیا۔ اس سال جناب مولانا ابوجمیل عبدالجلیل صاحب سلفی صدر، مولانا عین الحق صاحب سلفی ناظم اور مولانا حکیم عبدالظاہر صاحب خازن منتخب ہوئے۔ چنانچہ ناظم موصوف نے تمام سلفی علماء کی خدمت میں اس کے قیام کی اطلاع بھیجی اور ان سے اس کے متعلق مفید مشوروں کے طالب ہوئے لیکن مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت کم حضرات نے جواب دیکر جمعیتہ کو شکریہ کا موقع مرحمت فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیتہ کے جذبات کو بہت ٹھیس لگی اور کچھ دنوں کیلئے وہ خاموش ہوگئی۔

مگر اپنے خیالات سے ہوا قائل نہ ہو رہی۔ چنانچہ جلسہ ناگرہ
علمیہ کے گزشتہ اجلاس کے موقع پر جمعیۃ نے دارالعلوم سے
یہ درخواست کی کہ ۔ تمام سلفی علماء کی خدمت میں دعوت نامے
خطوط بھیجے جائیں۔ دارالعلوم نے اس کی اس درخواست
کو منظور کیا اور تمام علمائے سلفیہ کی خدمت میں دعوتی
خطوط بھی بھیجے گئے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ اس موقع
پر بھی معدودے چند کے جوابات موصول ہوئے۔ خیال
تھا کہ اس موقع پر علمائے سلفیہ کا سالانہ اجلاس منعقد
کیا جائے نیز اس جلسہ میں انتخاب عہدیداران بھی ہو جس میں
صدر تو سابق ہی منتخب ہوئے اور نظامت کا بار عظیم اس
ناتواں کے کاندھوں پر رکھ دیا گیا جو کسی طرح اس کے
لائق نہیں تھا۔ مجھے نہایت مسرت ہے کہ اس سال علمائے سلفیہ
کا کچھ اجتماع ہوا اور آج یہ اجلاس منعقد ہو رہا ہے میں
اُن تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے تکلیف
گوارہ فرما کر جمعیۃ کی ہمت افزائی فرمائی اور جمعیۃ کو کامیاب بنانے
میں میری مدد فرمائی۔

علمائے سلفیہ اور دارالعلوم کی خدمات

دارالعلوم کے فارغ التحصیل علمائے دارالعلوم کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس
ہیں بعض قلیل معاوضہ پر جو ان کی قوت لایموت کیلئے
بھی کسی طرح کافی نہیں ہے کام کر رہے ہیں۔ دارالعلوم کیلئے
یہ باعث فخر ہے کہ اس کے اساتذہ میں اکثر و بیشتر علمائے سلفیہ
ہیں چنانچہ اس وقت بھی دارالعلوم میں سات سلفی علماء
موجود ہیں جو دارالعلوم میں اوسط اور اعلیٰ ہر قسم کی تعلیم دے
رہے ہیں۔ مولانا عبدالجلیل صاحب سلفی ۹ سال سے
دارالعلوم میں تعلیم دے رہے ہیں۔ معقولات کی انتہائی کتابوں
کے علاوہ حدیث، تفسیر اور ادب کا بھی آپ درس دیتے رہے
ہیں۔ مولانا محمد عرفان صاحب سلفی تفسیر، حدیث، ادب
اور فرائض آپ کا خاص فن ہے۔ مولانا عین الحق صاحب
سلفی۔ حدیث، فقہ اور معقول میں آپ کی اچھی استعداد
ہے۔ مولوی حکیم عبدالظاہر صاحب سلفی صرف و نحو میں
خصوصیت کے ساتھ مہارت رکھتے ہیں۔ مولوی عبدالحمید
صاحب سلفی حامد اور مولوی شمس الحق صاحب اعزازی
طور سے مدرسہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مولوی
ابوالحسن صاحب سلفی ادب اور حدیث میں اچھی خاصی استعداد
رکھتے ہیں اور جن پر دارالعلوم کو ناز ہے اور بجا ناز ہے۔ آپکی
صحت گزشتہ دو سال سے بہت خراب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس
چمن کے ہونہار پھول کو صحت کلی عطا فرمائے اور تا ابد سلامت

رکھے۔ آمین۔

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کا یہ احسان بھی کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے فراغت کے بعد بھی اپنے ہونہار طلبہ کو رکھکر یہاں ترقی کرنے کا موقع دیا۔ اور وقتاً فوقتاً انہیں یاد کرتا رہا۔ میں اراکین دارالعلوم اور خصوصیت کے ساتھ اس کے مہتمم کا اس کے لئے شکر گزار ہوں۔

سلفی علماء اور انکی عام خدمات

نہ صرف یہ کہ فارغ التحصیل علماء اپنے دارالعلوم کی خدمت کر رہے ہیں بلکہ وہ ہندوستان کے پورے طول و عرض میں ہزاروں تشنگانِ علم دین کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب کر رہے ہیں۔ میں نہایت فخر کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہمارے سلفی حضرات میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس وقت بیکار ہیں۔ ان میں اکثر زندگی کے کسی نہ کسی شعبہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی مدرس ہے تو کوئی مناظر۔ کوئی مبلغ ہے تو کوئی مدیر

غرضکہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ نے اپنے چمن میں بہت سے ہونہار پودے اگائے جو اپنی خوشبو سے ہندوستان کے اکثر حصے کو معطر کر رہے ہیں۔

شکریہ آخر میں میں اپنے صدر محترم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے تکلیف گوارا فرما کر اجلاس کی صدارت قبول کرکے ہماری ہمت افزائی فرمائی۔ احسان فراموشی ہوگی کہ اگر جمعیۃ اپنے محسن اور اعلیٰ مربی دارالعلوم کے مہتمم کا شکریہ ادا نہ کرے جن کی عنایت سے آج ہمیں یہ موقع نصیب ہوا اور زمانۂ طالب علمی سے لیکر آج ان کے ان گنت احسانات سے ہم سبکدوش نہیں ہوئے جمعیت کے مدعوئین کرام کے طعام و قیام کا بھی نظم آپ ہی کے حسنِ تدبیر سے ہوا۔ آخر میں میں اپنے مخلص سلفی علماء کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری ناچیز دعوت قبول فرمائی۔ اور صعوبتیں برداشت کرکے یہاں تشریف لائے۔

معلوماتِ عامہ

امریکہ میں موٹر کے حادثے

پنسلوینیا (امریکہ) میں موٹروں کے حادثے اس کثرت سے وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ لوگوں میں ایک کھلبلی سی مچ گئی ہے۔ حادثے کی انتہا یہاں تک پہنچی ہے کہ ہر سال فی صدی سولہ اشخاص یا تو موت کی گھاٹ اترتے ہیں یا زخمی ہو کر ہسپتال پہنچتے ہیں۔

روس میں ڈاکٹروں کی کمی

برطانیہ میں ڈاکٹروں کی تعداد دن بدن ترقی پذیر ہے اور اس قدر ترقی ہو چکی ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں بیکار اور پریشان حال نظر آرہے ہیں۔ لیکن اسی کے برعکس روس میں ڈاکٹروں کی تعداد بہت کم ہے۔ سنہ ۱۹۳۴ء میں میڈیکل طلبہ کی تعداد ۱۰۱۰۰ تھی۔ گزشتہ سال ۴۳۰۶۴ تک ہو گئی اور اس سال یہ تعداد ۳۰۰۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن باوجود اس ترقی کے روس میں ڈاکٹروں کی کمی محسوس کی جاتی ہے۔

ریشمی تلے کے جوتے

عام طور پر جوتوں کے تلے یا تو چمڑے سے بنائے جاتے ہیں یا ربڑ سے۔ لیکن جاپان نے اس میں بھی جدت طرازی شروع کر دی ہے۔ اور اب اس نے جوتوں میں ریشمی تلے کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ اور اس طرح ریشم کے ذخیروں میں مقداری کمی کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جاپانی بیڑے کے تمام جھنڈے آئندہ بجائے اون کے ریشم سے بنائے جائیں گے۔ جاپانی افسروں سے سنا گیا ہے کہ "ریشم ہماری تہذیب کا نشان ہے۔ اس لئے جاپانی سمندر کی ہوا میں ریشمی جھنڈا لہرانا چاہیئے۔"

عجیب سانپ

امریکہ کے ایک عجائب خانہ میں دو سر والا سانپ تھا۔ کھاتے وقت یہ دونوں سر آپس میں لڑا کرتے تھے۔ ایک دن ایک سر دوسرے پر غالب آگیا۔ اور اُسے نگل گیا۔ سانپ اسی وقت مر گیا

"ن۔ ر"

حالاتِ حاضرہ

اسپین

اس بدنصیب ملک میں اب تک بدامنی قائم ہے۔ وفاداروں اور باغیوں کی کشمکش جاری ہے۔ مختلف دول یورپ یہاں اپنا سیاسی اقتدار بڑھانے میں ساعی وکوشاں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بہت سی ایسی چیزیں ملتی ہیں جو جنگ کیلئے ضروری ہیں اور نہ تو وہ اٹلی کو نصیب ہوسکتی ہیں نہ جرمن کو۔ لوہا۔ تانبا، پارہ اور سیسہ کی مشہور کانیں وہاں ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سی اور معدنیات اس جزیرہ نما میں حاصل ہوسکتی ہیں۔ فرانس اور اٹلی ظاہرا باغیوں کے ہمدرد معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ ادھر ہیں نہ ادھر محض اپنے فائدہ کے متلاشی ہیں۔ یہ ممالک جرمنی پر تو خفا ہوتے ہیں کہ وہ انکے خانگی جھگڑے میں کیوں بولتا ہے۔ لیکن برطانیہ اور فرانس دونوں خفیہ طور پر جرمنی کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اسپین کی بدنصیبی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہاں کے لوگ سیاست سے بے بہرہ ہیں اور بے جا اصول کے پابند ہیں۔ لیکن اس میں سب سے زیادہ یورپ کے غرور و طمع کو دخل ہے۔

سرحدی جنگ

سرحدی جنگ کے سلسلہ میں فقیر ایپی کے ایک ساتھی مسمی دستا گل جو آزاد سرحدی علاقہ کے مرکز میں مقیم ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک بیان میں سرحد کی موجودہ شورش اور حکومت کی فارورڈ پالیسی کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے خلاف جو یہ پروپاگنڈا کیا جارہا ہے کہ ہم قبائلی ڈاکوؤں کو ابھار کر ہندوؤں پر ظلم و ستم ڈھارہے ہیں یہ بالکل غلط ہے اور یہ پروپگنڈا ہمیں بدنام کرنے کی غرض سے کیا جارہا ہے قبائل کا گناہ یہ ہے کہ وہ آزادی کو کسی قیمت پر بھی فروخت کرنا نہیں چاہتے۔ اور وہ حکومت کے اس نظریہ کو کہ انہیں غیر مسلح اور بے ہتھیار کردیا جائے کبھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ وہ حکومت ہند کے نمائندوں اور ہندو لیڈروں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ وزیرستان میں آکر بچشم خود حالات کا معائینہ کریں۔ سرحد کی حالت اب تک اطمینان بخش نہیں ہوئی ہے گورنمنٹ اور آزاد قبائل کے درمیان کشاکش جاری ہے۔

کانگریس اور گورنمنٹ

کانگریس کی خلاف توقع کامیابی کو دیکھ کر حکومت نے غیر متعینہ مدت کیلئے اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا ہے اور اس عرصہ میں وہ اپنی طرفدار جماعت پیدا کرنے میں ساعی ہے۔ انگلستان کا مشہور اخبار مانچسٹر گارڈین حکومت اور کانگریس کے تعلقات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ اگر گورنر اب بھی ذاتی طور پر اس قسم کا وعدہ کریں کہ وہ اپنے زبردست اور مجوزہ وسیع اختیارات میں مدافعت نہ کریں گے جو کہ انہیں اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے حاصل ہیں تو ممکن ہے کہ کانگریس نئے اصلاحات پر عمل درآمد کرنا منظور کرلے اور یہ کانگریس اقرار بھی کر چکی ہے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ مجالس آئین ساز کے انعقاد میں دیر نہ کی جائے۔

کانگریس اور زبان اردو

دربھنگہ ضلع سیاسی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے ڈاکٹر سید محمود نے ہندوستان میں اردو رسم الخط کی ترویج کا ذکر کیا اور یہ اعلان کیا کہ اقلیتوں کی زبان، کلچر اور رسم الخط کا تحفظ ان بنیادی حقوق میں سے ہے جنہیں کہ انڈین کانگریس منظور کر چکی ہے۔ اور اس لیے مسلمان اس غلطی میں پڑ گیا کہ کانگریس اس کی مخالف ہے۔ اگر چند کانگریسی افراد اردو رسم الخط کے مخالف ہوں تو کانگریس ہرگز اس کی پابند نہیں۔ کانگریس کے پلیٹ فارم سے اردو کی مخالفت کبھی نہیں ہو سکتی۔

دربھنگہ میں انجمن ترقی اردو کا قیام

۳ جون ۱۹۳۷ء کو مسلمانان دربھنگہ کا عظیم الشان جلسہ انجمن اسلامیہ کے وسیع صحن میں زیر صدارت مسٹر محمد شفیع صاحب بار ایٹ لا۔ ایم ایل اے منعقد ہوا جس میں باتفاق آراء یہ تجویز قرار پائی کہ دربھنگہ میں انجمن ترقی اردو حیدرآباد کی شاخ قائم کی جائے جو اردو زبان کے تحفظ و بقا کی صحیح معنوں میں ذمہ دار ہو اس کے علاوہ ایک عام لائبریری کے قیام کی تجویز بھی قرار پائی۔ اراکین حسب ذیل منتخب ہوئے۔

صدر :- مولوی عبد الودود صاحب۔ بی اے بی ایل

نائب صدر :- مولوی محمد محسن صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر مسلم اسکول۔

نائب صدر :- مولوی سید عبد الکریم صاحب تمنا۔ بی اے

ناظم :- مولوی عبد العلیم صاحب آسی۔

نائب ناظم :- مولوی سید عبد الحفیظ صاحب سلفی ایڈیٹر مجلہ سلفیہ۔

نائب ناظم :- مولوی انوار الحق صاحب۔

RGD.P.N.347 رجسٹرڈ پی نمبر ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلّہ سلفیہ

مرتبہ 3(2)

سیّد عبدالحفیظ سلفی

معاونین کرام سے — قیمت سالانہ عہ
پانچ روپیہ (صہ) — قیمت ششماہی عہ

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت فی پرچہ تین آنہ (۳ر)

جلد ۳ | بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۳۷ء | نمبر ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام کی حقانیت کے صرف مسلمان ہی قائل ہیں مگر یہ کہنا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے۔ اسلام وہ کھلا صاف اور روشن مذہب ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے بھی ہزاروں افراد اس کے قائل اور مداح ہیں چنانچہ یورپ اور امریکہ میں صدہا تصنیفات ایسی موجود ہیں جن سے صاف عیاں ہے کہ اسلام اور بانی اسلام کے متعلق ان مصنفوں کے کیا عقائد ہیں۔ ہندوستان بھی ایسے منصف مزاج مصنفوں سے خالی نہیں ہے۔ ان میں سے گرو نانک شاہ اور کالیداس وغیرہ نے زبان اور قلم دونوں سے اسلام کی جو خدمات کی ہیں۔ وہ لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔

حال میں بیگوسرائے ضلع مونگیر کے ایک کامیاب اور مشہور وکیل جناب بھونیشری سہائے صاحب عرف بھولا بابو نے اردو زبان میں اسلام کی حقانیت پر "اسوۂ حسنہ رسول کریم صلعم" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے وہ ہر طرح قابل ستائش ہے اور اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ہندوستان میں اس وارفتہ دور میں بھی ہندؤں میں ایسے افراد موجود ہیں جن کی اسلامی معلومات خود مسلمانوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں اور جو حقیقت کے اظہار کرنے میں بالکل پس و پیش نہیں کرتے ہیں۔

میرے استاذ محترم جناب مولانا سید محمد عثمان صاحب کے ذریعہ اس کتاب کا ایک نسخہ مجھے دستیاب ہوگیا ہے۔ مولانا موصوف کی خواہش ہے کہ اس کتاب کے مضامین سے ناظرین "مجلہ سلفیہ" کو بھی آگاہ ہونے کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ آئندہ نمبر میں اس کا ایک حصہ درج کیا جائیگا۔ لہٰذا آئندہ ماہ کے پرچہ کا ناظرین خصوصیت سے انتظار کریں۔

پیش نظر نمبر میں مولانا ابو جمیل عبد الجلیل صاحب سلفی کا ایک محققانہ مضمون "دین عام" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ دکھلایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت عام تھی۔ مضمون اپنی نوعیت کے لحاظ سے قابل دید ہے۔ میں مولانا موصوف کا بیحد مشکور ہوں کہ آپ نے اپنے رشحات قلم سے مجلہ کو مستفیض فرمایا امید ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے مضامین سے مجلہ کو زینت بخشتے رہیں گے۔

دینِ عام

از قلم مولانا ابوجمیل عبدالجلیل صاحب سلفی مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

یہ چاند اور سورج زمین اور آسمان نباتات اور جمادات۔ الغرض دنیا میں جتنی چیزیں ہیں سب انسان کے فائدے اور منفعت کے لئے اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے پیدا کی ہیں۔ کوئی تو سواری کے کام آتا ہے کسی کا گوشت کھایا جاتا ہے کسی سے باربرداری کا کام لیا جاتا ہے کسی سے قوت لایموت حاصل کی جاتی ہے۔ الحاصل انسان ان سے اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے خلق لکم مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ تمہارے فائدے اور منفعت کے لئے دنیا میں جتنی چیزیں ہیں پیدا ہوئی ہیں۔ اسی معنی کی طرف اللہ تعالیٰ نے ذیل کی آیت میں اشارہ کیا ہے۔ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ۔ زمین اور آسمان اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اسے ہم نے عبث اور بیکار پیدا نہیں کیا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف سعدی علیہ الرحمتہ نے اشارہ کیا ہے۔ ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ جتنی چیزیں ماسوا انسان ہیں وہ سب انسان کے فائدے اور منفعت کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔ تو انسان کس مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے؟ واضح ہو کہ انسانی تخلیق کا مقصد بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے۔ وہ یہ کہ خدائے بزرگ و برتر کی عبادت کی جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی عبادت کرنے کو جن اور انسان کی میں نے تخلیق کی ہے۔ آریہ سماج کی طرف سے یہ اعتراض کیا

جانتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا اپنی عبادت کرانے میں انسانوں کا محتاج ہے۔ اور جو محتاج ہوگا وہ خدا نہیں ہو سکتا اور جس کتاب میں خدا کو محتاج ثابت کیا گیا ہے۔ وہ کتاب الہامی کتاب اور الیشوری گیان نہیں ہو سکتی۔ یہ اعتراض درحقیقت ایسا ہی ہے جیسے کبھی آریہ سماج کے ایک پنڈت صاحب نے کیا تھا یعنی تو بانی آریہ سماج سوامی دیانند جی مہاراج نے قرآن پر ایک سو انسٹھ اعتراضات کئے ہیں جن کا جواب شیر پنجاب فاتح قادیان حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بصورت "حق پرکاش" دیا ہے لیکن آریہ سماج کی طرف سے جواب الجواب دینے کے اعلان ہونے کے بعد بھی وہ جواب الجواب دینے سے قاصر رہے۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ اولاً الزامی ثانیاً تحقیقی۔ الزامی سوامی دیانند جی مہاراج نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے تیسرے سملاس میں لکھا ہے "جو مذہب دوسرے مذہب کو جس کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلا دے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھکر جھوٹا مذہب اور کون ہو سکتا ہے" صفحہ ۹۹

سوامی دیانند جی مہاراج کے اس فتوے کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو جھوٹا کہنے والے کا مذہب کیسا ہوا اس کے فیصلہ کو سامعین کرام پر چھوڑتا ہوں کیونکہ پیروان اسلام وحامیان نثاران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ چنانچہ صرف ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد سابق مردم شماری کی رو سے آٹھ کروڑ ہے۔

تحقیقی۔ اس آیت ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں لام غرض و علت کی نہیں ہے بلکہ لام توقیت ہے جس کا ثبوت خود قرآن حکیم میں موجود ہے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس آفتاب کے ڈھلنے کے وقت نماز قائم کرو۔ دوسری جگہ ہے فطلقوھن لعدتھن عورتوں کو طلاق ان کی عدت کے وقت میں دو۔ تو اب اس آیت کا مطلب جس پر آریہ سماج کا اعتراض ہے۔ یہ ہوا کہ جن اور انسان کی تخلیق اس وقت ہوئی جبکہ ان پر عبادت اور اپاسنا فرض کیا گیا۔ ہاں لام علت بھی عربی زبان میں آتا ہے لیکن یہاں پر سبب اور غرض کے معنی لینا محالات سے ہے۔ کیونکہ کلام کے معنی موقع اور محل کی مناسبت سے کرنا چاہئے۔ سوامی جی مہاراج بھی اس کی تصدیق بھومیکا صفحہ ۵۲ میں کیا کرتے ہیں "ہمیشہ محل اور موقع کے

ص ۵ اردو مترجمہ بابو نہال سنگھ کرنالی

مناسب آگے اور پیچھے کے تعلق اور ربط کو دیکھکر معنی کرنی چاہئیں" علاوہ ازیں جبکہ لفظ مشترک المعنی ہو تو قرینہ کے لحاظ سے معنی ہوا کرتا ہے چنانچہ بطور تمثیل کے سنید ھو کو پیش کیا گیا ہے سینار تھ پرکاش)

جبکہ انسان کا فرض یہ ہوا کہ اللہ کی عبادت اور اپاسنا کرے تو اب یہ ضروری ہوا کہ ہم معلوم کریں کہ عبادت اور اپاسنا کسے کہتے ہیں۔

حضرات! التعظیم لامر اللہ والشفقة علی خلق اللہ اللہ کے حکم کی عظمت کرنی اور خلق اللہ پر شفقت و مہربانی سے پیش آنیکو عبادت کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے شایان شان اس کے امر کی تعظیم کرنی اور مخلوق پر مہربانی کرنے کی نوعیت کی معرفت انسانی عقل و دانش سے بالاتر ہے۔ از روئے عقل انسان اس کو نہیں جان سکتا ہے۔ اس لئے خداوند کریم نے انبیاء و رسل کی بعثت کا سلسلہ ابتدائے آفرینش عالم سے جاری رکھا تاکہ بنی نوع انسان کو شفقت علی خلق اللہ و تعظیم لامر اللہ کی نوعیت و طریقہ کی تعلیم دیں۔ چنانچہ ہر قوم و جماعت میں انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ لقد بعثنا فی کل امة رسولا بیشک ہم نے ہر جماعت میں ایک رسول بھیجا ہے ولکل قوم ھاد۔ بغیر ارسال رسل امم ماضیہ پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل نہیں کیا ہے۔

ہاں جب رسول آئے اور ان کی امتوں نے نافرمانی کی تو اللہ عزوجل نے ان امتوں کو ہلاک و برباد کر دیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا واذا اردنا ان نھلک قریة امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا ہم بغیر رسل عذاب نازل نہیں کرتے اور جب ہم ناز و نعم میں پرورش پانیوالے کو حکم دیتے ہیں تو وہ نافرمانی کرتے ہیں۔ اسوقت ان پر ہمارا عذاب واجب ہو جاتا ہے پس ہم ان کو بیخ و بن سے ہلاک و برباد کر دیتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایاتنا وما کنا مھلکی القری الا واھلھا ظالمون نہیں ہے تیرا رب بستی کا ہلاک کرنے والا یہاں تک کہ صدر مقام میں رسول بھیجتا ہے۔ جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھکر سناتا ہے۔ اور ہم نہیں ہلاک کرتے ہیں بستی والے کو لیکن جبکہ اہل بستی رسول کی نافرمانی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کے قبل بہت سارے

انبیاء کرام اور رسول علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جن میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے اور بعض کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ورسلاً قد قصصنھم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصھم علیک تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران خدا مبعوث ہوئے ہیں۔ نبی صلعم کی بعثت کے قبل جو انبیاء و رسل آئے۔ ان کی رسالت و دعوت ایک جماعت اور قوم کے ساتھ مخصوص تھی۔ چنانچہ قرآن میں اس کی صراحت موجود ہے ولقد ارسلنا نوحاً الی قومہ انی لکم نذیر مبین ان لا تعبدوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔ اور میں نے نوح کو رسول بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجی نوح ع نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے لئے ڈرانے والا ہوں۔ سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تم لوگوں پر قیامت کے عذاب سے خوف کھاتا ہوں۔ والی عاد اخاھم ھوداً قال یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ ان انتم الا مفترون قوم عاد کی طرف ہود علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ کیا سوائے اللہ کے کوئی دوسرا معبود ہے؟ نہیں ہو تم لوگ مگر مفتری

والی ثمود اخاھم صالحاً قال یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ قوم ثمود کی طرف صالح ع کو رسول بنا کر بھیجا فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ کیا سوائے خدا کے کوئی دوسرا معبود ہے۔

واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم لم تؤذوننی وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم اور جبکہ موسیٰ ع نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم کیوں مجھے ایذا دیتی ہو۔ درانحالیکہ تم جانتی ہو کہ تم لوگوں کی طرف میں بھیجا گیا ہوں۔

واذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم یعنی جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے بنی اسرائیل تم لوگوں کی طرف میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

موجودہ بائبل میں حسب ذیل آیتیں ملتی ہیں پہلی آیت وہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارہ نقیبوں کو جبکہ انہیں دعوت الی اللہ کی غرض سے روانہ فرمایا ہے نصیحت فرمائی ہے۔ ان میں پہلی آیت درج ذیل ہے "ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور انہیں حکم دیکے کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ سامریوں کے

کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں (توموں) کے پاس جانا" متی آیت ۷ سفیہ ۱۹ - دوسری آیت وہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک غیر بنی اسرائیل کی عورت کو جبکہ ان کے پاس اس غرض سے آئی تھی کہ دین مسیحی میں داخل ہو جواب دیتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کیلئے نہیں بھیجا گیا ہوں" اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ مگر اس نے آ کر سجدہ کیا اور کہا اے خداوند میری مدد کر اس نے جواب میں کہا کہ لڑکوں کی روٹی لیکر کتوں (غیر بنی اسرائیل) کو ڈالنی اچھی نہیں"

ان آیتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت و رسالت عام نہ تھی۔ نیز ایک ہی وقت اور زمانہ میں دو رسول دو جماعت و قوم میں بھیجے گئے۔ چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت ولما جاءت رسلنا ابراھیم بالبشری قالوا انا مھلکوا اھل ھذہ القریہ ان اھلھا کانوا ظالمین دلالت کرتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ایک تھا۔

تمام نبیوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے ذوالجلال والاکرام نے رحمۃ للعالمین کا خلعت عطا فرما کر تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ کی رسالت مخصوص کسی جماعت یا قوم یا ملک کے کسی حصے یا خطے کے ساتھ نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ کی دعوت و رسالت تمام دنیا کے لئے تھی۔ ارشاد ہے ما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ہم نے آپ کو تمام انسان کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا کہد یجئے اے لوگو میں تمام انسان کی طرف رسول و پیغمبر ہو کر آیا ہوں۔ اس مقام پر بھی آریہ صاحبان کا یہ اعتراض ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول کیوں بنا گیا کسی دوسرے کو رسالت کیوں نہیں دی گئی۔

جواب۔ آریہ مت کی مستند کتاب ستیارتھ پرکاش اور سمرتی میں مرقوم ہے "چاروں وید اتھروید۔ یجروید۔ سام وید رگ وید۔ چار مہارشی اگنی۔ وایو۔ ادیتہ۔ انگرا پر نازل و پرکاش ہوئے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انہیں چار مہارشیوں پر ان چاروں وید کا نزول ہوا۔ کسی دوسرے پر نزول کیوں نہیں ہوا۔ فما جوابکم فھو جوابنا۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے تمام انبیائے کرام پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھے جوامع الکلم عطا کیا گیا (۲) ایک ماہ کی مسافت سے مشرکین ومعاندین پر رعب کا طاری ہو جانا (۳) مٹی کو ہمارے لئے وضو اور پاکی قرار دیا جانا (۴) تمام روئے زمین کا ہمارے لئے عبادت گاہ ہونا (۵) مال غنیمت ہمارے اور امتی کیلئے حلال کیا جانا۔ (۶) میں تمام روئے زمین کے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ چنانچہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے بعد مبعوث ہوئے اور آپکے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ فرمان خداوندی ہے۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ حدیث شریف میں اسی آیت بالا کی تفسیر یوں آئی ہے لا نبی بعدی۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ان تمام دلائل وبراہین سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت عام ہے۔ بغیر اطاعت وفرمانبرداری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص دونوں جہان میں سرخرو وناجی الی المرام نہیں ہوسکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام امت کو نبی امی فداہ ابی وامی کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

ارشادات ارشد

مولینا ہارون الرشید ارشد انصاری۔ کامل الہ آباد، منشی فاضل پنجاب

نہیں یہ شان ہے تیری جو کوئی بھیک کو ترسے
ترے در کا بھکاری ہوں جاؤں گا تیرے در سے

ترے در پر پڑا ہے آکے خوبیٔ مقدر سے
جو گھر گھر کا نکالا ہے جو دھتکارا ہے در در سے

بچائیگا یقیناً گرمیٔ خورشیدِ محشر سے
جو میری آنکھ سے آنسو ٹپکتا ہے ترے ڈر سے

کبھی نظریں ملی تھیں ان کی شاید نظرِ دلبر سے
تبسم ریزیاں اب تک نمایاں ہیں گل تر سے

تری رحمت کا وہ حصہ جو دنیا کا ہے ایسا ہے
نکالا جائے جیسے ایک قطرہ کو سمندر سے

اٹھا کر سر تجھے دیکھوں ترے قدموں پہ سر رکھدوں
سبق یہ روز ملتا ہے مجھے مہرِ منور سے

یہ انساں پھر بھی انساں ہے فرشتے کو بھی غش آئے
اگر دو چار ہو جائے ترے مہرِ منور سے

مرا حصہ جو ہے وہ بے طلب ملتا ہے اے ارشد
قناعت سے مجھے نسبت ہے، الفت ہے، مقدر سے

دریائے نیل کی ایک دیرینہ داستان

قسط نمبر ۳

از آمنہ سلفی

شہنشاہ مصر کے شاہی باغ میں ایک خوبصورت چشمہ رواں ہے جسکا پانی دودھ سے زیادہ چمکدار اور کافور کی طرح سفید ہے۔ نہر کی کاریگری اور اس کے آبشار کی صنعت دیکھکر انسان دم بخود ہو جاتا ہے۔ اس وقت پانی اپنی روانی میں کچھ عجیب جوش دکھلا رہا ہے۔ شاید اس لئے کہ چند حسینان جہاں اس میں اٹھکھیلیاں کر رہی ہیں اور وہ جوش مسرت سے اچھل رہا ہے۔ اس میں غسل کرنے والیاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہی خاندان سے تو نہیں مگر ملکہ سے ضرور تعلق رکھتی ہیں شاید یہ کنیزیں ہیں جو موقعہ پاکر خوب کلیل کر رہی ہیں۔ دفعتاً کیا دیکھتی ہیں کہ ایک صندوق بہتا ہوا کنارے آ رہا ہے کنیزیں صندوق کو اپنی جانب آتا ہوا دیکھکر دوڑ پڑیں۔ اور سب نے باہم ملکر اسے پانی سے باہر نکالا اور آپس میں یوں باتیں کرنے لگیں۔

اری کتنا خوبصورت صندوق ہے۔ نہ معلوم اسمیں کیا ہے؟ ہماری خوش قسمتی سے خود بخود کنارے لگ گیا ہے۔

دوسری کہنے لگی نہیں اس قسم کی بیکار باتوں سے وقت کیوں ضائع کرتی ہو۔ ملکہ کی جھڑکیاں تمہیں یاد نہیں ہیں؟ میرے خیال میں بہتر ہے کہ اسے اٹھا کر ملکہ معظمہ کی خدمت میں لے چلیں اور وہیں چلکر اسے کھولنے کی کوشش کی جائے۔ اس سے ملکہ بھی خوش ہوں گی اور ہمیں بھی کچھ ملجائیگا اور ہمیشہ ان کی نظر میں ہم لوگ عزیز بنے رہیں گے۔ سب نے ملکر اس خیال کی تائید کی اور صندوق اٹھا کر ملکہ کی خدمت میں لے چلیں۔

ملکہ خود دیر سے انتظار کر رہی تھی کہنے لگی اسی صندوق کی خاطر تم لوگوں نے اس قدر دیر لگائی اور بلا وجہ ہمیں انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔ کنیزوں نے مؤدبانہ عرض کیا۔

علیا حضرت! ہم نے چوری نہیں کی ہے!! یہ مال مسروقہ نہیں ہے۔ دریائے نیل نے نہر کے راستہ ہمیں تحفہ بھیجدیا ہے۔

اور ہم بصد عجز و نیاز آپ کی جناب میں اسے پیش کرتے ہیں۔

ملکہ۔ یہ نہر کے راستہ بہتا ہوا آرہا تھا؟ آخر اس میں ہے کیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ کسی غریب مسافر کا سامان ڈوب گیا ہے۔ لیکن اس کو کھولو تو سہی ممکن ہے کہ کسی سوداگر کے جواہرات ہوں۔

کنیز:۔ حضور سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکا قفل کدھر ہے۔

ملکہ:۔ تو بغیر قفل کے ہے ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ ادھر تو لاؤ میں دیکھوں۔ ملکہ دیکھتے ہی کہہ اٹھتی ہے۔ اری یہ تو اندر ہی سے بند ہے۔ اچھا میں ہی کھولتی ہوں۔ ملکہ اپنے ہاتھوں سے بکس کھولتی ہے۔ مگر اس میں زر و جواہرات کی جگہ ایک نہایت ہی حسین جیتا جاگتا نوزائیدہ بچہ کپڑوں میں لپٹا ہوا نظر آتا ہے۔ ملکہ چونک پڑتی ہے اور ڈر کر الگ ہو جاتی ہے۔ کنیزیں جو پاس ہی کھڑی تھیں بچہ کو بکس سے باہر کرتی ہیں اور غور سے دیکھنے لگتی ہیں۔ کنیزوں کی ہمت پر ملکہ بھی نزدیک آتی ہے۔ اس کی معصوم صورت کو دیکھکر اس کے دل میں دریائے محبت موجزن ہوتا ہے اور خواہ نخواہ دل اسکی طرف کھنچنے لگتا ہے۔ کچھ دیر بعد ملکہ نے بچہ کو کنیز کے ہاتھوں سے اپنی آغوش محبت میں لے لیا۔ اور مسرت و انبساط میں بچہ ا بچہ اکی صدا اس طرح بلند کرنے لگی۔ کہ سارا محل گونج اٹھا۔

ملکہ بچہ کو کبھی چھاتی سے لگاتی ہے تو کبھی بوسہ لیتی ہے۔ غرض خوب ہی بھینچ بھینچ کے پیار کرتی ہے بار بار اس کی بلائیں لیتی ہے اور کہتی ہے کتنا خوبصورت بچہ ہے میں اس کو گود لیتی ہوں اور آج سے اپنا بیٹا بنا کر رکھوں گی اور اس کی طرح تعلیم و تربیت اور پرورش کروں گی۔ مگر ماجرا کیا ہے؟ کس کا بچہ ہے۔ کس بے رحم ماں نے اس ننھے اور پیارے بچے کو اس طرح دریا کی نذر کردیا کیا اس کے دل میں اس کی جگہ نہ تھی؟

آہ! اے بد نصیب لاوارث تیری قسمت اچھی تھی کہ تو میرے محل میں آگیا۔ ورنہ نہیں معلوم تیرا کیا حشر ہوتا یا تو مچھلی نہنگ تجھے چیر پھاڑ کر کھا جاتے یا پانی میں سڑ گل کر رہ جاتا۔ ہاں تیری پیشانی سے اقبال مندی عیاں ہے۔ تیرے چہرے سے معصومیت نمایاں ہے۔ تو میری آنکھوں کا نور ہے۔ تجھ سے میرے قلب مضطر کو سکون حاصل ہوگا۔ اور آئندہ چل کر تو میری ضعیف زندگی کا سہارا ہوگا۔ تو کسی کا بھی بچہ ہی کیوں آج سے تیری ماں میں ہوں اور تو میرا پیارا اور لاڈلا بیٹا ہے۔ میں ہر طرح تجھے آرام و اطمینان سے رکھوں گی۔

کنیزو!۔ دیکھو اس کی پرورش کیلئے کسی دایہ کو بلاؤ۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ فرعون اعظم وقار شاہانہ کے ساتھ محل میں داخل ہوتا ہے۔ ملکہ شہنشاہ کو آتا

ہوا دیکھکر جوش مسرت سے اس کو سینہ سے لگائے ہوئے بیتابانہ بڑھتی ہے اور ماسے اس کی طرف بڑھاتی ہوئی کہتی ہے۔ دیکھو تو سہی کتنا پیارا بچہ ہے کیسا حسین اور معصوم معلوم ہوتا ہے۔ آج میری دیرینہ تمنا پوری ہوگئی جس چیز کی آرزو میں دن رات تڑپا کرتی تھی وہ خوبی قسمت سے مل گئی۔ انسان کو زندگی کا صحیح لطف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اس کا گھر ننھے بچے سے معمور ہوتا ہے۔ اچھا تم بھی اپنی چھاتی سے لگا کر پیار کر لو یہ ہم دونوں کی آنکھوں کی روشنی اور زندگی کا سہارا ہے۔

فرعون: ۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہیں اسے کیوں پیار کرنے لگا؟ شاید تمہیں ضرورت ہو؟ مجھے تو حکومت اور اپنی ذات کافی ہے۔ میں اس کو لیکر کیا کرونگا؟ لیکن تم نے اس کو میری اجازت کے بغیر میرے محل میں کیوں آنے دیا۔ میں ایسے مشتبہ بچہ کو اپنے گھر میں رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا!!! ممکن ہے یہ وہی بچہ ہو جس کی دست درازیوں سے میری حکومت برباد ہونے والی ہے۔ اس لئے میں سے بھی اپنے ہاتھوں اسی طرح لقمہ اجل کئے دیتا ہوں۔ جس طرح خاندان اسرائیل کے تمام بچے نذر تلوار ہو رہے ہیں۔

ملکہ: ۔ شہنشاہ! بدگمانی انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ اس بچے کے متعلق آپکا خیال غلط ہے۔ یہ ہرگز اسرائیلی نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کے بچے اس طرح صحیح وسالم بچ جائیں۔ جبکہ سیکڑوں آدمی اسی کام پر مامور ہیں کہ بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دئے جائیں۔ آخر شاہی حال انکا کیوں کریں گے؟ جبکہ حکومت کی تباہی پر ان کی بھی بربادی کا مدار ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ یہ معصوم بچہ کبھی بھی ہماری تباہی کا باعث نہیں ہو سکتا!!! آپ کو میں اپنی محبت کا واسطہ دلاتی ہوں۔ آپ میرے پریم کی خاطر اسے بخش دیجئے۔ میرا دل خواہ مخواہ اس کی طرف کھچا جا رہا ہے۔ مجھے ایک گونہ اس سے شغف ہو گیا ہے۔ میری محبت فطری معلوم ہوتی ہے۔ میں اس سے محبت کر نہیں رہی ہوں۔ بلکہ محبت ہو گئی ہے۔ محبت کسی سے کی نہیں جاتی ہے۔ وہ خود کسی کے دل میں گھر کر لیتی ہے۔ اور دل غیر ارادی طور پر اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ بس یہی حال میرا اس بچہ کے ساتھ ہے۔ آخر میں آپ کی بداندیش تو نہیں ہوں۔ بس میری یہی التجا ہے کہ اس کو رہا

کردیجئے۔ میری اس آرزو کو پورا کردیجئے۔ میں آپ سے اپنی دیرینہ محبت کی بھیک مانگتی ہوں۔ رحم لے خداوند مصر رحم!!!

فرعون:- ملکہ! تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ تم معاملات کو نہیں سمجھتیں۔ مصلحت اسی میں ہے کہ اسکا خاتمہ ہی کردیا جائے۔ لیکن تمہاری لجاجت اور التجا مجھے اپنے ارادے سے متزلزل کررہی ہے۔ تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو اس لئے تمہارے پریم کی خاطر میں آسے رہا کرتا ہوں۔

اس بات کو سنتے ہی ملکہ جوش مسرت سے اچھل پڑی رگوں میں خوشی کی لہریں دوڑ گئیں۔ اور بچہ کو اپنی آغوش محبت میں لیکر چلی گئی۔ اور بادشاہ بھی اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔ کچھ دیر بعد ملکہ کے سامنے ایک ایسی عورت لائی گئی۔ جو بچوں کی پرورش میں ید طولیٰ رکھتی تھی۔ ملکہ نے فوراً اس کے حوالہ کردیا۔ مگر لڑکا عجیب تماش کا نکلا۔ دودھ پینا تو درکنار اس نے اسکی طرف نگاہ بھی نہیں کیا۔ یہ دیکھکر ملکہ کو کچھ پریشانی ہوئی چنانچہ اس نے بہت سی عورتوں کو محل میں جمع کیا کہ شاید کسی کے ذریعہ بھی نخل تمنا کی آبیاری ہو۔ مگر بچہ نے سب پر نفرت کی نگاہ ڈالی اور حقارت سے ٹھکرادیا۔ شاید اس لئے کہ قدرت کا اقتضا کچھ اور تھا۔ وہ چاہ رہی تھی کہ اس معصوم اور پاک ہستی کا خون مصفا گدلے اور ناپاک خونوں سے ملوث نہ ہو۔ صورت حال نے ملکہ کو مایوس کردیا۔ اور اپنے پارۂ دل کے تلف ہونے سے مضطرب ہوگئی۔ اور حالت پریشانی میں کہنے لگی ابھی ابھی ایک خون آشام تلوار تلے سے چھڑا کر لائی ہوں لیکن افسوس یہ بچہ خود اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہے۔ بہتیرے کوشش کی گئی۔ مگر کسی کا دودھ نہ پیتا تھا نہ پیا۔ تمام عورتیں حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہی تھیں۔ اور اس طرح محل ایک تماشہ گاہ بن گیا تھا۔

عین اسوقت جبکہ عورتیں آپس میں خیال آرائیاں کررہی تھیں مجمع کو چیرتی ہوئی ایک لڑکی بے تابانہ آگے بڑھی۔ اور عرض کرنے لگی۔ ملکہ معظمہ! اگر لب کشائی کی اجازت ہو تو اس حقیر کی بھی ایک عرضداشت ہے ممکن ہے اس بچہ کی جان بچ جائے۔ میں ایک ایسی عورت کو جانتی ہوں جو اس کی اچھی طرح نگاہ داشت کرسکتی ہے۔ اور اس کی کوشش سے آپکا نخل تمنا بارآور ہوسکے۔ ملکہ نے فوراً جواب دیا اس کو لاؤ۔

ملکہ کے حکم کی دیر تھی فوراً وہ عورت لائی گئی۔ بچہ بھی جو غالباً منتظر ہی تھا عجب کشش سے اس کی طرف بڑھ گیا۔ اور دودھ پینے لگا۔ ملکہ کو یہ دیکھکر بہت ہی خوشی ہوئی۔

بچہ اداس [illegible] ... امانت ہے جو تجھے
ودیعت [illegible] ... اپنا عہد [illegible] کے لئے پھر واپس لے
لوں گی [illegible] امید سے سوا دیگی۔
اجیتا [illegible] اللہ [illegible] در حقیقت اس بچہ کی ماں
تھی [illegible] تھی [illegible] اطاعت
[illegible] میں آپ کی امانت کی حفاظت
میں جان تک [illegible] ۔

— — —

شام کا [illegible] وقت [illegible] افق مغرب نے تمام کائنات
کو سنہرا زیور پہنا رکھا ہے۔ عروس شب اپنی دلہن کی طرح زرفشی
ساڑھی پہنے ہوئے اپنی طرف دعوت عیش ونشاط دے رہی
ہے۔ ہر شخص کام کاج سے تھک کر اپنے اپنے گھروں کی طرف
سکون وراحت کی تلاش میں جارہا ہے۔ اور ایک غریب
دکھیاری اپنی امیدوں اور تمناؤں کو پاکر نور عقیدت میں مالک
حقیقی کی حمد وثنا میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اسے نہ مناظر قدرت
کی دلفریبیاں اپنی طرف مائل کر رہی ہیں اور نہ افق شام کی
دلچسپیوں سے کوئی تعلق معلوم ہوتا ہے۔

خداوند کریم کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں۔ قربان
جاؤں تیری عنایت اور مہربانی کے تو نے صرف اپنی مہربانی

سے میرے لال کو مجھ تک صحیح وسالم پہنچا دیا۔ ورنہ میں نے
تو دریائے نیل میں ڈال کر زندگی سے اسے محروم ہی کر دیا تھا۔
کسے توقع تھی کہ یہ ننھا سا بچہ اس طرح نیل کے بے پناہ دھارے
سے محفوظ رہکر پھر میری گود کو آباد کریگا؟ یہ تیری قدرت
کا کرشمہ اور اعجاز نہیں تو پھر ہے کہ تو نے سفاک قبطی اور دریائے
نیل کی اتھاہ گہرائی سے اسے محفوظ رکھا۔ یوں تو تیری بیشمار نعمتیں
ہیں لیکن تیرے احسان عظیم کی مکافات مجھ سے کیا ہو سکتی ہے؟
میں تو ہر طرح مجبور اور تیری باندی ہوں۔ اور پھر اپنے بچے کو
مخاطب کرکے کہنے لگی۔

میرے پیارے چونکہ میں نے تجھے لکڑی کے صندوق
میں بند کرکے پانی میں ڈال دیا تھا۔ اس لئے تیرا نام موسیٰ
رکھتی ہوں (عبرانی زبان میں پانی کو مو اور لکڑی کو سا
کہتے ہیں اس لئے انکا نام موسیٰ رکھا گیا۔ اور یہی وجہ تسمیہ
ہے) آج سے تو دنیا میں موسیٰ کے نام سے پکارا جائیگا۔ اور
جس وقت میں تجھے ملک کی خدمت میں پیش کروں گی۔ تو
ان سے بھی کہدوں گی کہ میں نے آپ کے فرزند ارجمند اور
جگر پارہ کا نام موسیٰ رکھا ہے۔

خدا کی شان کہ اس معلم اخلاق اور بانی تمدن کا
دور طفولیت ایسے گھر میں گزرتا ہے جہاں نہ تو لوگوں کو پیٹ بھر

روٹی ملتی ہے اور نہ زندگی گزارنے کو محلات و مکانات ہیں بلکہ کاشانۂ غربت میں رہنے والے اور سوکھی روٹی کھانے والے کے گھر پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہیں ایام طفولیت گزارتے ہیں۔ نہ اصول عمرانیات کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور نہ تہذیب تمدن کا سبق پڑھتے ہیں۔ اگرچہ صورت حال کی نزاکت اور کشمکش حوادثات کی وجہ سے آپ شاہی محل کی ہوا بھی کھا آتے ہیں۔ مگر اس طرح کہ وہاں اس عالم نوزائیدگی میں جانے کے باوجود بھی آپ کا خون سرمایہ داری کی لعنت اور استبدادیت کی پالیدگی سے ملوث نہیں ہوا۔ آپکے شکم مبارک میں پہلی اور گہوارۂ طفولیت کی غذا سرمایہ داروں کے خون مکدر کی نہیں جاتی ہے۔ آپ کی ابتدائی نشو و نما شہنشاہیت کی لعنت پر نہیں ہوئی بلکہ اسی مفلسی اور سلاسل غلامی سے جکڑے ہوئے خاندان میں پیدا ہوتے ہیں اور وہیں نشو و نما پاتے ہیں شاید اس لئے کہ اگر آپ کی ابتدائی نشو و نما شہنشاہیت کے گہوارہ میں ہوتی تو آپ کے خون میں وہ حرارت اور دل اُن جذبات سے پر نہیں ہوتے جن کے لئے قدرت نے ازل ہی میں ان کو چن لیا تھا کہ ان کی ادنیٰ تاثیر بھی قصر فرعون کی بنیادیں ہلادے گی۔ اور بنی اسرائیل کے بخت خفتہ کو بیدار کر دے گی۔ بہت ممکن تھا کہ آپ کے سر میں استبدادیت کا سودا اور ر

دل میں شہنشاہیت کی محبت گھر کر جاتی اس لئے فطرت نے ایسا کیا کیونکہ بچے اکثر عادات و اطوار اپنے ماؤں ہی سے اخذ کیا کرتے ہیں اور ابتداء میں ان کی جیسی تربیت ہوتی ہے آئندہ چلکر وہی اثرات ظہور پذیر ہوتے ہیں اس لئے قدرت نے پہلے ہی اس کی انسداد کیلئے ان پر تمام عورتوں کا دودھ ہی حرام کر دیا کہ عوام الناس کے کردار سے ان کے پندار ازلی ہی رہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں ایام رضاعت پورا کرتے ہیں جیسے قدم قدم پر زندگی کی دشوار گزار گھاٹیوں کو طے کرنا پڑتا ہے اور ہر گام پر ٹھوکریں کھا کھا کر زندگی کے دن پورا کرنا ہے اور ہر وقت استبدادیت کے دبدبے سے دوچار ہونا پڑتا ہے

مدت رضاعت ختم ہو جانے کے بعد آپ کی والدہ ایوان شاہی میں جاتی ہیں اور ملکہ کی امانت کو اس کے حوالہ کر دیتی ہیں۔ ملکہ اپنی مراد اور گوہر مقصود کو پاکر بیحد خوش ہوئی اور وفور نشاط میں بہت کچھ انعام و اکرام دیکر موسیٰ کی حقیقی ماں کو واپس کیا۔ اور ماں نے چلتے چلتے آخری بلائیں لی اور خدا حافظ کہکر وہاں سے واپس ہوئی۔ ملکہ نے موسیٰ کو مانوس کرنے کیلئے سینہ سے لپٹا لیا اور خوب خوب پیار کرنے لگی۔

باقی آئندہ

امام فخر الدین رازی

(از جناب مولوی عبدالصمد صاحب عرف دانش محمد سلفی بیر بھومی)

نام محمد بن عمر لقب فخر الدین، ابو عبداللہ کنیت اور عرف عام میں ابن الخطیب کے نام سے مشہور تھے۔ رمضان شریف کی ۵ تاریخ [illegible] کو رے میں پیدا ہوئے۔ معقولات اور منقولات خصوصاً علم کلام کے معروف و مشہور امام بہت بڑے فاضل اور شافعی مذہب کے بہت بڑے فقیہہ گزرے ہیں۔

ابتدائی علوم اپنے والد بزرگوار سے نہایت جانفشانی کے ساتھ حاصل کرتے رہے۔ مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا۔ پھر اپنے استاد کمال سمعانی سے طلب علم کرتے رہے پھر رے واپس آکر محمد جیلی سے تعلیم پاتے رہے جب محمد جیلی بغرض تدریس مراغہ بلائے گئے تو امام فخر الدین رازی نے بھی انکا ساتھ دیا۔ اور ان کی معلومات کے بحر زخار میں مدتوں غوطے لگاتے رہے۔ یہانتک کہ اس سے گرانقدر موتی کے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ امام الحرمین کی ایک ضخیم تصنیف الشامل کو زبانی یاد کرلیا تھا۔

تحصیل علم کے بعد خوارزم تشریف لائے۔ جہاں بڑے بڑے علماء و فضلاء سے عقائد اور مذاہب پر ایک طویل مناظرہ ہوا جس میں امام ہی کو ید طولیٰ حاصل رہا۔ اس مناظرہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اطراف و جوانب میں آپ کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔

اس کے بعد جب آپ ماوراء النہر پہنچے تو وہاں بھی عظیم الشان مناظرہ منعقد ہوا جس میں آپ ہی کی جیت ہوئی۔ اس کے بعد آپ رے واپس آئے رے میں ایک بہت بڑا حاذق و دانا اور متمول حکیم رہتا تھا اور اسکی دو بیٹیاں تھیں حسن اتفاق سے فخر الدین کے نہایت خوبصورت اور تیز طبیعت دو بیٹے تھے۔ ایک دفعہ خود حکیم مذکور کسی بیماری میں مبتلا ہوا۔ بیماری اتنی سخت ہو گئی

کرامی موت کا یقین کامل ہوگیا۔ دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی دونوں لڑکیوں کی شادی امام صاحب کے دونوں لڑکوں سے کردی۔ اسطرح اس کی بے انتہا دولت امام صاحب کے ہاتھ لگ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے کامل شخص کو دنیا سے مستغنی کرکے دین متین کی طرف ہمہ تن متوجہ کردیا۔

چنانچہ انہوں نے دین کی خدمت تقریر و تحریر، ورجان و مال دونوں سے کی۔ تقریر کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے مسلم فاضل و عالم باعمل سیکڑوں کوس سے مستفید ہونے کی غرض سے سفر کی مشقتیں و صعوبتیں جھیل کر آپکی خدمت میں آتے تھے۔ اور ہزاروں کے عقائد ایک مجلس میں درست ہوتے تھے۔ اور سیکڑوں اشخاص نے آپسے مختلف مسائل پر مناظرہ ومباحثہ کئے۔ لیکن بالآخر انہیں آپکے سامنے زانوئے تلمیذ تہ کرنا ہی پڑا۔ آپکا وعظ اتنا پر اثر تھا کہ دوران تقریر میں خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رولاتے تھے۔ معقولات کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ بددینی اور بداعتقادی کو راہ دیتے ہیں لیکن اس فاضل وحید اور عالم فرید نے یہ ثابت کردیا کہ شریعت محمدیہ کی صداقت کو کوئی فلسفہ اور کوئی حکمت رد نہیں کرسکتی ہے۔ انہوں نے تقریر و تحریر سے یہ واضح کردیا ہے۔ کہ محمد عربی نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی ریتیلی اور پتھریلی زمین کے باشندوں کو پہاڑی زمین کے رہنے والے حبشیوں کو اور اونٹ کھانے والے بدوؤں کو جس کتاب و حکمت کا سبق پڑھایا ہے۔ اسپر کسی معقولی علم کی قدیم یا جدید برہان و دلیل غالب آسکتی ہے بلکہ قرآن مجید میں روحانیت اور معقولات کے رود دریا بے ذخار ناپید اکنار پہلو بہ پہلو جاری ہیں۔ اور اس کا ایک ایک لفظ ایک موج گہر ریز و ابر گہر بار ہے۔ ان باتوں کی تصدیق کے لئے خود انکی تفسیر مسمیٰ بہ کبیر کافی و شافی ہوسکتی ہے۔

تحریر میں ایسے ماہر و کامل تھے کہ اہل سنت والجماعت کے اصول و عقائد کو دلائل عقلیہ و براہین نقلیہ سے ایسا صحیح و محکم ثابت کر دکھایا کہ ہزاروں کرامیہ اور لاکھوں معتزلہ اپنے اپنے اعتقادات باطلہ کو چھوڑ کر اہل سنت کے سواد اعظم میں مقترن و شامل ہوگئے۔ تحریر میں جو ترتیب دلائل اور طریق استدلال انہوں نے اختیار کیا ہے ہر علماء کو اسکی بابت اقرار ہے کہ وہ خود انہی کا اختراع و ایجاد تھا۔ بیشک وہ طریق ایسا زود فہم اور اتنا سلیس و عمدہ ہے کہ آجتک اس سے بہتر اور کوئی طریقہ یوروپ یا ایشیا کی تصنیفات میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ اسکا بے بدل و بے نظیر ہونا آجتک مسلم ہے۔

بہت سے علوم میں آپنے اپنی تصنیفات چھوڑی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کتاب لاجواب و بے نظیر ہے۔ خود انکی

زندگی ہی میں انکی تصنیفات کی قدر بہت اس درجہ کو پہونچ گئی تھی کہ متقدمین کی کتابوں کو چھوڑ کر انکی تصنیفات کو نصاب تعلیم میں داخل کر لیا گیا تھا۔ غرض وہ اپنے زمانہ کے فرید اور اپنے معاصرین میں وحید شخص تھے۔ اور علم کلام و معقولات میں کوئی شخص انکا ہم پلہ نہ تھا۔

انکی تصنیفات بے شمار ہیں مثلاً انکے تفسیر کبیر۔ تفسیر سورہ فاتحہ۔ اور علم کلام میں المطالب العالیہ۔ نہایۃ العقول کتاب العقول۔ کتاب الاربعین المحصل۔ کتاب البیان والبرہان علی اہل الزیغ والطغیان۔ کتاب المباحث العمادیہ فی المطالب المعادیہ۔ کتاب تہذیب الدلائل و عیون المسائل۔ ارشاد النظار الی لطائف الاسرار۔ کتاب الاجوبۃ المسائل البخاریہ تحصیل الحق۔ کتاب الزبدہ والمعالم ہیں۔

اصول فقہ میں انکی تصنیفات یہ ہیں۔ المحصول المعالم اور حکمت میں الملخص۔ شرح اشارات ابن سینا۔ شرح عیون الحکمت وغیرہ ہیں۔

طلسمات میں سر مکتوم۔ اور شرح اسماء الحسنیٰ۔ نحو میں شرح المفصل زمخشری۔ فقہ میں۔ شرح وجیز غزالی۔ طب میں شرح کلیات۔ قانون۔ شرح سقط الزند معری۔

شرف الدین بن عنین بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آپ خوارزم کے مدرسہ میں بڑے بڑے فضلا کو درس دے رہے تھے۔ سخت سرما کا موسم تھا۔ کثرت سے برف باری ہوئی تھی مدرسہ کے قریب میں ایک کبوتری کسی جارح جانور کے حملے سے عاجز ہو کر آگری تھی۔ طلبا کی پوری جماعت کو دیکھ کر جارح جانور وہاں سے ناکام گزر گیا۔ کبوتری سخت خنکی و ٹھنڈک کی وجہ سے اڑنے پر قادر نہ تھی۔ شیخ جب درس سے فارغ ہوئے تو اسکے پاس کھڑے ہو گئے اور اسے ہاتھ میں لیکر پیار کرنے لگے۔ آپکی شفقت و رحمت دیکھ کر ابن عنین نے چند اشعار کہے تھے۔ جو طوالت کیوجہ سے ترک کئے جاتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی بھی بسا اوقات شعر کہا کرتے تھے۔ عربی اور فارسی میں کامل مہارت و دستگاہ رکھتے تھے اور دونوں زبانوں میں وعظ کہا کرتے تھے۔ مدرسہ خوارزم سے مستعفی ہو کر ہرات واپس آئے اور وہیں عید الفطر کے دن دوشنبہ کو ۶۰۶ھ میں انکا انتقال ہوا۔ اور دامن کوہ میں مزداخان کے قریب مدفون ہوئے۔

انا لله وانا الیه راجعون

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی کلمات طیبات

ایک سو حدیثوں کا با محاورہ ترجمہ

از مولانا محمد عین الحق صاحب مسلم سلفی دربھنگوی

التربیة والتعلیم

(۱) لأن یؤدب الرجل ولده خیر من أن یتصدق بصاع۔

(۲) طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة

(۳) علموا ویسروا وبشروا ولا تنفروا وإذا غضب أحدکم فلیسکت

(۴) الحکمة ضالة المومن حیث وجدها التقطها

(۵) لا فقر أشد من الجهل ولا مال أعز من العقل ولا وحشة أشد من العجب

(۶) تعلموا العلم من المهد الی اللحد

تربیت اور تعلیم

(۱) اپنے لڑکے کو اچھی تربیت و تعلیم دینا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

(۲) علم دین طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

(۳) علم سکھلاؤ اور آسانی کرو۔ بشارت دو اور نفرت مت دلاؤ اور جب کوئی شخص غصہ ہو تو اسکو لازم ہے کہ چپ رہے۔

(۴) حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے اسے جہاں کہیں پائے اسکو گمشدہ چیز سمجھکر حاصل کرے۔

(۵) جہالت سے بڑھکر کوئی محتاجی نہیں ہے اور عقل سے زیادہ بہتر کوئی مال نہیں ہے اور عجب سے زیادہ خراب کوئی وحشت و تنہائی نہیں

(۶) زمانہ مہد سے زمانہ لحد تک علم حاصل کرتے رہو۔

(۷) اُطلبوا العلم ولو فی الصین

(۸) ان من البیان لسحرا وان من العلم جهلا وان من الشعر لحکمۃ

العمل والسعی والاقتصاد

(۹) اعمل لدنیاک کانک تعیش ابدا واعمل لآخرتک کانک تموت غدا

(۱۰) علو الهمۃ من الایمان

(۱۱) اطلبوا الرزق فی خبایا الارض ان اللہ یحب معالی الامور واشرافها ویکره دنیّها وسفسافها

(۱۲) الید العلیا خیر من الید السفلی۔

(۱۳) ما خاب من استخار ولا ندم من استشار ولا عال من اقتصد

(۱۴) التدبیر نصف العیش

(۱۵) الاقتصاد فی النفقۃ نصف المعیشۃ والتودد الی الناس نصف العقل وحسن السوال نصف العلم

(۱۶) من ابطأ به عمله لم یسرع به نسبه

(۱۷) استعینوا علی قضاء حوائجکم بالکتمان

(۷) علم حاصل کرو اگرچہ ملک چین میں ہو۔

(۸) بیشک بعض بیان میں جادو کا اثر ہے اور بعض علم جہالت ہے اور بعض شعر حکمت ہے۔

عمل کوشش اور میانہ روی

(۹) اپنی دنیا کیلئے کام اس طرح کرو کہ گویا تم ہمیشہ زندہ رہوگے اور اپنی آخرت کیلئے کام اس طرح کرو کہ گویا کل مرجاؤ گے

(۱۰) بلند ہمت ہونا ایمان کی نشانی ہے۔

(۱۱) زمین کے گوشوں میں رزق تلاش کرو اللہ تعالیٰ بلند اور اشرف امور کو محبوب رکھتا ہے۔ گھٹیا اور ذلیل کاموں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

(۱۲) اوپر کا ہاتھ (دینے والا) نیچے کے ہاتھ سے (لینے والا) بہتر ہے

(۱۳) طالب خیر کبھی خسارہ نہیں اٹھاتا مشورہ کرنیوالا کبھی شرمندہ نہیں ہوتا ہے اور کفایت شعار کبھی فقیر نہیں ہوتا ہے۔

(۱۴) تدبیر آدھی زندگی ہے۔

(۱۵) خرچ میں کفایت شعاری نصف معیشت ہے، لوگوں کے نزدیک محبوب وپیارا ہونا نصف عقل ہے اور بہتر سوال نصف علم ہے۔

(۱۶) جس کو عمل نے پیچھے رکھا اسکو اسکا نسب نہیں بڑھائیگا

(۱۷) اپنی ضرورت پوری کرنے میں رازداری

فَاِنَّ کُلَّ ذِیْ نِعْمَۃٍ مَحْسُوْدٌ

اَلْاَمَانَۃُ وَالْعَھْدُ

(۱۸) لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ

(۱۹) مَنْ غَشَّ لَیْسَ مِنَّا

(۲۰) اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ۔

(۲۱) اَلْمُسْتَشِیْرُ وَالْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

(۲۲) کَبُرَتْ خِیَانَۃً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا
ھُوَ لَکَ بِہٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ لَہٗ مُکَذِّبٌ۔

(۲۳) اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ
کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اُؤْ
تُمِنَ خَانَ۔

(۲۴) اَدِّ الْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ
خَانَکَ

(۲۵) حُسْنُ الْعَھْدِ مِنَ الْاِیْمَانِ

(۲۶) ظُلْمُ الْاَجِیْرِ اَجْرَہٗ مِنَ الْکَبَائِرِ

(۲۷) مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ

سے کام لو کیونکہ ہر خوش قسمت پر حسد کیا جاتا ہے۔

امانت اور ایفاء وعدہ

(۱۸) جو شخص امانتدار نہیں ہے اسکو ایمان نہیں اور جو ایفاء عہد نہیں کرتا اس کا دین نہیں

(۱۹) جس نے دھوکا دیا وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔

(۲۰) مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں۔

(۲۱) مشورہ کا طالب اور مطلوب دونوں امانتدار ہیں۔

(۲۲) بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی جھوٹی بات
بیان کرو اور وہ تمکو صادق سمجھے۔

(۲۳) منافق کی تین علامتیں ہیں جب کوئی بات کرے
تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو عہد شکنی
کرے اور جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

(۲۴) امانت دار کی امانت کو ادا کرو۔ اگر کوئی تمہارا ...
کرے تو اس کی خیانت تم مت کرو۔

(۲۵) بہتر ایفاء عہد ایمان کی دلیل ہے۔

(۲۶) مزدور کو کم مزدوری دینا کبیرہ گناہ ہے۔

(۲۷) مالدار کا ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے۔

باقی آئندہ

یونان کی شہزادی

از جناب مولوی عبدالرحمان صاحب "شمسی"

فطرت کی فیاضی نے ابتدا ہی سے ایک خوش نما خطہ یا
کسا تھا جس کی باغوں میں پھولوں کی خوشبو اور میووں اور درختوں
کی فراوانی نے اس خطہ کو جنت ارضی بنانے میں کوئی دقیقہ
اٹھا نہ رکھا تھا۔ زمین کی زرخیزی کا یہ عالم تھا کہ غلوں سے
کھیت پٹے تھے مسرت و انبساط دولت و عشرت عام کی
طرح دنیوی شہزادوں کے پاس پہونچی تھی
لیکن بایں ہمہ یوسٹین ایک خیال غمگین بنا رہتا تھا۔ ایک
کانٹا اس کے دل میں چبھ رہا تھا اور ایک درد اس کے
دل میں چٹکیاں ______ وہ بادشاہ تھا،
حکمران تھا، اپنے جلو میں عزت و ثروت کو لیکر چلتا تھا،
لیکن اس کے گھر کی زندگی سونی ______ اس کے
باوجود وہ ایک نعمت سے محروم تھا، اس کے خزانہ میں
ایک موتی کی کمی تھی، یہی وجہ تھی کہ جب اس کے دل کی
کلیاں پھولوں کی مست خوشبو سے کھلتی تو غم کی صورت اسے
پژمردہ کر دیتی اور الم کی تیز ہوا اسے زرد بنا دیتی وہ ٹھنڈی
سانس لیکر کہنے لگتا "آہ جنت ارضی کا یہ خطہ میرے بعد کسی
اجنبی کے ہاتھوں میں پڑنے کو ہے' آہ میرے بعد پھولوں کی مست
خوشبو کسی اجنبی کو نوازیگی، ان درختوں کے میوے کسی غیر کی
شکم سیری کریں گے، اور یہ چمکتا ہوا تاج کسی دوسرے
کے سر پر رکھا جائیگا"

خدا معلوم یوسٹین نے کس ساعت میں کہا تھا کہ اس
کی آہ فطرت کے کان تک پہنچی، فطرت مسکرائی اور اپنے اس
بندے کی عقل پر ہنسی، اس نے یوسٹین کو منہ مانگی مراد دی،
اولاد کی خواہش تھی، تمنا تھی، فطرت نے اس کی تمنا اور
خواہش پوری کی، فطرت کے غیبی اشاروں نے ملکہ کلیمن
کے رحم میں ہیولیٰ تیار کیا، اپنی قدرت سے اسے بنا ڈالی

اب بادشاہ خوش تھا، مسرت کی لہریں اس کی پیشانی پر رقصاں اور شادمانی کا نور اس کی آنکھوں میں بھرا تھا ـــــ ملکہ کو لڑکی پیدا ہوئی، بادشاہ بدحواس ہوکر رہگیا، مبہوت، مسرت کی لہریں غم کے بے پایاں سمندر میں ڈوب گئیں اور شادمانی کا نور رنج والم کی سیاہ گھٹاؤں میں روپوش ـــــ وہ مجنون تھا، مبہوت شدت سے نکل گیا ـــــ اس کی تمنا تھی کہ لڑکا ہو، لیکن ہوئی لڑکی ـــــ اب دنیا اس کی نگاہ میں تاریک تھی ـــــ سرتاپا تاریک۔

اس نے ایک پُرحسرت نگاہ لڑکی پر ڈالی، اور رات ہی رات ایک پہاڑی کی کھوہ میں اسے ڈالکر خود واپس آگیا۔

رات کا سناٹا! پہاڑی کی کھوہ!! جنگل کی سنسانی اور ایک بے زبان معصوم بچی! اللہ اللہ!! کون کہسکتا تھا کہ وہ زندہ رہیگی، ایک ایسی نازک بچی جو محل سرا میں پیدا ہوئی، اور ملکہ کی گود سے جدا ہوکر کس طرح پتھر کی سخت چٹان پر تن تنہا زندہ رہیگی لیکن فطرت کا منشا کچھ اور تھا۔ وہ بچی کو زندہ رکھنا چاہتی تھی، ماں باپ نے پہاڑی میں ڈالا تھا، لیکن فطرت کی نظرِ عنایت اس سے نہ پھری تھی۔

اسی وقت ایک شخص اس طرف سے جارہا تھا، ناگہاں اس کی نظر اس چھوٹی سی بچی پر پڑی، جس کا چہرہ چاند کی روشنی میں اور زیادہ چمک رہا تھا، اس نے دوڑکر اس دُرِگراں مایہ کو اٹھالیا۔ وہ بیٹی کی طرح اس کی پرورش و پرداخت کرنے لگا۔

اللہ اللہ رے لڑکی، اب تو ان ہوئی ہے شباب نے اس کے حسن میں چار چاند لگا دیئے۔ اس کے گالوں پر گلاب سانسیں لیتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شبنم پرورش پارہی تھی ـــــ پہاڑی کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور دشت کے پرسکون مناظرِ فطرت نے اس کے دل کے اندر سادگی کا ایک بحرِ بے پایاں جاری کردیا تھا ـــــ اس کے پاؤں میں برق کی ایسی تیزی تھی، جب وہ شکار کیلئے نکلتی تو آفتاب کی کرنوں کو حسرت ہوتی، ناز و غمزہ ہراؤں کے بوسوں کی کیفیت وجد میں آجاتے، وہ لٹے گیسوؤں کو کھولے ہوئی مرغزار کے اندر بیٹھے نئے زمزمے انکشاف کرنیوالے پر پیچ دو چشموں کو محو کرتی ہوئی، وہ بڑی خرامی میں سب کے آگے نکل جاتی ـــــ یہی اس کی تیز رفتاری پر تعجب کرتے،

یکبارگی اس ملک میں بہت سے خوفناک درندے جانوروں نے ڈیرا جمایا اور انسانی خون کا چشمہ بہا ڈالا، بادشاہ ان جانوروں سے تنگ تھا، یہ لڑکی فوج کے ایک دستہ کے ساتھ آگے بڑھی، اس عجیب خوفناک شکار میں اٹلانٹا نے کمال ہی کر دکھایا، اسی نے سب سے پہلے جانوروں کو زخمی کیا، ——— لڑکی کی اس بہادری نے شاہزادہ کے دل میں تخم محبت پیدا کر دی،

ایک روز اٹلانٹا سیر و شکار کی غرض سے نکلی ہوئی تھی [illegible] اٹلانٹا کے بالوں کو ہوا کے جھونکوں نے شانوں پر بکھرا دیئے، ——— وہ خوشنما بوٹوں سے گذرتی بلند درختوں کو دیکھتی، پھولوں کی مست خوشبو سے بدمست ہوتی، دریا کے ترنم اور چشموں کی گنگناہٹ سے لطف اندوز ہوتی جارہی تھی کہ یکایک اس کی نظر کسی شخص پر پڑی وہ رکی اور رک کر گئی ——— اس نے اجنبی کو بغور دیکھا، ——— آنکھوں میں آنسو بھر آئے ——— وہ اس کا باپ تھا، ——— باپ نے بھی اپنی گمشدہ دولت کو پا لیا ——— وہ خوش ہوا، بہت ہی مسرور ہوا اور اپنی لڑکی کو ساتھ جانے پر مجبور کیا۔

اٹلانٹا محل میں داخل ہوئی، وہ اب تخت کی تنہا وارث تھی، آرکیڈیا کی عنان حکومت اسی کے ہاتھوں میں آگئی تھی، دولت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا لیکن اٹلانٹا ہر وقت غمگین رہا کرتی، اور پھول سا چہرہ ہمیشہ اداس رہتا۔

وہ دیہات کی فضا میں پلی تھی، پہاڑوں کی ٹھنڈی ہواؤں نے اسے جوان کیا تھا، مناظر فطرت نے اس کے رگ و پے میں "سادگی" کی لہر دوڑا دی تھی،

وہ فطرتی چیزوں کی زیادہ شائق تھی، برسات کی بھیگی ہوئی زمین زمردیں کا فرش اس کی نگاہوں میں کمخواب و اطلس سے زیادہ بہتر تھا، چشمہ کی گنگناہٹ، ہواؤں کی سرسراہٹ اور دریا کی ہلکی ہلکی ترنم ریزیاں اس کے جذبات اور خیالات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیتی تھیں، لیکن شاہی رقص و سرود کی مجلس اس پر کچھ اثر انداز نہ ہو سکتی، جب کبھی وہ خواصوں اور مصاحبوں کی صحبت میں بیٹھتی تو اپنے چہرے کو بالوں سے ڈھانپ لیتی تاکہ کسی غیر محرم کی نظر نہ پڑ جائے ——— اٹلانٹا کے حسن کی شہرت بہت جلد پھیل گئی، اب ہر شخص اسے اپنا بنانے کی کوشش کرنے لگا، لیکن اٹلانٹا تھی کہ سبھوں سے جھجکتی، شرماتی، اور کبھی کسی کی صحبت کو پسند نہ کرتی۔

درباریوں نے شہزادی کی اس بے رخی کی شکایت

بادشاہ ہے کی بادشاہ تو تغیر ہو گیا۔ خود بادشاہ کی دلی تمنا تھی کہ شہزادی کو زندگی سے لطف اندوز ہوتے دیکھے اور اس کی جوانی کو جامہ عروسی میں ملبوس — لیکن اٹلانٹا تھی کہ شادی سے متنفر، مرد کی صورت سے بیزار سہیلیوں نے اسے لاکھ سمجھایا، مجبوبیوں نے جان توڑ کوششیں کیں لیکن اٹلانٹا اپنی ہی ضد پر اڑی رہی اور شادی کے لئے رضامند نہ ہوئی۔

ایک روز بادشاہ اپنی بیٹی سے مخاطب ہو کر بولا۔ بیٹی! تمہارے پاؤں میں برق کی خصلت ہے، تیز رفتاری میں کون ہے جو سبقت لیجائے؛

تم حسن و جمال کی دیوی ہو، تمہارے حسن کی کرشمہ سازیوں سے لاکھوں کے دل دونیم ہیں۔ لاکھوں تمہاری محبت میں جان دے رہے ہیں، لیکن تم ہو کہ کسی کو نگاہ میں بھی نہیں لاتی۔ میری پیاری بیٹی! تمہارے اور مدعیان محبت کے درمیان کیوں نہ تیز رفتاری کا مقابلہ ہو جاوے، اور اس میں جو سبھوں پر سبقت لیجائے وہ تمہاری الفت کا مرکز ہے؟ بولو کیا تم کو یہ تجویز پسند ہے"؟

اٹلانٹا سمجھ رہی تھی کہ مقابلہ میں کوئی بازی نہ لے جائیگا اس لئے وہ اس پر رضامند ہو گئی۔

تاریخ معینہ پر مدعیان محبت اپنی قسمت دیکھنے میدان مقابلہ میں اترے، لیکن سب کے سب منہ کی کھا کے موت کے گھاٹ پار اتر گئے ——

اور اپنی جانیں "حسن" کے در پر بھینٹ چڑھا دیں،

بادشاہ سخت پریشان تھا، وہ دل ہی دل میں شرم محسوس کر رہا تھا، لیکن مجبور تھا —— آخر کار ایک روز بادشاہ پریشان کسی خیال میں مستغرق بیٹھا ہوا تھا، کہ ملین آیا اور سر جھکا کر اپنی تمنا ظاہر کی، ملین ایک خوبصورت جوان تھا، وہ اٹلانٹا کے حسن کا زخمی تھا،

بادشاہ نے پوچھا ملین! تم اپنی زندگی کیوں برباد کر رہے ہو؟

بادشاہ سلامت! زندگی ایسے بھی برباد ہی ہے ویسے بھی برباد ہی ہوگی، "ملین نے جواب دیا" لیکن میں زندگی برباد کر رہا ہوں، یا آباد اس کا فیصلہ تو میدان ہی میں ہوگا"

ملین ایک نوجوان نواب تھا، اس کے دل میں جوانی کی امنگ چٹکیاں لے رہی تھی، وہ کہتا تھا کہ کوئی ملے جو اس کے دل کی بھڑکتی ہوئی آگ کو فرو کر سکے"،

کوئی ہے جو سکی زندگی کی چاہت چھینا سکے۔ لیکن وہ اب تک کامیاب نہ ہوا تھا۔ ... دل کی تمنا دل ہی میں گھٹ کر رہ گئی تھی، کیا اب ... محبت بن کر محل میں آئی، ملین نے دیکھا محبت کی چنگاری دونوں کے دل میں سلگ اٹھی، ——— لیکن اٹلانٹا نے تیز رفتاری پر اپنی محبت کا دار و مدار رکھا تھا،

ملین خود ... تھا کہ اٹلانٹا سے وہ مقابلہ نہیں کرسکتا، اس کے پاؤں میں تیز رفتاری کی اتنی قوت نہیں کہ جسمیں اٹلانٹا کو نیچے کر دکھائے ——— اس مافوق الفطرت قوت سے مدد کا طلبگار ہوا اور سیدھا وینس کے پاس پہنچا۔

"اے حسن کی پاک دیوی!! محبت کی دنیا میں ٹھوکریں کھانے اور حسرت و غم اٹھانے کے بعد تیرے پاس آیا ہوں تاکہ اپنے دامن میں تیرے قبولیت کی دعا لیکر جاؤں۔ اے جمیلہ میں اٹلانٹا کی محبت میں گرفتار ہوں، لیکن تو جانتی ہے کہ میں میدان مقابلہ میں اس سے بازی نہیں لے جاسکتا" "اے محبت کے بندے" ——— وینس نے جواب دیا "یہ تین سیب ہیں جس پر تیری فتح کا دارومدار ہے دیکھ اسے میدان میں شہزادی کے قدموں پر گرا دینا"

ملین اپنی زندگی تباہ کرنے کو تیار تھا، بادشاہ نے مقابلہ کی تاریخ مقرر کی، اور دوسرے روز اعلان عام کردیا گیا۔

تاریخ متعینہ پر سارے شہر کے لوگ ٹوٹ پڑے، میدان کے چاروں طرف تماشہ بینوں کا ٹھٹ تھا۔ تالیوں اور خوشی کے نعروں کے درمیان اٹلانٹا اور ملین میدان میں اترے دوڑ شروع ہوا ملین کچھ فاصلہ پر دور نکل گیا۔ اٹلانٹا اس سے آگے بڑھنے ہی کو تھی کہ ایک آفتاب کی روشنی میں چمکتا ہوا سیب اس کے پاؤں کے قریب آکر رک گیا، وہ ٹھہر گئی اور اس سیب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، ——— اتنے میں ملین دور نکل گیا تھا اٹلانٹا دوڑی اور آن کی آن میں ملین سے آگے بڑھ گئی، لیکن پھر ایک سیب نے اسکی نظروں کو اپنی طرف متوجہ کرلیا، وہ اسکو لینے کیلئے آئی اور لیکر پھر دوڑی، ملین کو چھونے ہی کو تھی کہ ایک تیسرا سیب اسکے پاؤں کے قریب آکر رک گیا، اٹلانٹا پھر ٹھہر گئی۔ لیکن ملین نے میدان لے لیا تھا۔ فتح ہو چکی تھی، ہر طرف خوشی کی تالیاں بجیں، بادشاہ خوشی سے پھول گیا، ——— ملین نے مسکراتے ہوئے لب اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اٹلانٹا کا نرم و نازک ہاتھ دبایا ——— مسرت و انبساط کی بارش ہونے لگی۔

"محبت نے حسن پر فتح پائی"

کیفِ تمنّا

از جناب مولوی انوار الحق صاحب بینسوی

اے شاہدِ رنگیں نوا! مجھے تجھ سے ملنے کی آرزو ہے، تیرے دید کی تمنا ہے، تیرے وصل کی خواہش ہے، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں ـــــ ظاہری آنکھوں سے، تیری گفتگو سننا چاہتا ہوں، مادی کانوں سے۔ اے حسن وجمال کے مالک! پردۂ حجاب کو چاک کردے اور اپنے حسن کی تجلی گرادے، ہاں اپنے کو بے نقاب دکھادے اور بے حجاب سامنے آ تاکہ میری روح، میرا جسم تجھ میں سما جائے اور میری زبان صرف الا اللہ کی رٹ لگادے۔

اللہ رے بے نیازی!! میں اپنی ہستی کے کمزور تاروں پر تیرا لاہوتی نغمہ سنتا ہوں، روح کے رنگین ساز پر تیرے لاہوتی موسیقی کی بازگشت سنتا ہوں، لیکن آہ! تو نظر نہیں آتا، تو کہتا ہے اور دعویٰ کے ساتھ کہتا ہے کہ میں تیرے قریب ہوں ـــــ شہ رگ سے بھی قریب ہوں، تو پھر وہی بتا کہ تو کیوں نہیں نظر آتا، اور میری آنکھوں کا تاریک حجرہ تیرے حسن کی ضیاپاشیوں سے کیوں نہیں منور ہوتا ـــــ؟

اے ساقی روزِ ازل! تو نے اپنی محبت کا بادۂ گلرنگ پلاکر مجھ سے الست کا وعدہ لے لیا تھا، تو نے اپنی محبت کا سکہ اسی روز ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں ان گنت قلوب پر ثبت کردیا تھا ـــــ لیکن آہ! جب میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں تو تو میری نظروں سے پوشیدہ ہوجاتا ہے! وائے حسرتا!!!

دیکھ سینہ کا یہ عالیشان محل تیرے بغیر سونا ہے، ہر طرف ظلمت وعصیان کی سیاہ گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، تغافل کا دور دورہ ہے، نکبت کا مرکز ہے اور اس پر ادبار کا پرچم لہرا رہا ہے ـــــ للہ! آ اس ویران دل کو آباد کر، اس اجاڑ سینۂ چمن کو سرسبز وشاداب کردے ـــــ ہاں ہاں آ!

اور اپنے حسن کی ضیا پاشیوں سے ظلمت و نصیبانی کے دامن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے ... تغافل شعاری کی ان ... سے اپنی نجات دے اور نکہت کو دور پھینک کر اس پر ... محبت کا حسین علم لہرا دے۔

کیا بتاؤں ؟ دل میں تیری آرزو کی خلش ہو رہی ہے آتش تمنوں کی حدت بڑھ رہی ہے ۔۔۔ دماغ تیرے تصور کا آماجگاہ بنا ہوا ہے اور آنکھیں تیرے انتظار میں وا ہیں ۔۔۔ لیکن آہ ! تو نظر نہیں آتا

اے سننے والے اے دیکھنے والے ! ! تو سب کچھ سنتا ہے سب کچھ دیکھتا ہے ، لیکن اس پر بھی بے اعتنائی اس پر بھی بے نیازی ! ! ۔۔۔ اللہ اللہ

اگر تو چاہتا ہے کہ میری زبان سے میری حالت سنے تو لے سن ! اگر تیری خواہش ہے کہ میں اپنی زبان سے ...

....

اف ! ! جب میں تیرے حسین تصور میں محو ہو جاتا ہوں ۔۔۔ ایسا محو کہ خود اپنی ہستی کا خیال نہیں رہتا تو میری زبان بے تاب ہو کر پکار اٹھتی ہے " تم کہاں ہو " ؟ تیری مترنم آواز میرے کانوں کے پردے سے ٹکراتی ہے " ہر جگہ " !

میں حیران ہو کر چاروں طرف دیکھتا ہوں حیران و پریشان نظروں سے ۔۔۔ لیکن آہ ! تو نظر نہیں آتا !

جب بادۂ شوق کی مستی بڑھتی ہے جب تیرے دید کی حسین تمنا اور تیرے وصل کی جمیل آرزو دل میں چٹکیاں لیتی ہیں تو میں دھڑکتے ہوئے دل اور لرزتی ہوئی آواز سے دوبارہ پوچھتا ہوں " تم کہاں ہو " ؟

جواب ملتا ہے ۔۔۔ " ہر جگہ "

اللہ اللہ ! " ہر جگہ " ! اب میں تجھے کہاں تلاش کروں ، باغ کی رنگینیوں میں دیکھا کلیوں کلیوں ڈھونڈا پھول پھول تلاش کیا ، سوسن کے رخسار میں ڈھونڈھا نرگس کی آنکھ دیکھی لالہ کا داغ دیکھا ...... لیکن آہ ! کہیں بھی تیرے حسن کا بادۂ گلرنگ میری آنکھوں کے ساغر میں نہ سمایا ۔۔۔ گل کی پتیوں سے پوچھا سرو کی قامت سے دریافت کیا ، بیابان کے ذروں ، سمندر کے قطروں سے پوچھا پہاڑ کی بلندی اور بحر کی گہرائی سے دریافت کیا

لیکن آہ ! کوئی بھی تیرا پتا نہیں بتا سکتا ۔۔۔ سب خاموش ہیں ، محو ہیں ۔ ۔۔۔ اب تو ہی بتا کہ کہاں ڈھونڈھوں ۔۔۔

جب ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہوں تو دل سے
ہوک اٹھتی ہے، دماغ چکراتا ہے، میں بیہوش ہو جاتا ہوں
عالمِ بیہوشی میں زبان پکار اٹھتی ہے "تم کہاں ہو؟"
اس کا جواب ملتا ہے "بلبل کے چہچہے میں"
تو نے کہا میں ہوں تیرا ہر لحظہ ہوں تیرے پاس
کاش جو تجکو دیکھا ہوتا جب تو اپنا سمجھا ہوتا
تو کہاں ہے؟ کس سے پوچھوں...

....

....

ہاں ہاں سمجھ گیا وہ ہے، ہر جگہ ہے، شہ رگ سے بھی قریب
تر ہے، میں اسے دیکھ سکتا ہوں لیکن میری آنکھوں پر دوئی
کا پردہ پڑا ہوا ہے، میری نظروں میں دوئی کی تاریکیاں ہیں
چاک کر اے جنون شوق اس پردے کو
اے محبت منور کر دے ان نظروں کو

از گریباں چند تارے ماندہ است
اے جنوں دستے کہ کارے ماندہ است

رباعی

از جناب حکیم حافظ محمد عبد الظاہر صاحب جلسہ مدرس دار العلوم مئو

جبریل و ودیعہ آسماں کیا ہے
الّا سے گل کیا ہے چمن ویراں کیا ہے
باغ ملی لا الٰہ ہے بنا کا ہم لا سے یہ سود و زیاں کیا ہے

معلومات

"درجاتِ محبت" بوچرسٹ کے ایک پروفیسر مارکینا نام نے ایک محیر العقول آلہ ایجاد کرکے دنیائے عشاق میں سرور و انبساط کی بے پایاں لہر دوڑا دی ہے۔ یہ آلہ فوراً بتا دیتا ہے کہ ایک عورت کو کسی مرد سے کتنے درجہ کی محبت ہے۔ درجے جتنے زیادہ ہوں گے محبت اسی قدر زیادہ ہوگی۔ لطف تو یہ ہے کہ آج تک جتنے تجربے کئے گئے ہیں وہ صحیح نکلے۔

"دل کی آواز مکبر الصوت پر" سائنسدانوں نے بھی اپنی نت نئی ایجاد سے عالم کو محو حیرت کر رکھا ہے۔ ایک صاحب نے حال ہی میں ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس کو دل پر رکھنے سے دل کی حرکت ایک ہال میں بیٹھ کر کئی آدمی سن سکتے ہیں۔ نیز آلہ لاسلکی کی مدد سے ڈاکٹر میلوں فاصلہ پر بیٹھ کر مریض کے قلب کی تشخیص کر سکتا ہے۔

"نئی دنیا کے دماغی مریض" گزشتہ مئی کی رپورٹ ہے کہ امریکہ کے شفاخانوں میں ان مریضوں کی تعداد جو دماغی امراض میں مبتلا تھے (۵۳ فی صدی تھی۔ [illegible] کے چار سو ہسپتالوں میں ایسے پانچ لاکھ [illegible] علاج ہیں۔ اور ان بچوں کی تعداد جو پوری طرح امراض دماغی کا شکار ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ دس لاکھ ہے۔ ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ امسال ایک لاکھ پچیس ہزار باشندے ان امراض میں مبتلا ہو جائیں گے جن کے علاج پر ریاست ہائے متحدہ کے ٹیکس دینے والوں کو دس لاکھ ڈالر روزانہ صرف کرنا پڑیں گے۔

"مفید ترین ایجاد" ان لوگوں کے لئے جو بینائی سے محروم ہیں ماہرین فن نے ایک نئے قسم کا فونوگراف ریکارڈ تیار کیا ہے جو کتابوں کو خود مصنف کی زبانی سناتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ لوگ جو نظر نہ ہونے کے باعث کتابوں کے مطالعہ سے محروم تھے۔ دنیائے ادب سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔

ح۔ م

حالاتِ حاضرہ

"تقسیم فلسطین" شاہی کمیشن فلسطین کی رپورٹ شائع ہو گئی ہے اور اس کو برطانیہ عظمیٰ نے منظور بھی کر لیا ہے۔ اس رپورٹ کی رو سے فلسطین تین حصوں میں منقسم ہو گا
(۱) ملک کا زرخیز اور سرسبز حصہ یہودیوں کے قبضہ میں آئے گا حیفا کے بحری علاقے اور بحر روم کے ساحل متحکم پر یہودیوں کی مستقل اور آزاد حکومت قائم کی جائے گی۔
(۲) بیت المقدس سے یافا تک کے وہ کل ساحلی علاقے جنہیں بین الاقوامی اہمیت حاصل ہے برطانیہ کے قبضہ میں رہیں گے اور یہ حصہ فلسطین، شام، عراق اور شرق اردن کے پہلو میں برطانیہ کے فوجی مقاصد کا مرکز رہیگا۔
(۳) فلسطین کا وہ عظیم حصہ جو سیاسی، فوجی اور معاشرتی اہمیت سے محروم ہے۔ عرب حکومت کی صورت اختیار کریگا۔ اور یہود عربی اراضی کے عوض اس حکومت کو خراج ادا کرتے رہا کریں گے۔

اس تقسیم کی رو سے فلسطین کے دماغ پر یہودی اقتدار ہو گا۔ اور قلوب پر برطانیہ کی عیسویت کا قلعہ تعمیر ہو گا۔ اور عربوں کو پاپوش کی جگہ دی جائے گی لیکن کمیشن کے اس فیصلہ کو غیور عرب کبھی منظور نہیں کر سکتے۔

"سلطان مصر کی تاج پوشی" آج کل مصری اخبارات میں شاہ فاروق کے جشن تاجپوشی کی خبریں بڑی سرگرمی سے شائع ہو رہی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ تقریب نہایت ہی پرشکوہ طریقہ پر انجام دی جائے گی ایک جشن عام ہو گا اور تمام بلاد عرب کے نمائندوں کو شرکت کی دعوت دی جائے گی۔

"شاہد وزارت" کانگریس اکثریت نے بمبئی مدراس، بہار، اڑیسہ اور سی پی میں وزارت قبول ہی کر لی باوجودیکہ الہ آباد

کانگریس میں مسٹر راج گوپال اچاریہ نے دوران تقریر میں موجودہ اسمبلی کی تشکیل ہی باطل کردی تھی اور بتلایا تھا کہ آئین جدید انڈیا ایکٹ کی ایک کڑی ہے اور انڈیا ایکٹ ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے کیونکہ ابھی اس کا پانچواں نامکمل باقی ہے تو موجودہ اسمبلی کا وجود کیونکر صحیح ہو گا لیکن تعجب ہے کہ کانگریس جیسی قومی اور وطنی جماعت نے برطانوی استبداد کے سامنے اپنی شکست مان لی اور اپنے مطالبات کے پامال ہوتے ہوئے بھی مسند وزارت پر متمکن ہو گئی۔

"موڑہ ایکسپریس کو حادثہ عظیم" پٹنہ ۱۹ جولائی کی

اطلاع مظہر ہے کہ پٹنہ میں گاڑی کے الٹ جانے کی وجہ سے مسافروں کی جانیں تلف ہوئیں لیکن تحقیقاتی کمیٹی جنے ابھی تک حادثہ کی وجہ نہیں معلوم کی۔ کہا جاتا ہے کہ انجن کے ورقی پرزے اس طرح چور چور ہیں کہ ایک عظیم بم کے پھٹنے سے بھی ایسی صورت نہیں ہونا چاہئے۔

"گورنر بہار پٹنہ کے جنرل ہسپتال میں"

ہز اکسلنسی سر ہارس ہلبٹ حادثہ ریل کی خبر سن کر رانچی سے بذریعہ موٹر کار پٹنہ پہنچے اور سیدھے جنرل ہسپتال میں جاکر مجروحین کی عیادت کی اور ان لوگوں کو تسلی زبان میں جلد شفایاب ہونے کی تشفی بھی دی نیز آپنے ہسپتال کے افسروں کو تاکید کی ہے کہ مجروحین کے علاج میں کافی دلچسپی سے کام لیں اور روپیہ خرچ کرنے میں کوئی دریغ نہ کریں۔

"شام"

"ابھی تک اسکندرونہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا عرب انصاف کی کوششیں میں سرگرم ہیں۔ سلطان ابن سعود نے ترکی اور فرانس دونوں کو ایک عرضداشت بھیجکر اعراب کے لئے انصاف کا مطالبہ کیا ہے شام کی نئی جمہوریت اتحاد ممالک عرب میں شامل ہونے کی خواہش مند ہے اور اسی لئے انہوں نے یہ سب کچھ ہنگامہ کر رکھا ہے۔

"مدینہ منورہ اور دمشق تک موٹر کا سفر" جنگ عظیم سے پہلے

حجاز ریلوے کے ذریعہ مدینہ منورہ اور دمشق کے اتصال کی جو کوشش کی گئی تھی اس کے فوائد ابھی تک اہل شام اور حجاز کے دلوں سے محو نہیں ہوئے ہیں اس اتصال سے دونوں ملکوں کو مختلف فوائد حاصل ہوتے تھے اب پھر دمشق میں اس راستہ کی مرمت کا خیال ہو رہا ہے چنانچہ حکومت حجاز نے حکو[illegible] سے گفت وشنید بھی شروع کردی ہے امید کی جاتی ہے کہ بہت جلد یہ راستہ کھل جائیگا اور موٹریں آسانی سے جا سکیں گی۔ ح م

RGD.P.N.347 رجسٹرڈ پی نمبر ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریاسرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلّہ سلفیہ

در بھنگہ

3(3)

ناظرِ تحریر
مولانا محمد عثمان صاحب فاضل مصر

مدیر مسئول
سید عبدالحفیظ سلفی گیاوی

سرپرست
جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

معاونین کرام سے
پانچ روپیہ (صہ)

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عا ر
قیمت ششماہی عہ

جلد ۳ | بابت ماہ اگست ۱۹۳۷ء مطابق ماہ جمادی الآخر سنہ ۱۳۵۶ھ | نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

یہ خبر کس قدر حسرت و افسوس کیساتھ سنی جائے گی کہ علم و ادب کا وہ نوشگفتہ پھول جو دار العلوم احمدیہ سلفیہ کے چمن میں ابو الحسن کی صورت میں کھلا تھا ۸ جمادی الثانی کو مرجھا کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پیوند خاک ہوگیا۔ غم اس کا نہیں کہ موصوف ہم سے جدا ہوئے بلکہ غم اسکا ہے کہ موصوف کی جدائی سے ہماری قوم کا شاندار مستقبل تاریک نظر آنے لگا ہے۔ مرحوم نے کل بائیس ۲۲ ہی برس کی تو عمر پائی تھی لیکن اس کی پیشانی سے اقبالمندی کے آثار نمایاں اور روشن تھے۔ عربی تعلیم شروع سے دار العلوم احمدیہ سلفیہ میں حاصل کی۔ دوران تعلیم میں ہمیشہ اپنے درجہ میں ممتاز رہے سنہ ۱۳۵۴ھ میں فراغت حاصل کی۔ طالب علمی ہی کے زمانہ سے قوم میں ہر طرف مانگ ہونے لگی تھی۔ جہاں کہیں بھی گئے لوگوں کے قلوب پر چھا گئے۔ ہر شخص کا خیال تھا کہ ترہت کا علاقہ جو علوم و فنون کے لحاظ سے بالکل تاریک ہے اس ضیائے علم سے منور ہوگا مگر ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

موصوف پڑھنے میں مجھ سے ایک سال سینیر تھے۔ اکثر قوم کی اصلاح کا مسئلہ ہم دونوں کے پیش نظر ہوتا۔ ہم لوگوں کا پروگرام تھا کہ تعلیم سے فراغت کے بعد پہلی توجہ اس کی طرف کی جائے اور غیر منظم جماعتوں کو منظم کیا جائے

لیکن مرحوم کی علالت کا سلسلہ تو آخری ہی جماعت سے شروع ہو گیا تھا۔ علاج میں انتھک کوشش کی گئی مگر سب بے سود ثابت ہوئی۔ قدرت کو تو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مرحوم ہمیں تنہا چھوڑ کر رخصت ہوئے اور اس طرح دل کی آرزو دل ہی میں رہ گئی۔

مجلہ سلفیہ کے اجراء کے وقت وہ میرے سرگرم رفیقوں میں سے تھے۔ آخر وقت تک موصوف ادارۂ مجلہ سے متعلق اور دلچسپی لیتے رہے۔

مرحوم حد درجہ خلیق اور ملنسار بھی تھے۔ ڈیڑھ سال ہوا عاجز سے ملنے مجھ سے ایک دفعہ کسی معاملہ میں کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی حتیٰ کہ ملنا جلنا اور بات چیت تک بند ہو گئی تھی مگر تھوڑے ہی دنوں بعد پھر ہمارے اور ان کے تعلقات خوشگوار اور استوار ہو گئے آہ! سه

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

کہاں تک مرحوم کی خوبیاں بیان کی جائیں غرضکہ ؏ بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں حقیقت تو یہ ہے کہ انہیں تو ان کے کمالات ہی کی نظر کھا گئی۔

مرحوم کی وفات پر جتنے بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں۔ وہ ہم سے اس وقت جدا ہوئے جبکہ ان کی بہیں ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ مرنے والے کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور ان کے پسماندگان خصوصاً ان کے والد مولوی عبدالرحیم صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

گزشتہ ۲ اگست کو دارالعلوم کے مخلص معاون جناب حافظ محمد اسمٰعیل صاحب سلّمہ کلکتہ سے بغرض معائنۂ دارالعلوم احمدیہ تشریف لائے۔ تمام درجوں کا معائنہ کیا۔ طلبہ کی قیام گاہوں میں گئے جہاں کمروں کی صفائی کی طرف لڑکوں کو توجہ دلائی۔ دوسرے دن درجوں کی تعلیم کا معائنہ کیا۔ طلبہ سے سوالات کئے۔ پھر بعد نماز عصر نجاری کی طرف لڑکوں کو رغبت دلاتے ہوئے خود اپنے ہاتھ سے کچھ بنا کر طلبہ کو دکھایا۔ اس کے بعد تمام

انکا اول ... پارک گئے جہاں طلبہ کے مختلف کھیل ... کو دیکھا۔ مغرب کے بعد طلبہ نے عربی اور اردو میں تقریریں کیں ... صاحب نے تقریر کے اختتام پر تنظیم جماعت پر ایک نہایت مدلل اور بسیط تقریر کی ... ہمیں ایک دوسرے سے متمسک ہو جانا چاہیئے اس کے بعد تم حقیقی معنوں میں کامیاب ہو سکو گے۔

آپ کی آمد کی خوشی میں آپ کی جانب سے بچوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی اور ایک دن تعطیل کا اعلان کیا گیا۔

آپ نے اپنے ... مشوروں سے بھی دار العلوم کو ممنون فرمایا چنانچہ آپ کی ... ہدایت بعض کام شروع کر دیئے گئے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ... کا سایہ قوم کے بچوں پر ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین

مسلم ہائی اسکول دربھنگہ

دربھنگہ میں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں کے مقابلہ میں کسی طرح کم نہیں لیکن تناسب آبادی کے لحاظ سے یہاں کے مسلمان تعلیم میں جس قدر پیچھے ہیں مخفی نہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمان بچوں کی تعلیم کا کوئی باقاعدہ نظم نہیں یہ ایسے اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں جہاں کسی طرح انکی ہمت افزائی نہیں بلکہ حوصلہ شکنی کیجاتی ہے مسلمان طلبہ کو یونیورسٹی میں بھیجنے میں بھی نہایت تعصب سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی خرابی یہ ہوتی ہے کہ غیر مسلموں کے زیادہ میل جول سے ہمارے بچوں میں رفتہ رفتہ اسلامی جذبہ مفقود ہونے لگتا ہے۔ اس لئے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ دربھنگہ میں جہاں غیر مسلموں کے متعدد ہائی اسکول نہ صرف موجود ہیں بلکہ نہایت شاندار طریقہ سے چل رہے ہیں وہاں زیادہ نہیں تو ایک مسلم اسکول بھی ہو جو ان کمی کو پورا کرے اور جس سے مسلمان بچے صحیح معنوں میں استفادہ حاصل کر سکیں۔

خدا کا شکر ہے کہ یہاں کے بعض غیور مسلمانوں کی انتھک کوششوں سے گزشتہ سنہ ۱۹۳۴ء میں ایک اسکول مسلم ہائی انگلش اسکول کے نام سے قائم ہو گیا ہے۔ ان میں اسکول کے صدر جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب اور اس کے سکریٹری جناب مسٹر محمد شفیع صاحب بار ایٹ لا۔ ایم۔ ایل۔ اے۔ خاص مبارکباد کے مستحق ہیں جن کی مساعی جمیلہ سے اسکول کی بنیاد رکھی گئی۔ اسکول میں اس وقت ساڑھے تین سو طلبہ لائق اور ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی تعلیم پا رہے ہیں تعلیم کی خوبیوں کا اس امر سے بخوبی اندازہ

کیا جا سکتا ہے کہ پہلی دفعہ جب یہاں کے طلبہ یونیورسٹی کے امتحان میں پیش کئے جانے میں تو پچاس فیصدی (پانچ سکنڈ ڈویژن اور پانچ تھرڈ ڈویژن میں) کامیاب ہوتے ہیں۔

حیرت ہے کہ ایسے اسکول کی طرف جس کا مستقبل اس قدر نمایاں اور روشن ہے ہماری توجہ بالکل نہیں۔ اسکول کیلئے اس وقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ اس کے شایان شان ایک ایسی عمارت تیار ہو جائے جہاں طلبہ اور اساتذہ کی موجودہ تکالیف دور ہو سکیں۔ گورنمنٹ سے اسکول اسی شرط پر منظور ہوا ہے کہ جلد سے جلد محکمہ تعلیم کے شرائط کے مطابق عمارت تیار کیجائے۔ اگر خدا نخواستہ اسکول کی عمارت تیار نہ ہو سکی تو خطرہ ہے کہ اس کی منظوری میں کاوٹ پیدا ہو۔

اس لئے اس وقت ہم مسلمانوں کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اس مزدوری اور اہم کام میں حصہ لیکر اپنے بچوں کی تعلیم جس پر قوم کی تعمیر منحصر ہے اراکین اسکول کا ہر طرح ہاتھ بٹائیں اور عمارت کیلئے جلد سے جلد تیئیس ہزار کی حقیر رقم جو ہماری ادنیٰ توجہ کی محتاج ہے جمع کر کے عنداللہ ماجور ہوں [illegible]

گزشتہ نمبر میں اعلان کیا گیا تھا کہ آئندہ ماہ کے مجلہ میں جناب بھونیشوری پرشاد صاحب عرف بھولا بابو وکیل بیگوسرائے ضلع مونگیر کی تالیف "اسوۂ حسنہ رسول کریم صلعم" کا کچھ حصہ درج کیا جائیگا چنانچہ حسب وعدہ اس کا ایک ٹکڑا درج کیا جاتا ہے امید ہے کہ ناظرین کرام اس کے مطالعہ سے نہ صرف محظوظ ہوں گے بلکہ اس کے پڑھ لینے کے بعد اس نتیجہ پر بھی پہنچیں گے کہ ایک لائق مسلمان کیل بھی اگر رسول اللہ صلعم کی حیات طیبہ پر قلم اٹھاتا تو شاید مصنف کتاب ہذا سے زیادہ لکھ نہ سکتا۔ کیونکہ اس کتاب میں صرف دعی خدا پیغمبر اسلام صلعم کی مقدس زندگی کے مختلف گوشوں کو نمایاں کیا گیا ہے بلکہ سلسلے سے متعلق بعض اہم مباحث پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً وحدانیت کی تعلیم، حضور کا عشق ربانی، بت پرستی کی بیخ کنی، کفار عرب کی شرارتیں۔ مکہ سے مدینہ کو ہجرت، جنگ بدر، نماز کی فضیلت، قرآن مجید کی فضیلت، روزہ کی فضیلت اور عقیدہ تناسخ کی تردید وغیرہ۔ اسی کے ساتھ کتاب کی عبارت اس قدر عام فہم اور سلیس ہے کہ معمولی لیاقت کا آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

مذکورہ بالا مباحث کو پیش نظر رکھکر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ کتاب مذکور جس قدر مسلمانوں کیلئے مفید اور باعث عبرت ہے اس سے کہیں زیادہ غیر مسلموں کیلئے مفید و باعث طمانیت ہو بشرطیکہ اس کے تراجم مختلف زبانوں میں شائع کرائے جائیں۔

میرے استاذ محترم جناب مولانا سید محمد عثمان صاحب مدظلہ کی دلی خواہش ہے کہ ہندوستان کی بعض غیر مسلم زبانوں میں اس کے تراجم دیکھیں چنانچہ انہوں نے دربھنگہ کے ایک نو مسلم محمد حسن کی مدد سے اس کتاب کو ہندی جامہ پہنانے کی کوشش فرما رہے ہیں خدا ان کی اس کوشش کو بار آور کرے تاکہ ہمارے [illegible]

مسلمانوں کی پستی کے اسباب

مترجمہ مولانا سید محمد عثمان صاحب فاضل مصر معتمد تعلیم دار العلوم احمدیہ سلفیہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

۱۴

جاپان اور یورپ کو کیوں رجعت پسند کہا جائے؟

جاپان اس حیرت انگیز طریقہ سے میدان ترقی میں گامزن ہے کہ اب اقوام عالم میں اس کی مثالیں پیش کی جانے لگی ہیں اور حالت یہ ہے کہ جاپان اپنے مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ دو ہزار برس کا پرانا عقیدہ ہنوز اس کے دل میں تازہ ہے۔ جتنی کہ اس کا شہنشاہ ملک کا بادشاہ بھی ہے اور مذہبی پیشوا بھی ہے۔ مذہبی جنون کا اس کے حال یہ ہے کہ بوسیدہ سے بوسیدہ عقیدہ کا وہ مرکز ہے مگر پھر بھی اُس کو رجعت پسند کہا نہیں جاتا ہے۔ ....

.... اگر جاپان کو اس حالت کے باوجود بھی رجعت پسند کہا جانا جائز ہے تو ایسی رجعت پسندی کو مرحبا کہنے کے لئے ہم ہر وقت اور ہمیشہ تیار رہیں۔

انگلستان کا بادشاہ اور ہندوستان کا شہنشاہ جو دنیا کے چالیس کروڑ گورے، کالے، لال، پیلے، اور بھورے رنگ کے انسانوں پر حکومت کرتا ہے، بادشاہ بھی ہے اور انگلستان کے گرجوں کا پیشوا بھی ہے۔ اس کے نمائندوں اور ان کی مجلسیں روٹی اور شراب دونوں مسئلوں پر یکساں بحث کرتی ہیں مگر کیا انگلستان کے باشندے اُسے مسیح علیہ السلام کا خلیفہ تسلیم نہیں کرتے ہیں؟ کیا اُس کے خلیفہ مسیح ہونے میں کوئی انگریز بھی شک وشبہہ کرتا ہے؟ پھر ایسی حکومت کو رجعت پسند حکومت کیوں نہیں کہا جاتا ہے اُس حکومت کو جو "برطانیہ عظمٰی" کے نام سے موسوم ہے، پست خیال حکومت کیوں نہیں کہتے ہو؟

تمام یورپ مسیحی عقیدہ رکھتا ہے۔ ہر مجلس اور

اجتماع میں اپنے اس عقیدہ پر فخر بھی کرتا ہے۔ باہم عداوت بھی رکھتا ہے۔ ایک دوسرے کو ہضم کرنے کی فکر میں بھی لگا رہتا ہے پھر بھی اُسے رجعت پسند نہیں کہا جاتا ہے۔ طرہ یہ کہ جس مذہب کا اپنے کو وہ گرویدہ کہتا ہے اُس کی عمر بھی انیس ۱۹ سو سال سے زیادہ ہے۔ اُنیس سو سال کا زمانہ کم نہیں ہوتا ہے! اِسے "عہد قدیم" بھی کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ "قدیم تر" اسی طرح یہود، خواہ اُن کی جتنی برائیاں بھی بیان کی جائیں مگر اس بات سے انکار کیا جا نہیں سکتا کہ وہ ذکی النفس اور طباع ہیں، صاحب قدرت اور علم دوست ہیں مگر اس وقت تک اُسی تورات پر فخر کرتے ہیں جس پر ہزاروں برس گزر چکے ہیں حتیٰ کہ خود مسیحی بھی اس میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔

انجمن صیہون کے صدر مسٹر وائزمین نے اخبار "ٹائمز" کو ایک آرٹیکل بھیجا تھا جس پر بیحد فخر و مباہات کا اظہار کیا ہے، جس کا مختصر مگر اہم اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"آج جدید فلسطین کے تمام باشندے انبیاء کی زبان میں باتیں کرتے ہیں" جدید فلسطین سے ان کی مراد یہودی فلسطین ہے جہاں صیہونیوں نے قدیم عبرانی زبان جاری کر رکھی ہے۔ یہود نوجوانوں کو اس بات پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ عبرانی زبان کو از سر نو زندہ کریں، تاکہ ان کی ایک مرکزی زبان قائم ہو جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جدید تحریک کے کون لوگ محرک ہیں؟ قدامت پرست نہیں نوجوان، وہ نوجوان جو علوم جدیدہ سے آراستہ ہیں! اس چھوٹے سے رسالہ میں کہاں تک تفصیل لکھی جائے؟ عبرت کے لیے ایک مثال بھی کافی ہوتی ہے۔ مگر عبرت تو ان لوگوں کے لیے ہے جو صاحب عقل و بصیرت ہوتے ہیں نیز عبرت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، نہ ان لوگوں کے لیے جو کور چشم اور غافل ہیں۔

تعجب ہے کہ دنیا کی تمام قومیں اپنے مذہب اور روایات پر سختی کے ساتھ قائم ہیں اور ان پر فخر کرتی ہیں مگر اپنی قومیت سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں تو صرف مسلمان!

مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنے قرآن، اپنے عقیدے، اپنی خصوصیات اور اپنی عربی زبان کو نہ چھوڑو۔ اپنے آداب، اپنے اخلاق اور اپنی روایات پر قائم رہو تو قیامت بپا ہو جاتی ہے۔ منافق فوراً اسلام

بیزاری کا اعلان کرنے لگتے ہیں اور چلا اٹھتے ہیں "قدامت پسندی برباد" اور کہنے لگتے ہیں "ترقی چاہتے ہو تو قدیم وضع کو چھوڑو" پرانے چیتھڑوں کو جسم سے اتار پھینکو۔ قرون وسطیٰ کی تہذیب اسی زمانہ کے لئے تھی۔ اب دور جدید ہے۔ دور ترقی ہے"

دنیا کی اکثر قومیں تعلیم سے بہرہ اندوز ہو رہی ہیں۔ ترقی و تہذیب کے بام عروج پر چڑھ رہی ہیں۔ پھر عیسائی اپنی انجیل پر قائم ہیں۔ یہود اپنی توریت پر ثابت قدم ہیں۔ اور جاپان ابھی بت پرستی پر جمے ہیں لیکن غریب مسلمانوں پر ترقی کا دروازہ بند ہے۔ وہ اپنے زعم باطل میں اس وقت تک ترقی کر نہیں سکتے جب تک کہ قرآن سے، احادیث سے، مذہب سے، عادات و اطوار سے وضع و قطع سے الغرض مذہب کے طریقہ سے غرض ہر چیز سے برات کا اظہار نہ کریں حتیٰ کہ اپنے شاندار ماضی سے بھی انکار نہ کر دیں۔

افسوس افراط و تفریط کے ان دو پاٹوں کے بیچ میں غریب مسلمان پس رہے ہیں اور ان کی نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا ہے۔

(باقی دارد)

دعائے صحت

حضرت مولانا عبدالخبیر صاحب مدظلہ کی ذات گرامی سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اسوقت مولانا موصوف کا وجود مسعود مغتنمات میں سے ہے گزشتہ حج سے فراغت کے بعد سے آپ کی علالت کا سلسلہ جاری ہے، مرض میں روز بروز اضافہ ہے اور نقاہت حد درجہ بڑھتی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ قوم کے سر پر دیر قائم رکھے آمین

ناظرین کرام سے استدعا ہے کہ مولانا محترم کی صحت کیلئے اپنے خاص قنوتیں نیز نماز کے بعد دعا خیر کیا کریں۔

اللّٰهُمَّ اشْفِهِ بِشِفَائِكَ

حقّانیّتِ اسلام

از جناب بھونیشری پرشاد سہائے عرف بھولا بابو وکیل "بیگوسرائے"

مدتوں سے مجھے یہ اشتیاق تھا کہ معرفتِ الٰہی کے پیشوائے اعظم کی زندگی کے حالات و واقعات و تعلیمات کو قلمبند کروں مگر اپنے محدود معلومات اور کم مائیگی علم نے تکمیل مقصد سے عرصہ تک باز رکھا۔ آخر عشق محمدی نے مجھے اس کتاب کے تحریر کرنے پر مجبور کیا عشق کا میدان ٹیڑا ٹیڑھا ہے جس کے سر میں یہ سودا ہوتا ہے وہی جانتا ہے دوسرے کو کیا خبر۔ بقول کسی شاعر کے۔ سے

عشق کیا شے ہے کسی کامل سے پوچھا چاہئے
کس طرح جاتا ہے دل بیدل سے پوچھا چاہئے

عشق ہی دلگداز ہے عشق ہی جاں نواز ہے + شمس و قمر ارض و سما عشق سے ہے یہ سب بنا۔ پردۂ کن فیکون میں اس کی کرشمہ ساز ہے عشق ہی کی آگ ہے جو نے میں ہے + عشق ہی کی جوش ہے جو مے میں ہے۔ آتش عشق گر موجود نہ ہو جس میں یہ شعلہ نہ ہونا بود ہو۔

۲۔ حضور صلعم کی ذات بابرکات کچھ ایسی عظیم الشان منفرد ہوئی ہے کہ اہل تصوف تو درکنار اولیا و فقرا بھی اس پر کافی روشنی نہیں ڈال سکتے۔ چہ جائیکہ مجھ جیسا طفل مکتب جسکو قلم پکڑنے کا بھی شعور نہیں۔

۳۔ دوسری مجبوری یہ ہے کہ حضور کے اقوال و افعال حدیثوں میں مندرج ہیں اور چونکہ میں عربی زبان سے بے بہرہ ہوں اس لئے میں قرآن پاک و حدیثوں کے مطالعہ کرنے سے قاصر ہوں گرچہ اسکول و کالج میں قدرے عربی زبان کے پڑھنے کا کچھ موقع ملا تھا۔

۴۔ تیسری مجبوری یہ ہے کہ اردو پر مجھے کافی عبور نہیں۔ نہ تو میں زبان داں ہوں، نہ اہل زباں۔

۵۔ چوتھی بات یہ ہے کہ حضور سرور کائنات وافائے دو جہاں

کہ اس سوانح عمری کو بڑے بڑے علما و ارباب نظر تحریر میں لا چکے ہیں ان لوگوں کے مقابلہ میں ہم کیا مجھ ناچیز کی تصنیف کیا مگر جو عاشق ہے وہ اپنے معشوق کی مدح سرائی سے باز نہیں آ سکتا۔

۶۔ علاوہ اس کے کچھ ارباب ذہن یہ خیال کر سکتے ہیں کہ مصنف اسکا ہندو ہے، ہندو کو کیا حق ہے کہ حضرت صلعم کے متعلق کچھ بیان کرے اس کے جواب میں میں کہتا ہوں بقول اکبر الہ آبادی

میری رسائی ہو دیر میں بھی حرم میں بھی میری منزلت ہے
بتوں سے ہو ہی کی ہے توقع خدا سے امید مغفرت ہے
اگرچہ عاشق بتوں کا ہوں میں نظر خدا سے پھری نہیں ہے
جو آنکھ رکھتے ہیں جانتے ہیں کہ عاشقی کافری نہیں ہے

بقول شاعر دیگر۔

کعبہ نہ سہی بت خانہ سہی
تجھے ڈھونڈ ہی لیں گے کہیں نہ کہیں
کافر نہ کوئی صاحب اسلام رہیگا
آخر وہی معشوق کا اک نام رہیگا

۷۔ کچھ حضرات ایسا خیال کر سکتے ہیں کہ مصنف اسکا قانون پیشہ ہے ایسے ادق مسئلہ پر روشنی نہیں ڈال سکتا۔ مگر جو عشق کے کوچہ میں قدم رکھتا ہے وہ دشنام دہی سے ہراساں نہیں ہوتا۔ اس کی حالت بعینہ دیوانے کی سی ہوتی ہے ظاہری رنگ کوئی چیز نہیں بقول حضرت سعدی۔

دلقت بچہ کار آید و تسبیح و مرقع
خود را ز عملہائے نکوہیدہ بری دار
حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

اس کتاب کی تصنیف کی ضرورت

میں اس کوچۂ عشق میں کمر بستہ کیوں ہوا اس کے خاص اسباب ہیں جسکو میں حسب ذیل بیان کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت صلعم کی شخصیت مجھے ایسی حسین و جمیل نظر آئی کہ میں اسکا فریفتہ ہو گیا اور مجھے بغیر ان کی خوبیوں کو بیان کئے نہیں رہا جاتا۔ بقول ایک شاعر۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ٭ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

۲۔ حضور نے بنی نوع انسان کی بہبودگی کے لئے ایسے ایسے کارہائے نمایاں کئے ہیں اور ایسی ایسی بیش بہا تعلیمات دئے ہیں کہ بنی نوع انسان کے ہر فرد کا فرض اولین ہے کہ اس کو کافی طور سے اشاعت کرے اور گوشہ گوشہ میں اور کوچہ کوچہ میں پیغام حق کو پہنچائے۔

افسوس مجھے کافی فارغ البالی حاصل نہیں ورنہ میں اپنے وقت کا کافی حصہ اس کار خیر میں صرف کرتا۔

۳۔ ناظرین ایسا خیال نہیں کریں کہ میں اپنی شہرت یا ناموری کیلئے اس کتاب کو ضبط تحریر میں لا رہا ہوں۔ میری کیا حقیقت ہے کس باغ کی مولی ہوں۔ میں تو اپنی معذوری کا قبل ہی اعتراف کر چکا ہوں۔ البتہ میں رسول اعظم کے تعلیم کی اشاعت ضرور چاہتا ہوں۔

۴۔ میرے ہندو بھائیوں میں حضور کے تعلیمات کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیاں ہیں اس کو رفع کرنا بہت ضروری ہے اس لئے بھی مجھکو اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اوائل میں کچھ عرصہ تک ہمارے ضمیر میں بھی ایسے شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تھے مگر خیریت یہ ہوئی کہ یہ مرض کہنہ نہ ہونے پایا تھا کہ اس کی بیخ کنی ہو گئی اس کے لئے میں خدائے پاک کا ہزار ہزار شکریہ ادا کرتا ہوں یہ صرف فضل ربانی ہے ورنہ میری حقیقت کیا ہے مجھے یقین کامل ہے کہ اگر کتنا وہ پیشانی سے تعصب کی عینک نکال کر میرے ہندو بھائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری و تعلیمات کا مطالعہ کریں گے تو ان کی غلط فہمیاں ضرور دور ہو جائیں گی میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے لئے مذہب تبدیل کر لیا جائے۔ اس کی چنداں ضرورت نہیں مگر جو شخص دوسرے کے مذہب کی عزت نہیں کرتا اور اسے وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا وہ اپنے مذہب کو بھی صدق دل سے نہیں مانتا۔ ہر مذہب کا اصول ایک ہے۔ ہر مذہب میں پیغمبران دین پیغام الٰہی کو سنانے کیلئے اور عوام الناس کو راہ مستقیم پر لانے کیلئے حسب ضرورت بھیجے گئے ہیں جو شخص فرستادہ کو نہیں مانتا وہ گویا فرستندہ کو نہیں مانتا، جو ایک نبی سے انکار کرتا ہے خدائے تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ جاتا ہے۔ میں تو سب مذہبوں میں ایک ہی خدا کا جلوہ دیکھتا ہوں، میں تو ہر قوم کے ہادیوں کو صادق مانتا ہوں اور سب پر ایمان لاتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ جس سے ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ ہر قوم میں وقتاً فوقتاً ضرورت کے لحاظ سے نبی و رسول بھیجا کرتا ہے جس طرح دنیاوی و مادی انعامات مثلاً ہوا، پانی، آگ، روشنی، نباتات و جمادات میں خدا نے کسی ملک کی تخصیص نہیں کی ہے اسی طرح روحانی انعامات بھی اس کے انبیاء و رسول اور رشی وغیرہ کی شکل میں تمام نوع انسان پر ہوتے رہے ہیں۔ خدا رب العالمین

ہے۔ وہ دنیا کا بھی رب ہے اور دین کا بھی اور انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے یعنی جسم کا اور روح کا۔ خدا دونوں ہی کا رب ہے جیسا کہ خدا نے جسم کے نشو و نما و پرورش و پرداخت کیلئے زمین آسمان سورج ستارے ہوا پانی وغیرہ بنائے ہیں جو محض عارضی اور فانی ہیں تو یقینی ماننا پڑتا ہے کہ اس نے روح کی نشو و نما کیلئے بھی ضرور کچھ سامان کر رکھا ہے۔ چنانچہ اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ انبیاء کا قائم کر رکھا ہے۔ اور چونکہ وہ تمام جہان کا مالک ہے اور خدا کسی خاص قوم یا ملک کا مخصوص رب نہیں ہے۔ اس لئے انبیاء انسان کی روحانی ہدایت کیلئے قوم میں ضرورت کے لحاظ سے آتے رہے۔ وجہ یہ کہ جب دنیا میں خشک سالی ہو جاتی ہے تو دنیا کو سرسبز و شاداب کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے اسی طرح جب انسان کی روحانیت مردہ ہو جاتی ہے تو اس کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نبیوں کو بھیجتا ہے اور نبیوں میں ممتاز درجہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور حضور رحمۃ للعلمین بنا کر دنیا کو صراط مستقیم پر لانے کیلئے بھیجے گئے

پیغمبران دین کا مشترکہ نعمت ہونا

انبیاء دین نعمت مشترکہ ہیں ان میں امتیاز کرنا یا ان کو کسی خاص مذہب کی حد بندی کے اندر مقید کرنا غایت درجہ کی بیوقوفی ہے جس طرح خدائے تعالیٰ کسی خاص قوم یا فرقہ کا نہیں۔ اسی طرح رسول اللہ بھی کسی خاص قوم یا فرقہ کا نہیں۔ فرقہ بندیوں کی مکدر فضا نے ہماری ذہنیت کو اس قدر تنگ و تاریک بنا دیا ہے کہ ہم رواداری و حق شناسی سے کوسوں دور ہو گئے ہیں اور رسول اللہ کو بھی اسی نقطۂ نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں۔ نظر وسیع وہ کرے جسکا دامن تعصب کے لوث سے پاک ہو۔ میرے خیال سے جو شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں پیغمبر فلاں مذہب کا ہے وہ لامذہب ہے وہ ہرگز خدا پرست نہیں ایسا شخص مذہب کے نام پر اشانتی اور خلل امن کا باعث ہے ایسے اصحاب خواہ ہندو ہوں خواہ مسلمان اپنے مذہب و ملک کے صاف دامن پر بدنما دھبہ لگا رہے ہیں۔ ہندوستان کے دلکشا فضا کو مکدر کر رہے ہیں اور ہندو مسلم اتحاد میں فتور برپا کر رہے ہیں۔ میری تعلیم ایام طفلی میں مکتب میں ہوئی ہے اور مجھے اردو فارسی پڑھنے کا موقع ملا ہے اور اس سے میں ضرور مستفیض ہوا ہوں اس زبان کا احسان میری گردن پر ہے اس بار احسان سے تا زندگی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ اگر اس تحریر سے میرے کچھ برادران وطن کو فائدہ پہنچا تو مجھے بڑی مسرت و شادمانی

ہوگی کہ اردو فارسی پڑھنے سے کچھ خدمات میں نے بھی انجام دئے ۔نہ اس درس روحانی کے امام اعظم کو جاننا میرے لئے بھی دشوار تھا ان دنوں اعتراضات کی بھرمار ہے کیونکہ اسلامیت کو ناعاقبت اندیشوں نے بہت کچھ زائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے کچھ برادرانِ وطن ایسا نہیں خیال کرتے کہ مصنف اسکا مسلم بھائیوں کو خوش کرنے کے لئے اس کتاب کو تصنیف کر رہا ہے۔ میں صوبہ بہار کا رہنے والا ہوں جہاں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے پھر کوئی وجہ اُن کی خوشنودی کی نہیں البتہ خوشنودی اللہ تعالیٰ کی منظور ہے اور اس کا خواہاں ہر خدا پرست کو ہونا چاہئے اور یہی حاصل دین بھی ہے اور ما حصل زندگانی بھی مجھکو معلوم ہوا ہے کہ چند آریہ بھائی و ہندو بھائی نے چند ایسی کتابیں مثلاً رنگیلا رسول چتر جیون وغیرہ تصنیف کرکے رسول کریم کے خلاف بے بنیاد الزامات لگائے ہیں جس سے میرے مسلمان بھائیوں کو صدمات روحانی و قلبی پہنچے ہیں۔ میں اس کتاب کو تصنیف کرکے مسلمان بھائیوں کو اطمینان دلاتا ہوں کہ ابھی بھی ہندو قوم میں ایسے افراد موجود ہیں جو رسول کریم کو نہایت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے تعلیمات کی تہ دل سے قدر کرتے ہیں ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے یہ ہر انسان کا فطرتی تقاضا ہے کہ وہ کچھ یادگار اپنے مرنے کے بعد دنیا میں چھوڑ جائے لہٰذا میری علت غائی بھی یہی ہے۔

کوئی کتاب اردو زبان میں مجھے ایسی نہیں ملی کہ جس میں اختصار کے ساتھ حضرت رسول صلعم کے زندگی کے واقعات و تعلیمات مندرج ہوں جس کو سرسری نگاہ سے دیکھنے سے حضور کے متعلق کافی واقفیت عوام الناس کو ہو جائے موجودہ زمانہ کے پبلک میں کچھ بدشوقی پیدا ہوگئی ہے اور مذہبی چرچہ کم ہوگیا ہے اُن کے پاس اتنا شوق و سرمایہ کہاں کہ بڑی بڑی کتابیں خرید کر ان سے استفادہ حاصل کریں اس لئے بھی مجھکو اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

میرے معلومات کے ذرائع

میں قبل ہی بیان کر چکا ہوں کہ اوائل میں میری تعلیم مکتب میں ہوئی ہے۔ اگرچہ اس زمانہ کے علماء کی تنخواہ دو روپیہ چار روپیہ ماہواری کی ہوا کرتی تھی مگر یہ لوگ بڑے زاہد و خدا پرست ہوتے تھے و پابند صوم و صلوٰۃ بھی آجکل اُس قسم کے مولوی کم ملتے ہیں اب اور میرے ہندو بھائیوں کا رجحان بھی فارسی و اردو کی طرف کم ہوگیا ہے۔ اُن مولوی صاحبان کے درس و تدریس میں جو خیر و برکت تھی وہ آجکل

کے بڑے تنخواہ دار پروفیسروں و مولویوں میں نہیں ہے اوائل عمر ہی سے مجھے فارسی و اردو زبان سے دلچسپی رہی ہے اور اگرچہ ان مولوی صاحبان میں سے بہت سے حضرات کے اسمائے اس وقت یاد نہیں ہیں۔ اور بہت سے حضرات کے ارواح راہی عالم باقی ہوئے مگر جن حضرات کے نام مجھے یاد ہیں اُن لوگوں کا ذکر خیر بھی مقدم ہے اس ناچیز نے جو کچھ اردو فارسی سیکھی ہے وہ انہیں علماء کے قدموں کی برکت ہے ورنہ میں کیا اور میری حقیقت کیا۔ میرے معلمین و مدرسین کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جناب مولوی مبارک حسین مرحوم باشندہ موضع سانپہ۔ ۲۔ جناب مولوی آلِ نبی صاحب پنشن یافتہ ہڈ مولوی اسکول بیگوسرائے ۳۔ جناب مولوی حمید الدین صاحب مرحوم باشندہ نیکہرہ ۴۔ جناب مولوی یوسف صاحب مرحوم ہڈ مولوی اینگلو سنسکرت اسکول پٹنہ ۵۔ جناب مولوی یٰسین صاحب سابق پروفیسر پٹنہ کالج ۶۔ جناب مولوی عبد الماجد صاحب پروفیسر بھاگلپور کالج ۷۔ جناب مولوی کریم الدین صاحب سابق پروفیسر بھاگلپور کالج۔ ۸۔ جناب مولوی انور حسین صاحب مرحوم پروفیسر مونگیر کالج۔ ان مولوی صاحبان کے ذریعہ رسول عربی کے متعلق بہت کچھ سننے کا موقع ملتا تھا۔ ایک مرتبہ جب میں پٹنہ کالج میں پڑھتا تھا آئی۔ اے (دو سرے سال) کے طلباء کو مذہب کے بارے میں مضمون لکھنے کے لئے خانبہادر مولوی یٰسین صاحب پروفیسر نے دیا۔ ہر ایک لڑکے نے اپنے اپنے مذہب کا خوب راگ الاپا اور ہمارے مسلمان احباب نے ڈیڑھ اینٹ...... کی مسجد تعمیر کرنے کی کوشش کی اور میرے ہندو رفقاء نے ڈیڑھ چاول کی کھچڑی پکانے کی کوشش کی میں نے بھی اپنے رنگ میں جو میرے استادوں نے میری روح کے اندر ڈال دیا تھا کچھ لکھا مگر اللہ تعالیٰ کی ایسی مرضی ہوئی کہ میرے مضمون کو خانبہادر نے بہت پسند کیا (اور کلاس میں مجھ سے فرمایا کہ تم یہ سب خیالات کہاں سے لائے ہو معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں کتب بینی کا شوق ہے) اور میرے پرچہ کو کلاس میں لے آئے اور مسلمان طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں کو فخر ہے کہ ہم لوگ اردو فارسی بہت کچھ جانتے ہیں ذرا اس ہندو لڑکے کی مضمون نویسی اور خیالات کو غور سے دیکھو اور مجھ سے بہت اصرار کیا کہ تم اس مضمون کو اخبار میں شائع کرا دو۔ مگر چونکہ میں ناموری کا خواہاں نہیں اس لئے عرصہ

تک خاموش رہا مگر اس میں شک نہیں کہ اس واقعہ نے میری بڑی حوصلہ افزائی کی۔

میں اپنے مقامی دوستوں میں مولوی نصیر الدین احمد وکیل بیگوسرائے کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھکو سیرت کے مضمون پر ذرائع بہم پہنچانے میں بہت کچھ مدد دی۔ علاوہ اس کے میرا زیادہ مشغلہ تنہائی کے وقت اردو فارسی کی کتب بینی کا رہتا ہے اور میں اکثر اپنے مسلم دوست احباب سے اردو رسالہ جات مثلاً مولوی۔ عالمگیر۔ الفضل وغیرہ لیکر پڑھا کرتا ہوں اور کسی مذہب کا جلسہ ہو اُس میں میری شرکت بسا اوقات ہوا کرتی ہے خصوصاً جماعت احمدیہ کے جلسہ میں جو ہر سال یوم النبی کے موقع پر ہوا کرتا ہے اور جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ بیان کئے جاتے ہیں اور جس میں غیر مسلموں کو بھی دعوت دی جاتی ہے اسمیں بھی مجھ ناچیز کی شرکت ہوتی ہے اور صدارت کا بھی موقع ملا ہے اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ میلاد شریف کے موقع پر میرے مسلمان احباب جو مجھ سے واقف ہیں مجھکو شرکت کا موقع دیتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں مقام چھپرہ کے ایک معزز دوست حاجی مولوی صالح حسین صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے جلسہ پر مجھکو مدعو کیا تھا۔ غرض یہ کہ جہاں کہیں اُس رسول اعظم کا چرچہ ہوتا ہے۔ میں بہت غور سے سنتا ہوں اور اپنے معلومات کے ذخیرہ کو بڑھانے کی کوشش کرتا ہوں اور اس کے متعلق جو پرچہ مجھکو ملتا ہے اُس کو بغیر مطالعہ کئے نہیں چھوڑتا ہوں۔ بلکہ اس کے لئے کبھی مجھکو اپنے مسلمان احباب کی جھڑکیاں بھی سننی پڑتی ہیں۔ جب ان کا پرچہ لے لیتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ یہ تمہارے کام کا نہیں بخاص ہمارا مذہبی پرچہ ہے۔ میں اس کے جواب میں کہا کرتا ہوں کہ بھائی صاحب اس میں مضائقہ ہی کیا ہے ذرا مجھے بھی دیکھنے دیجئے۔ غرض میں اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنا چاہتا نہیں مجبوراً کچھ [illegible] خودستائی کرنی پڑی ورنہ میں اس کو خوب جانتا ہوں کہ مشک۔۔۔

آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پیغمبران دین کے بھیجنے کی ضرورت

یہ امر مسلمہ ہے اور اس کو ہر مذہب والے مانتے ہیں کہ پیغمبران دین ہر مذہب میں تاریکی و جہالت و گمراہی کو دور کرنے کیلئے بموجب ارشاد ربانی آتے رہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آں حضرت صلعم کو

مبعوث کیا اور آپ ہی کی بعثت سے قبل یہ لوگ صرف گمراہی میں تھے حضور کی بشارت کے متعلق ہونٹس قرآن و توریت و انجیل میں ذکر آیا ہے کہ جب روحانی خشک سالی سرزمین عرب پر طاری ہو جاتی تھی اس وقت حضرت محمد صلعم سب کو راہ راست پر لائیں گے چنانچہ بھاگوت گیتا میں بھی حضرت کرشن جی مہاراج فرماتے ہیں کہ جب دنیا میں ادھرم یعنی گمراہی پھیل جاتی ہے تو میں اوتار لیتا ہوں جب دنیا کی تباہی اور انسانیت کی گمراہی حد درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے ایک بہت ہی برگزیدہ بندہ کو اپنا پیغام دیکر اُن کے پاس بھیجتا ہے چنانچہ حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیغام حق لیکر بھیجے گئے تھے کیونکہ اس زمانہ میں پوری کائنات انسانی پر گھٹا ٹوپ ظلمت مسلط تھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے زمانہ کے سب سے بڑے پیغمبر تھے اور خاتم النبیین کے لقب سے سرفراز فرمائے گئے ہیں۔ فقط

اُس زمانہ میں عرب کی حالت

پہلے میں یہ دکھاؤں گا کہ اس زمانہ میں عرب کی اور دیگر اقوام کی کیسی ذلیل حالت تھی تب اُس رسول اللہ کی اہمیت و منزلت خود بخود آشکارا ہو جائیگی اس زمانہ میں عرب کے ذرے ذرے کفر و شرک سے معمور تھے حلال و حرام کی کوئی تمیز ہی نہیں تھی اور ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ اہل مکہ حقیقی معبود کی پرستش کو چھوڑ کر بوجہ اپنی جہالت کے ان ہی بتوں کو خدائے تعالیٰ سمجھکر یا خدائے تعالیٰ کے یہاں پہنچنے کا ذریعہ سمجھکر پرستش کرتے تھے اور اُسی کے آگے اپنی پیشانی رگڑتے تھے اور زندہ انسانوں کی قربانیاں بھی کیا کرتے تھے اور درمیان حقیقی خدا اور مخلوق کے رشتہ منقطع ہو چکا تھا اور خدا کے وحدانیت سے غافل تھے بلکہ دیگر اقوام میں بھی کم و بیش یہی سلسلہ جاری تھا۔ وہ زمانہ روحانی خشک سالی کا زمانہ تھا۔ عاشق محبوب کے بجائے اس کی نقاب سے عشق کرنے لگا تھا اور معشوق کے حقیقی حُسن کو بھلا کر اس کے لباس کی زیبائش پر فریفتہ ہونے لگا تھا اور مغز کو چھوڑ کر چھلکے پر فدا تھا۔ خدائے تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اس حقیقت سے لوگ ایکدم ناآشنا و بے بہرہ تھے عرب میں زناکاری اُس زمانہ میں بڑے زوروں پر تھی بلکہ بجائے نادم ہونے کے لوگ زنا پر فخر کیا کرتے تھے۔

شراب خواری و نشہ بازی و قمار بازی اور بدکاری تو انکی گھٹیوں میں پڑی ہوئی تھیں۔ شراب کے ایک ہزار نام رکھنے کا فخر عرب کو حاصل تھا۔ ساغر و مینا کے دور چل رہے تھے اہل عرب پر کامل تاریکی تھی، دین و دیانت کا نام و نشان نہ تھا تمدن اور مذہب کے نام پر ہر جگہ ظلم ہو رہے تھے۔ یہ لوگ بڑے خونخوار جنگجو قوم تھے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر یہ لوگ آپس میں کشت و خون کے لئے تیار رہتے تھے اور خانہ جنگیوں کا بازار گرم رہا کرتا تھا اور قتل و غارت کا سلسلہ جاری تھا اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کی تباہی کا خواہاں۔ ایک خوبی صرف یہی تھی کہ یہ لوگ بڑے دلیر و جوانمرد تھے لڑائی میں مرنا فخر سمجھتے تھے۔ چارپائی پر مرنا عیب سمجھتے تھے یہ حضرت محمد صلعم کی تعلیم ہی کا نتیجہ تھا کہ ایسی خونخوار قوم میں توحید کی روح پھونک کر اُن میں روحانی انقلاب پیدا کر دیا جس کو حوادث عالم کے زبردست ہاتھ متزلزل نہ کر سکے اور اس قوم کو ملت و اتحاد کی زبردست زنجیر میں جکڑ دیا۔ یعنی مسلمانوں کو رشتۂ اتحاد میں منسلک کر دیا۔

ایسی قوم کو راہ مستقیم پر لانا بہت دشوار کام تھا اُس قوم میں بداخلاقی بہت زوروں سے پھیلی ہوئی تھی بلکہ یوں کہا جائے کہ اخلاق کے جنازہ کی تدفین ہو چکی تھی یہ صرف شان محمدی کے ہی اخلاق حمیدہ کی برکت کا نتیجہ تھا کہ ایسی قوم کو اعلیٰ درجہ کی شائستہ و مہذب قوم بنا دیا اور عرب کی کایا پلٹ دی اور اہل قریش جو جہالت و ہمیت کے گرداب میں پھنسے ہوئے تھے انہیں راہ راست پر لایا۔

ایک شاعر نے کیا خوب حضور کی تعریف میں کہا ہے۔

تیری تقلید نے وحشی کو بنایا انساں۔
بن گئے رشک ملک تھے جو بہائم سیرت

کیا عظیم الشان انقلاب ہے جو حضور نے کیا، دنیا کی کسی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ میری کہانی! نہیں بلکہ واقعات ہیں جن کی سچائی کا زمانہ کو اعتراف کرنا پڑا ہے۔

"قوم کا لیڈر"

از جناب مولانا ہارون الرشید ارشد انصاری مولوی فاضل "پنجاب"۔

وہ اک ہوں قربان جس پر حسن و عشقِ کائنات
ماند جس کی ذات سے ہو شہرتِ آبِ حیات

گردشِ دوراں بھی ہو محکوم جس کی ذات کا
چومتے ہوں نقشِ پا کو جس کے یہ دن اور رات

وہ اک جس کی یاد میں شبنم ہو شب کو اشکبار
وہ اک جس کی ذات میں سب جمع ہو گل کی صفات

وہ اک جس کی شخصیت ہو بے نظیر و بے مثال
سیکھتے ہوں لوگ جس کی ذات سے اعلیٰ صفات

گردشِ ایام جس کے تابعِ فرمان ہو
وہ اک جس کی ذات سے قائم ہو نظمِ کائنات

جو لٹاتا ہو محبت کے خزانے رات دن
مال و دولت پر نہ ہو جس کی نگاہِ التفات

درد سے غیروں کے بھی ہو جس کے سینے میں گداز
"وقف کر دے دوست و دشمن کیلئے جو اپنی ذات

جس کے اک ادنیٰ اشارہ پر ہو برپا انقلاب
جس کے اک اک لفظ میں مضمر ہو نظمِ شش جہات

شمع پر پروانہ شیدا ہو مگر اس پر جہاں
دوست و دشمن کی دلوں میں محترم ہو جس کی ذات

جس کے آب و گل میں ہو مخلوط خدمت قوم کی
جس کے دل میں درد ہو تاثیر میں ڈوبی ہو بات

"قوم کا لیڈر" اسے کہنا ہے اے ارشد جہاں
سر جھکا دیتے ہیں اس کے حکم پر کون و مکاں

دریائے نیل کی ایک دیرینہ داستان

قسط نمبر ۳

از حامد سلفی

قصر فرعون کی تمام چیزیں موسیٰ کے قدموں پر پروانہ وار نثار ہو رہی ہیں اس لیے کہ آج سے اس کی نشوونما ایوان شاہی میں شاہانہ شکوہ کے ساتھ ہونے لگی ہے۔ خدمت کیلئے بے شمار کنیزیں اور خواصیں مقرر ہیں خود ملکہ بھی اپنے لاڈلے سے کم پیار نہیں کرتی ہے۔

ملکہ کے جوشِ محبت کو دیکھکر فرعونِ اعظم بھی موسیٰ کا ایک حقیقی ولی عہد سے کم خیال نہیں کرتا ہے۔ یہاں تک کہ کھانے اور نا شتے پر اس کی شرکت ضروری تصور کی جاتی ہے۔ محل میں داخل ہوتا ہے تو بے تابانہ اس کی طرف بڑھتا ہے اور گود میں اٹھا کر دو گھڑی پیار کرکے لطف اندوز ہوتا ہے۔ چونکہ ملکہ موسیٰ کو جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی ہے اس لئے فرعون بھی اس کے ساتھ کافی دلچسپی لینے لگا ہے۔ یہاں تک کہ تمام عمائدین سلطنت پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ فرعون کے تاج و تخت کا وارث کوئی اور نہیں موسیٰ ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ فرعون اعظم کو ملکہ سے محبت تھی۔

شاہی محل کی آب و ہوا کا یہ اثر ہوا کہ موسیٰ کے فہم و ادراک اور عقل و دانش میں نت نئی ترقی ہونے لگی! اعضاء کا تناسب، چہرہ کی چمک اور آنکھوں کی فراست دیکھکر پہلے ہی نظر میں لوگوں کی زبان سے بے ساختہ نکلنے لگتا کہ اس جلیل القدر ہستی کا مستقبل شاندار ہے اور آئندہ ضرور کارنمایاں کرے گی۔

ایک دن موسیٰ صحن میں کھیل رہے تھے۔ فرعون آیا اور انہیں گود میں اٹھا کر حسب معمول پیار کرنے لگا۔ چونکہ موسیٰ بھی فرعون سے مانوس ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے شوخی سے اس کی داڑھی پکڑ لی۔ فرعون موسیٰ کی اس حرکت سے برافروختہ ہو گیا طیش میں آکر فوراً ان کو زمین پر بٹھا کر

زرد اآلود ہو گیا اور خشمگیں نگاہوں سے گھورنے لگا۔ فرعون چونکہ تلون طبع اور تند مزاج تھا اس لئے اس نے موسیٰ کی اس حرکت پر ان کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔ فرعون کا غیظ و غضب دیکھ کر محل کی تمام چیزوں پر خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ خواص اور لونڈیاں خوف سے لرزہ براندام تھیں۔ معصوم بچہ اگرچہ حقیقت حال سے واقف نہ ہو سکا۔ مگر فرعون کے اس سلوک نے اس کے ننھے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دئے اور وہ بلک بلک کر رونے لگا۔ لیکن اس سنگدل اور سفاک بادشاہ پر اسکا کچھ اثر نہ ہوا کیونکہ اس کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی خاطر دستوں سے بچنے کیلئے بنی اسرائیل کے بچے آئے دن نذر سیف ہو رہے ہیں۔ اور شہر مصر قتل گاہ عام بنا ہوا ہے۔

آسیہ چونکہ حقیقی ماں کی طرح بچے کی نگاہ داشت کرتی تھی۔ بچہ کی آواز سن کر دوڑ پڑی مگر سامنے فرعون کو غضب آلود نگاہوں سے گھورتا ہوا دیکھ کر فوراً تاڑ گئی کہ بچہ کی کسی نالائق حرکت نے سلطان کو رنجیدہ کر رکھا ہے۔ دوڑ کر سلطان کے پاس آئی اور خوشامدانہ لہجہ میں کہنے لگی۔ پیارے سلطان معاملہ کیا ہے؟ کس نے آپ کو برافروختہ کر رکھا ہے؟ کیوں آپ اس قدر پریشان معلوم ہوتے ہیں؟ کیا کوئی سخت مہم درپیش ہے؟ اچھا بھیر یہ بچہ کیوں بلک بلک کے رو رہا ہے!! اس کو ہو کیا گیا؟ اس نے میرے پارۂ دل کو رولا دیا۔ آخر یہ زمین پر کیوں پڑا ہے؟

فرعون۔ کیا کہا میرا پارۂ دل؟ ارے تمہاری ہی نا عاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے کہ آج مجھے اس قسم کی توہین اور ذلت سے دوچار ہونا پڑا۔ کیا میں نے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ ایسے مشکوک بچہ کو اپنے گھر میں جگہ نہیں دینا چاہئے۔ یہ لڑکا نہایت گستاخ ہے۔ ابھی سے اس کی یہ حالت؟

آسیہ۔ شہنشاہ اعظم! آخر معلوم بھی تو ہو کہ اس نے کون سی نالائق حرکت کی ہے؟ بچہ ہی ہے بہت ممکن ہے کہ نادانستہ اس سے کوئی ایسا فعل صادر ہوا ہو جو آپکے مزاج کے خلاف پڑا ہو۔

فرعون۔ بچہ ہے!! ایسا شوخ اور گستاخ بچہ!!! اس کی یہ ہمت کہ میری داڑھی پکڑ لے۔ کس چیز نے یہ جرأت دلائی۔ اس نے میری توہین کی۔ میرے وقار کو ٹھکرایا۔ میری عظمت کی تحقیر کی۔ میری شہنشاہیت اور ربوبیت کو پامال کیا۔ یقیناً اسی کی ریشہ دوانیوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے یہ سب کچھ فرمان جاری کر رکھے ہیں۔ میں ضرور اس وقت اسکا چراغ زندگی

گل کئے دیتا ہوں۔ بانس رہے نہ بانسری بجے۔ دیکھو تم اسکے متعلق کچھ بھی سفارش نہ کرنا۔ میں اس معاملہ میں کسی کی کچھ نہ سنونگا۔ آج ضرور اس کو اپنے ہاتھوں لقمۂ شمشیر کئے دیتا ہوں۔ تاکہ عمر بھر کے خطرہ سے نجات مل جائے۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی گستاخ لڑکا ہے اسی لئے میرے وقار و تمکنت کا کچھ بھی خیال نہ کیا۔ ابھی سے اتنی شوخی!!!

آسیہ۔ فرعون کی برہمی کو دیکھکر سہم گئی مگر ہمت کرکے کہنے لگی شہنشاہ اعظم آپ کو معمولی باتوں سے شک ہو جایا کرتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر برافروختہ ہونے لگتے ہیں اس قدر عجلت سے کام نہ لیں۔ کچھ سوچ سمجھکر کام کرنا چاہئے کسی کام میں عجلت اچھی نہیں۔ اسنے جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کیا ہے۔ نافہم بچہ ہے اسے کیا معلوم کہ مرا کون فعل مستحسن ہے اور کس حرکت سے لوگ برہم ہو جائیں گے۔ آخر قتل ہی کرنا ہے تو کر دینا۔ مگر میری بھی معمولی سی بات سن لیں۔ اتنے دنوں کی کاوش کے نتیجہ کو محض بدگمانی کی نذر کر دینا عقل سے بعید ہے۔ آپ ہی خیال کریں کہ اتنا چھوٹا بچہ وقار شاہانہ کو کیا سمجھے۔

فرعون اعظم۔ بس اس وقت میں تمہاری ایک بھی بکواس سننے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ تم خاموش اپنے محل کی راہ لو میرے ارادے میں روڑے نہ اٹکاؤ۔

آسیہ۔ میرے اچھے سرکار میں آپ کی مخالفت نہیں کر رہی ہوں۔ آپ کے جذبات کو پامال کرنا نہیں چاہتی۔ ہاں پھر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ جسے ہم نے اپنا نور نظر اور جانشین بنا کر رکھا ہے۔ معمولی خطا پر ہلاک کر دینے سے ضرور عمر بھر کف افسوس ملنا ہوگا۔ کچھ سوچئے غور کیجئے۔ ہر شخص پر طفولیت کا زمانہ گزرتا ہے اور وہ ایسا زمانہ ہوتا ہے جس میں بھلے برے کی تمیز کرنا انسان کیلئے دشوار ہی نہیں غیر ممکن ہے۔ میں اکثر غور کرتی ہوں تو اس کو شہر مصر کے کسی خاندان سے مشابہ نہیں پاتی ہوں۔ اگر یہ مصری اور اسرائیلی ہوتا تو ضرور کوئی اس کی شکل و صورت کا انسان اس شہر میں پایا جاتا۔ مگر یہاں کوئی بھی اسکا ہم شکل نہیں ہے اس لئے میں اس کو اپنی قسمت کا ستارہ سمجھکر محبت کرتی ہوں۔ لہذا میری ایک گزارش ہے اس کو سن لیجئے پھر جو جی میں آئے کرنا۔

فرعون۔ اچھا کہہ مگر دیکھنا اس کے متعلق سفارشی کلمہ نہ لب تک آنے پائے ورنہ تمہاری بھی خیر نہیں ہے۔

آسیہ میں سفارش نہ [illegible] تب اس نے یہ کہنا چاہتی ہوں مگر اس لڑکے نے یہ فعل بہیں ذیل بچے کو نہیں کیا ہے بلکہ اس کے بچپنے اور معصومیت کی شوخی ہے۔ اس کی آزمائش کے امتحان کی میں ایک صورت بیان کرتی ہوں۔ میں اپنے جواہرات ایک طشت میں رکھتی ہوں اور ایک کو آگ کے انگاروں سے پرکر دیتی ہوں۔ اگر اس نے آگ سے احتراز کیا اور یاقوت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو سمجھو کہ ذی شعور ہے اور آگ کو پکڑ لے تو اسے نادان سمجھ کر معاف کردو۔

فرعونؔ اگرچہ اس طوالت میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی تو دلی خواہش تھی کہ فوراً ہی اس کو صفحۂ شہود سے حرف مکرر کی طرح مٹادے۔ لیکن چوں کہ قدرت کو اس بچہ سے کتاب انسانیت میں ایک نئے باب کا اضافہ کرانا تھا اس لئے اس آزمائش کی اجازت دیدی۔ چنانچہ اس نے یاقوت کی بجائے آگ ہی کے انگارہ کو منہ میں رکھ لیا اب فرعون کو یقین ہوگیا کہ واقعی یہ معصوم ہے اس نے لاعلمی سے ایسا کیا ہے لہذا قتل کے ارادہ سے باز آگیا۔ اس طرح قدرت نے دوسرے بار بھی پنجۂ اجل سے اسے نکال لیا۔

(باقی آئندہ)

رباعی

از جناب مولوی حافظ عبدالظاہر صاحب ظاہرؔ مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

کل رات کو اک شیخ کا کیا خوب بیاں تھا　　تنظیم کے مسلک پر شہبِ تخییل رواں تھا

باتیں تو وہ سب قابل تسلیم تھیں ظاہرؔ　　اخلاص و عمل کا نہ مگر نام و نشاں تھا

قرآن پاک کی اہمیت

از جناب مولوی عبدالظاہر صاحب بھوارومی متعلم درجہ ہشتم دار العلوم احمدیہ سلفیہ

جمالِ حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے

قرآن مجید وہ مہتم بالشان کتاب ہے جس نے اقوام عالم پر بیشمار احسانات کئے۔ کیونکہ قرآن کا نزول اسوقت ہوا جس وقت دنیا کفر والحاد کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی انسان انسانیت سے کوسوں دور پڑ گیا تھا لیکن قرآن نے آکر اُن کے مُردہ اجسام میں حیات کی روح ڈالدی۔ اُن کی وحشت اور بربریت کو دور کرکے انہیں نظام تمدن کی لڑی میں پرودیا اور صحیح معنی میں حیوانیت اور درندگیت سے نکالکر انسانیت کے گہوارہ میں لابٹھایا۔ یہی نہیں بلکہ انسان کو اُس راہ کی ہدایت کی جو اس کے لئے لازمی اور ضروری تھی کسی نے اس کے اوصاف میں کیا ہی بہتر شعر کہا ہے ؎

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا

قمر ہی چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

اگر کوئی معترض کہے کہ قرآن پاک کے نزول کے وقت توریت اور انجیل کے علاوہ دوسری کتب سماویہ بھی دنیا میں موجود تھیں جو قوموں کی ہدایت کیلئے کافی تھیں پھر قرآن کے نزول سے کیا فائدہ؟ اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ ان کتابوں سے اُن کی وہ تمام خصوصیتیں نکال لی گئی تھیں جن سے قومیں راہ راست پر آسکتی ہیں۔ کیوں کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے وہ وہ تحریفیں پیدا کی تھیں جو احاطہ تحریر سے باہر ہے نیز توریت اور انجیل کا نزول خاص خاص قوموں کے واسطے ہوا تھا۔ وہ صرف یہودیوں اور موسائیوں کی اصلاح کیلئے تھیں۔ انہیں کی ہدایت کیلئے پروردگار نے ان کتابوں کو نازل فرمایا جبکہ صورت حالی یہ تھی تو

اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اقوامِ عالم کے سامنے ایسی کتاب پیش کی جائے جس کا تعلق کسی خاص قوم یا جماعت سے نہ ہو۔ بلکہ دنیا کے ہر فرد کو اپنی طرف بلانے والی ہو۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ کلام تحریف کی آلائشوں سے بالکل مبرّا اور منزّہ ہو جس کی تعلیم جملہ انسان کیلئے مفید ہو اور ہر ایک کے حقوق کو واضح طور پر بیان کرنے والی ہو جب اس خصوصیت کے ساتھ ایسی کتاب کی دنیا کو ضرورت تھی تو رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور بعینہٖ وہی چیز جس کی ضرورت تھی دنیا [illegible] کو متحقق نازل کر کے اُن کی ضرورتوں کو رفع کرتا ہے اور اس منزل کا نام "قرآن مجید" رکھا گیا ہے اور واقعی قرآن نے تمام لوگوں کے حقوق کی رعایت کی۔ اس کے نزدیک غریب و امیر مفلس و غنی عالم و جاہل بادشاہ اور رعایا۔ قوی اور ضعیف۔ تمام کے تمام مساوی حقوق رکھتے ہیں۔ نیز اسی کی شان ہے کہ باوجود ساڑھے تیرہ سو برس گزر جانے کے ایک حرف اور ایک نقطہ کا فرق اُس میں منصّۂ ظہور پر نہیں ہوا اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ خود اُس کے نازل کرنے والے نے اُس کی حفاظت اپنے ذمہ لی چنانچہ ارشاد ہے اِنّا نحن نزّلنا الذکر و انّا لہٗ لحافظون جس ذات نے اُسے اتارا ہے وہی اس کا محافظ ہے اگر اُس کی حفاظت اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ذمہ نہ لیتا تو آج ہرگز قرآن پاک کا یہ امتیاز باقی نہیں رہتا بلکہ اُسے بھی سینکڑوں تحریفوں سے دوچار ہونا پڑتا اور اس کی بھی وہی حالت ہوتی جو اُس سے پہلے والی کتابوں کی ہوئی۔

قرآن مجید کوئی معمولی کتاب نہیں ہے۔ اُسے اگر دنیا کی بڑی سے بڑی چیز پر اُتارا جاتا تو ہرگز وہ چیز اُسکی متحمل نہ ہو سکتی۔ پروردگارِ عالم کا فرمان ہے لو انزلنا ھٰذا القرآن علیٰ جبل لرأیتہٗ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللّٰہ یعنی اگر ہم اس کتاب کو پہاڑ پر اُتارتے تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ دیکھتے کہ وہ خوف کے مارے پاش پاش ہو جاتا۔

ہاں! یہ وہی کتاب ہے جس کا بوجھ زمین و آسمان کی ہر چیز پر ڈالا گیا۔ لیکن دنیا کی کوئی چیز خواہ وہ من قبیل جمادات ہوں یا من قبیل حیوانات ہوں اس بار کو اٹھا نہ سکیں آخر میں یہ بارِ امانت حضرت انسان کے ساتھ ضم کر دی گئی چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنّا عرضنا الامانۃ علی السّمٰوٰت والارض الخ حقیقت میں اس بارِ امانت کے متحمل بھی یہی تھے۔ اس لئے کہ آنحضورؐ کا فرمان ہے کہ فضل کلام اللّٰہ علیٰ سائر الکلام کفضل

اللہ علی خلقہ ترمذی یعنی اللہ کے کلام کو تمام کلاموں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح اللہ کی ذات کو تمام مخلوق پر افضلیت حاصل ہے اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب مالک کے کلام کا درجہ بڑا ہے تو ضرورت اس بات کی تھی کہ اسکا تعلق اسی جماعت سے پیدا کیا جائے جس کا درجہ بڑا ہے چنانچہ نظام عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انسان کو تمام مخلوقات پر فوقیت ہے لہٰذا اس امانت کا بار اٹھانا انہیں کا حق تھا اور ان کے سپرد ہوگیا۔ قرآن ہی وہ کتاب ہے جسے ہمارے سردار دو عالم نے لفظ خیر سے تعبیر کیا ہے آپ فرماتے ہیں خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدیٰ ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم) ترجمہ دنیا کی تمام کتابوں میں بہتر اللہ کی کتاب ہے اور تمام تحفوں میں بہتر تحفہ محمد صلعم کا ہے یہی نہیں کہ قرآن انہی خصوصیتوں کا مجموعہ ہے بلکہ جو ذات اُسے حاصل کرے گی اور اس پر عمل کرے گی اس کے حق میں باری تعالیٰ کے دربار میں بڑے بڑے حقوق اور بڑے بڑے درجے مقرر ہیں دنیا اور دین دونوں جگہیں اسکے ذریعہ آرام کی سانس نصیب ہوگی ارشاد باری ہے کہ اگر تم نیک کام کرو گے اور قرآن پاک کو اپنا لائحہ عمل بناؤ گے۔

(فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ ولنجزینھم باحسن ما کانو یعملون) تو اسے دنیا میں پاکیزہ زندگی عطا کرینگے اور آخرت میں عمل سے بہتر بدلہ دیں گے خود اپنے ہی نفس کیلئے فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اپنے قرابندار وں کے حق میں بھی مفید ہوں گے اور وہ بھی ایسے کیلئے جن کے لئے جہنم کی آگ شعلہ زن کی گئی تو اس وقت باری تعالیٰ حامل بالقرآن اور عامل بالقرآن کو حکم دیگا کہ تم نے دنیا میں قرآن کے حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام سمجھا اس لئے آج تجھے وہ حق دیتے ہیں جو انبیاؤں کیلئے مخصوص ہے یعنی شفاعت کا حق حاصل ہوگا۔ آنحضور کا فرمان ہے۔ من قرء القرآن فاحل حلالہ وحرم حرامہ ادخلہ اللہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھلہ قد وجبت لھم النار

ترجمہ یعنی جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کے حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام سمجھا۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے حق دیگا کہ اپنے رشتہ داروں سے دس ایسے آدمیوں کو جہنم سے آزاد کراؤ جن پر جہنم واجب ہوگئی ہے۔

نیز جہاں پر اور جس جگہ قاری قرآن پڑھتا ہے اس پر باری تعالیٰ اپنی خاص رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اُن کے قلب کو اطمینان اور سکون عنایت کرتا ہے۔ اور

[illegible] جماعت دعا [illegible] ہے۔ جبکہ صورت حال یہ ہے تو کیا مسلمانوں کو غفلت میں پڑے رہنا چاہیئے؟ ہرگز نہیں۔ آہ! ہم [illegible] کتاب تو وہ کتاب ہے کہ اس پر چلنا بھی [illegible] آج غیر اقوام اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی خوش و خرم سے گذار رہی ہیں۔ اور ہم غفلت کی چادر [illegible] رکھ کر ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں [illegible] کتاب نے ہماری زندگی کے تمام ذرائع کھول کھول کر بیان کر دئے ہیں افسوس کہ ہم اسے بصیرت کی آنکھ سے نہ دیکھتے۔ آہ یہ تو وہی چیز ہے کہ آنحضور نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ میں وصیت فرمایا تھا۔ کہ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ رسولہ لوگو اب تو دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اور تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک اس پر عمل پیرا رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور جہاں اس سے اپنے قدم کو ہٹاؤ گے تو بیشمار دشواریوں کے شکار بن جاؤ گے ایک قرآن پاک ہے اور دوسری میری سنت ہے۔

درج بالا سطور سے قرآن پاک کی اہمیت یقیناً دلوں میں پیدا ہو گئی ہو گی اور یہی مقصد اس مختصر تحریر کا ہے۔

قطعہ

بر وفات حسرت آیات مولوی ابو الحسن سلفی مرحوم و مغفور

از جناب حکیم حافظ محمد عبد الظاہر صاحب ناظم مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ

ابو الحسن تجھ سی اجل کی بس ایک ہی موتی تھی ساز باز
بہ جوانی میں ہوا کیوں زندگی سے احتراز
وائے حسرت آج اس دار فنا سے چل بسا
سینہ علم و فن تھا سلفیہ کو جس پہ ناز

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات

ایک سو حدیثوں کا بامحاورہ ترجمہ

(از مولانا محمد عین الحق صاحب مسلم سلفی دربھنگوی)

عَمَلُ الْخَيْرِ وَالْاِحْسَانِ ۲ نیک عمل اور احسان کرنا

(۲۸) كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ

(۲۹) قُولُوا خَيْرًا تَغْنَمُوا وَاسْكُتُوا عَنْ شَرٍّ تَسْلَمُوا

(۳۰) صِلْ مَنْ قَطَعَكَ اَحْسِنْ اِلَى مَنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ

(۳۱) اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ وَالدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ كَفَاعِلِهِ۔

(۳۲) بَرُّوا آبَاءَكُمْ تَبَرَّكُمْ اَبْنَاءُكُمْ۔

(۳۳) خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ

(۳۴) اَلْعَفْوُ لَا يَزِيدُ الْعَفْلَ اِلَّا عِزًّا وَالتَّوَاضُعُ لَا يَزِيدُ اِلَّا رِفْعَةً وَمَا نَقَصَ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ۔

(۲۸) ہر اچھا کام صدقہ ہے۔

(۲۹) اچھی بات بولا کرو اجر پاؤ گے۔ بری بات سے کنارہ کش رہو امن سے رہو گے

(۳۰) جو تم سے قطع رحمی کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو اور جو تم سے برا سلوک کرے تم اس پر احسان کرو۔

(۳۱) اچھی بات بتانے والے کو اس کے کرنے والے کے برابر اجر ملیگا اور بری بات بتانے والے کو اسکے کرنیوالے کے برابر گناہ ہوگا۔

(۳۲) اپنے آباؤ اجداد پر بھلائی کرو تمہاری اولاد بھی تم پر بھلائی کرے گی

(۳۳) تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کیلئے بہتر ہے۔

(۳۴) قصور کی معافی عزت بڑھاتی ہے۔ عاجزی اور انکساری سے درجہ بلند ہوتا ہے اور صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا ہے۔

(۳۶) مَنْ رَحِمَ وَلَوْ ذَبِيحَةَ عُصْفُورٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ

(۳۷) لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ

(۳۸) فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرَّى أَجْرٌ

(۳۹) فُكُّوا الْعَانِيَ وَأَجِيبُوا الدَّاعِيَ وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ

(۴۰) الْفَضْلُ فِي أَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ۔

(۴۱) شَرُّ بَيْتٍ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ وَخَيْرُ بَيْتٍ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ

مَنْعُ النَّاسِ عَنِ الْأَذٰى

(۴۲) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ يَدِهٖ وَلِسَانِهٖ

(۴۳) مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهٖ۔

(۴۴) لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ۔

(۴۵) لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ مَنْ لَمْ يَأْمَنْ جَارُهُ غَوَائِلَهُ

(۴۶) لَا يَجْنِي جَانٍ إِلَّا عَلَى نَفْسِهٖ

(۳۶) جو شخص رحم کریگا خواہ وہ ایک چھوٹی ذبح کی ہوئی چڑیا ہی کیوں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم کریگا۔

(۳۷) زندہ جانور کے ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹنے والے پر خدا کی لعنت ہے

(۳۸) ہر دل و جگر والے میں اجر ہے۔

(۳۹) مصیبت زدہ کی تکلیف دور کرو۔ پکارنے والے کی آواز سنو۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کیا کرو۔

(۴۰) بزرگی اس میں ہے کہ تم اس سے تعلق پیدا کرو جو تم سے تعلق توڑے اور اس کو عطیہ دیا کرو جو تم کو محروم رکھے اور اس شخص کے قصور کو معاف کرو جو تم پر ظلم و ستم کرے۔

(۴۱) بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کو تکلیف دیجاتی ہے اور بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کیساتھ اچھا سلوک ہو۔

لوگوں کی اذیت و تکلیف کو دور کرنا

(۴۲) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان کی تکلیف سے لوگ بچے رہیں۔

(۴۳) جو شخص اپنے بھائی کی عزت و آبرو کو محفوظ رکھے گا۔ تو اللہ بھی اس کی عزت کو محفوظ رکھے گا۔

(۴۴) کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ تم کو بھی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

(۴۵) وہ شخص مومن نہیں ہے جس کے مکر و فریب سے پڑوسی مامون نہ ہو

(۴۶) گنہگار اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے۔

(۴۷) شَرُّ النَّاسِ مَنْ اَكْرَمَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ

(۴۷) بدترین انسان وہ ہے جس کے شر سے بچنے کیلئے لوگ اسکی تعظیم کریں

(۴۸) تَرْكُ الشَّرِّ صَدَقَةٌ

(۴۸) برائی کا چھوڑ دینا صدقہ ہے۔

(۴۹) اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ

(۴۹) برے ہمنشیں سے تنہائی بہتر ہے۔

اَلْعَدْلُ وَالشُّوْرٰى وَالظُّلْمُ وَالْاِسْتِبْدَادُ

انصاف، مشورہ، ظلم اور تحکم

(۵۰) كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّ رَاعٍ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ

(۵۰) تم میں کا ہر شخص چرواہا ہے اور سبھوں سے اسکی چرواہی کے متعلق پوچھا جائے گا۔

(۵۱) عَدْلُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَةً

(۵۱) ایک گھنٹہ انصاف کرنا ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے

۵۲ مَنْ عَامَلَ النَّاسَ فَلَمْ يَظْلِمْهُمْ وَحَدَّثَهُمْ فَلَمْ يَكْذِبْهُمْ وَوَعَدَهُمْ فَلَمْ يُخْلِفْهُمْ فَهُوَ مِمَّنْ كَمُلَتْ مُرُوَّتُهٗ وَظَهَرَتْ عَدَالَتُهٗ وَوَجَبَتْ اُخُوَّتُهٗ۔

(۵۲) جس نے لوگوں سے معاملہ کیا اور زیادتی نہیں کی۔ باتیں کی اور جھوٹ نہیں کہا وعدہ کیا پھر اس کے خلاف نہیں کیا تو وہ ان لوگوں میں ہے جو مجسمہ مروت اور پیکر عدل و انصاف اور قابل بھائی چارگی ہیں۔

(۵۳) اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ اِنَّمَا يَسْاَلُ اللهَ حَقَّهٗ وَاَنَّ اللهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ۔

(۵۳) مظلوم کی آہ سے بچو کیونکہ وہ اپنا حق خدا سے مانگتا ہے اور خدائے تعالیٰ کسی حقدار کے حق کو نہیں روکتا ہے۔

(۵۴) رَاْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْاِيْمَانِ التَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ وَمَا اسْتَغْنٰى مُسْتَبِدٌّ بِرَاْيِهٖ وَمَا هَلَكَ اَحَدٌ عَنْ مَشْوَرَتِهٖ فَاِذَا اَرَادَ اللهُ بِعَبْدٍ هَلَكَةً كَانَ اَوَّلَ مَا يُهْلِكُهٗ رَاْيُهٗ

(۵۴) ایمان لانے کے بعد بڑی عقلمندی یہ ہے کہ وہ لوگوں کے نزدیک محبوب و پیارا ہو اپنی رائے پر مصر رہنے والا فائدہ نہیں اٹھاتا مشورہ کرنے سے کبھی کوئی ہلاک نہیں ہوا جب خدا تعالیٰ کسی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اس کی رائے کو ہلاک و برباد کر دیتا ہے۔

(باقی آئندہ)

سیلاب اشک

از مولوی عبدالرحمٰن صاحب نشتر رجروری متعلم جماعت خامسہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے

دارالعلوم احمدیہ کے مخلص معاون منشی عبدالغنی صاحب رجروی کے منجھلے صاحبزادے جناب اختر صاحب ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ بعارضہ ربح (مرگی) انتقال کیا۔ عین جوانی کی حالت میں موصوف نے اپنے والدین اور اقربا کو داغ مفارقت دیا۔ مرحوم نہایت خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور والدین اور اقربا کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ مرحوم اختر نشتر کے بھتیجے ہیں۔ مندرجہ ذیل کے اشعار انہوں نے اپنے اس عزیز کی یاد میں لکھے ہیں جو ہدیہ ناظرین ہیں "ایڈیٹر"

ہے فنا کو بقا دوام یہاں
رنگ و بو میں نہیں قیام یہاں

چل بسے تم عزیزمن اختر
غم جدائی کا دے گئے دل پر

حیف وہ کیوں ہوا جدا ہم سے
اے خدا کیا ہوئی خطا ہم سے

باپ کی جان ماں کے لخت جگر
روٹھکر تم کہاں گئے اختر

موت نے تیری سوگوار کیا
سارے کنبے کو اشکبار کیا

عرض میری یہ اے خدا سن لے
اس کو فردوس میں جگہ دیدے

جب سبھی کو فنا ہے اے نشتر
کیوں ہو گریاں کوئی کوئی مضطر

حافظ محمد عبداللطیف [illegible] مدرس دارالعلوم [illegible] [illegible]

معلومات عامہ

آفتاب کی حرارت

نیو یارک کے عجائب خانہ تاریخ طبعی کے شعبہ فلکیات کے مہتمم جناب ڈاکٹر کلائڈ فشر کے اندازہ کے مطابق سنٹی گریڈ کے حساب سے ایسیٹیلین کے گیس لیمپ کی حرارت چھ ہزار درجہ ہوتی ہے اس کے مقابل آفتاب کے قلب کی حرارت چالیس ہزار درجہ ہے۔ اس حساب سے اگر اسٹیلین کے شعلہ کے برابر اگر آفتاب کے قلب سے شعلہ لیکر شکاگو میں رکھدیا جائے تو پورے شمالی امریکہ سے زندگی ناپید کر دینے کیلئے کافی ہوگا۔ اور تمام عمارتیں جنگل جلکر خاکستر ہو جائیں گے۔

ہٹلر ابھی تک کنوارا ہے

جرمنی عرصہ دراز سے اس تحریک کو فروغ دے رہی ہے کہ والدین کو زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کرنا چاہیئے۔ لیکن تعجب ہے کہ جرمن کا مختار کل ہٹلر ابھی تک غیر شادی شدہ ہے۔

اسلام کی اشاعت

غیر مسلمین نے اسلام کے متعلق ایک غلط خیال پھیلانا شروع کیا ہے کہ اسلام ایک ساکن اور غیر ترقی پذیر مذہب ہے۔ لیکن حقیقت اس سے کوسوں دور ہے۔ اسلام بطرف خاموشی اور استقلال کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے حتی کہ یورپ اور امریکہ جنکا قدیم آبائی مذہب عیسائیت ہے وہاں کے لوگ بھی اسلام کی خوبیوں کو دیکھکر اسلام قبول کرنے کیلئے آمادہ نظر آتے ہیں۔ رسالہ مسلم ورلڈ جولائی ۱۹۳۷ء میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس میں اس غلط فہمی کو دور کیگئی ہے۔ دنیا میں اسلام کی اشاعت کا اندازہ مندرجہ ذیل اعداد سے ہوگا۔

	مسلمان	کیتھولک
یورپ	۳۲۴۳۳۴۴۰۹	۲۰۹۶۷۲۶۰۹
ایشیا	۱۵۴۱۳۸۳۹۱	۱۹۱۹۶۹۰۶
افریقہ	۵۳۸۴۵۶۶۶	۶۰۶۰۴۹۶۴
شمالی و جنوبی امریکہ	۱۲۰۰۰۸	۱۳۶۳۵۷۴۲۵
اوستانیا	۲۹۷۵۰۰۹۵	۲۰۸۵۸۱۴

دنیا کی مجموعی آبادی (۲۰۵۳۶۰۰۰۰۰) ہے اس میں مسلمان (۲۶۰۲۸۸۵۷۹) اور کیتھولک (۳۴۳۷۱۹۸۳۸) ہیں یعنی تناسب فیصدی کیتھولک کا (۱۸٫۳۲) اور مسلمانوں کا (۱۲٫۶) ہے۔ ح - م

حالاتِ حاضرہ

تقسیم فلسطین پر امیر شکیب ارسلان کا بیان

جاہد اعظم امیر شکیب ارسلان نے تقسیم فلسطین کے متعلق شام کے ایک اخبار کو بیان دیتے ہوئے حسب ذیل حقائق کا بیان فرمایا ہے۔

شاہی کمیشن کی رپورٹ نے عربوں کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ عرب کسی حال میں اس کو منظور نہیں کر سکتے اسکی سفارشات ان کے جذبات کو پامال کرنے والی اور ان کے حقوق کے قطعاً خلاف ہیں۔ ہم اپنی پوری طاقت سے ان کی سفارشات کو ٹھکرا دیں گے۔ ہم زبان سے کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ ہمارا جواب عنقریب حکومت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیگی۔

تقسیم فلسطین کو قبول کرنے والا کافر ہوتا ہے

کچھ عرصہ ہوا ہے کہ فلسطین کے ڈیڑھ سو علماء نے متفقہ طور پر فتویٰ صادر کر دیا کہ شاہی کمیشن کی اس رپورٹ کو تسلیم کرنے والا از روئے شریعت مصطفویہ کافر ہے۔ اب عراق کے علماء متفق ہو کر ایک فتویٰ تیار کر رہے ہیں جس کی رو سے ہر اس شخص کو کافر قرار دیا جائیگا۔ جو مجوزہ تقسیم کے ماتحت فلسطین کی عربی حکومت کو تسلیم کریگا۔ اس کو غدار خائن بیدین قرار دیکر اپنے مقابر میں مدفون ہونے کی اجازت بھی نہیں دیں گے۔

سیاسی قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم

پٹنہ ۶ / اگست۔ معلوم ہوا ہے کہ بہار کی وزارت نے تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی اور نظر بندوں پر پابندیاں اٹھا لینے کا حکم صادر کر دیا ہے۔

نئے آئین کو نامنظور کیا جائے

اڑیسہ کی وزارت اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں ریزولیشن پیش کرے گی جس میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو نامنظور کرنے پر زور دیا جائے گا۔

سیاسی قیدیوں کو دودھ مکھن دیا جائیگا

۳۱ جولائی معلوم ہوا ہے کہ حکومت مدراس نے عام کلاس کے سیاسی قیدیوں کو دودھ مکھن دیا جانے کا فیصلہ کیا ہے۔

RGD.NO.P.347

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

3(6)

در بھنگہ

ناظر تحریر
مولانا محمد عثمان صاحب فاضل مصر

مدیر مسئول
سید عبد الحفیظ سلفی گیاوی

سرپرست
جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

معاونین کرام سے
پانچ روپیہ صہ

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عہ
قیمت ششماہی عہر

جلد ۳ | بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء | نمبر ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

تقسیم فلسطین

اہل فلسطین کے جوش جہاد کو ٹھنڈا کرنے کیلئے وہی قدیم مگر کارگر ہتھیار سے کام لیا گیا جس کا بارہا کامیاب تجربہ ہندوستان اور دیگر مقامات میں کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ فلسطین میں بھی شاہی کمیشن مقرر کیا گیا جس کی رپورٹ بھی شائع ہو چکی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اہل فلسطین کے ساتھ برطانیہ کیا کرنا چاہتی ہے۔ اگرچہ اہل نظر و فکر کو برطانوی مدبروں کی چالوں کا حال کمیشن کی بساط شطرنج بچھنے سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا۔ چنانچہ جس زمانہ میں کمیشن، فلسطین میں مصروف عمل تھا، دوران گفتگو میں ہم نے اپنے استاذ محترم جناب مولانا محمد عثمان صاحب سے اس کے متعلق دریافت کیا آپنے جواب میں فرمایا "مغربی حکومتوں کی سیاسی چالوں کی تہ تک پہنچنا آسان کام نہیں ہے مغربی سیاست میں اب یہ فن بھی داخل کر لیا گیا ہے بلکہ اس کا نہایت آزادی کے ساتھ استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ کہ جب کبھی کسی کمزور قوم میں جوش دیکھو کمیشن کے جال میں پھانس کر اس کو ٹھنڈا کر دو اور کر دو وہی جو پہلے سے طے کر چکے ہو۔ کمیشن کا تقرر ہرگز اس لئے نہیں ہوا ہے کہ اہل فلسطین کے مطالبات پر سچائی کے ساتھ غور کیا جائے گا اور ان کے ساتھ عدل و انصاف برتا جائیگا۔ کمیشن سے مقصود بالذات لوگوں کے جوش کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ ورنہ ہوگا وہی جو پہلے سے طے کر لیا گیا ہے"۔ درحقیقت مولانا موصوف کے قول کا ہر ٹکڑا صحیح تھا۔ لیکن خدانخواستہ برطانوی ارباب سیاست نے اگر عالم اسلام کی متحدہ آواز پر کان نہیں دھر فلسطین کے ساتھ وہی کیا جس کا وہ پہلے سے نقشہ کھینچے ہوئے ہیں تو عام مسلمانوں کا یہ جوش ٹھنڈا ہونیکی بجائے زیادہ سخت، پائدار اور مضبوط ہو جائیگا، اس لئے کہ فلسطین کی حیثیت، دوسرے ممالک کے مقابلہ میں بالکل جداگانہ ہے۔

بدقسمتی سے برطانوی مدبروں نے فلسطین کو دیگر اسلامی یا مشرقی ممالک کی طرح سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ یہ اُن کی بھول ہے۔ برطانوی مدبروں کو اپنی آنکھوں پر حقیقت کی عینک لگا کر دیکھنا چاہیئے کہ فلسطین کے متعلق عام مسلمانوں کے کیا جذبات ہیں۔

اُن کے کیا احساسات ہیں۔؟

فلسطین کے متعلق مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اُن کا اول القبلتین ہے عرصہ دراز تک مسلمان اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے یہی نہیں بلکہ فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو مسلمانوں کے خلیفہ کو اس کے لئے ایک لمبے مگر تاریخی سفر کی ضرورت پیش آئی ہے۔ ایسا سفر جس کی نظیر دنیا پیش کرنے سے عاجز اور قاصر ہے۔

ممکن ہے کہا جائے کہ مسلمانوں نے خون بہائے بغیر اسے حاصل کر لیا تھا اس لئے اس کے ضائع ہونے کا انہیں زیادہ افسوس نہ ہوگا۔ یہ صحیح ہے مگر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ نے اس اعتراض کا منہ بند کر دیا ہے۔ یورپ کی تمام مادی طاقتوں کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح جما رہا۔ اس لئے غیر ممکن ہے کہ مسلمان اپنے اس مقدس مقام سے جس کو اول القبلتین کا فخر حاصل ہے اور قیامت تک رہیگا بے اعتنائی برتیں گے اور اس کی تقسیم پر ٹھنڈی سانس لیکر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائیں گے۔

برطانیہ جو کچھ کر رہی ہے وہ اپنے زعم باطل میں صحیح کر رہی ہے اس لئے کہ اس کی گردن یہودی ساہوکاروں کے بوجھ سے دبی ہوئی ہے چونکہ اس کے اتنے عظیم قرض کی ادائیگی ناممکن العمل ہے۔ اس لئے وہ یہودیوں کو خوش کرنے کے لئے یہ تمام سبز باغ تیار کرنا چاہتی ہے مگر یورپ بالخصوص انگلستان کے ارباب بسط وکشا سے یہ حقیقت پنہاں نہیں ہے کہ برطانیہ کس مہیب اور پر خطر دور سے گزر رہی ہے؟ اتنا خطرناک کہ قدم قدم پر کانٹے ہیں۔ شعلے ہیں۔ برطانوی مدبر لاکھ کوشش کریں مگر ان کے لئے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ آج نہیں تو کل انہیں میدان میں کودنا ہے، آگ سے کھیلنا ہے۔ کیا برطانیہ کو یقین ہے کہ اُس نازک صورت حال میں آئرلینڈ اس کی مدد کریگا۔؟ کینیڈا اس کی اعانت کریگا۔؟ آسٹریلیا اس کا ساتھ دیگا؟ نیوزیلینڈ اس کی ہمدردی کریگا۔ افریقہ کی یونین اس کی دستگیری کے لئے اٹھ کھڑی ہوگی؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک کے متعلق بھی وثوق کے ساتھ کچھ کہنا محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے۔ تو کیا برطانیہ کو مٹھی بھر ان یہودیوں سے توقع ہے جنہوں نے آج تک تلوار نہیں اٹھائی حتی کہ اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے کہدیا اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون بلاشبہ یہود مال سے مدد کر سکتے ہیں مگر جنگوں میں مال کے ساتھ جانوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ہاں اگر اس آڑے وقت میں کوئی قوم کام آسکتی ہے تو وہ مسلمان ہیں! پھر ارباب سیاست کی یہ صاف اور بیّن غلطی نہیں ہے کہ وہ ایک ایسی قوم کو ٹھکرا رہے ہیں۔ ایسی ملت کے ساتھ بے اعتنائی برت رہے ہیں اور ایسی جماعت کے احساس کو مجروح کر رہے ہیں جو بارہا ایفائے عہد کر چکی ہے اور جس سے ہر قسم کی امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

کانگریسی وزارت

اس میں شک نہیں کہ کانگریس نے بہت غور و فکر اور بحث و تمحیص کے بعد وزارتیں قبول کی ہیں اور [illegible] کو یقین تھا کہ کامیابی کا راز [illegible] صرف اس چیز میں پوشیدہ نہیں ہے کہ فلاں کانگریسی وزیر کا [illegible] نے اسٹیشن پر استقبال کیا۔ فلاں نے ایسی جوش بھری تقریر کی کہ دس منٹ تک ہال تالیوں کی آوازوں سے گونجتا [illegible] کامیابی کا راز [illegible] اور صرف اس میں مضمر ہے کہ وزارت نے پبلک کی بھلائی کے لئے کیا کیا تلم اختیار کیں [illegible] وسائل کو عمل میں لایا گیا۔ پبلک کی صحت کے لئے محکمہ حفظان صحت نے کتنے جدید اسپتال قائم کئے۔ محکمہ تعلیم نے پبلک کی [illegible] تعلیم کا کیا انتظام کیا؟ زراعت میں کتنی ترقی ہوئی۔ آبپاشی کے لئے کتنی نہریں جاری کی گئیں۔ ملک میں کتنے صنعتی کارخانے قائم کئے گئے۔ مقدموں میں کتنی تخفیف ہوئی۔ عدالتوں میں رشوت کا بازار کہاں تک سرد پڑا وغیرہ وغیرہ لیکن وزارتوں کے سامنے جو چیز سب سے زیادہ مشکل ہے وہ یہ کہ [illegible] [illegible] بڑھا سکتی ہے اور نہ اخراجات کو کم کرسکتی ہے۔ کسان پر لگان کم کرتی ہے تو زمینداروں سے مالگذاری کم وصول ہوتی ہے۔ مسکرات پر پابندیاں عائد کرتی ہے تو آبکاری کی آمدنی سے ہاتھ دھوتی ہے۔ مصارف میں تخفیف کرکے اس کمی کو پورا کرنا چاہتی ہے تو بڑی تنخواہ والوں کی تنخواہ گھٹانے کا اسے حق ہی نہیں ہے۔ اگر ان تمام چیزوں سے کنارہ کش ہو کر ملک کو فروغ دینے کے لئے قرض لینا چاہتی ہے تو اس کا بھی اسے کلی اختیار نہیں ہے [illegible] میں بھی گورنر بہادر کی چوکھٹ کی [illegible] اور وہ سخت [illegible] شکنجہ میں جکڑی ہوئی ہے۔ مگر باایں ہمہ اسکے ارادے [illegible] اور وہ کچھ کرنا چاہتی [illegible] کہ گوناگوں مشکلات میں گھرے رہنے کے باوجود وہ قوم و ملک کے لئے کیا کرتی ہے۔؟

نادی اصلاح کا سالانہ جلسہ

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ میں ہر سال دو عظیم الشان جلسے منعقد ہوتے ہیں ایک کا نام "انجمن مذاکرۂ علمیہ" ہے اور دوسرا "نادی اصلاح" کے نام سے موسوم ہے۔ اول الذکر کا تعلق اراکین دارالعلوم اور اس کے کارکنوں سے ہے جس میں بیرونجات سے مشاہیر علماء اور خوش بیان واعظین شرکت فرماتے ہیں اور عموماً مارچ یا اپریل کا مہینہ [illegible] منعقد ہوتا ہے اور دوسرے کا تعلق دارالعلوم کے طلبہ اور صرف طلبہ سے ہے وہی اس کے سکرٹری، صدر اور ممبر ہیں، جس کا اجلاس ہر پنجشنبہ کو دارالعلوم میں منعقد ہوتا ہے اور جس میں مختلف عناوین اور مباحث پر طلبہ اردو، فارسی اور عربی زبانوں میں تقریریں کرتے ہیں۔ یہ انجمن ہر سال رجب یا شعبان میں تعلیمی سال کے اختتام سے پہلے ایک خصوصی اور سالانہ عمومی اجلاس منعقد کرتی ہے جس میں درجنوں مختلف عربی اور انگریزی مدارس کے اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ شہر کے رؤسا و معززین کو بھی دعوتیں دی جاتی ہیں چنانچہ اس سال اس کا اجلاس تاریخ ۲۳ رجب ۱۳۵۶ھ روز پنجشنبہ کو ہونا قرار پایا ہے امید کہ طلبہ کا یہ اجلاس خصوصی پچھلے سالوں سے زیادہ پر رونق اور کامیاب ہوگا۔

حقانیتِ اسلام

از جناب بھونیشوری پرشاد سہائے عرف بھولا بابو وکیل "بیگوسرائے"

گزشتہ سے پیوستہ

وحدانیت کی تعلیم

بوجوہات مذکورہ بالا رسولِ اکرم و نبی معظم کی ذات کی ہدایت کی اشد ضرورت تھی اور اسی عظیم الشان مقصد کی ماتحت وہ رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے۔ پہلا شخص جس نے اس باطل پرستی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی وہ یہی سرورِ کائنات تھے۔ تواریخ کے اوراق گردانی فرمائیے۔ آپ کے پہلے کسی نے اس بت پرستی و اوہام پرستی کی ایسی مخالفت نہ کی۔ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ذکر الہیٰ کی جیتی جاگتی تصویر لوگوں کے سامنے پیش کی نہ صرف وعظ و نصائح سے بلکہ اپنے اعمال صالحہ سے اپنے صفات سے اپنے کارناموں سے اپنے روحانی و ایمانی کمالات سے عوام الناس کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرادیا کہ معبودِ حقیقی کی پرستش اس طرح کرنی چاہئے۔ انکی

تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے بقول ایک شاعر

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم

واقعی مادرِ گیتی ایسا جامع کمالات انسان پھر نہ دیکھے گی۔ سہ

بہت دیکھا کئے ہم ماہرو اس بزمِ عالم میں
مگر سب ہیچ نکلے جب محمد مصطفیٰ دیکھا
اے محمد عرش کا تارا ہے تو بدر الدجے
صاد قوں کا نور دیدہ اور محبوبِ خدا
گرچہ جنس بشر میں تیرا ظہور رہا
ملک بھی کر نہیں سکتا برابری تیری

جب خدائے تعالیٰ کی غایت درجہ کی شفقت اپنے بندوں پر ہوتی ہے اور جب اس کے بندے نہیں گمراہی پھیل جاتی ہے تب اپنے بندوں کو قعرِ ذلت سے نکال کر راہِ مستقیم پر لانے کیلئے اپنے پیغمبروں کو

کو سمجھاتے ہوئے خداوند قدیر کا قرب حاصل کرتے رہتے تھے اور اپنا
پیغام حق اپنے نبیوں کے ذریعہ اپنے بندوں کو سناتا ہے اسلئے
ابتداء سے انسان کو مختلف سعادتوں کو اپنے اعمال سے اور
وعظ کے ذریعہ عوام الناس پر ظاہر کرتے ہیں اور ترقی اپنی روحانی
ترقی کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کا اس قدر مقرب ہو جاتا ہے کہ
نہ اس کا ارادہ خدائے تعالیٰ کا ارادہ ہے اور اس کا فعل خدائے
تعالیٰ کا فعل ہے اور اس کا قول خدائے تعالیٰ کا قول ہو جاتا ہے
سچی بات تو یہ ہے کہ حقیقی توحید کی تعلیم حضرت صلعم کے ذریعہ
عوام الناس کو پہونچی اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ معبود حقیقی
کی پرستش اپنے دل سے کس طریقہ سے حضور نے بنی نوع انسان
کو سکھایا حضور کا عشق ربانی حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

حضور کا عشق ربانی

حضورؐ بڑے زبردست عاشق اللہ تھے اور حضور
کے اندر عشق ربانی کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا اُن کی انیس حیات
رفیقۂ زندگی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب
کان میں حضور کے اذان کی آواز پہنچتی تو ہمیں چھوڑ کر اس
طرح چلے جاتے کہ گویا پہچانتے نہیں۔ سبحان اللہ خدا کے عشق
کی کیا بے نظیر مثال ہے وہ یہ بھی فرماتی تھیں کہ ایک شب کو
جب میں بستر خواب سے بیدار ہوئی تو حضور کو کمرہ میں نہیں پایا حالانکہ
اس رات انہیں کے یہاں آنے کی باری تھی۔ پایا کہ حضور کے
مخالفین بہت تھے۔ یہ بہت متردد ہوئیں حضور کی تلاش
میں اِدھر اُدھر گھومنے لگیں۔ اپنی سوکنوں کے کمرہ میں جا کر
دیکھا کہ حضور برخلاف معاہدہ وہاں تو نہیں ہیں جب وہاں
بھی حضور نہیں ملے تو ان کی پریشانی اور بھی زیادہ بڑھ گئی
اتنے میں اُن کے گوش مبارک میں کسی کے رونے کی آواز پہنچی
آخر اس آواز کی طرف وہ چل پڑیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ حضور
قبرستان میں پڑے ہوئے گریہ وزاری کر رہے ہیں اور بنی نوع
انسان کی بہبودی کیلئے پاک پروردگار سے منت و سماجت
کر رہے ہیں اور حضور کا سینہ محبت الٰہی میں اس طرح
جوش مار رہا تھا جس طرح کوئی ہانڈی چولھے پر اُبلتی ہے
حضور نے یہ بھی فرمایا کہ دعا ایک زبردست قوت ہے کوئی موقع
اور لمحہ زندگی کا ایسا نہیں جس کیلئے حضور نے مناسب دعا
نہ سکھلائی ہو یہاں تک بیت الخلا جانے کے وقت بھی حضور
دعا کرتے کہ اے اللہ مجھکو ہر قسم کی نجاست سے بچا۔
حضور نے یہ سکھلایا کہ دعا کرنے سے زبردست
انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ حضور کی مقدس زندگی کا ایک درخشاں
پہلو یہ بھی تھا کہ وہ برابر دعائیں کیا کرتے تھے کہ اے اللہ
میرے دل میں نور ڈالدے۔ میرے کانوں میں نور ڈالدے
میرے زبان میں نور ڈالدے۔ جب حضور نماز کیلئے کھڑے
ہوتے تو اس قدر دیر تک کھڑے رہ جاتے اور اس قدر کامل
محویت و استغراق ہو جایا کرتا کہ اپنے جسم کی مطلق خبر نہیں رہتی

حتی کہ پاؤں مبارک ورم ہو جایا کرتے جسکو دیکھکر اشد ترین منافق بھی عش عش کرتے تھے اور حضور پر ایمان لے آتے تھے۔ آپ گرچہ حبیب خدا تھے مگر کبھی اللہ پاک کی آپ نے نفسانی اغراض کیلئے پرستش نہیں کی جسوقت آپ کا ننھا بچہ ابراہیم کا انتقال ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ہر جاندار کا یہی انجام ہوتا ہے صبر وشکر ہی بہتر ہے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت زینب کا بچہ مر رہا تھا انہوں نے حضور کو بلوا بھیجا شاید اُن کو یہ خیال ہوا ہو کہ میرے والد رسول اعظم و نبی معظم ہیں شاید میرے لڑکے کی صحت بخشی کیلئے خدائے تعالیٰ سے دعا کریں۔ مگر حضور کے لئے زندگی اور موت دونوں برابر تھی۔ بقول ایک شاعر کے ؎

اجل سے وہ ڈریں جینے کو جو اچھا سمجھتے ہیں
یہاں ہم چار دن کی زندگی کو کیا سمجھتے ہیں

بقول دوسرے شاعر کے۔

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردہ میں بیداری کا اک پیغام ہے

بقول تیسرے شاعر کے

فنا کا ہوش آنا زندگی کا درد سر جانا
اجل کیا ہے خمار بادہ ہستی کا اتر جانا
مصیبت میں بشر کے جوہر مردانہ کھلتے ہیں
مبارک بزدلوں کو گردش قسمت سے ڈر جانا

حضور نے اُس کے جواب میں سلام کہلا بھیجا اور کہا کہ اللہ ہی کا سارا مال ہے جو لے اور جو عنایت کرے۔ ہر بات کا اس کے پاس وقت مقرر ہے۔ دوبارہ بلا بھیجنے پر حضور گئے اور رونے لگے اور فرمایا کہ یہ تو اللہ کی رحمت ہے۔ کاش کہ اس زریں تعلیم سے حضور کے دنیادار لوگ سبق سیکھیں اور خدائے تعالیٰ کو اسی رنگ میں سمجھکر اس کی صدق دل سے پرستش کریں۔ بقول کسی شاعر کے۔

خدا تیری رضا رہے اور تو ہی تو رہے
باقی نہ میں رہوں نہ میری آرزو رہے
اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا
نہ دولت نہ عزت نہ زر چاہتے ہیں
فقط ایک تیری نظر چاہتے ہیں

حضور اکثر معبود حقیقی کی پرستش کیلئے غار حرا میں چلے جاتے تھے اور وہاں اپنے خالق کی یاد میں اسقدر مشغول ہو جاتے کہ حضور کو کامل محویت و استغراق ہو جایا کرتا اور کبھی ایسا موقع بھی ہو جایا کرتا کہ دن کا دن رات کی رات وہیں یاد الٰہی میں پڑے رہتے تھے اور خورد و نوش کی مطلق پرواہ نہیں رہتی تھی۔ ان کی جاں نثار بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کئی شام کا کھانا بنا کر ان کے ساتھ کر دیا کرتی تھیں۔ یہیں حضور کا قلب مبارک تجلیات الٰہی کا جلوہ گاہ بن گیا یہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حضور پر وحی نازل ہوئی یہیں رسالت کے معزز درجہ سے حضور ممتاز فرمائے گئے۔

حضور [illegible] بنا دیا تھا اور
کسی حال میں اللہ تعالیٰ [illegible] نہیں
رہا یہی وجہ تھی [illegible] بنا دیا تھا اور
حضور [illegible] کا سامان
دنیا [illegible] بہت ہی خوب
محسوس کرتے تھے۔

حضور اللہ تعالیٰ کے [illegible] قدر
محبوب تھے [illegible] تھی کہ حضور کے
مخالفین بھی کہا کرتے تھے [illegible] محمد اپنے خدا کا عاشق
ہو گیا۔ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
مبارک پر [illegible]

حضور کی زندگی خداوند تعالیٰ [illegible]
حضور کو معراج کا شرف [illegible]
کسی نے کہا ہے۔

مقربان خداوند کو تجھ سے بہتر [illegible]
بلایا عرش پہ تجھکو رفیق اعلیٰ نے مقام صدق میں تجھکو نصیب [illegible]

بت پرستی کی بیخ کنی

بت پرست اشخاص اس وحدانیت کی تعلیم سے بہت خوفزدہ ہوئے اور اس صدائے حق کو دبانے کی کوشش کی حق و باطل کی معرکہ آرائی شروع ہوئی۔ اس ہنگامہ آفریں دنیا میں تاثیر سے دو جماعتوں کا مقابلہ رہا ہے۔ ایک طرف وہ نفوس قدسیہ ہیں۔ دوسری جماعت فانی لذتوں کیلئے مضطرب۔ سنت الٰہی یہی ہے کہ حامیان حق و صداقت کو ہمیشہ عظمت حاصل ہوئی ہے۔ اہل قریش نے بڑے تجبر و غرور [illegible] حضور کے اوپر اور حضور کے متبعین پر ستم روا رکھے اور طرح طرح کی شرارتیں کیں اور انہیں نیست و نابود کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ مگر خداوند کریم نے حسب وعدہ اپنے محبوب کو مظفر و منصور کیا جو جتنا عظیم الشان مقصد لیکر خدائے تعالیٰ کیطرف سے بھیجا جاتا ہے اسے اتنا ہی زیادہ قربانی کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جس کے کامل نمونہ حضور صلعم ہیں۔

کفار عرب کی شرارتیں

اب حضور کے تکالیف و مصائب کی مختصر داستان ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

ایک موقع پر حضور صحن کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے حضور کے گلے میں ایک ناعاقبت اندیش نے کپڑا ڈالکر اس زور سے کھینچا کہ حضور منہ کے بل زمین پر جا گرے۔ ایک دفعہ حضور جا رہے تھے۔ فرق مبارک پر حضور کے ایک مخالف نے خاک ڈالدی۔ حضور کی صاحبزادی نے سر دھویا اور چونکہ حال ہی میں ان کے ماں کی وفات ہو چکی تھی اپنے باپ کی اس تکلیف کو دیکھکر بہت روئیں۔ اس پر حضور نے جواب دیا کہ

[illegible] روایات اظہار [illegible] کا کام بھی [illegible] اخلاق دیکھا جس کی مثال دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ ایک مرتبہ حضور کے دشمن نے حضور کو تنہا دیکھ کر تلوار کھینچ لی [illegible] اور حضور سے کہا کہ اے محمد اس وقت تم کو کون بچائیگا حضور نے جواب دیا اللہ۔ یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ پاؤں لرز گئے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ حضور [illegible] [illegible] اس تلوار کو اپنے ہاتھ میں لے لی [illegible] بتا تجھ کو کون بچا سکتا ہے [illegible] کا حضرت صلعم نے فرمایا [illegible] تمہارا [illegible] تمہیں بچا لے [illegible] کہا۔ وہ کہتا تو آپ کے کہنا [illegible] سے [illegible] تھا حضور نے اپنے اشد ترین منافق کو بھی معاف کر دیا اس حسن سلوک کو حضور نے دیکھا اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ لوگ آنکھیں کھول کر دیکھ لیں کہ یہ ہے آپ کے اخلاق کی عظمت۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور نماز پڑھ رہے تھے سجدہ کے وقت ان کے مخالفین نے اونٹ کی اوجھڑی اٹھا کر حضور کے گلے میں ڈال دیا وہ اس قدر وزنی تھی کہ حضور کو سر مبارک اٹھانا مشکل ہو گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آکر اس کو کھول دیا۔ جب مکہ والوں نے حضور کو بہت تنگ کیا تب حضور پیغام حق سنانے کیلئے مقام طائف تشریف لے گئے۔ وہاں کے ناعاقبت اندیشوں نے بھی حضور پر تین میل تک اینٹوں اور پتھروں کی بارش کی حضور [illegible] ان لوگوں [illegible] لوگوں [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] اپنے لوگوں کو [illegible] رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے اپنی ذات کیلئے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ حضور کی [illegible] صاحبزادی کو [illegible] نے اس قدر پتھر مارا کہ [illegible] ہو گیا [illegible] یہی ان کی موت کا باعث ہوا۔ اہل قریش نے یہاں تک ظلم کیا کہ کعبہ شریف پر یہ لکھ کر آویزاں کر دیا کہ جو شخص ان کے یا ان کے متبعین کے ساتھ خرید و فروخت کریگا یا کسی قسم کا سروکار رکھیگا وہ بھی قتل کر دیا جائیگا۔ مسلمانوں سے مقاطعہ کلی کا اعلان کر دیا ایک دو مہینہ نہیں بلکہ لگاتار تین برس تک سیاہ بختوں نے وہ سلوک روا رکھا جو عہد نبوت کا ایک دلسوز اور عبرت انگیز باب ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاقہ کی نوبت پہنچ جایا کرتی تھی اور بعض وقت ان لوگوں کو بھی درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنے پڑتے تھے اور سوکھا ہوا چمڑا بھون کر کھاتے تھے۔ ان لوگوں کے عیال و اطفال غایت درجہ کی گرسنگی و تشنگی کے سبب گریہ و زاری کرتے تھے اور ان کے والدین اپنی کھلی آنکھوں سے اس حالت زار کو دیکھ کر بھی ثابت قدم رہے۔ ستم پروروں نے اس قدر ستم ڈھایا کہ [illegible] کو ننگا کر کے ان کے شرمگاہوں میں نیزے مارتے تھے [illegible]

گیا ہیج کو گرم کرکے ان لوگوں کے بدن پر داغ دیتے تھے ان لوگوں کو کانٹوں پر گھسیٹتے تھے۔ ان لوگوں کو دیوانہ سمجھکر تالیاں بجاتے تھے۔ وہ بدزبانی کیا کرتے تھے۔ مگر واہ رے عشق محمدی کہ ان لوگوں نے سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے نام پر صبر واستقلال سے برداشت کئے اور اپنے عقیدہ پر قائم رہے۔

عورتوں کی چھاتیوں میں شدت اذیت کے باعث دودھ خشک ہو چکا تھا۔ ان ظالموں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کو خاندانی قبرستان میں لیجانے تک نہ دیا۔ ظلم اور خونریزی کی آندھیوں سے فضائے مکہ میں ایک کربلا برپا تھا۔ غرض ظالم ظلم کرتے کرتے تھک گئے۔ مگر مظلوم ظلم اٹھاتے اٹھاتے نہیں تھکے جو اشخاص صداقت کے متلاشی [illegible] رہتے ہیں وہ اپنے اصول سے ہٹتے نہیں ہیں چاہے انواع و اقسام کی اذیتیں انہیں پہنچائی جائیں۔

سر کٹانا راہِ حق میں عاشقی کا کام ہے
درحقیقت عشق صادق بس اسی کا نام ہے
صداقت کیلئے گر جان جاتی ہے تو جانے دو
مصیبت پر مصیبت سر پہ آتی ہے تو آنے دو

یہ صرف تجلیات الٰہی کا مظہر تھا حضور نے خود تکالیف برداشت کیں اوروں کو آرام پہنچایا یہ بھی حضور کی بدست قربانی ہے۔ اہل قریش اس قدر مخالفت پر کیوں تلے ہوئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ کعبۂ معلیٰ کے متولی اور کلید بردار تھے۔ بت پرستی کے ذریعہ ان کی اوقات بسری ہوتی تھی۔ ان بتوں پر بہت نذر و نحائف و مال و دولت لوگ چڑھایا کرتے تھے اور انہیں سے مرادیں مانگی جاتی تھیں اور اس ذریعہ ان لوگوں کی پرورش و پرداخت ہوا کرتی تھیں جب اس آسانی کے ساتھ شکم پروری ہو جایا کرے تو محنت و مشقت و ایمانداری سے پیٹ بھرنے کی کیا ضرورت۔ اس طلسم کے ٹوٹنے سے قریش کے بھی اقتدار کا خاتمہ تھا۔ معبودان باطل کی مخالفت دیکھکر اہل قریش میں بڑی اضطرابی تھی مگر وہ سرور کائنات جو کہ دنیا پر خدا کی بادشاہی قائم کرنے کے لئے پیغمبر بناکر بھیجے گئے تھے وہ پیغام حق سے کب باز آنے والے تھے۔ جب مخالفین نے دیکھا کہ ان کے ظلم کا نتیجہ کچھ نہیں نکلتا اور دنیا کی تمام اذیتیں حضرت صلعم کو راہ راست سے منحرف نہیں کرسکتیں تب امنڈتے ہوئے سیلاب اسلام کو روکنے کیلئے جلسہ مشورت کرنے لگے۔ آخرش یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ ترغیب وتحریص سے کام لینا چاہئے۔ ایک قابل آدمی کو پیغام لیکر حضرت صلعم کے پاس بھیجا کہ اگر ان کو حکومت کی تمنا ہے تو عرب کا تاج حاضر ہے۔ اگر زر و جواہر کی ضرورت ہے تو اس کے انبار ان کے قدموں کے آگے کرنے کو تیار ہیں۔ اگر جاہ و حشمت کی تمنا ہے تو ہم لوگ سب ملکر اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں۔ اگر خوبصورت عورت کی تمنا ہے تو قریش کی

جنتی ماہ پیکر و گل اندام دوشیزہ لڑکیاں ہیں ان کے عقد میں مطابق خواہش ان کے دینے کو تیار ہیں مگر وہ اپنے تبلیغ اسلام سے باز آ دیں۔ مگر جو عظیم الشان مقصد لیکر خدا کے طرف سے بھیجا جاتا ہے اُسے دنیائے فانی سے کیا رغبت ہوسکتی ہے۔ اس لئے حضور نے ان تجویزوں کو ٹھکرا دیا اور سخت ناپسند کیا اور فرمایا کہ میں دنیا میں خدا کی بادشاہت قائم کرنے کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ وہ قاصد جب واپس آیا۔ تب اس کے دل پر حضور کی تعلیم کا اتنا اثر تھا کہ وہ اہل قریش کے پاس نہیں گیا۔ تب ابوجہل نے اس کے دروازے پر دستک دی، وہ نکلا اور بولا کہ میں نے رسول عربی کی باتیں سنی ہیں کہ جو نہ شاعری ہے نہ ساحری۔ حضور کا کلام سنکر میرا دل بیتاب ہوگیا حقیقت میں عبادت کے قابل ایک ہی ذات گرامی ہے۔ اس خبر کو سنکر اہل قریش بڑے چراغ پا ہوئے اور جلسہ مشاورت منعقد کئے اور حضور کے چراغ حیات کو گل کرنے کیلئے تدابیر سوچنے لگے۔ تب ان لوگوں نے حضور کے چچا ابوطالب سے جاکر کہا کہ اپنے بھتیجا کو منع کر دیجئے کہ تبلیغ اسلام سے باز آ دے اور ہمارے مذہب کے ننگ و ناموس کو خاک میں نہ ملائے۔ حضور کے چچا اس پیغام کو لیکر حضور کے پاس آئے۔ حضور اپنے چچا کے بہت احسانمند تھے۔ چونکہ صغر سنی میں بوجہ وفات والدین کے انہوں نے حضور کی پرورش و پرداخت کی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ میرے پیارے چچا اگر اہل مکہ میرے دائیں ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب لاکر دیدیں تب بھی میں پیغام حق سے باز نہیں آسکتا یا تو اللہ اس کام کو پورا کردیگا یا میں اس پر قربان ہوجاؤں گا۔ اور اس وقت تک اپنے کام کو نہ چھوڑونگا جب تک خدائے تعالیٰ حق کو ظاہر نہ کردے۔

اس استقلال و ثبات، اس ہمت و جوش کی کوئی مثال تواریخ میں ملنی دشوار ہے۔ مادی دنیا میں آفتاب و ماہتاب سے بڑھکر اور کوئی بیش بہا چیز نہیں ہے۔ اگر آفتاب نہیں رہتا تو دنیا تاریکی میں رہتی۔ دنیا کی کل روشنی اسی سے قائم ہے۔ کوئی چیز کا نشو و نما ہونے نہیں پاتا اگر ماہتاب نہیں رہتا تو امرت پیدا نہیں ہوتے۔ غرض اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ اس چھوٹی سی کتاب میں کہاں تک بیان ہوسکتا ہے غرض حضور کے کہنے کی یہ تھی کہ ساری اشیاء دیدینے پر بھی پیغام الٰہی کی اشاعت سے باز نہیں آسکتا۔ اس جواب سے حضور کے چچا ناخوش نہیں ہوئے اور ان کے ابرو پر ذرا بھی شکن نہیں آیا اور برابر وہ حضور کی پشت پناہی کرتے رہے۔ یہ حضور کے تاثیرات قدسیہ اور روحانی قوت کا کرشمہ ہے ایسے ہی نبی کے دم سے یہ عالم باوجود اس کثرت معصیت کے قائم و برقرار ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب حضور کی تعریف میں کہا ہے۔

اس نماز میں پڑھتو [illegible]
[illegible]
[illegible]
آواب [illegible]
[illegible]
[illegible] حضور کی [illegible]
[illegible]
مخالفین [illegible]
حضور کی ملاقات پر آمادہ [illegible] حضور [illegible]
[illegible] اور [illegible]
چلا گیا کہ آپ کو ہلاک کر [illegible] مقابل میں تقسیم آئے
[illegible] قتل کی نیت سے نکلے تھے۔ لیکن آخر میں حلقہ بگوش
اسلام ہوئے۔ جب تلوار ہاتھ میں لیکر یہ نکلے تو راستہ میں ایک
شخص سے ملاقات ہوئی اس نے دریافت کیا کہ [illegible]
حالت میں آپ کہاں [illegible]
کو صفحۂ ہستی سے ملیامیٹ کرنے کے لئے [illegible] تلوار ہاتھ میں [illegible]
ہے اُس شخص نے کہا کہ [illegible]
بیٹا تمہیں معلوم [illegible] مسلمان [illegible]
[illegible] حضرت [illegible]
کہا کہ اگر آپ کو [illegible]
کو دیجئے [illegible] ہرگز [illegible]

حضرت عمر اس بات کی تحقیقات کیلئے اپنی ہمشیرہ کے مکان پر
گئے اور وہاں پہنچتے ہی ان کے دروازہ پر دستک دی۔ [illegible]
[illegible] قرآن مجید تلاوت کر رہی تھیں چونکہ حضرت عمر ایام
جاہلیت میں بڑے سخت مزاج تھے ان کی ہمشیرہ نے اس خوف
سے کہ قرآن مجید کی توہین نہ کریں اس آسمانی کتاب کو چھپا
دیا۔ حضرت عمر نے اندر آتے ہی یہ دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے
کہ تم لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ ان لوگوں نے اس
بات کا جواب اثبات میں دیا تب انہوں نے [illegible]
بہت ہاتھ کا ذبح کیا ہوا گوشت نہیں کھاؤ گے ان لوگوں
نے صاف انکار کر دیا کہ ہرگز نہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر کے غیظ
و غضب کی آگ بے تحاشا بھڑک اٹھی انہوں نے ہمشیرہ و بہنوئی
کو [illegible] لہو لہان ہو گئے۔
تب حضرت عمر نے ان لوگوں سے کہا کہ اب بھی اسلام سے توبہ کر لو
ان لوگوں نے جواب دیا کہ اگر جان سے بھی ہلاک کر دو گے تب
بھی ہم لوگ اسلام کو ترک نہیں کر سکتے۔ آخر کار حضرت عمر کا اپنی
ہمشیرہ و بہنوئی کے خون کو دیکھ کر کلیجہ سہم گیا اور اپنی
حرکت ناشائستہ پر نہایت نادم [illegible] اور ان کی حالت
میں غیر معمولی تبدیلی واقع ہونے لگی۔ کیوں نہ ہو چونکہ حضرت
رسول مقبول نے بارگاہ خداوندی میں یہ استدعا کیا تھا کہ
اے پاک پروردگار دو اشخاص یعنی حضرت عمرؓ و ابو جہل
سخت اسلام کے مخالف ہیں ان میں سے کم سے کم ایک کو بھی

آغوش اسلام میں لے۔ آنحضورؐ کی دعا اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی حضرت عمرؓ خوش نصیب تھے اُن پر اللہ کی [illegible] ہوئی اور ابو جہل سخت موذی تھا اسلام کے تلوار سے [illegible] ہیں دو ٹکڑا ہو گیا جیسا قبل بیان کر چکا ہوں [illegible] عمرؓ اپنی ہمشیرہ کے مکان کے باہر کھڑے [illegible] قرآن مجید تلاوت کر رہی تھیں آیات ربانی [illegible]

تو [illegible] ہمشیرہ کو کہا کہ جو کتاب تم پڑھ رہی تھیں [illegible] ان کا اشتیاق اس قدر زیادہ ہوا [illegible] ان کے ہمشیرہ کے کہنے پر [illegible] روحانی مسرت حاصل ہوئی کہ [illegible] اسلام [illegible]۔

اعلان عام

منجانب سکرٹری انجمن اہل حدیث دربھنگہ

مدتوں سے یہ کوشش جاری تھی کہ [illegible] اطراف و جوانب میں دورہ کر [illegible] کام صحیح تبلیغ کر سکے چنانچہ اس سلسلہ میں اخبارات میں [illegible] حضرات سے خط و کتابت بھی کی گئی مگر نتیجہ حسب خواہ نہ نکلا، بالآخر اراکین انجمن اہلحدیث دربھنگہ نے یہ طے کیا کہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ کے بعض فارغ التحصیل طلبہ کی خدمات حاصل کی جائیں اور انہیں کو آہستہ آہستہ اس قابل بنایا جائے کہ وہ اس امر خطیر کو [illegible] چنانچہ دار العلوم مذکور کے ایک ہونہار اور فارغ التحصیل طالب العلم مولوی عبد الرحیم صاحب کا اس سلسلہ میں انتخاب کیا گیا ہے اور وہ ماہ رواں (رجب) کی پہلی تاریخ سے مقرر کر لئے گئے اور عنقریب دورہ پر جانے والے ہیں۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ اضلاع ترہت کے تمام اہلحدیثوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ مولوی عبد الرحیم صاحب مبلغ تبلیغ کے سلسلہ میں جہاں کہیں جائیں لوگ ان سے مستفیض ہوں اور ایسے وسائل اختیار کریں جس سے دوسرے بھائیوں کو بھی فائدہ پہنچنے کا موقع مل سکے نیز جن مقامات میں مبلغ کی ضرورت محسوس کی جائے اس سے دفتر اہل حدیث دربھنگہ کو اطلاع دیں تاکہ وہاں خصوصیت کے ساتھ انہیں روانہ کیا جا سکے۔

المشتهر

سید محمد عثمان عفی عنہ جنرل سکرٹری انجمن اہل حدیث دربھنگہ

ابن حجر عسقلانی

(از جناب ... صاحب سیاٹھی مرشدآبادی۔ مدرس دار العلوم مدرسہ سلفیہ)

نام و نسب احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی ابن محمود بن احمد ابن العسقلانی المصری الشافعی ہے۔ کنیت ابو الفضل اور لقب شہاب الدین ہے اور ابو المعالی ... عرف عام میں ابن حجر مشہور ہیں۔

ولادت ۲۳ شعبان المکرم ۷۷۳ھ میں مصر میں پیدا ہوئے جب آپ کی عمر چار برس کی ہوئی تو والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے والد نے وفات کے وقت یہ وصیت کی کہ میرے بعد میرا لڑکا خرتوبی کے حوالہ کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ نے وہیں پرورش پائی۔

تحصیل علم جب عمر پانچ برس کی ہوئی تو خرتوبی نے انہیں پڑھنے کیلئے مکتب میں داخل کر دیا۔ آپ ابتدا ہی سے ذہین و فطین واقع ہوئے تھے سورۂ مریم ایک ہی روز میں یاد کر لیا۔ اور تھوڑی ہی مدت میں قرآن مجید کے حافظ بن گئے۔ گیارہ برس کی عمر میں تحصیل علم کیلئے بیت المقدس۔ دمشق۔ نابلس۔ اور یمن وغیرہ کا سفر کیا اور دور دراز ملکوں کی خاک چھانی اور ۲۰ برس کی عمر میں جمیع علوم و فنون کے ماہر و کامل بن گئے۔ حتی کہ امام سیوطی رح فرماتے ہیں کہ ریاست فی الحدیث آپ پر ختم ہو چکی ہے نہ تو آپ کی موجودگی میں کوئی حافظ الحدیث ہوا اور نہ آپ کی وفات کے بعد کیونکہ حافظ وہ ہوتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ حدیث باسند از بر ہو۔ ادب و تاریخ تو آپکا خاص فن تھا اگر کہا جاوے کہ رواۃ کی شناخت آپ ہی کا خاص حصہ تھا تو بیجا نہ ہوگا آپ شاعر بھی تھے۔ برجستہ اشعار کہتے تھے ابن فہد ان کی تعریف یوں فرماتے ہیں۔ شکر سے زیادہ میٹھا ہوا سے زیادہ تیز۔ تیر سے زیادہ اثر کرنے والا اگر کچھ ہے تو ابن حجر کے اشعار ہیں۔ آپکا ایک دیوان بھی ہے جو دیوان ابن حجر کے نام سے موسوم ہے۔

مشہور اساتذہ ہر فن کیلئے الگ الگ آپ کے استاذ تھے۔ فن حدیث میں عفیف الدین عبد اللہ

بن محمد النیساپوری المتوفی ۹۰۲ھ حافظ عبد الغنی المقدسی۔ ابو حامد محمد ابن ظہیرۃ عبد الرحیم رزین ابن ابو محمد۔ برہان الدین الشامی۔ عبد الرحمن بن الشحنۃ حلاوی سو بادی۔ حافظ زین الدین ابی الفضل وغیرہم ہیں ۔ فقہ شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی۔ اور برہان الدین ابراہیم الانباسی سے حاصل کیا منطق و اصول کے استاذ نصرۃ الاسلام عبد العزیز بن حمزہ ابن جماعتہ ہیں۔

علوم ادب عروض اور معانی کے سرتاج المحاج بدر البشتکی المنہاج سے سیکھے۔

مشہور تلامذہ آپ کے چشمۂ علم سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ مستفیض ہوئے جنکا احصاء ناممکن ہے ہاں مشہور و معروف تلامذہ یہ ہیں۔ علامہ سخاوی۔ برہان البقاعی۔ حافظ تقی الدین۔ ابن فہد۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری وغیرہم۔

اخلاق آپ اخلاق کے پتلا تھے تواضع کا یہ عالم تھا کہ ہر کس وناکس خورد وکلاں استاد وشاگرد کے سامنے عاجزی وانکساری سے پیش آتے تھے۔ اجنبی کی نظروں میں حقیر و ذلیل تھے۔ باوجود متمول اور ذی حیثیت ہونے کے دیکھنے میں ایک ادنیٰ اور معمولی شخص معلوم ہوتے تھے۔ اس قدر صابر وشاکر تھے کبھی اپنا بدلہ نہیں لیا اور نہ کسی کو بددعا دینے کے لئے حکم دیا۔ حلم و بردباری و رقت و احتیاط ... قیادت و سیادت تصنیفات و تکریمات آپکا شعار تھا۔

عہدۂ قضاۃ ابن فہد فرماتے ہیں کہ پہلے آپ ایک مدت تک مصر میں قاضی رہے۔ اس کے بعد ملک المؤید المحمودی نے شام کا قاضی بنایا وہاں تین برس تک قاضی القضاۃ کا کام انجام دیتے رہے۔ پھر دوبارہ دیارِ قاہرہ میں منصب قضاۃ پر معمور ہوئے اور اپنی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ ہیں گزارا علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ کل مدت قضاۃ آپ کی ۲۱ برس رہی۔

تصنیفات باوجود سخت ذمہ داری و کثرتِ اشتغال کے ۱۵۰۔ ایک سو پچاس کتابیں لکھیں منجملہ ان کے چند کتابیں درج ذیل ہیں۔ فتح الباری مع مقدمہ کے چودہ جلدوں میں۔ تہذیب التہذیب جس میں ۱۲۷۶۳ رواۃ کے مختصر سوانح ہیں۔ چار جلدوں میں اصابہ فی معرفۃ صحابہ جس میں ۲۲۷۹ صحابہ اور ۱۵۴۳ صحابیات کے حالات درج ہیں۔ آٹھ جلدوں میں۔ تقریب التہذیب چھ جلدوں میں اتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ۔ المسند الحنبلی دو جلدوں میں لسان المیزان دو جلدوں میں۔

[illegible] ان منہ جاری ہیں

[illegible] حدیث [illegible] مجلدوں میں ہے [illegible]

[illegible] فتح الباری [illegible] تعلیق التعلیق [illegible]

وصل لم [illegible] التعلیق، التوفیق، تلخیص التشنیق

[illegible] الامام [illegible] المشتبہ بتحریر [illegible]

[illegible] نخبۃ الفکر [illegible] اس کی شرح [illegible]

[illegible]

[illegible]

الالباب فی [illegible]

عن [illegible] الا بعضہ۔

ترتیب المنہج [illegible] ہوگیا تھا۔

کہ آپ کتنے بڑے اہل علم اور [illegible] تھے۔

[illegible] نصف حصہ [illegible]

وفات [illegible] ہوا چلی کہ وہاں کا روشن چراغ ہمیشہ کیلئے بجھ گیا صبح ہوتے ہی شہر میں سنسنی پھیل گئی۔ دوکانیں بند ہوگئیں کچہری و دار السلطنت میں تالا لگ گیا معلوم ہو رہا تھا کہ ہر ایک اپنے اپنے والدین کی وفات پر ماتم کر رہا ہے۔ کوئی کدال و پھوڑا لیکر دوڑ رہا ہے۔ اور کوئی کفن و لکڑی کے انتظام میں لگا ہوا ہے۔ آسمان بدلی سے بھرا تھا مینہ و تم پانی کا سامان تھا مگر لوگ جوق جوق جنازہ کیلئے آرہے ہیں۔ آن کی آن میں اتنے لوگ جمع ہوگئے کہ کبھی کسی کے جنازہ میں اتنے لوگ نہیں دیکھے گئے تھے حتی کہ خود سلطان الملک الظاہر [illegible] اور ان کے [illegible] بھی سب ساتھ رہے۔ [illegible] سلطان الملک [illegible] اور [illegible] حفاظ موجود تھے۔ جب قبر کے پاس جنازہ رکھا گیا تو بارش بہت تیز ہوگئی۔ [illegible] شہر [illegible] پر اس زمانے کا [illegible] شہاب المنصوری نے یہ اشعار کہے۔

قد بکت السحب علی
قاضی القضاة بالمطر
وانهدم الركن الذی
کان مشیداً بالحجر

تمام جنازہ کے بعد [illegible] کی قبر سے متصل [illegible] جانب دفن کئے گئے۔

محمد عرفان سلفی
[illegible]آبادی

رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلمات طیّبات!

ایک سو حدیثوں کا با محاورہ ترجمہ

از جناب مولوی محمد عین الحق صاحب سلفی سلّمہ مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ

قسط (۳)

اَلْمُسَاوَاۃُ وَالْاِخَاءُ وَالْاِتِّحَادُ

مساوات۔ بھائی چارگی اور اتحاد

(۵۵) لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

(۵۵) تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا؛ یہانتک کہ اپنے بھائی کیلئے اسی چیز کو پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۵۶) اَلْخَلْقُ کُلُّهُمْ عِیَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّهُمْ اِلَیْهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِیَالِهٖ

(۵۶) کل مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب وہ ہے، جو اللہ کی عیال کو زیادہ نفع پہنچاتا ہو۔

(۵۷) اَلْاِنْسَانُ اَخُو الْاِنْسَانِ اَحَبَّ اَوْ کَرِهَ

(۵۷) ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے خواہ اسے پسند کرے یا برا سمجھے۔

(۵۸) اَلنَّاسُ سَوَاسِیَۃٌ

(۵۸) کل انسان برابر ہیں۔

(۵۹) مَنْ آذٰی ذِمِّیًّا فَقَدْ اٰذَانِیْ

(۵۹) جس نے کسی ذمی (کافر) کو تکلیف دی تو اس نے مجھکو تکلیف دی۔

(۶۰) یَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَۃِ وَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِیَۃَ۔

(۶۰) اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے جو بکری گلہ سے علیحدہ رہتی ہے بھیڑیا اسی کو کھاتا ہے۔

(۶۱) اَلْمَرْءُ كَثِيْرٌ بِأَخِيْهِ وَلَا خَيْرَ فِيْ صُحْبَةِ مَنْ لَا يَرٰى لَكَ مِنَ الْحَقِّ مِثْلَ مَا تَرٰى لَهٗ

(۶۱) آدمی اپنے بھائی سے مل کر زیادہ ہوتا ہے۔ ایسے شخص کی صحبت میں فائدہ نہیں ہے جس کے حق کی تم حفاظت کرتے ہو اور وہ تمہارے حق کا ویسا خیال نہیں کرتا۔

(۶۲) لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا۔

(۶۲) ایک دوسرے کے راز کی تلاش مت کرو آپس میں فخر و مباہات سے بچو۔ ایک دوسرے پر حسد نہ کیا کرو۔ باہم بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے کے پیچھے برائی مت کہو اور سب اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔

اَلْمُجَاهَرَةُ بِالْحَقِّ

حق کو ظاہر کرنا

(۶۳) قُلِ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا

(۶۴) قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ عَلٰى نَفْسِكَ

(۶۵) إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا

(۶۳) حق بات بولا کرو اگرچہ کڑوی ہو۔

(۶۴) حق بات بولا کرو خواہ اسکا ضرر اپنے ہی نفس پر کیوں نہ ہو

(۶۵) حقدار کو بولنے کا حق ہے۔

اَلْحَذَرُ وَالْيَقَظَةُ

ہوشیاری اور بیداری

(۶۶) دَعْ مَا يَرِيْبُكَ إِلٰى مَا لَا يَرِيْبُكَ

(۶۷) مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيْهِ

(۶۸) اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ

(۶۹) اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ

(۷۰) اَلْحَزْمُ أَنْ تُشَاوِرَ ذَا الرَّأْيِ ثُمَّ تُطِيْعَهٗ

(۶۶) جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو۔ اور ایسا کام اختیار کرو جو تم کو شک و شبہہ میں نہ ڈالے۔

(۶۷) جو ممنوعات کے گرد پھرے کا ممکن ہے کہ اس میں مبتلا ہو جائے

(۶۸) نیک بخت وہ ہے جو غیر کی مصیبت سے نصیحت پکڑے۔

(۶۹) لڑائی دھوکہ ہے۔

(۷۰) ہوشیاری اس میں ہے کہ صاحب رائے سے مشورہ کرے۔ اور پھر اس کی اطاعت کرے۔

(۷۱) أخسر الناس صفقةً من أخلق يده في آماله ولم تساعده الأيام على أمنيته

(۷۲) الجار قبل الدار

(۷۳) أحبب حبيبك هوناً ما عسى أن يكون بغيضك يوماً ما وابغض بغيضك هوناً ما عسى أن يكون حبيبك يوماً ما۔

(۷۱) زیادہ گھاٹے میں وہ شخص ہے جس نے اپنی زندگی امیدوں کی نذر کر دی اور زمانے نے اس کی مدد نہ کی۔

(۷۲) گھر بنانے سے پہلے پڑوسی بناؤ۔

(۷۳) دوست سے اپنی دوستی زیادہ نہ بڑھاؤ ممکن ہے کسی دن وہ تمہارا دشمن ہو جائے۔ اسی طرح اپنے دشمن سے دشمنی بحد مت بڑھاؤ ممکن ہے کسی دن وہ تمہارا دوست ہو جائے۔

حفظ الصحة

(۷۴) نحن قوم لا نأكل حتى نجوع وإذا أكلنا فلا نشبع

(۷۵) المعدة بيت الداء الحمية رأس كل دواء وأصل داء البردة (وهي إدخال الطعام على الطعام)

صحت کی حفاظت

(۷۴) ہم ایسے لوگ ہیں کہ جب تک بھوک نہیں لگتی ہے نہیں کھاتے اور کھاتے بھی ہیں تو آسودہ ہو کر نہیں۔

(۷۵) کل بیماری کا گھر معدہ ہے نیز کل دواؤں کی اصل پرہیز ہے (سو دوا ایک پرہیز) کل بیماریوں کی جڑ کھانا پر کھا لینا ہے۔

(باقی آئندہ)

اُمید

از جناب مولانا علی حسن صاحب رونق استھانوی فاضل شمسی

امید تجھ سے ہر اک گل چمن میں خنداں ہے
کلی کلی میں بھی تیری جھلک نمایاں ہے
تجھی میں عالم تکویں کا راز پنہاں ہے
تجھی سے عاشق ناکام شاد و فرحاں ہے

لیا صدف نے شکم میں جو قطرۂ باراں
تو اس کے دل میں بھی تیری ہر دشنی پنہاں

یہ کشت زار میں زارع کی ہے بہ پے محنت
شب سیاہ میں عابد کی شان محویت
پدر کو اپنے پسر سے یہ مہر بہ الفت
ہر اک کو خیر سے رغبت برائی سے نفرت

کسی میں مہر کسی میں جفا کی تو خو ہے
کسی میں رنگ ہے اور کسی میں تو بو ہے

تو ہی تھی یونس و یوسف کی رہبر منزل
تو ہی تھی ہر گھڑی صحرا میں رام کے شامل
تو ہی ہے خضر بیاباں کی مرشد کامل
تجھی سے ہوتی ہے انساں کی سہل ہر مشکل

امید ہی سے ہے عالم میں شاد ہر انساں
امید ہی پہ ہے رونق خدا کا ہر فرماں

غلط فہمی!

ایک بکرے کا دلچسپ مزاحیہ افسانہ

از جناب مولوی محمد محسن صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی انگلش اسکول دربھنگہ

ذیل کا افسانہ ایک انگریز مزاحیہ نویس مورلے رابرس (MORLEY ROBERS) کے ایک افسانہ کا ترجمہ ہے "مترجم"

گونیڈولن اوکھرسٹ کی پہلی ملاقات لارڈ ہمپٹن سے اوپیرا[1] میں اپنی خالہ کے باکس[2] میں ہوئی اسٹراونسکی[3] کا ایک انقلاب آفریں راگ سازوں سے نکل رہا تھا مگر گوین کیلئے یہ راگ اسکے اپنے رومان کی تمہید تھا۔

گوین کی نگاہ تماشائیوں کے سروں سے گزر کر اس پر پڑی وہ سنجیدگی سے بولی "اس کے خوبصورت ہونے میں شبہ نہیں"۔

بوڑھی لیڈی بیزنگٹن نے کہا "ہاں اور وہ تم سے ملنا چاہتا ہے ہیری جیسے شرمیلے مرد کیلئے یہ بات اپنے اندر معانی کے دفتر رکھتی ہے"۔

گوین بولی "ہاں خالہ تم کچھ اس کی باتیں کرو مجھے واقعی گمان ہو چلا ہے کہ میں اسے پسند کرنے لگوں گی"۔

لیڈی میری بول اٹھی "پسند! ابھی تم اسے چاہنے لگوگی۔ صورت، فراست، دولت وہ کیا نہیں رکھتا۔ اتنی سی خوبیوں کے ساتھ خواہ مخواہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں کچھ کسر بھی ہوگی۔ شاید اس کے عادات و اطوار میں۔ مگر نہیں وہ بھی بے عیب ہیں! اسمیں اس میں وہ باوقار سکون ہے جو میری جوانی کے دنوں میں اچھی تربیت کی پہچان سمجھا جاتا تھا"۔

---

[1] غنائیہ تمثیل اور وہ عمارتیں جہاں ایسی تمثیل دکھائی جائیں۔ [2] تھیٹر یا اوپرا میں ایسی نشست جہاں کئی آدمیوں کی جگہ ہوتی ہے۔ [3] فن موسیقی میں ایک نئی طرز کا موجد۔

گوئن نے پوچھا "تو کیا اس میں کوئی عیب ہے یا نہیں؟"

لیڈی میری نے جواب دیا "اگر ہے تو اس کا شمار نیکیوں میں ہونا چاہئے اور تمہارے لئے تو اس میں ایک دلکشی ہوگی۔ جانوروں سے اس کا عشق عقل کی حدود سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے اپنے میدان میں جنگلی گھوڑے پال رکھے ہیں اور وہ تم سے ملاقات کی خواہش رکھتا ہے! اب کیا تم کو کوئی فرشتہ چاہئے؟"

گوئنڈولن بولی "پروں والا فرشتہ؟ ہرگز نہیں مجھ اپنے عشق کے طرف بہت عزیز ہیں۔"

لیڈی میری نے جواب دیا "تو پھر پروں والا فرشتہ؟ کوئی مسرت ملاقاتوں میں تمہیں بجز جنگلی گھوڑوں سے ... اور گوئنڈولن سے ملاقات کی خواہش ان دونوں کو یکجا کر دیا کسی قدر حیرت کا باعث ... والا ضرور تھا۔ مگر جو تصویر لیڈی میری نے کھینچی تھی اسکا نور اثر ایک ایسی لڑکی پر جو پرستش کرنے والا دل رکھتی تھی اور جانوروں کی تو گویا پرستش کرتی اور خود نسائیت کی اس صنف کا ایک نہایت دلکش نمونہ تھی جس کی ترجمانی بطریق احسن گینسبورو[1] نے اپنی بہترین شبیہوں میں کی ہے ہونا ناگزیر تھا۔ چنانچہ جب تصویر کی جگہ اصل نے لے لی تو نتیجہ وہی ہوا جس کی لیڈی میری کو آرزو تھی۔ اور یہ صورت حال کچھ اتنی جلد پیدا ہوئی کہ ایک ہفتہ کے اندر ہی ایک تازہ خبر اپنی لڑکی کے متعلق کرنل اوکھرسٹ کے کانوں کیلئے مہیا ہوئی مگر گوئن نے بڑی منتوں سے کچھ مہلت چاہی تا کہ اسکو بتدریج اس اہم انکشاف کیلئے تیار کرے۔ اس نے کہا۔

"میرا باپ نہایت کٹر آدمی ہے اس کی زندگی میں کوئی تبدیلی خواہ کسی طرح کی ہو نہ صرف اس کی بلکہ غالباً ہمسایوں کی بھی پریشانیٔ خاطر کا باعث ہوگی کیونکہ مدتوں ہندوستان میں رہنے کی وجہ سے اس کے مزاج میں اور اس کی رفتار و گفتار میں وہ تیز سپاہیانہ رنگ آگیا ہے جو عموماً خشونت اور تند مزاجی کا پتہ دیتی ہے۔"

لارڈ بمبیٹن نے شگفتہ روئی سے جواب دیا "اگر اس سے ہماری شادی میں تعویق نہ ہو تو مجھ کو اس امر کے ابھی مخفی رہنے میں کوئی عذر نہیں۔ تو پھر میں آئندہ ہفتہ میں آکر تم سے ملنے کی اجازت طلب کر دوں۔"

گوئن نے مسکرا کر کہا "تمہاری درخواست سنی جائیگی۔"

لارڈ بمبیٹن نے پھر کہا "اور اگر تمہارا پیارا، بوڑھا، تند خو سفید مو باپ رام نہ ہوا تو میں تمہیں لے بھاگوں گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟" اتنا کہتے ہوئے اس نے گوئن کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

گوئن نے پوچھا "بھاگ جاؤگے اپنے جنگلی گھوڑوں کے ساتھ؟"

لارڈ بمبیٹن نے جواب دیا "ہاں میرے جذبات کو جنگلی گھوڑوں

---

[1] اٹھارہویں صدی کا ایک مشہور انگریز مصور جس کو انسانوں کی شبیہ کھینچنے میں کمال حاصل تھا مشاہیر اہل قلم، امرا اور حسین رئیس زادیوں میں سے بیشتر کی شبیہیں اس کے موئے قلم سے اب تک موجود ہیں۔

سے تشبیہ دی جا سکتی ہے مگر میرا دل مسرت سے بریز ہے۔"

جب کئی دنوں کے بعد اس کا عاشق ویرنگٹن میں آیا تو گوئن بھی بہت خوش تھی مگر ذرا گھبرائی ہوئی خود مسز اوکھوسٹ کو پتا نہ تھا کہ معاملہ واقعی کہاں تک پہنچا ہے مگر جب اس نے ذرا کھل کر اپنی لڑکی کی اس فتح نمایاں کی طرف اشارہ کیا تو کچھ بھی آثار بریمی کے کرنل میں ظاہر نہیں ہوئے۔ یہ سچ ہے کہ اس نے اپنے ضمیر کی طمانیت کی خاطر حتی الوسع اس رشتے میں عیب نکالنے کی کوشش کی مگر انجام کار اس کو اعتراف کرنا پڑا کہ اس نے اپنے ہونے والے داماد کی کوئی شکایت نہیں سنی سوا اس کے کہ جانوروں کی محبت کے معاملے میں اس کا دماغ ذرا مرکز سے نقل گیا ہوا ہے۔ پھر بھی یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ اگر وہ شکار نہیں کرتا تو اس کا کیا علاج؟ نقصان اس کا ہے نہ میرا۔ مجھ کو کسی ذرہ بھر پرواہ نہیں وہ چاہے تو اپنے جنگلی گھوڑے یہاں لا سکتا ہے یا کوئی بن مانس کوئی کہتا تھا کہ اس کے پاس بن مانس بھی ہیں، مسز اوکھوسٹ نے کچھ متفکر ہو کر پوچھا "کیا واقعی وہ کوئی بن مانس اپنے ساتھ لائیگا، بن مانس کے یہاں آنے سے تو غالباً میں خوش نہ ہونگی۔ اور کون جانتا ہے کچھ توڑ ڈالے"

کرنل نے ایک ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا "ارے! اس کی خواہش ہو تو گوریلا لے آئے اور مکان ہی توڑ ڈالے میں خانساماں سے کہدونگا کہ اگر لارڈ ڈیمپٹن کے ساتھ کوئی بنگال کا چیتا یا قطبین کا بھالو ہو تو وہ بھی ڈرائنگ روم میں آئے۔ کیونکہ سنو بھئی اتنا تو میں کہوں گا کہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد انگلستان میں مجھے اس سے بہتر داماد ملنا محال نظر آتا ہے۔ ڈیک براؤن جو دنیا میں ہر شخص کو جانتا ہے کہہ رہا تھا کہ ہمپٹن کی ذات میں چیسٹر فیلڈ[1] کے اطوار اور آرچ بشپ آف کنٹربری[2] کے اخلاق جمع ہیں رہی دولت سو وہ نصف انگلستان اور یارکشائر میں ایک کوئلے کی کان کا مالک ہے اگر وہ پورا عجائب خانہ اپنے ساتھ لے آئے تو تم دیکھنا میں بھیڑ کے بچے کی طرح اسے برداشت کروں گا۔ لارڈ میری کی قسم بالکل بھیڑ کے بچے کی طرح"

ہندوستان کی طویل اقامت نے کرنل کی صورت بالکل بھیڑ کے بچے سے مشابہ بنا رکھی تھی چنانچہ وہ کوئی حکم دیتا تھا تو فوراً اس کی تعمیل ہوتی تھی۔ سوا اپنی بیوی اور مالی کے وہ کسی سے ڈرتا نہ تھا اور خانساماں تو اس کے ہاتھوں میں گیلی مٹی کی طرح تھا۔

کرنل نے خانساماں سے کہا "کلیم وآن چار بجے لارڈ ہمپٹن تشریف لائیں"

خانساماں بولا "ہاں حضور"

کرنل نے پھر نہایت تمکنت سے بدستور گرج کر کہا۔

---

[1] اٹھارہویں صدی کا ایک انگریز رئیس جو مجلسی خوبیوں کے لئے مشہور تھا۔

[2] انگلستان کا اسقف اعظم جو انگلستان کے کلیسا کا سردار ہوتا ہے۔

"ہاں خیال رہے اگر یہ [illegible] کی طرح دلچسپ ہوئی نہ ہوئی تو یاد رکھنا [illegible] سامیاں خالی ہونگی اور اس پاجی طامس نے اگر یہ چا [illegible] تو میں اسے گھسیٹ کر باغ میں لے جاؤنگا اور [illegible] دوسرے کان تک اسکا گلا کاٹ ڈالونگا"

خانساماں نے جواب دیا "حضور میں خود ہر بات پر نظر رکھونگا"

کرنل نے کہا "ہاں ایک بات اور [illegible] لارڈ ہبیٹن جانوروں کو بہت عزیز رکھتے ہیں"

خانساماں بولا "جی حضور"

کرنل نے سلسلہ کلام جاری رکھا "میں نے سنا ہے کہ وہ اپنے پالتو جانور ساتھ لئے پھرتے ہیں تو سن رکھو اگر ان کے ساتھ کوئی بن مانس یا لنگور ہو تو وہ بھی ڈرائینگ روم میں آئے قسم بے کل مقدس چیزوں کی بالکل ڈرائینگ روم کے اندر"

خانساماں نے پوچھا "میں کیونکر جانوں گا کہ وہ بن مانس ہے یا لنگور؟"

کرنل نے جواب دیا "کیوں! اس کی کاٹ سے۔ مگر بن مانس یا لنگور سے میری مراد ہے کوئی جاندار مخلوق خواہ وہ قطبین کا بھالو ہو بنگال کا چیتا یا معمولی بکرا۔ سمجھے؟"

خانساماں نے کہا "جی ہاں سمجھ گیا" اب وہ ہر جانور کو خواہ وہ ہاتھی یا گھڑیال ہی کیوں نہ ہو کمال تعظیم سے ڈرائینگ روم [illegible] جانے پر آمادہ تھا۔ کمرے سے نکل کر اس نے نہایت تلخ لہجے میں کہا "میں اسے اس کی کاٹ سے پہچان لونگا! خوب! بعض اوقات کرنل کی بات سمجھی نہیں جاتی۔ سارے ملک میں ایسا متلون آدمی اور کوئی نہ ہوگا"

چار بجنے کو پندرہ منٹ باقی تھے جب لارڈ ہبیٹن کی گاڑی جسے وہ غایت بے تکلفی سے خود چلا رہے تھے۔ کرنل کی کوٹھی کے شاندار پھاٹک پر آکر رکی۔ ان اتفاقات غریبہ یا سے جن کا مقصد ظاہرا محض اسباب و نتائج کے سلسلے میں الجھاوے پیدا کر کے نظام کائنات کی ہنسی اڑانا ہے ایک کی کرشمہ سازی سے ایک نو عمر خوبصورت بکرا جو اپنے نوکی تین جو تھائی مسافت طے کر چکا تھا اور جسے لہار نے اسی دن کہیں باہر سے منگوایا تھا۔ رسی توڑ کے کرنل کے احاطہ میں چلا آیا تھا۔ اچھی گھانس پا کر پہلے تو اس نے خوب سیر ہو کر کھایا اور اب اس جذبہ تحقیق و تجسس کی تسکین کی فکر میں تھا جو اس کے جنس میں ازل سے ودیعت ہے چونکہ انسانوں میں پل کر بڑا ہوا تھا اس لئے ان سے مانوس تھا اور علاوہ بریں خوش مزاج اور ملنسار بھی تھا اور کیا عجب ہے لارڈ ہبیٹن کی الفت ہر قسم کے جانوروں سے کسی پراسرار طریقہ پر اس کو معلوم ہو گئی ہو کیوں کہ جوں ہی وہ اترا بکرا بھی گاڑی کے پیچھے سے آموجود ہوا تھوڑی دیر کی تنہائی کے بعد اپنے کو انسانوں میں پا کر یہ جانور بہت خوش ہوا اور دوستانہ انداز میں کچھ ممیانے کے بعد اس معزز مہمان کے ساتھ زینوں پر چڑھنے لگا۔ ٹھیک اسی وقت خانساماں دروازے کی

خلا میں نمودار ہوا اور لارڈ ہمبٹن کو ڈرائینگ روم میں لے گیا۔ بکرا بھی ساتھ رہا۔ خانساماں کے دھڑکتے ہوئے دل کو یہ دیکھکر قدرے سکون ہوا کہ اس جانور کی جنس دریافت کرنے کو اس کی کاٹ کا تجربہ ضرور نہیں۔ غریب خدا کا شکر کیا کہ جانور نہ صرف بےضرر ہے بلکہ مطیع بھی ہے اور اپنے آقا سے اتنا مانوس ہے کہ بلا کسی جبر کے اُس کے ساتھ ڈرائینگ روم میں گھسا جاتا ہے۔

جس وقت یہ عجیب و غریب جوڑا داخل ہوا تو کرنل ڈرائنگ روم میں اکیلا تھا۔ مسز اوکھرسٹ نے مصلحت یہی سمجھی کہ دونو تھوڑی دیر تنہا چھوڑ دئے جائیں تاکہ لارڈ ہمبٹن پوری بےتکلفی کے ساتھ گوئینڈولن کے باپ سے گفتگو کر سکیں اس لئے وہ اور گوئن لائبریری میں ٹھہر گئے۔

کرنل اوکھرسٹ نے کہا "لارڈ ہمبٹن! مجھ کو آپ لے آنے سے بڑی مسرت ہوئی چونکہ میری بیوی اور بچی یہاں نہیں ہیں اس لئے اجازت ہو تو اپنا تعارف آپ کراؤں"۔

لارڈ ہمبٹن کو مطلق شبہہ نہیں رہا کہ اس کی کرنل اوکھرسٹ سے خوب نبھے گی۔ وجہ یہ ہوئی کہ ہرچند کرنل کو لارڈ ہمبٹن کے اس انتخاب پر حیرت تھی مگر محض مہمان کی دلجوئی کی خاطر اس نے ہولے ہولے بکرے کی پیٹھ ٹھونکنی شروع کر دی۔ اس دلچسپ جانور پر اس کے مالک کی شفقت کا جو اثر مہمان پر ہوا وہ اس کے بشرے سے عیاں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ادھر تو بکرے میاں اس تجسس کیساتھ نوجوان کے نوع کی صفات میزبان میں تلاش کرنے میں محو تھے اور ادھر میزبان ان کی نوع کی صفات میزبان میں شمار ہوتی ہے۔

کمرے کا جائزہ لے رہے تھے اور ادھر مہمان و میزبان بیک زبان ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ اتنے میں آپ نے ایک گدے کا پھندنا بقدر نصف کے چبا ڈالا کرنل نے دل ہی دل میں سکو سیکڑوں گالیاں دے ڈالیں مگر بظاہر اپنی خوشنودی کا اظہار ایک تبسم سے کیا ایسا تبسم جس میں بہیمانہ خونخواری صاف جھلک رہی تھی۔

لارڈ ہمبٹن نے کہا "بہت ہی اچھا بکرا ہے"۔

کرنل اوکھرسٹ نے بمشکل اپنی آواز پر قابو پا کر ٹوٹے ..... جملوں میں جواب دیا "جی ..... ہاں بس ..... دیکھا ہی کیجئے ..... ہیں ..... مجھکو بکروں سے بڑی الفت ہے۔ اور نہ نیز دار بھی ہے ..... نہایت تمیزدار"۔ اب اس خوبصورت تمیزدار بکرے نے دوسرے گدے سے التفات کیا۔ لارڈ ہمبٹن کو اپنے میزبان کے ظرف اور تحمل پر استعجاب ہونے لگا۔ اس کے چہرے کی سرخی اور اس کی سپید سپاہیانہ وضع کی مونچھوں سے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں بھڑک اٹھنے کی استعداد بارود سے بھی زیادہ ہے اسکو اس پر بھی حیرت ہوئی کہ گوئن نے اس سے اپنے باپ کی اس بہائم پرستی کا ذکر نہیں کیا۔

کرنل نے کہا "میں نے سنا ہے کہ آپکو جانوروں سے غیر معمولی محبت ہے"۔

لارڈ ہمبٹن نے دیکھیں کہ [illegible] نکلا

ہے اور پھر [illegible]

ہونے کا افسوس ہے۔ آپ ہی کی طرح میں بھی جانوروں کا عاشق ہوں۔" اس اثنا میں بکرا ایک صوفے پر چڑھ گیا تھا اور وہاں سے ایک شفاف لکھنے کی میز کو تاک رہا تھا جو پاس ہی پڑی ہوئی تھی۔

کرنل نے پوچھا "آپ نے اس کی کوئی عادت تو نہیں دیکھی ہوگی"

لارڈ ڈبیٹن نے دل میں سوچا "معلوم نہیں کرنل نے دیکھی ہے یا نہیں۔" بالآخر اس نے جواب دیا "نہیں کوئی نہیں"

کرنل نے پوچھا "کیا آپ کے پاس اچھے بہت سے جانور ہیں؟"

لارڈ ڈبیٹن نے جواب دیا "جی ہاں آئن ہیں ایک پیارا بھیڑ کا بچہ ہے"

کرنل نے سوال کیا "شرارتیں بھی کرتا ہے"

لارڈ ڈبیٹن "ہاں کبھی کبھی مگر میں برا نہیں مانتا۔ آپ ہی کی طرح میں بھی جانوروں کا پھرتیلا اور خوش دل ہونا پسند کرتا ہوں"

پھرتیلے اور خوش دل بکرے نے ایک جست کی اور دوسرے لمحے میں صحیح و سالم میز پر پہنچ گیا۔

کرنل نے کہا "جست کس خوبی سے کرتا ہے"

اسوقت بکرے کو ایک پینل کے گڑھے میں اچھلکر آنے کی خواہش اسکو بہت ستا رہی تھی۔ لارڈ ڈبیٹن کو اپنے میزبان پر جنون کا شبہہ ہونے لگا اس نے کہا "ہاں غضب کی پھرتی ہے مگر کہیں کچھ توڑ نہ ڈالے"

کرنل بولا "مضائقہ کیا ہے، بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ کوئی چیز ٹوٹ جائے" اس کی آنکھیں مسمریزم کے معمول کی آنکھوں کی طرح بکرے پر گڑی ہوئی تھیں۔

لارڈ ڈبیٹن نے متحیر ہوکر استفسار کیا "اچھا آپ چاہتے ہیں کچھ ٹوٹ جائے۔ یہ چینی کے اسباب تو بہت نفیس معلوم ہوتے ہیں"

کرنل نے جواب دیا "اتنے نفیس نہیں کہ بکرا انہیں توڑنا چاہئے اور ہیں۔ دکون، یہ کمرہ سو برس سے اسی حالت میں بنا ہے اور میں اس سے تنگ آگیا ہوں بیزار ہوگیا ہوں"

بکرے نے جو اپنے بدن کو اچھی طرح تول کر جست لگائی تو لکھنے کی میز سے صاف ایک کھانے کی میز پر پہنچ گیا۔ ظروف میں صرف ایک صراحی نیچے گر گئی۔

لارڈ ڈبیٹن نے کہا "جست تو واقعی بڑی صفائی سے کرتا ہے۔ میں سمجھا تھا ہر چیز فرش پر آ رہے گی اس وقت تو یہ بڑے مزے میں ہے"

کرنل نے کہا "جی ہاں دنیا کے کسی منظر سے مجھکو اتنی گہری اتنی محسور کن مسرت حاصل نہیں ہوتی جتنی جانوروں کو صحیح معنوں میں زندگی سے لطف اٹھاتے دیکھکر بعضوں کو اس میں خاک لطف نہیں آتا بعض تو اس سے نفرت کرتے ہیں۔ جناب میں ایسے آدمیوں کو بھی جانتا ہوں جو اگر بس چلے تو اس بکرے کو ذبح کر دیں اور بھون کھائیں"

لارڈ ڈمبیٹن نے نہایت متحیرانہ لہجہ میں پوچھا "کیا آپ صحیح فرمارہے ہیں؟ واقعی انسان کی بیدردی کی انتہا ہو گئی ہے۔ میں نے کم بکروں کی چمڑا تک ایسی دیکھی ہے اور یہ اس کا پردوں کو چبانا آپکو ناگوار تو نہیں ہو رہا ہے۔ ؟"

کرنل نے جواب دیا "مطلق نہیں۔ قدیم کارچوبی ہیں قدیم اتنی قدیم کہ اب اسکا کوئی کام نہیں۔ جانے بھی دیجئے جو جی میں آئے کرے۔"

لارڈ ڈمبیٹن نے نہایت گرم جوشی سے کہا "جانوروں سے محبت رکھنے میں آپ مجھ سے کچھ زیادہ ہی ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں نیک دلی کی اس سے بڑھکر کوئی پہچان بھی نہیں ہے میں تو اپنے دوستوں کو اسی کسوٹی پر جانچتا ہوں اور یہ بکرا تو عجیب و غریب ہے اس کے علم کی پیاس بجھتی ہی نہیں۔"

کرنل نے غور کر کہا "جی ہاں! اس کی حرکات سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ذرا دیکھئے گا۔ اب وہ ٹیبل پر کودنا چاہتا ہے۔"

مہمان نے کہا "مگر اس کی سطح تو بہت صاف اور چکنی ہے اس کے پاؤں جم نہ پائیں گے۔ دیکھوں تو!" بکرے نے ایک زقند بھری اور ٹیبل پر آ رہا۔ اس کے پاؤں پہلے ایک ساتھ پھسلے مگر کنارے تک آتے آتے سنبھل گیا۔

لارڈ ڈمبیٹن نے کہا "ٹیبل پر خراش آ گئی ہے۔ مضائقہ تو نہیں ہے؟"

کرنل نے ایسے سکون کیساتھ جس میں گویا غم و غضب کا جو اصلی طبیعت پر آگیا تھا جواب دیا "مضائقہ؟ بالکل نہیں۔ یہ ٹیبل میرے دادا نے خریدا تھا۔ اب آپ ہی غور فرمائیے۔ اس پر اب خراش نہ آتی تو کب آتی؟"

لارڈ ڈمبیٹن نے پوچھا "[illegible] کو بھی بکرے پالنے کا شوق ہے۔"

کرنل نے اپنے ہونٹ چبائے اور عجیب آوازیں منہ سے پیدا کیں پھر بولا "جی ہاں وہ تو ان پر جان دیتی ہے مگر عورت ہے اس لئے زیادہ تلون ہے کسی بکرے سے چڑ بھی جاتی ہے" خلیق مہمان کے لہجے سے اس امر کے بعض امکان پر ایک ہمدردانہ تحیر کا اظہار ہوتا تھا۔

کرنل نے گرج کر کہا "جی بکرے سے! البتہ بھیڑیئے اور زیبرے بکرے سے ... اگر اس کے پاس کوئی معمولی جنگلی اور بدمست بکرا ہوتا تو وہ اسے بیچ کر ضرور ایسا ہی ایک بکرا مول لیتی۔" بکرے نے اپنے جنگلی اور بدمست ہونے کا ثبوت یوں بہم پہنچایا کہ کرنل کے پردادا کی میز سے جس پر اب ایک خراش آئی تھی جست کر کے ایک دوسری میز پر پہنچا جو اس کو اپنی دادی کے ترکے سے ملی تھی۔ وہ اور میز پوش اور ایک بڑا چاندی کا گلدان جو میز پر دھرا تھا ایک ہی ساتھ پھسلے۔ گلدان جھن سے فرش پر گرا بکرے نے بڑی پھرتی سے کام لیکر اپنے آپ کو صدمہ سے محفوظ رکھا اور ایک دلپذیر ادا سے اپنی اگلی ٹانگیں ذرا اوپر کو اٹھا کر پہلے گلدان کے کچھ پھول کھائے۔ پھر کچھ پانی پیا جو ایک پتلی دھار میں فرش

پر سے نکلا تھا۔ لارڈ ہمپٹن نے دل ہی دل میں سوچا کہ اگر شادی کے بعد ٹومس میرے ملاقاتی کمرے تک بکروں کو لے آئی تو اس وقت میرے دل پر کیا گزرے گی۔ وہ پوچھ بیٹھا "اور مس اوطمرسٹ؟"

کرنل نے ہانپتے ہوئے جواب دیا "وہ بھی ان کی شیدائی ہے۔ یوں کہئے کہ ان کی پرستش کرتی ہے۔" وہ سوچ رہا تھا کہ داماد لاکھ دولتمند اور عالی نسب سہی اتنے داموں مہنگا تو نہیں۔

لارڈ ہمپٹن نے پھر پوچھا "کیا وہ بھی انہیں اتنا ہی چاہتی ہے جتنا آپ؟"

کرنل نے جواب دیا "نہیں ہرگز نہیں۔ آپ اسی بکرے کو لیجئے۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اس بکرے کے متعلق جو میرے جذبات ہیں مس کا ان کے گرد کو پہنچنا بھی محال ہے۔ ممکن تو اس بکرے کو دیکھ کر جو جذبات میرے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ ناقابل بیان ہیں قطعی ناقابل بیان۔"

لارڈ ہمپٹن نے کہا "یہ جذبات آپ کی شرافت طبعی کی دلیل ہیں۔"

بکرے نے اب یکلخت اس ونیشی[1] آئینے کا معائنہ کیا اس میں اسے اپنا ایک حریف نظر آیا۔ پہلے تو اس نے تہدید کے طور پر کئی بار اپنی اگلی ٹانگیں اوپر اٹھائیں پھر یکایک اپنی پچھلی ٹانگوں پر بلند ہو کے اس دوسرے بکرے پر جو صریحاً لڑنے پر آمادہ تھا دھاوا بول دیا۔ ایک جھناکے کی آواز کے ساتھ آئینہ چکنا چور ہو گیا۔ تھوڑی دیر تو یہ مظفر و منصور جنگ آزما اپنی اچانک فتح پر منتج رہا پھر اپنی شجاعت کے جوہر دکھانے کو دوسرے میدانوں کی تلاش میں نکلا۔

لارڈ ہمپٹن نے کہا "دیکھئے بکرے نے آئینہ توڑ دیا!"

کرنل نے فوق العادۃ تحمل سے کام لیکر کہا "جی ہاں اب اسکو ٹوٹنا ہی چاہئے۔ یہ تو ایک پرانی ونیشی چیز تھی جو میرا کوئی مورث انگلستان لایا تھا۔ میں ایک اچھا سا نیا آئینہ ٹوٹنہام کورٹ روڈ سے منگوا لونگا۔"

یہ واقعی عجیب بات تھی کہ کرنل سا آدمی ایک قدیم ونیشی آئینے کے متعلق ایسی گفتگو کرے۔ مگر لارڈ ہمپٹن کو معلوم تھا اور دوسرے لوگوں نے بھی جو اور جانور پالتے ہیں اور ان کے پیچھے دیوانے رہتے ہیں۔ اسکا مشاہدہ کیا ہوگا کہ بکروں کے مالک بکروں کے معاملے میں بالکل فاتر العقل ہوتے ہیں اسلئے لارڈ ہمپٹن نے سوچا کہ میں کچھ بول نہیں سکتا۔ کرنل نے ٹھیک ویسا ہی محسوس کیا۔ سارے جسم کے خون کے دماغ میں جمع ہو جانے سے اس کو لقوے کا خطرہ نظر آنے لگا اور اسکو اس امر کا پورا پورا احساس تھا کہ اسکا چہرہ خوب پختہ ولایتی بیگن کی طرح سرخ ہو رہا ہے۔ جھٹ پٹ لارڈ ہمپٹن کے بکرے کا گلا دبا دینے کی خواہش سے جسے وہ ایک مجنونانہ عزم و قوت سے دبائے تھا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اپنی اور اس بکرے کی جان بچانے کیلئے ضروری تھا کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو وہ فوراً کمرے سے نکل جائے۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ بمشکل اس نے مہمان سے دم بھر

---

[1] ایام قدیم میں آئینہ سازی اہل وینس کا خاص فن تھا۔ اور ان کے کمال فن کے نمونے اب بھی موجود ہیں اور نوادرات میں شمار ہوتے ہیں۔

کی رخصت چاہی وہ الفاظ کو جلد جلد ادا کرتے ہوئے بولا۔

"ذرا دیکھوں، میری بیوی اور بچی واپس آئیں یا نہیں کوئی مضائقہ ہے اگر میں دم بھر آپ کو اس بکرے کے ساتھ تنہا چھوڑ دوں"

لارڈ بمبٹن نے جواب دیا —— "بالکل نہیں۔ یقین ہے کہ آپ کی غیبت میں بھی ہم دونوں کا وقت مزے سے کٹے گا۔"

ادھر کرنل تیزی سے سیدھا دروازے کی طرف چلا ادھر بکرے کی توجہ آتشدان کے پیش طاق پر دھری ہوئی کسی چیز کی طرف مبذول ہوئی۔ یہ شاید پرانے چلسیا کا ٹکڑا تھا یا کرنل کی تنبیہہ چاندی کے چوکھٹے میں جڑی ہوئی۔ راہ طلب کی دشواریوں نے اس کو بالکل مرعوب نہیں کیا۔ لارڈ بمبٹن بڑی حیرت سے اس کو تکتے رہے۔ اُن کو یقین تھا کہ یہ اُس کے آتشدان پر پہنچنے کا پہلا اتفاق نہیں۔ نہایت ہوشیاری کے ساتھ کبھی کسی گدے دار پلنگ کبھی کسی میز کبھی کسی آرام کرسی کی پشت کا سہارا لیکر انجام کار وہ حصول مقصد میں کامیاب ہوا اور چاروں پاؤں جوڑ کر اس کگر کی چوٹی پر کھڑا ہو گیا اس ساری اچھل کود میں نقصان محض اتنا ہوا کہ ایک چھوٹی سی میز الٹ گئی اور اس کا ایک پایہ ٹوٹ گیا اور ایک برنجی طشت لوہے کے سلاخوں کے درمیان سے آتشدان میں جا گری۔ لارڈ بمبٹن پکار اٹھے "شاباش بکرے" بکرا ممیایا۔ اتنے میں یکایک اپنی بیوی اور بیٹی سے دوچار ہونے پر جو آواز کرنل کے منہ سے نکلی وہ بھی بکرے کے ممیانے سے بہت مختلف نہ تھی۔ انہوں نے نہایت اشتیاق بھرے لہجے میں سوال کیا "تم۔ تم نے اس کو کیسا پایا" یہی وقت تھا جب کرنل ممیایا اور اس نے عجیب و غریب آوازیں اپنے منہ سے پیدا کیں۔ مسز اوکھرسٹ اور گوینڈولن نے اس کے بازو تھام لئے۔ وہ مرگی کے دورے کے ابتدائی درد و کرب میں مبتلا معلوم ہوتا تھا دونوں نے ایک ساتھ پوچھا

"کیا ہوا کیا ہوا"

کرنل نے کہا "وہی —— ملعون بمبٹن وہ سارے مکان کو غارت کر رہا ہے سچ مچ غارت کر رہا ہے"

گوین نے کہا "ابا یہ تم کیا کہتے ہو خدا کیلئے ذرا ضبط سے کام لو"

کرنل گرج کر بولا "ضبط! کیا میں ضبط نہیں کر رہا ہوں ضبط کرتے کرتے تو میری جان پر بن آئی ہے اف یہ بکرا!"

اس کی بیوی نے کہا "تمام تر کس کر نے کو کہہ رہے ہو۔ خدا لئے بتاؤ تو"

کرنل نے جواب دیا "لارڈ بمبٹن کا بکرا اُن کا پیارا منہ لگا بکرا جو اُن کے ساتھ آیا ہے۔ کہتے ہیں بڑا حسین اور مہذب بکرا ہے اور اچھلنا کتنی خوبصورتی سے ہے قسم ہے تو اس سے دستپناہ کی۔ اگر تمہیں اپنا بچا کھچا اثاثہ دیکھنا منظور ہو جسے حوادث کے بدترین تھپیڑے برہم نہ کر سکیں تو اندر جا کر دیکھو

"کمبخت [illegible] کار [illegible] کا ٹھکانا جہنم ہے) شاخ [illegible] بکرے کو [illegible] پر اسرار [illegible] پاگل [illegible] ایک چیز سلامت نہیں رہی [illegible] گھر اب ایک کھنڈر ہے۔ اور وہاں [illegible] کبھی کوئی چیز [illegible] آکر [illegible] عمدہ بکرا ہے صحت یافتہ [illegible] اور [illegible] ہے اور [illegible] نے کیا کہا؟ خدا کی لعنت ہو تجھ پر [illegible] خوبصورت بکرا ہے نہایت تربیت یافتہ (جب حضرت میرا سارا گھر غارت کر رہا تھا) اور (اے میرے اللہ) [illegible] اس کی اچھل کود اس میں تو وہ حسن ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا' اندر جا کر خود دیکھو۔ ہاں مجھے سنو تو!"

انہوں نے سنا کیا۔ برنجی طشت کے گرنے کی آواز۔

کرنل نے غرارے کی سی آواز حلق سے نکالتے ہوئے کہا۔

"ہو نہ ہو کمبخت اب آتشدان پر پہنچ گیا وہ یا اُس کا پگلا اب۔ دیکھو مسری! میں اسے برداشت نہیں کر سکتا اب مجھے تحمل کا یارا نہیں"۔ بدقسمت بڈھے نے زینے میں آگے پیچھے دو چار ہلکی دوڑ لگائی۔

اس کی بیوی کہنے لگی "کچھ غلط فہمی تو نہیں"

کرنل نے بات کاٹ کر ہکلاتے ہوئے کہا "اندر جا کر دیکھو مجھے یہیں چھوڑ دو۔ میں غسل خانہ میں پانی کے نل کے نیچے کچھ دیر اپنا سر رکھوں گا"۔ ایک اس نے ذرا لمبی دوڑ لگائی جو غسل خانے کے اندر جا کر ختم ہوئی۔

ضروری اطلاع

شمس العلماء شیخ الکل حضرت مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ کے مکتوبات کو فراہم کئے جانے کی ایک عرصہ دراز سے کوشش کی جا رہی تھی۔ چنانچہ جناب ڈاکٹر سید محمد عبدالحکیم صاحب مرحوم برادر زادہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اور مولوی سید محمد عبدالحمید صاحب رضوی خلف اکبر خان بہادر مولینا مولوی سید محمد عبدالعزیز صاحب محدث صمدنی سے بہت کافی تعداد میں مکتوبات وصول ہو چکے ہیں۔ ان مکتوبات کو عنقریب طبع کرایا جائیگا۔ کتابت شروع ہو گئی ہے جن حضرات کے پاس حضرت میاں صاحب رحمۃ کے قلمی مکتوبات موجود ہوں وہ براہ مہربانی ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔ تاکہ اس مجموعہ کے ساتھ وہ بھی طبع ہو جائیں۔

سید عبدالرؤف ناظم پبلک نذیریہ لائبریری پھاٹک حبش خاں دہلی۔

حالاتِ حاضرہ

زمیندار اور کاشتکار

ہندوستان میں ملک کی آمدنی کا بیشتر حصہ زمین کی مالگذاری سے وصول ہوتا ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جس پر ملک کی ساری معیشت کا دارومدار ہے۔ یہاں کی مخلوق کی زندگی آج ہی سے نہیں بلکہ صدیوں سے محض زمین کی پیداوار پر منحصر ہے۔ اس لئے زراعت کی ترقی و بہبودی درحقیقت ملک کی فلاح و بہبودی سے تعلق رکھتی ہے۔ کانگریس کی موجودہ حکومت نے کاشتکاروں کے حالات کی طرف توجہ کی ہے لیکن اسی درمیان میں زمیندار اور کاشتکار کے تعلقات نہایت ناخوشگوار ہوگئے ہیں۔ زمیندار کا طبقہ نہایت بے چینی کا اظہار کر رہا ہے۔ کانفرنس پر کانفرنس ہو رہی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں مہاراجہ دربھنگہ کی صدارت میں زمینداروں کی کانفرنس ہوئی ہے جس میں مجوزہ قانون ترمیم لگان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی ہے۔ تمام حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کانگریسی حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس معاملہ میں مآل اندیشی اور پیش بینی سے کام لے۔ زمیندار اور کاشتکار میں چولی دامن کا ساتھ ہے جب تک ان دونوں کے تعلقات آپس میں خوشگوار اور صلح کن نہ ہوں گے۔ ملک معاشرتی لحاظ سے ترقی نہیں کر سکتا۔

مویشیوں کی اصلاح

ملک کی زراعت کو فروغ دینے کے لئے مویشیوں کی اصلاح کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ ہندوستان میں عام طور سے زراعت کے کام بیل اور بھینسے سے لئے جاتے ہیں مگر بیلوں کا مسئلہ بہت زیادہ اہم ہے۔ ہل چلانا، کنویں سے پانی کھینچنا اور پیداوار کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا یہ سب کام بیلوں سے لئے جاتے ہیں۔ اس وقت گایوں اور بیلوں کی موجودہ نسل نہایت خراب ہے۔ بیل چھوٹے ہوتے ہیں تھوڑے کام میں تھک جاتے ہیں اور کسان کا کام ادھورا رہ جاتا ہے۔ اس لئے مجبوراً اس کو کئی جوڑیاں رکھنی پڑتی ہیں چونکہ چارے کے لئے زمین کی کمی ہے یہی وجہ ہے کہ چارہ کیلئے مستقل کھیت وقف نہیں۔ اس لئے غلوں سے جو چارہ ملتا ہے وہ سب کا سب بیل کھا لیتے ہیں۔ گایوں اور بھینسوں کو چرنے پر قناعت کرنی پڑتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ دودھ اور گھی کافی تعداد میں پیدا ہو سکتا ہے اور نہ نسل ہی معقول پیدا ہوتی ہے۔

لارڈ لنلتھگو نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی ہے۔

اس تحریک میں بیلوں کی نسل پر بہت زور دیا جا رہا ہے اسکے علاوہ سب سے زیادہ اچھے قسم کے چارے کے انتظام کی طرف خاص توجہ دی جا رہی ہے۔ ذاتی چراگاہ یا چارے کیلئے کھیت بنانے کے بجائے اس امر پر زور دیا جا رہا ہے کہ ہر گاؤں یا کئی گاؤں ملکر ایک مشترک چراگاہ کا نظم کریں اور اسے ہرا بھرا رکھنے کیلئے معقول محنت اور سرمایہ لگایا جائے۔ اور اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ یہاں بھی مویشی اور چارے کا انتظام انہیں اصولوں پر چلایا جائے جنپر کاربند ہو کر آسٹریلیا اور کنیڈا اپنی زمینوں سے زیادہ سے زیادہ غلہ حاصل کرتے ہیں حالانکہ وہاں کام کرنے والے مویشیوں کی اتنی کثرت نہیں جتنی ہندوستان میں ہے۔

ابتدائی تعلیم پر گاندھی جی کا نظریہ

مہاتما گاندھی نے اخبار ہریجن میں مسئلہ تعلیم پر اپنے ذاتی خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

ہر بچے کی تعلیم کسی مفید دستکاری سے شروع ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنی تربیت کے آغاز سے ہی اپنے ہاتھ سے چیزیں بنانا شروع کردے اور اگر حکومت مدرسوں کی تیار کردہ اشیا کو خریدنے کا انتظام کردے تو ہر اسکول مالی لحاظ سے اپنی مدد آپ کرسکیگا۔ طریقہ تعلیم کے متعلق گاندھی جی کا خیال ہے کہ پہلے تعلیم زبانی ہو اور بعد میں الف بے پڑھائی جائے یہ تجویز بادی النظر میں تو حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس سے محنت میں بہت بچت ہوگی۔ اور طالب علم سال بھر میں ہی بہت کچھ سیکھ سکے گا۔ مہاتما جی نے ابتدائی تعلیم پر بہت زور دیا ہے۔ اور نیز اس امر پر توجہ دلائی ہے کہ انگریزی زبان کی تدریس کی اہمیت کم کرنا چاہئے۔ کالج کی تعلیم کا حیات ملی سے گہرا تعلق ہونا چاہیے۔ اور صنعتی و حرفتی اداروں اور ٹکنیکل شعبوں کا کارخانوں سے الحاق ہونا چاہئے۔ مثلاً ٹاٹا کا کارخانہ ایک انجنیرنگ کالج اپنی طرف سے جاری کردے۔

شیخ الاسلام جامع ازہر کی مساعی جمیلہ

جامع ازہر کے مفتی اعظم شیخ المصطفی مراغی نے اعلان کیا ہے کہ وہ عنقریب دنیا بھر کے مسلم علماء کو ایک نمائندہ اجتماع میں شریک ہونے کی دعوت دیں گے جو امور ذیل کو بحث و نظر کے بعد قابل تعمیل بناسکیگا۔

(۱) اسلامی دنیا میں دینی مدارس کے قیام کا مسئلہ (۲) نصاب دینیہ کا تعین اور طریقۂ تعلیم کی اصلاح (۳) تبلیغ اسلام کے اسباب و وسائل وغیرہ۔ شیخ المصطفی المراغی ان چند روشن خیال اور بلند حوصلہ علماء میں سے ہیں جو ہمارے دینی نصاب و طرق تعلیم کی اصلاح کی اہمیت کو پوری طرح سمجھتے ہیں۔ شیخ موصوف نے پچھلے دنوں ہی جامعہ ازہر میں بنیادی اصلاحات جاری فرماکر دنیائے اسلام پر احسان کیا ہے نیز چین۔ جاپان۔ ہندوستان، سوڈان وغیرہ میں علماء کے وفود بھیج کر اشاعت اسلام کے سلسلے میں بیش بہا خدمات انجام دی ہیں ہمیں امید ہے کہ شیخ موصوف کی قیادت میں اجتماع مذکور بہترین

RGD. NO. P. 347

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۴۷

سید عبد الحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ دربھنگہ سے شائع کیا

محدث سلفیہ

در بھنگہ

3 (5)

ناظم تحریر
مولانا محمد عثمان صاحب فاضل مصر

مدیر مسئول
سید عبد الحفیظ سلفی گیاوی

زیر اہتمام
جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

طالبین کرام سے
پانچ روپیہ (صہ)

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عمار
قیمت ششماہی عہ

جلد ۳ | بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۳۷ء | نمبر ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

محاربہ چین و جاپان

چند مہینوں سے چین وجاپان کے درمیان لڑائی کا سلسلہ جاری ہے اس تھوڑی سی مدت میں جاپان نے چین کے ساتھ جن انسانیت سوز حرکات کا ثبوت دیا ہے اُس کا رقم طراز کرنا بھی ایک شریف اور رحم دل انسان کے حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ جاپانیوں نے محض چینی نوجوانوں ہی کو اپنے آتش بار بموں توپوں اور مشین گنوں کا نشانہ نہیں بنایا بلکہ بچوں بوڑھوں اور عورتوں سے بھی اس نے وہی سلوک اور برتاؤ کیا جو ایک قوی ظالم ایک کمزور مظلوم کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ اس وقت پورا شمالی چین جاپان کی بمباری اور زہریلی گیسوں کے استعمال کی وجہ سے ماتم کدہ اور جہنم بنا ہوا ہے۔ توپوں اور بموں کی آواز سے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو رہے ہیں اور نیز جو بچے پیدا بھی ہوتے ہیں ان کی پرورش و تربیت کا کوئی انتظام اس بدامنی اور خلفشار کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ سینکڑوں نوزائیدہ بچے گولیوں کا نشانہ اور بموں کا لقمہ بن چکے ہیں اور کتنوں نے دریا کے تھپیڑوں میں سسک سسک کر اپنی جانیں دیدیں۔

یہ تمام مظالم جاپان چین پر محض اس وجہ سے کر رہا ہے کہ وہ اپنی آزادی اور خود مختاری سے دست بردار ہونے پر کسی طرح بھی رضامند نہیں ہے اور کسی قیمت پر بھی وہ اپنے موت وحیات کے فیصلہ کو جاپانیوں کے سپرد کرنے کیلئے آمادہ اور تیار نہیں۔

اس سے غلامستان ہند کے رہنے والوں کو سبق لینا چاہئے اور انہیں غور کرنا چاہئے کہ چینی اپنی آزادی کے لئے آگ کے شعلوں میں کودنا اور خون کے سمندر میں نہانا نہایت شوق سے پسند کرتے ہیں۔ مگر محکومی کی لعنت کو برداشت کرنا نہیں چاہتے

نہیں منظور ہے کہ انکا بچہ بچہ ملک کی آزادی کی راہ میں ہلاک ہوجائے مگر انہیں ہرگز یہ گوارہ نہیں کہ غلامی کا طوق ان کے گردنوں میں پڑجائے باشندگان ہند کو سوچنا چاہئے کہ وہ اپنی مادرِ وطن کی آزادی کے خاطر کیا کیا قربانیاں کر رہے ہیں۔ اور کس قسم کی قربانیوں کے لئے وہ آمادہ اور تیار ہیں۔

چین کے مسلمانوں نے یہ حلف اٹھایا ہے کہ جب تک ان کے جسم میں روح اور ہاتھوں میں جنبش ہے اُس وقت تک وہ جاپان کے سامنے اپنی گردن خم نہیں کریں گے۔ اور راہ آزادی میں وہ اپنے خون کے آخری قطرے تک کو بہانے میں دریغ نہ کریں گے۔ ہم ان کو ان کے اس بہادرانہ اقدام پر مبارکباد دیتے ہیں۔ نیز مسلمانان ہند کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنے ان غیر ملکی بھائیوں سے درس عبرت لیں اور ایک مرتبہ منظم ہو کر چاردانگ عالم میں اسلام کا بول و بالا کرنے کے لئے اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر آمادہ و تیار ہوجائیں۔

جاپان چین پر یہ تمام مظالم بغیر کسی معقول وجہ کے کر رہا ہے اور مدعیان تہذیب اس کی ان انسانیت سوز حرکات کا چپ چاپ تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کو یہ جرات نہیں ہوتی کہ جاپان کے اس بیجا اقدام پر کوئی موثر اقدام کرے حالانکہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم امن عالم کے ٹھیکہ دار اور اجارہ دار ہیں۔ حقیقت میں کمزور کا کوئی ساتھی نہیں اور کمزوری سے کوئی بڑا گناہ نہیں ہے۔

فلسطین میں جبر و استبداد کا آغاز اور مطلق العنانی کے بیجا مظاہرے فلسطین میں جو مظالم اک زمانے سے ہو رہے ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہیں۔ سگر ہائی کمشنر کے قتل کے بعد تو اس قدر سختیاں شروع کر دی گئیں کہ ان کا گننا اور بیان کرنا بھی قبضہ قدرت سے بالاتر ہے یہ آرڈیننس برطانیہ کی طرف جاری کر دیا گیا کہ کوئی عرب شبانہ روز کے اندر اپنے گھر سے دو گھنٹہ سے زائد باہر نہیں نکل سکتا اور اگر کسی نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو فوراً گرفتار کر لیا جائیگا۔ اسی طرح کی سینکڑوں گرفتاریاں عمل میں لائی جاچکی ہیں۔

مگر برطانیہ کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس جبر و تشدد سے مجاہدین فلسطین کے پائے ثبات متزلزل نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے عزم کر لیا ہے کہ اگر وہ زندہ رہیں گے تو آزاد رہکر ورنہ غلامی کی زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے۔ جس قوم میں یہ جذبہ و ولولہ موجود ہو اُسے کوئی مادی قوت زیر نگیں نہیں کر سکتی ہے نیز تمام عالم اسلام کی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں اور سارے کے سارے مسلمانانِ عالم اُن کی پشت پناہی کیلئے دل و جان سے تیار ہیں۔

حکومت برطانیہ کے مدبرین کی انتہائی ناعاقبت اندیشی ہوگی اگر وہ پورے عالم اسلام کے جذبات کا خیال نہیں کریں گے۔ اور ان کی مشترکہ آواز کو ٹھکرادیں گے۔

ماہ رمضان اور اسکے احکام

از مولانا محمد عین الحق صاحب سلفی متعلم مدرسہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ

فرضیت روزہ اور اس کے اسرار

واضح ہو کہ ارکان اسلام پانچ ہیں ان میں ایک رکن یہی روزہ ہے۔ سنہ ۲ھ میں پورے رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔ قرآن میں ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ اے ایمان والو تمہارے اوپر روزہ فرض کیا گیا تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ جو غذا گیارہ مہینہ تک تمہارے جسمانی نشو ونما کر رہی تھی اور اسکا استعمال ہر حال میں جائز اور حلال تھا اپنی منکوحہ بیوی جس سے مباشرت نہ صرف جائز بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے "ھن لباس لکم وانتم لباس لھن تم انکے لئے لباس و پوشاک اور وہ تمہارے لئے" حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے صبح صادق سے آفتاب ڈوبنے تک انکی لذتوں سے اجتناب کرنا اور نفس کو روک رکھنا شرع میں اسی کا نام روزہ ہے۔ انسان میں دو قسم کی قوتیں ودیعت کی گئی ہیں۔ قوت ملکوتیہ اور قوت حیوانیہ چنانچہ روزہ قوت ملکوتیہ کو قوت حیوانیہ پر غالب کر دیتا ہے۔ خواہشات نفسانی کو توڑ کر تسبیح و تقدیس الٰہی میں مصروف کر دیتا ہے۔ غریب و امیر سب کو ایک صف میں کھڑا کر دیتا ہے اور امیر کو غریب کے فقر و فاقہ کی مصیبت سے مطلع کرتا ہے۔ مساوات و مواخات کا بہترین نقشہ پیش کرتا ہے اور نفس کشی کا بے نظیر سبق دیتا ہے۔ قرآن حکیم نے اسی روزے کا فائدہ "لعلکم تتقون" (تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ) بتایا ہے۔

ایک روزہ دار بھوک سے سخت پریشان ہے شکم میں سوزش ہے جسم میں ضعف و کمزوری محسوس کرتا ہے۔ مرغوب سے مرغوب غذا اس کے سامنے موجود ہے وہ بند کوٹھری میں لیٹا ہے کوئی اس کو دیکھتا بھی نہیں ہے مگر وہ نہیں کھاتا لبوں پر مہر ڈالے پڑا ہے۔

چٹیل میدان میں تنہا موجود ہے، کڑاکے کی دھوپ ہے، دور کی مسافت ہے، آفتاب کی تمازت سے بے چین ہے پسینہ میں غرق ہے پیاس سے حلق سوکھ رہا ہے۔ لبوں پر پپڑیاں پڑ گئی ہیں سامنے گلاس میں گلاب پاشی کیا ہوا ٹھنڈا پانی موجود ہے اور وہ پیتا نہیں ہے۔

اسی طرح اپنی پیاری بیوی پاس بیٹھی ہے اس کا حسن و جمال خواہشات نفسانی کو بیتاب کر رہا ہے ہر طرح کا

قدرت بھی حاصل ہے، ایک دوسرے کو الفت و محبت نے شیدائی بنا رکھا ہے۔ مگر وہ صرف روزے کی وجہ سے اپنی خواہش نفس کو کچلتا ہے اور اپنے دامن کو سمیٹے رہتا ہے۔

یہ تقویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔ روزہ دار محض خدا کے حکم سے ایسی چیزوں کو چھوڑتا ہے جو حلال اور طیب ہیں۔ انکی حلت و پاکیزگی میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔ لطف یہ ہے کہ گیارہ مہینے تک ان کی لذتوں سے آشنا رہ چکا ہے۔ طبیعت بھی عادی ہو چکی ہے اور پھر قیام و بقا بھی اسی پر موقوف ہے مگر صرف اللہ کے حکم سے اپنے نفس کو تمام لذات سے روک لیتا ہے۔

روزہ سے یہی مقصود ہے کہ انسان امتثال اوامر و اجتناب نواہی کے ذریعے اپنے مولیٰ و رب حقیقی کی خوشنودی حاصل کرے اور اسکا مطیع و فرمانبردار اور متقی و پرہیزگار بندہ بن جائے جس نے یہ اوصاف حاصل نہیں کئے صرف اکل و شرب چھوڑدیا اور تمام منکرات و منہیات میں منہمک رہا، کذب و افترا، قذف و بہتان، سب و شتم، لعن و طعن، بغض و حسد، جھوٹی شہادت و غیبت اور ان کے ہم مثل دیگر مناہی و مناکر سے اجتناب نہیں کیا بلکہ بجائے اوصاف حمیدہ کے اوصاف ذمیمہ کے ساتھ متصف ہوا تو ایسے روزے کی اللہ کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں اور نہ ایسے روزہ دار کو کھانا پینا چھوڑنے سے کوئی فائدہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ رواہ البخاری جس نے جھوٹی بات اور باطل عمل کو نہیں چھوڑا اس کو کھانا اور پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یعنی روزہ سے صرف بھوکا اور پیاسا رہنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ نفس امارہ کو نفس مطمئنہ کا مطیع بنا اور غضب کی آگ کو بجھانا اور خواہش نفس کے شعلے کو ٹھنڈا کرنا مقصود ہے۔ اور جب تک یہ اوصاف حاصل نہوں صرف اکل و شرب کے ترک سے روزہ مقبول نہیں ہو سکتا۔

چاند کے احکام

قمری مہینہ کبھی انتیس دن اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔ انتیس شعبان کو اگر ایک شخص بھی چاند دیکھے بشرطیکہ عادل و متقی ہو تو اس کی شہادت مقبول ہوگی۔ رمضان کا مہینہ شروع ہو جائیگا۔ اور روزہ رکھنا فرض ہوگا۔

عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی رأیت الہلال یعنی ہلال رمضان فقال اتشہد ان لا الہ الا اللہ قال نعم قال اتشہد ان محمد رسول اللہ قال نعم قال یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غدا۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ والدارمی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تو شہادت دیتا ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اعرابی نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تو شہادت دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں تو آنحضرت صلعم نے فرمایا اے بلال لوگوں کو خبر کردو کہ کل روزہ رکھیں۔

اگر چہ ۲۹ وغیرہ سے چاند کی امید ہو مگر ابر یا آندھی اور وجہ سے چاند نظر نہیں آیا تو ماہ شعبان پورے تیس دن کا شمار ہوگا اور اس کے بعد اگر چہ چاند نظر نہ آوے رمضان کا مہینہ شروع ہو جائیگا۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین متفق علیہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چاند دیکھکر روزہ رکھو اور چاند دیکھکر افطار کرو۔ اگر بدلی وغیرہ میں چاند نظر نہ آوے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

ماہ رمضان کے قبل بطور استقبال آخر شعبان میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین الا ان یکون رجل کان یصوم صوماً فلیصم ذالک الیوم متفق علیہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول علیہ السلام نے کہ ہرگز کوئی شخص رمضان کے ایک روز قبل روزہ نہ رکھے۔ مگر اگر کوئی شخص روزہ ہر مہینہ کے اخیر میں رکھتا ہے یا اس کے ذمے نذر یا قضا باقی ہے تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

شک کے دنوں میں روزہ رکھنا اور یہ خیال کرنا کہ اگر چاند نکلا ہو تو رمضان کا روزہ ہو جائیگا۔ ورنہ نفل روزے کا ثواب ملے گا ناجائز ہے۔

ایک شہر والے کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والے کیلئے معتبر ہوگا یا نہیں۔ اس میں دو مسلک ہیں صحیح یہ ہے کہ دونوں شہر کی مسافت میں اتنی دوری ہو کہ آفتاب کے طلوع و غروب میں زیادہ فرق ہو جائے یعنی مطلع ایک نہ ہو تو ایک شہر کا چاند دیکھنا دوسرے شہر کے لئے معتبر نہ ہوگا۔ جیسے دربھنگہ کلکتہ دونوں کی صبح و شام کے مختلف اوقات ہیں۔ اور اگر دونوں شہر کی صبح و شام میں زیادہ تفاوت نہ ہو یعنی مطلع ایک ہو تو ایک شہر کے چاند کی خبر دوسرے شہر کے لئے معتبر ہوگی اور روزہ رکھنا فرض ہوگا جیسے دربھنگہ مظفرپور پٹنہ وغیرہ کے مطلع میں زیادہ فرق نہیں ہے۔

رمضان کی فضیلت

جب رمضان المبارک کا چاند نکلتا ہے تو شیاطین اور سرکش اجنہ قید کر دئے جاتے ہیں جہنم کے کل دروازے مقفل کر دئے جاتے ہیں اور جنت کے کل دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ رمضان المبارک میں نوافل ثواب میں فرائض کے مثل ہو جاتے ہیں۔ اور فرائض کی قدر و منزلت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر ملتا ہے۔

اس بنا پر زکوٰۃ کا ثواب بھی اس مہینہ میں ستر گونا زیادہ ہوگا۔ اس مہینہ میں رسول علیہ السلام ذکر الٰہی خصوصیت سے کرتے اور باوجود معصوم ہونے کے حسنات کا ذخیرہ جمع کرتے۔ اس مہینہ میں قرآن مجید کا دورہ بھی حضرت جبریل علیہ السلام سے ہر سال کرتے۔

اسی مہینہ میں ایک رات ہزار مہینہ سے بہتر و افضل ہے رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ اس ماہ

میں مومن کی روزی میں زیادتی ہوتی ہے اور یہ وہ ماہ مبارک ہے جس میں اخوت ومساوات مروت ومواسات کا نقشہ نمایاں طور پر پیش نظر رہتا ہے۔ اس مہینہ میں جو اپنے غلام ونوکر وغیرہ پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو بخش دیگا۔ اور جہنم کی آگ سے اُسے آزاد کر دیگا۔ سب سے بڑا بدقسمت وہ انسان ہے جس کے معاصی رمضان شریف میں معاف نہ ہوئے اور حسنات وخیرات کا ذخیرہ جمع نہ کیا۔

روزہ کا ثواب

جو روزہ اللہ کی خوشنودی ورضاجوئی کیلئے رکھا جاتا ہے اس کا ثواب اللہ عزوجل کے نزدیک بے شمار ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

جنت میں آٹھ دروازے ہیں ایک کا نام ریان ہے جس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ انہیں کے لئے وہ دروازہ مخصوص ہے۔ روزہ دار کے لئے دو وقت خوشی کے ہیں ایک افطار کا وقت اور دوسری مسرت رب العالمین کی ملاقات کے وقت۔ بندہ کے لئے اس سے بڑھکر انتہائی مسرت کیا ہوگی کہ اس کو اپنے رب کی ملاقات نصیب ہو۔

روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ ہوگی بروز قیامت خوف وہراس کا یہ عالم ہوگا کہ انبیاء واولیاء بھی اللھم سلم سلم پکارتے ہوں گے۔ اسوقت یہ روزہ شفاعت کریگا۔ اور اللہ رب العزت کے دربار میں درخواست پیش کریگا کہ روزہ دار کو جنت میں داخل کردے۔

عن عبد اللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ صلعم قال الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیام ای رب انی منعتہ الطعام والشھوات بالنھار فشفعنی فیہ ویقول القرآن منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ فیشفعان۔ عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ اے میرے رب میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روک دیا آج تو اس کے متعلق میری شفاعت قبول کر۔ قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو رات میں سونے سے روکدیا۔ قاری کے متعلق میری شفاعت قبول کر۔ دونوں کی شفاعت قبول کی جائیگی۔

افطار وسحری

آفتاب غروب ہونے کے بعد افطار کا وقت ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد تاخیر کرنا یہود ونصاریٰ کا شیوہ ہے لا یزال الدین ظاھرا ما عجل الناس الفطر لان الیھود والنصاریٰ یؤخرون دین ہمیشہ غالب رہے گا۔ جبتک لوگ افطار میں جلدی کریں گے بھلائی پر رہیں گے۔ قال اللہ تعالیٰ احب عبادی الیّ اعجلھم فطراً رواہ الترمذی اللہ کے نزدیک محبوب ترین بندہ وہ ہے جو افطار میں تاخیر سے بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور سے افطار کرتے تھے۔ اگر کھجور نہیں ہوتی تو پانی سے۔ جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کرادے تو اس کے لئے تین ثواب ہیں۔ افطار کرانے کے گناہ بخش دئے جائیں گے اور دوزخ کی آگ سے آزاد کردیا جائیگا۔

نیز روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی اور اتنا ہی ثواب افطار کرانیوالے کو ہوگا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ہم لوگوں کے پاس اتنا کہاں کہ روزہ دار کو افطار کرائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرا دے تو اس کے لئے بھی یہی ثواب ہے۔

تسحروا فان فی السحور برکۃ سحری کھاؤ

اس میں برکت ہو۔ یہود و نصاریٰ سونے کے بعد نہیں کھاتے ان پر سحری کھانا حرام تھا۔ تمہارے روزے اور ان کے روزے میں سحری کا فرق ہے۔ سحری کھاؤ اگرچہ ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی ہو۔ طلوع صبح صادق تک سحری کا وقت رہتا ہے۔ تجربہ کاروں نے یہ لکھا ہے کہ ما بین طلوع و غروب جتنے گھنٹے ہوں ان کا ساتواں حصہ باقی رہ جائے تو صبح صادق شروع ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر طلوع و غروب چھ چھ ہوگا تو بارہ گھنٹے کی رات ہوگی اس کا ساتواں حصہ ایک گھنٹہ تینتالیس ۴۳ منٹ ہوگا۔ اور چار ر جکر سترہ منٹ پر صبح صادق شروع ہو جائے گی۔

تراویح و تہجد

رمضان المبارک کے مہینہ میں جو شخص تراویح کی نماز خدا کی رضامندی کے لئے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام صغائر گناہوں کو بخش دیگا۔ کبائر توبہ سے معاف ہو جائیں گے من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ

نماز تراویح کا وقت عشاء سے صبح صادق تک ہے۔ پچھلی رات میں پڑھنا افضل ہے۔ اگر اخیر رات میں کسی وجہ سے ادا نہ ہو سکے تو طلوع آفتاب کے بعد قضا بھی پڑھ سکتا ہے۔ رسول علیہ السلام نے رمضان المبارک کی تین راتوں میں تیئیسویں ۲۳، پچیسویں ۲۵، ستائیسویں ۲۷ کو باجماعت تراویح کی نماز گیارہ رکعتیں پڑھائی تھیں۔ اخیر روز اتنی دیر تک پڑھاتے رہے کہ صحابہ کرام کو خوف ہوا کہ آج سحری فوت ہو جائے گی۔ تین راتوں کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین چوتھی رات باجماعت تراویح ادا کرنے کیلئے دوبارہ مسجد میں مجتمع ہوئے۔ اور آنحضرت صلعم کا انتظار کرنے لگے۔ مگر آپ تشریف نہیں لائے اور نہ نماز پڑھائی۔ اور فرمایا کہ ابھی وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہے یہ عبادت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ مجھکو خوف ہے کہ رات کا قیام باجماعت تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ فرض نہ کر دے اس لئے میں نے پھر تمکو باجماعت تراویح نہیں پڑھائی۔ اگر تمہارے اوپر فرض ہو جاتی تو تم ادا نہیں کر سکتے۔ اپنے گھروں میں پڑھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تراویح یا تہجد کی نماز مع وتر گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ کا عمل برابر رمضان اور غیر رمضان میں یہی رہا کہ صرف آٹھ رکعت پڑھکر وتر پڑھتے تھے عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمان انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلعم فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان و لا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ الحدیث۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول صلعم کی نماز رمضان میں کیونکر تھی

یعنی آپ تراویح کی نماز کے رکعت پڑھتے تھے حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ رمضان اور رمضان کے علاوہ کبھی گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے حضرت عمرؓ فاروق نے جو تراویح باجماعت قائم کی تھی اس میں بھی گیارہ ہی رکعت تراویح صحیح روایت سے منقول ہے تمیم داری اور ابی بن کعب کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم کیا تھا۔ جیسا کہ موطا کی روایت دال ہے۔

بیس رکعت تراویح رسول صلعم سے ثابت نہیں ہے جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان باتفاق ائمہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عائشہ کی صحیح روایت گیارہ رکعت والی کے خلاف ہے۔

شب قدر

رمضان المبارک کے مہینے میں ایک رات کی بڑی فضیلت ہے۔ ایک رات کی عبادت ہزار مہینے سے بہتر ہے ایک ہزار مہینے کے تراسی برس چار مہینے ہوتے ہیں۔ اس رات میں جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ ہر گلی کوچے کی گشت کرتے ہیں۔ اور جو بندے عبادت الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں ان کی دعا پر یہ سب فرشتے آمین کہتے ہیں اور ان کے واسطے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اس رات میں خدا کی رحمت صبح صادق تک نازل ہوتی رہتی ہے یہ رات عشرۂ اخیر کی طاق راتوں میں ایک رات ہے یعنی ۲۱ ۲۳ ۲۵، ۲۷، ۲۹ جو شخص ان پانچ راتوں میں عبادت الٰہی کریگا یقیناً ان فوائد سے مستفیض ہوگا۔ نہایت بدنصیب وہ انسان ہے جو غفلت و سستی سے ایسی بابرکت رات کھو دیتا ہے۔ اور اپنے گناہوں کی مغفرت خدائے رب العزت نہیں کراتا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول صلعم سے سوال کیا کہ اگر شب قدر کا علم مجھکو ہو جائے تو میں کیا کہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھو اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی لے اللہ تو بہت معاف کرنے والا ہے معافی کو دوست رکھتا ہے میرے گناہوں کو معاف کردے۔

اعتکاف

اعتکاف کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں عورتوں سے مباشرت مت کرو۔ اعتکاف نام ہے تمام تعلقات سے منقطع ہو کر ذکر الٰہی و عبادت اور تلاوت قرآن مجید کیلئے اپنے آپ کو مسجد میں روک رکھنا سوائے حوائج ضروریہ کے اور کسی کام کیلئے مسجد سے باہر نہ نکلنا پائخانہ پیشاب وغیرہ کیلئے مسجد سے باہر ہو سکتے ہیں۔ اور ضرورت کے وقت مختصر گفتگو بھی کر سکتے ہیں اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے اعتکاف پر بہت کم لوگوں کا عمل ہے۔ حالانکہ سنت موکدہ ہے رسول اللہ صلعم کے لئے چٹائی کا حجرہ مسجد میں بنایا جاتا تھا اس میں معتکف ہوتے تھے۔ پہلے آپ نے شب قدر کی تلاش میں رمضان کے اول عشرہ

میں اعتکاف کیا اس کے بعد وسط عشرہ میں معتکف ہوتے اور جب خدائے تعالیٰ نے خبر دی کہ شب قدر آخر عشرہ میں ہے تو آپ نے بعد آنحضرت صلعم تا حیات رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے رہے۔

عن عائشة ان النبی صلعم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ رسول اللہ صلعم برابر تا وفات رمضان کے اخیر عشرے میں معتکف ہوتے رہے آپ کی رحلت کے بعد ازواج مطہرات معتکف ہوتی رہیں۔ ایک سال آنحضرت صلعم نے کسی وجہ سے اعتکاف نہیں کیا تو دوسرے سال بیس روز معتکف ہوئے دس روز سے کم بھی معتکف ہو سکتے ہیں۔

صدقۃ الفطر

عید کا دن ہے چہرے پر مسرت اور خوشی کے آثار نمایاں ہیں مکان کی صفائی و آرائش کی جا رہی ہے۔ کپڑے خریدے جا رہے ہیں ہر قسم کے کھانے پینے کا سامان مہیا کیا جاتا ہے تبدیلی لباس کا خاص انتظام ہے جوڑے تیار کرائے گئے ہیں بچے عمدہ اور فاخرہ لباس پہنے ہوئے آپس میں خوشیاں منا رہے ہیں غرض ہر طرف چہل پہل ہے مگر ایک روزہ دار جس نے خدا کی رضامندی کیلئے روزہ رکھا ہے آج اس کے بھی افطار کا دن ہے مگر اس کا چولھا سرد ہے کپڑے میلے ہیں۔ بچے بلک بلک کر رو رہے ہیں اس کی عید کا کوئی سامان نہیں ہے۔

میرے ماں باپ قربان ہوں اس رحیم و کریم نبی امی صلعم پر جنہوں نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ خود عید منائیں مہینہ روزے کے بعد خود آسودہ و سیر ہو کر کھائیں اور فقیر و مسکین کے گھروں میں فاقہ ہو چولھا سرد ہو بلکہ اس کے لئے یہ سامان فرمایا کہ کل مرد و عورت بڑے و چھوٹے غلام و آزاد سبھوں پر ایک صاع گیہوں یا جو وغیرہ صدقۃ الفطر فرض کیا لطف یہ کہ عیدگاہ جانے کے قبل نکالنے کا حکم صادر فرمایا اور راز یہ بتلایا کہ قبل نکالنے سے صدقہ مقبول ہوگا۔ ورنہ دوسرے صدقوں میں شمار ہوگا۔ نیز صدقۃ الفطر کا فائدہ یہ بتلایا کہ روزہ کی حالت میں جو خلاف شرع امور ظہور ہوئے ہیں لغو فحش گالی گلوج وغیرہ زبان سے نکلے ہیں اور جن سے روزے میں نقص و خرابی آگئی ہے۔ صدقۃ الفطر سے تمام خرابیاں دور اور روزہ پاک اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے اور اس کی مقبولیت میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ دوسرا فائدہ یہ بتلایا کہ تمہارے فقیر و مسکین تنگدست و محتاج بھائی کیلئے یہی صدقۃ الفطر بمنزلہ عید کی غذا کے ہوگا اور یہ ان کی عید کو عید بنانے کا منتظم شکل ہے صدقۃ الفطر فقیر و مسکین اور نادار طلبہ کو دینا چاہیے۔ چاول وغیرہ صدقۃ الفطر نکال سکتے ہیں۔ صاع ایک پیمانہ ہے جس میں مختلف اجناس کے غلے مختلف اوزان کے آسکتے ہیں پیمانہ کے وزن سے تخمیناً بوزن انگریزی پونے تین سیر ایک صاع ہوتا ہے۔

عید الفطر اور تکبیرات

عید کی بڑی فضیلت ہے اس میں دعا مقبول ہوتی ہے بندے کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ عید کے دن روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ عید کے دن غسل کر کے صاف ستھرا کپڑا پہننا چاہیے

خوشبو لگانا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن طاق کھجوریں کھا کر عیدگاہ تشریف لیجاتے۔ راستہ میں آتے جاتے تہلیل و تکبیر کہتے۔ عیدگاہ پہنچکر بھی تہلیل و تکبیر کہتے۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا۔ دوسری روایت میں ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد بعد نماز تکبیر کہتے ہوئے دوسرے راستہ سے واپس ہونا چاہئے۔

عورتوں کو بروز عیدین عیدگاہ لیجانا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو عیدگاہ لیجاتے اور عیدگاہ جانے کا تاکیدی حکم فرماتے۔ حائضہ اور وہ عورتیں جن کے پاس چادریں نہ ہوتیں ان کو بھی عیدگاہ نکالنے کا حکم صادر فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اپنی بہن سے چادر عاریۃً لے لینا۔ عن ام عطیۃ قالت امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدور فیشھدن جماعۃ المسلمین ودعوتھم و تعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یا رسول اللہ احدانا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا کہ ہم لوگوں کو حکم ہوا تھا کہ عیدین میں حائضہ اور پردہ نشین عورتوں کو نکالیں اور وہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعا میں شریک ہوں اور حائضہ عورتیں مصلی سے علیحدہ رہیں۔ ایک عورت نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ہم میں ایک کے پاس چادر نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ اسکا ساتھی اپنی چادر اڑھا دے۔ عیدین کی نماز دو رکعتیں ہیں پہلی رکعت میں قرأت کے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے قبل پانچ تکبیریں کہنی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلی اور ھل اتاک حدیث الغاشیۃ پڑھتے تھے اور دوسری حدیث میں سورہ ق اور سورہ قمر بھی آیا ہے۔ نماز عید کے بعد خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ نماز عیدین میں اذان اور اقامت ثابت نہیں ہے اور قبل و بعد نماز نفل [illegible] ہے۔ جمعہ اور عید ایک روز جمع ہو جائیں تو اختیار ہے کہ جمعہ پڑھے یا ظہر کی نماز چار رکعت ادا کرے۔

رمضان کے متفرق مسائل

روزہ کی حالت میں مسواک کرنا سنت ہے۔ مغرب کے قبل بھی مسواک کر سکتے ہیں۔ سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بدن اور سر میں تیل مالش کر سکتے ہیں۔ خوشبو سونگھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ روزہ دار کیلئے جماع کے علاوہ اور تعلقات جائز ہیں احتیاطاً جوان کو علیحدہ ہی رہنا بہتر ہے۔ روزہ کی حالت میں مجامعت کرنا بڑا گناہ ہے اس کو توبہ کرنی چاہئے اس کے علاوہ کفارہ میں ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ روزے درپے روزہ رکھے یا ساٹھ مسکین کو کھلادے۔ روزہ دار سہواً اگر پیٹ بھر کھالے تو روزہ میں کوئی حرج نہیں ہوگا مگر جب معلوم ہو جائے کہ وہ روزہ سے ہے تو فوراً منہ صاف کرے۔ قے ہو جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اگر قصداً قے کی ہے تو فاسد ہو جائیگا۔ اور قضا لازم ہوگی۔ روزہ کی نیت صبح صادق کے قبل کرنی چاہئے۔

رمضان میں ذکر اذکار و عبادت الٰہی اور تلاوت قرآن مجید بکثرت کرنی چاہیئے پھر ایسا موقعہ میسر نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلعم رمضان کی راتوں میں اپنے اہل و عیال کو عبادت الٰہی کیلئے جگاتے تھے۔ حاملہ و مرضعہ کے روزہ رکھنے پر بچے کو ضرر و نقصان پہنچے یا دودھ خشک ہو جانے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں افطار کرے اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دے یا اگر بعد کو قضا کی استطاعت ہو تو قضا کرے علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔

بیمار اور مسافر کیلئے روزہ افطار کرنا جائز ہے اور اتنے ہی دن روزہ کی قضا فرض ہے فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر۔ حائضہ حیض کی حالت میں روزہ نہ رکھے مگر پھر اس کی قضا ضروری ہے۔ قضا کا روزہ جلد رکھنا چاہئے کیا معلوم کب موت آجائے اور روزہ اس کے ذمہ باقی رہ جائے۔

ششش عید

امت محمدیہ پر خدا کی رحمت نہیں تو اور کیا ہے کہ حسنات کا ثواب دس گنا زائد عطا فرمیگا۔ امت محمدیہ پر صرف ایک مہینہ کا روزہ فرض ہوا مگر ایک مہینہ کا ثواب دس گنا ہوگا۔ یعنی دس مہینہ روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔ سال کے دو ماہ باقی رہے اس کی تکمیل کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ روزے ماہ شوال سے رکھنے کا حکم فرمایا تا کہ چھ روزے سے بقیہ دو مہینے پورے ہو جائیں اور سال بھر روزہ رکھنے کا ثواب ملے۔ فالحمد للہ

عن ابی ایوب من رسول اللہ صلعم قال صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال فذالک صیام الدھر

رواہ مسلم

حقانیت اِسلام

از جناب چھوٹا بشیری پرشاد صاحب جی چھولا پور گیا بیگو سرا

(۳)

ہجرت بمدینہ از مکہ

اہل قریش کے دردناک مظالم اس قدر بڑھے کہ ایک شب حضور کے مکان کا محاصرہ قتل کی نیت سے کر لیا۔ حضور کو خدا تعالیٰ کا حکم ہوا کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرو۔ حضور نے رات ہی کے وقت حضرت ابوبکر کی معیت میں مکہ معظمہ کو چھوڑ دیا جس لعل و گوہر کو مکہ کے جوہری نے نہیں پہچانا اس کی قدر و منزلت مدینہ منورہ میں ہوئی جب صبح کے وقت دشمنوں نے حضور کو مکان میں نہیں پایا۔ تو ان کی خلبلی بڑھ گئی کیونکہ ان کا مقصد زائل ہو گیا۔ راستہ میں حضرت صدیق رض ساتھ تھے دشمنوں نے تعاقب کیا آپ غار ثور میں جا کر چھپ گئے۔ ایک شاعر نے اس وقت کا خاکہ کیا خوب کھینچا ہے۔

ہجرت کے وقت کہہ گئے حضرت علی سے یوں
بستر پہ میرے سوؤ برادر تمام رات
فرقت میں مصطفیٰ کے حالت ہوئی تباہ
صدمہ اٹھائی حضرت حیدر تمام رات
ہمراہ تھے رسول کے صدیق ثور میں!
مصروف تھے دعا میں برابر تمام رات
جب منتشر ہوئی خبر ہجرت کی۔ آپ کے
چھانا جبل غنیم کی لشکر تمام رات

دشمنوں کے گھوڑوں کی ٹاپ کی آواز سنائی دی حضرت ابوبکر صدیق خوف زدہ ہو کر بولے کہ اگر دشمنوں نے ہم لوگوں کو دیکھا تو ضرور ہلاک کر دیں گے۔ ہم دو آدمی ان لوگوں کا کیونکر مقابلہ کر سکتے ہیں، حضور نے فرمایا کہ ابوبکر تم تین ہیں۔ دو نہیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ تیسرا کون ہے۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ اس مصیبت و پریشانی کے وقت بھی حضور اپنے رب کو نہیں بھولے حقیقت شناس اصحاب غور سے ملاحظہ کریں کہ اس عقیدت الٰہی و عشق ربانی کی دوسری مثال تواریخ میں ملنی دشوار ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کا دعویٰ نبوت غلط نہیں ورنہ دوسرے کی مجال نہیں کہ اس قسم کے عقیدت الٰہی سے اسکا سینہ لبریز ہو۔ ایک بات میں عرض کرنے کو بھول گیا ہوں قبل ہجرت مکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ

علیہ وسلم نے دشمنوں سے عاجز آکر کچھ مسلمانوں کو مقام حبشہ
بھیج دیا۔ جب اہل قریش کو معلوم ہوا تو گرانبہا نذر و تحائف
لیکر اپنے آدمیوں کو حبشہ بھیج دیا وہاں کے درباریوں کو رشوت
دیکر بارگاہ حبشہ کو ورغلا ن دیکر ان مسلمانوں کو نکلوا دیویں
مگر بادشاہ حبشہ نے سفیران قریش کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ آپ
لوگ یہاں سے واپس چلے جائیں میں ہرگز ان پاکبازوں کو
آپ لوگوں کے حوالہ نکرونگا اور ان کو ناہ فہم درباریوں کی
سفارش کی کوئی پرواہ نہیں کرونگا ایک شخص نے حضور سے
کہا کہ دشمنوں کو بد دعا کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا دیکھو تم سے
پہلے وہ لوگ گزرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلائے گئے ایک
دفعہ ابوجہل نے گالیاں دیں حضور برداشت کرگئے اس طرح
سے باوجود طرح طرح کی شرارتوں کے حضور پیغام حق برابر لوگوں
کو سناتے رہے یہ ماننے والے کب تھے انہیں احتیاج تھی تو خدا
تعالیٰ کی ورنہ آپ باقی تمام دنیا سے بے خوف تھے اس طرح سے
حضور سرور کائنات و آپ کے صحابین تیرہ برس تک مکہ میں و
آٹھ برس تک مدینہ میں کفار عرب کے مظالم کے تختہ مشق بنے رہے
تھے اور اس درمیان میں حضور کو بہت سی مدافعانہ جنگیں کرنی
پڑیں۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے
سربکف پھرتے تھے کیا دھر میں دولت کیلئے
ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کیلئے
اور مرتے تھے تیرے نام کی عظمت کیلئے

آپ کو جنگ سے سخت نفرت تھی۔ آپ استقامت
و استقلال کے مجسم پیکر تھے لیکن انہیں لڑنے پر مجبور کردیا
گیا۔ یہودیوں منافقوں اور قریش کی سازشوں سے انہیں
تنگ آکر تلوار ہاتھ میں لینی پڑی۔ بانی اسلام کا تلوار اٹھانا
دنیا سے ظلم و فساد مٹا دینے کے لئے اور دنیا کو امن و امان قائم
کرنے کے لئے تھا۔ دنیاوی اغراض سے نہیں بلکہ توحید پھیلانے
کے لئے مسلمانوں کو تلوار ہاتھ میں لینی پڑی پہلے پہل خدا کی
راہ میں اگر تلوار اٹھائی تو حضرت صلعم نے جس کو ایک شاعر
نے کیا خوب بیان کیا ہے۔ خدائے تعالیٰ کو مخاطب کرکے کہتا ہے۔

پر تیرے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے
بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے

مسلمانوں کو لڑائی کا حکم صرف اس لئے خدا نے دیا
ہے کہ خدا کا بول بالا ہو۔ ارشاد ربانی ہے کہ خدا کی راہ میں
ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔

جنگ بدر

جب اہل قریش نے جمعیت عظیم لیکر مدینہ پر ایک
شورانگیز فوجی یورش کرکے حملہ کردیا تب حضور کو پہلی جنگ
بمقام بدر کرنی پڑی۔ یہ کفر و اسلام کا پہلا معرکہ تھا کفر کی تمام
طاقتیں اپنی پوری قوت کیساتھ اسلام پر ٹوٹ پڑی تھیں۔
قریش کے تمام رؤسائے اعظم اور شجاعان مکہ کی تمام طاقتیں
سیلاب بنکر امنڈ آئی تھیں شجاعان مکہ کی تعداد ایک ہزار پیدل
فوج اور سینکڑوں سوار جو سر سے پاؤں تک فولادی لباس
میں مسلح تھے۔ دوسری جانب مٹھی بھر بے سروسامان مسلمان
تھے حضور صلعم کے لشکر میں کل ۳۱۳ جوانان اسلام نکلے تھے جنمیں

مہاجرین تھے اور باقی انصار کرام خوب زور و شور سے لڑائی شروع ہوئی۔ لڑائی کے وقت رسول کریم دونوں ہاتھ پھیلا کر پوری قوت کے ساتھ خدائے تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے کہ اے خدا تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے آج پورا کر۔ خدایا آج یہ چند نفوس مٹ گئے تو تو قیامت تک پوجا نہ جائے گا۔

ناظرین حضور کے اس محبت الٰہی کو ملاحظہ کریں ایسے مصیبت کے وقت میں خداوند ذوالجلال کو نہیں بھولے تب وہ رب العالمین ان کو کیونکر بھول سکتا ہے حضور خود فرماتے ہیں میری نماز اور میری عبادتیں میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں میری آنکھ تو سو جاتی ہے لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔ اس قسم کی توحید پرستی کے مقابلہ باطل پرستی کیسے ٹھہر سکتی ہے جنگ بدر وہ جنگ ہے جو اپنی نوعیت و اہمیت کے اعتبار سے نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم میں شہرت حاصل کر چکی ہے۔ جنگ عجیب جنگ تھی دو طرفہ مقابل صفوں میں باپ بیٹے شامل تھے حضرت صدیق اکبر کے بیٹے میدان میں نکلے تو خود حضرت صدیق اسکا سر قلم کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ حضرت عمر نے اپنے حقیقی ماموں پر ایک زبردست وار کیا اس جنگ میں حضور کے حقیقی چچا حضرت عباس رضہ اور حضور کے داماد ابو العاص حضور کے خلاف تھے حضور نے اپنی تعلیم سے لوگوں کو سکھلایا کہ مذہب کا رشتہ خون کے رشتہ سے زیادہ عزیز ہے اس جنگ غیبی امداد مسلمانوں کے ساتھ تھی چونکہ یہ لوگ بہسر حق تھے۔ نامور ان قریش کا خاتمہ ہو گیا ابو جہل ایسا موذی دشمن بھی قتل ہو گیا مسلمانوں کو اس جنگ میں عظیم الشان فتح ہوئی اور بہت سے کفار عرب گرفتار ہو گئے منجملہ اسیران بدر کے حضور کے چچا اور حضور کے داماد بھی تھے۔ بہت سے قیدیوں کو رقم فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا انصاف کو دیکھئے کہ چونکہ ان کے چچا بہت دولتمند تھے۔ اس لئے ان سے رقم فدیہ اوروں کی بہ نسبت زیادہ لی گئی آپ کے داماد کے پاس کچھ نہ تھا آپ کی صاحبزادی حضرت زینب نے اپنے گلے کا قیمتی ہار اوتار کر فدیہ کے لئے مکہ سے بھیجا جسمیں ان کے شوہر کی رہائی ہو جائے۔ وہ ہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا تھا نظر پڑتے ہی اپنی جاں نثار بی بی یاد آگئی اور رقت طاری ہو گئی صحابہ سے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو میں بیٹی کو اس کی ماں کی یادگار واپس کر دوں صحابہ جاں نثار تھے۔ فرمانبردار تھے انہیں کیا عذر ہو سکتا تھا حضور کو پوچھنے کی کچھ ضرورت نہیں تھی چونکہ حضور نبی معظم تھے مگر اس سے جمہوریت و مساوات کی تعلیم کا پتہ ملتا ہے بعض نافہم اشخاص اعتراض کر سکتے ہیں کہ جب سب اسیروں سے رقم فدیہ لیا گیا تو ان سے کیوں نہیں لیا گیا اور کیوں ہار واپس کر دیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت صلعم پیشوائے اسلام تھے تو آں حضرت صلعم کے بعد اگر کوئی شخص اسلام کی بہترین خدمت کی اور اسلام پر سب سے پہلے ایمان لایا اور اس کی اشاعت کے لئے سب کچھ قربان کر دیا تو وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی تھیں سب سے پہلے حضور کی پشت پناہی انہوں نے کی تھی ان خدمات

کے صلہ میں اگر حضور نے ان کی بیٹی کو ان کا دیا ہوا ہار واپس کر دیا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اس جنگ سے مدینہ کے یہود پر رعب طاری ہوگیا کہ یہ مسلمان تو مجسمہ ایثار و قربانی کے مجسمہ ہیں۔

جنگ احد

سردارانِ قریش میں سردار ابوسفیان ابھی زندہ تھا اپنی سرداری کی لاج رکھنے کے لئے اور مقتولین بدر کا انتقام لینے کے لئے ایک لشکر عظیم لیکر مدینہ کی طرف بڑھا اس جنگ میں قریش کی بہو بیٹیاں بھی شامل تھیں۔ انہیں اس لئے ساتھ لیا تھا کہ عربوں کا دستور تھا کہ جس جنگ میں عورتیں ساتھ ہوتی تھیں وہ اپنی جان پر کھیل جایا کرتے تھے حضور ایک ہزار جوانان اسلام ساتھ لیکر لڑائی کے لئے نکلے آپ نے عبداللہ بن جبیر کو ۵۰ تیر انداز دیکر ہدایت کر دی گئی تھی کہ حکم کے بغیر کسی صورت میں وہاں سے ہرگز قدم نہ ہٹانا کیونکہ ادھر سے اچانک حملہ کا اندیشہ تھا مسلمانوں نے گھمسان جنگ میں اس مرتبہ بھی قریش کو سخت ہزیمت دی اور مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا یہ دیکھکر سب کوہ کے بھی پچاس سوار مال غنیمت لوٹنے کو بلا حکم دوڑ پڑے۔ چونکہ عرب میں مال غنیمت بہت مجبوب شے تھی دشمنوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر اور مسلمانوں کو مال غنیمت کے لوٹنے میں مصروف اور غافل پاکر عقب کوہ سے جیساکہ رسول کریم کو اندیشہ تھا ایک زبردست حملہ کر دیا ایک شخص رسول کریم کے لشکر میں حضور کے ہمشکل تھا ان کے شہید ہوتے ہی یہ غل مچ گیا

کہ رسول کریم شہید ہو گئے۔ ہر طرف مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ بڑے بڑے بہادروں کے حوصلہ پست ہو گئے۔ خود حضرت عمرؓ نے ہتھیار پھینک کر کہا کہ اب لڑکر کیا کریں گے۔ آخر شش آواز بلند ہوئی کہ رسول کریم ابھی زندہ ہیں۔ ایک طرف تو دلیرانِ اسلام اُدھر اکٹھے ہونے شروع ہوئے جس میں رسول کریم کو اپنے آنکھوں سے دیکھیں۔ دوسری طرف کفار نے سارا زور اسی طرف ڈالدیا منتشر مسلمانوں کا یکجا ہونا مشکل تھا ایک دشمن نے حضور کو مجروح کر دیا اور دندان مبارک حضور کا شہید ہوگیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ مگر قریش کی دلیری سے نہیں بلکہ اپنی غلطی سے جنگ بدر نے جو دھاک بٹھادی تھی جنگ احد نے اس کے اثر کو زائل کر دیا اور قبائل یہود عرب و منافقین پھر دلیر ہو گئے۔ مسلمانوں کو اس کے بعد بہت سی چھوٹی چھوٹی جنگیں کرنی پڑی۔ یہود بگڑے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے اقتدار میں یہ اپنی بربادی دیکھ رہے تھے۔ مدینہ میں یہود کا بڑا اقتدار تھا۔ ان کے لین دین کا دائرہ بھی تمام عرب میں وسیع تھا۔ عورتوں کو رہن رکھتے تھے۔ ان میں بدکاریاں بھی تھیں۔ یہ قریش کے سازشوں میں برابر شریک رہتے تھے۔ یہانتک کہ رسول کریم کو رات کے وقت باہر نکلنا دشوار تھا۔ ان لوگوں نے سب ملکر اور چھوٹے چھوٹے قبیلوں کو ساتھ لیکر چوبیس ہزار انسانوں کا ایک لشکر عظیم سیلاب بن کر امنڈتا ہوا مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اتنے بڑے لشکر

کا بیک وقت کسی مہم کے لئے روانہ ہونا عرب کی تاریخ میں بالکل ایک
عجیب بات تھی۔ یہود کی دولت ساختہ تھی ابو سفیان جیسا بہادر اس
جرار لشکر کی سپہ سالاری کر رہا تھا۔ یعنی پھر مسلمان [illegible] تعداد میں
بیش ایک ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ اتنے لشکر عظیم کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ
کے نام پر کھڑے ہو گئے آخر تب لشکر عظیم نے مدینہ کو محاصرہ کر لیا حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افواج کو خندق کھود
کے لئے حکم دیا تاکہ خندق کے اندر رہ کر لڑنے [illegible] میدان میں
نکلکر مقابلہ کرنا مصلحت نہیں۔ ایک جگہ زمین ایسی پتھریلی تھی کہ کوئی
شخص اس کو نہیں کھود سکا۔ حضور کو لوگوں نے خبر دی حضور
اٹھے اور اپنے دست مبارک سے اس کو کھودنے لگے۔ ایک کلہاڑی
چنگاری نمودار ہوئی حضور بولے کہ [illegible] کا ملک فتح ہو گیا۔ دوسری
کلہاڑی چلائی۔ پھر شرارے نمودار ہوئے۔ پھر حضور بولے کہ قیصر کا ملک
مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہو گیا۔ غرض حضور کے کہنے کا یہ مطلب تھا کہ اہل
مکہ کیا حقیقت ہے۔ مسلمانوں کا مستقبل بہت شاندار ہے مسلمانوں
کے فتح کا ڈنکہ بجے گا اور دنیا کے ہر پیچ جائیگا۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ
پیشین گوئی حضور کی لفظ بلفظ ثابت ہوئی صرف پچیس سال کے
اندر مسلمان بہت سی سلطنتوں کے مالک ہو گئے حق و صداقت کی
اسی قسم سے بول و بالا ہوا کرتی ہے جب لشکر کفار نے مدینہ محاصرہ
کر لیا تب مسلمانوں پر فاقوں پر فاقے گزرنے لگے ایک روز ایک
صحابہ نے شکم کھول کر دکھلایا کہ دیکھئے شکم پر پتھر بندھا ہوا ہے لیکن
جب آپ نے شکم مبارک کھولا تو اس پر ایک کے بجائے دو پتھر بندھے
ہوئے پائے گئے۔ مسلمانان بھوکے پیاسے لڑ رہے تھے بارہ بارہ
گھنٹے مسلسل تیر کی بارش ہوا کرتی تھی۔ انتہائی نازک موقع پیدا ہو گیا

یہ حالت [illegible] تھی کہ کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتا تھا
اتنی بڑی [illegible] انتظام کو [illegible] آسان بات نہیں تھی
ان لوگوں کا خیال تھا [illegible] میں مسلمانوں کو نیست نابود
[illegible] بائیس روز او محاصرہ طول کھینچا
[illegible] شدید آندھی آئی جس
تمام [illegible] تیز تھی کہ چولہوں پر دیگچیاں
بھی نہ ٹھہر سکتی تھی [illegible] اضطراب پھیلا۔ خود دشمنوں
میں [illegible] جاری رکھنے اور نہ رکھنے کے مسئلہ پر پھوٹ پڑ گئی اور
بائیس روز کے بعد محاصرہ چھوڑ کر نامراد واپس جانا پڑا۔ عرب
اس دلیرانہ مدافعت جنگ کو دیکھکر انگشت بدنداں رہ گئے اور
مسلمانوں کی دھاک پھر تمام عرب پر بیٹھ گئی۔ اس لڑائی میں اللہ
تعالیٰ نے اپنے دین کی لاج رکھ لی۔ رسول کریم نے جنگ سے فارغ
ہوتے ہی مسلمانوں کو حکم دیا کہ اپنا ہتھیار نہ کھولیں اور بنو قریظہ
کی طرف بڑھیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کا محاصرہ کر لیا گیا۔
کیونکہ ان کا جرم سخت تھا ان لوگوں نے معاہدہ شکنی کی تھی۔
اور خوفناک باغی کو اپنے یہاں پناہ دیا تھا۔ ان کو فعل قبیحہ
کا مزہ چکھاتے ہوئے مسلمانان خیبر کی طرف بڑھے۔ یہ عرصہ دراز
سے طاقت یہود کا مرکز بنا ہوا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ
پر فتح ہوئی اور یہود کی طاقت ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی خیبر اس قاعدے
کے مطابق اسلام کا پہلا مفتوحہ ملک تھا۔

صلح حدیبیہ

مسلمانوں کو وطن چھوڑے ہوئے کامل چھ سال گزر
گئے اور مہاجرین بے یار و برباد وطن میں مصروف رہتے تھے۔ پھر کعبہ

شریف یادگار ابراہیم تھا وطن کی محبت بہت زبردست ہوتی ہے
جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

خاکِ وطن از تخت سلیمان خوشتر
خارِ وطن از سنبل و ریحان خوشتر

حضور مہاجرین کے اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اور اشاعت اسلام کے لئے چودہ سو اشخاص کو ساتھ لیکر مکہ شریف کے طرف روانہ ہوگئے۔ قریش نے یہ سنکر جنگی تیاریاں کیں آخر میں شرائط مصالحت طے پائی اہل قریش نے کہا کہ ایک سال کیلئے حضور واپس چلے جائیں حضور تو خونریزی نہ چاہتے تھے مصلحتاً یہ شرط قبول کر لی اب تک مسلمان اور کفار ملتے جلتے نہ تھے اب صلح کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہوئی خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ میں مسلمانوں کے پاکیزہ اخلاق و نیکوکاری کو دیکھکر خود بخود کفار کے دل ان کے طرف کھنچے آتے تھے اور کفار جوق جوق اسلام کے آغوش میں چلے آئے حدیبیہ کے صلح کو خداوند تعالی نے فتح کہا ہے لیکن اجسام کی نہیں قلوب کی اسلام کو اپنی اشاعت کے لئے امن درکار تھا اہل قریش تو بظاہر الگ رہے مگر خفیہ طور پر بنو بکر کے اولاد کی پوری مدد کی اور شرائط مصالحت کے خلاف ورزی کی حضور نے ایک سفیر قریش کے پاس بھیجکر یہ لکھا۔

۱۔ قریش بنو بکر کے حمایت سے الگ ہوکر مقتولون کا خونبہا ادا کرے۔ ۲۔ معاہدہ شکست کا اعلان کردیں۔

اہل قریش نے آخری شرط کو منظور کیا مسلمانوں کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ اہل قریش مقابلہ کی تاب نہیں لا سکے اور شکست کھا گئے۔ مسلمانوں کے فتح کا ڈنکہ ہر چہار طرف بج گیا۔ ارشاد نبوی ہے کہ اللہ تعالی زیادتی کرنے والوں پر محبت نہیں کرتا ہے اس لئے کفار مکہ کو شکست فاش نصیب ہوئی۔

حضرت محمد صلعم کا عفو و رحم و استقلال

بعض معترضین یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب پیغمبر صاحب کے دشمن بڑے زبردست تھے اور حضور کی پارٹی ناتواں و کمزور تھی اس لئے دشمنوں کے مظالم کو سوائے برداشت کرنے کے دوسرا چارہ کیا تھا اس لئے اس میں حضور کی کوئی تعریف نہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب حضور بہت جنگ و جدال کے بعد اپنے عدو پر غالب آئے اور مسلمانوں کے بادشاہ بنے اور مکہ پر نصرت حاصل ہوئی تب حضور بحیثیت فاتح کے مکہ میں داخل ہوئے۔ اب ناظرین بغور اُس وقت کے حالات کا اندازہ کریں حضور کے دشمنان بہت خوف زدہ تھے کہ ہم لوگوں نے اس قدر مظالم کئے ہیں۔ کہ ہم لوگ بلا عذر قتل کر دئے جائیں گے۔ واقعی دشمنوں کا ایسا خیال کرنا واجب تھا اور ان لوگوں کا قصور بھی اسی قابل تھا اور دوسرا بادشاہ ان لوگوں کو ہلاک کرنے سے باز نہیں آتا جب حضور فاتحانہ حیثیت سے مکہ شریف میں داخل ہو رہے تھے حضور کے ایک سپہ سالار بولے کہ اب ہم مکہ پہنچکر دشمنوں کے اینٹ سے اینٹ بجائیں گے اور کفار مکہ کو ان کے شرارت کا مزہ چکھائیں گے حضور کو جب یہ بات معلوم ہوئی تب فوراً اُس سپہ سالار کو معزول و برخواست کردیا مکہ شریف پہنچکر حضور نے کفار مکہ کو بلوا بھیجا یہ لوگ تو بڑے خائف تھے مگر حضور نے ان لوگوں کے قصور کو معاف کردیا۔ نہ صرف قصور معاف کردیا بلکہ جس جس مکانات پر مہاجرین کے کفار مکہ نے قبضہ کر لیا تھا۔

وہ سب مکانات بھی کفار مکہ کے قبضہ میں چھوڑ دیا۔ حضور نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنے مملوکات سے دست بردار ہو جائیں۔ کیا دنیا اس قسم کے رحم و عفو کا دوسرا نمونہ پیش کر سکتی ہے۔ ایک یہودی رعایا نے حضور کو گوشت میں زہر ملا کر بھیجا۔ رسول کریم کا اخلاق ایسا وسیع تھا کہ ہر شخص کا تحفہ بلا لحاظ مذہب و ملت قبول فرمانے حضور کو اس کی خبر مل گئی اُس کو بلوا بھیجا اسکے خلاف ایسا زبردست ثبوت تھا کہ اسکو سوائے اقرار کرنے کے دوسرا چارہ نہیں تھا اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا حضور کا رحم اتنا زبردست تھا کہ حضور نے ایسے مجرم کو بھی معاف کر دیا ارشاد نبوی ہے کہ جو شخص بارگاہ خداوندی سے رحم کا خواستگار ہوتا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ خدا کے مخلوق پر بھی رحمت کی بارش برسائے جیسے خدائے تعالیٰ نے تم پر احسانات کئے ہیں اُسی طرح تم بھی لوگوں پر احسان کرو۔ ایک قبیلہ کا سردار گرفتار ہو کر آیا ایک کھمبے سے باندھ دیا گیا۔ رسول کریم نے جب یہ دیکھا تو اس سے دریافت کیا کہ تم سے کیا برتاؤ کیا جائے۔ اس نے کہا کہ اگر حضور مجھے قتل کریں گے تو حق بجانب ہوں گے کیونکہ میں نے بہت مسلمانوں کا ناحق خون بہایا ہے مگر حضور نے ایسے مجرم کو بھی معاف کر دیا۔ یہ سب مثالیں اس وقت کی ہیں جب حضور ذی اقتدار تھے اور مسلمانوں کے بادشاہ تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا خوب فرمایا ہے کہ وہ تمام اخلاق جن کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اُن تمام اخلاق سے آپ مزین تھے اگر طاقتور ہو کر کوئی شخص اپنے کمزور دشمن کو معاف کر دے تب وہ معافی قابل تعریف ہے کعبہ شریف پہونچکر حضور نے بہت سی رنگین تصاویر جو وہاں لٹکی ہوئی تھیں منہدم کرا کر بتوں کو مسمار کرا کر بیت اللہ میں نماز پڑھی اور پرجوش تقریر فرمایا اے اہل قریش اب یہ ہے کہ سوائے معبود حقیقی کے کوئی شے قابل پرستش نہیں وہ ذات وصفات میں تنہا ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی یہ ہے جو وعدہ خدائے تعالیٰ نے کیا تھا اس کو پورا کر دکھایا پھر ابوسفیان سے حضور نے پوچھا اب بھی نہیں یقین ہوا کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اس نے جواب دیا کہ آج کوئی معبود ہوتا تو ضرور میرے کام آتا یہ ہے آپ کی عظمت۔ اسی قسم سے حضور نے بت پرستی و باطل پرستی کا قلع قمع کیا اور عوام الناس کو معبود حقیقی کی پرستش سکھلائی جس الٰہی آواز کو شروع میں کسی نے خیال نہیں کیا وہ مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک اور زمین سے آسمان تک پہنچی "خدا کے پاک بندوں کو خدا سے نصرت آتی ہے اور جب آتی ہے تو اس عالم کو اک عالم دکھاتی ہے"

جنگ برائے محافظت دین

میں قبل مختصراً دکھلا چکا ہوں کہ حضور کو جب جنگ و جدال کرنا پڑا تو اپنی دین و ملت کی محافظت کے لئے مگر اب تشریح کے ساتھ اس کو بیان کرنا نہایت ضروری ہے۔ ایک صحابی نے حضور سے پوچھا کہ اگر ایک شخص مجھ پر حملہ کر کے میرا ہاتھ کاٹ ڈالے اور جب میں اس پر حملہ کروں تو کلمہ پڑھنے لگے تب میں کیا کروں حکم ہوا کہ تم اسے نہیں مار سکتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اثنائے جنگ میں ایک مسلمان کافر پر حملہ کر کے تہ تیغ کرنا چاہتا تھا کہ اس نے اپنی زندگی بچانے کے لئے بے ایمانی سے یہ کہدیا کہ میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اس مسلمان نے اس کافر کو چھوڑ دیا اس کے

بعد موقع ملنے پر اُس نے پھر مسلمانوں سے جنگ کی پھر ایک مسلمان زیر کر کے ہلاک کرنے پر آمادہ ہوا تھا اس کمبخت نے براہ فریب یہ کہہ دیا کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں پھر اس مسلمان نے اسکو بخش دیا وہ کافر پھر جماعت میں جا ملا اور موقع پا کر پھر لڑائی پر آمادہ ہوا تب اس ملحد نے کلمہ پڑھ لیا اُس مسلمان نے اسکو دغاباز مفتری سمجھکر ہلاک کر دیا۔ جب حضور کو اس کی خبر ملی تو حضور اُس مسلمان پر رنجیدہ ہوئے اور کہا تم کو ایسا کرنا لازم نہیں تھا۔ اُس مسلمان نے کہا حضور دو مرتبہ اس کمبخت نے دھوکا دیا۔ حضور بولے کہ تم اس کے دل کا حال نہیں کہہ سکتے ممکن ہے کہ آخری مرتبہ وہ واقعی مسلمان ہو گیا ہو۔ رسول مقبول کے زمانہ میں ایک مسلمان نے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ حضور نے اس مسلمان کو قتل کروا دیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نے جو لڑائی کی وہ دین ملت کی محافظت کے لئے اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں تھی قبل میں ذکر کر چکا ہوں کہ حضور نے کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ بلکہ حضور کی تعلیم ہی ایسی تھی اور آپ کے جاں نثار صحابہ بھی اسی تعلیم پر قائم رہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک سخت دشمن کو زیر کر کے اس کے گردن پر تلوار چلانا چاہتے تھے تو اس نے آپ کے روئے مبارک پر تھوک دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس دشمن کو چھوڑ دیا۔ اس کارروائی سے آپ کا وہ دشمن بھی حیران تھا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا کہ میں اس کو اس لئے قتل کرتا تھا کہ اس نے دین و ملت کا بہت نقصان کیا تھا اور مسلمانوں کو ناحق تنگ کیا تھا۔ مگر جب اس نے میرے منہ پر تھوک دیا تب اب اس کو قتل کرنے سے لوگ یہی کہیں گے کہ غصہ میں آکر قتل کر ڈالا۔ ایک مسلمان بکر بن ولید نے ایک عیسائی کو قتل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تھی اُس مسلمان کو مقتول کے وارث کے حوالہ کر دیا۔ اور اُس نے اُس قاتل کو قتل کر دیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی دشمن کے بارے میں سمجھاتے ہیں کہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے عمر! تم ایام جاہلیت میں بڑے بہادر تھے۔ اب عہد اسلام میں تم سستی برتتے ہو یہ ممکن نہیں کہ میں اپنی کھلی آنکھوں سے دین و ملت کا نقصان ہوتے دیکھوں۔ اس سے بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم کی کیا تعلیم تھی حضور سرور کائنات کا یہ قول تھا کہ جو نعمت ہم نے خدا تعالیٰ سے پائی اس کو اپنے تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ ہمیشہ کیلئے بنی نوع انسان میں تقسیم کر دیا۔ حضور کی زندگی کا ایک اہم واقعہ میں بیان کرتا ہوں کہ ہجرت مدینہ کے چند روز کے بعد آنحضرت نے عبداللہ بن جحش کو بارہ آدمیوں کے ساتھ بطن نخلہ کی طرف بھیجا آپ نے عبداللہ کو ایک خط دیکر فرمایا تھا کہ دو دن کے بعد اس کو کھولنا عبداللہ نے خط کھولا تو لکھا تھا کہ مقام نخلہ میں قیام کرو اور قریش کے حالات کا پتہ لگاؤ اور اطلاع دو اتفاق یہ کہ قریش کے چند آدمی جو شام سے تجارت کا مال لئے آتے تھے سامنے سے نکلے عبداللہ نے ان پر حملہ کیا اور مال غنیمت دستیاب ہوا عبداللہ نے مدینہ آکر یہ واقعہ بیان کیا اور غنیمت کی چیزیں پیش کیں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو یہ اجازت نہیں

دنیا یعنی غنیمت کے قبول کرنے سے بھی آپ نے انکار فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عبد اللہ سے نہایت برافروختہ ہو کر کہا تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں تھا اور ماہ حرام میں لڑے۔ حالانکہ اس مہینہ میں تم کو لڑنے کا حکم نہیں اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس کی کیا تعلیم تھی اسلام کا اصلی مقصد تبلیغ دعوت ہے۔ اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی سدِ راہ نہ ہو تو اسلام کو نہ تو اس سے جنگ ہے اور نہ ان کے رعایا بنانے کی ضرورت ع

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

(باقی آئندہ)

رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلماتِ طیبات

ایک سو حدیثوں کا با محاورہ ترجمہ

از جناب مولوی محمد عین الحق صاحب سلفی متعلم مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ

قسط (۴)

مکارم الاخلاق

(۷۶) بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ

(۷۷) لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ۔

(۷۸) كَرَمُ الْمَرْءِ دِينُهُ وَمُرُوءَتُهُ عَقْلُهُ وَحَسَبُهُ خُلُقُهُ

(۷۹) سُوْءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ وَشِرَارُكُمْ أَسْوَءُكُمْ خُلُقاً

(۸۰) إِنَّ مِنْ كُنُوزِ الْبِرِّ كِتْمَانُ الْمَصَائِبِ۔

(۸۱) إِيَّاكَ وَقَرِينَ السُّوءِ فَإِنَّكَ بِهِ تُعْرَفُ

(۸۲) إِنَّكُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ

(۸۳) اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ۔

(۸۴) اَلْخُلُقُ السَّيِّءُ يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ۔

اچھے اخلاق

(۷۶) میں اخلاق عامہ کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں

(۷۷) نہ تدبیر سے بڑھکر کوئی عقل اور نہ پرہیز سے عمدہ کوئی زرہ ہے اور نہ اچھے اخلاق سے بہتر کوئی حسب ونسب ہے۔

(۷۸) دین انسان کی عزت ہے عقل اس کی مروت ہے اور حسب ونسب اسکا اخلاق ہے۔

(۷۹) بدخلقی نحوست ہے تم میں بدترین انسان وہ ہے جو اخلاق سب سے برے ہیں

(۸۰) مصیبت کا چھپانا نیکی کا ایک خزانہ ہے۔

(۸۱) برے ساتھی سے بچو کیونکہ اسی سے پہچانے جاؤگے۔

(۸۲) تمہارا مال تمام لوگوں کیلئے ہرگز کافی نہیں ہو سکتا اس لئے اپنے اخلاق کے ذریعہ تمام لوگوں پر چھا جاؤ۔

(۸۳) شرم ایمان کی ایک شاخ ہے۔

(۸۴) جس طرح سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ بدخلقی نیکی کو برباد کر دیتی ہے

(۸۵) خَيْرُ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا
(۸۶) السَّكِينَةُ مَغْنَمٌ وَتَرْكُهَا مَغْرَمٌ
(۸۷) زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔
(۸۸) الجنة تحت اقدام الامهات۔
(۸۹) مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ
(۹۰) مُدَارَاةُ النَّاسِ صَدَقَةٌ
(۹۱) لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ بِأَخِيكَ فَيُعَافِيَهُ اللهُ وَيَبْتَلِيكَ
(۹۲) مَنْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ فَلْيَكُنْ أَمْرُهُ بِمَعْرُوفٍ
(۹۳) الرِّفْقُ يُمْنٌ وَالْخُرْقُ شُؤْمٌ
(۹۴) إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ
(۹۵) إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى

(۸۵) بہترین انسان وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔
(۸۶) اطمینان ووقار غنیمت ہے اور اس کا چھوڑنا تاوان ہے۔
(۸۷) دوست سے ناغہ کرکے ملاقات کرو محبت زیادہ پاؤگے۔
(۸۸) ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔
(۸۹) مرد کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لغو اور بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دے
(۹۰) لوگوں کی خاطر مدارات کرنا صدقہ ہے۔
(۹۱) اپنے بھائی کے عیب پر خوشی ظاہر مت کرو کیونکہ اللہ اس کو مصیبت سے نجات دیگا اور تمکو آزمائش میں مبتلا کردیگا۔
(۹۲) جو اچھی بات کا حکم کردے اس کو پہلے اپنا عمل اچھا کرنا چاہئے،
(۹۳) مہربانی کرنا مبارک ہے اور سختی کرنا بدنصیبی ہے۔
(۹۴) جب شرم نہیں ہے تو جو چاہو کرو۔
(۹۵) صبر وہی ہے جو شروع مصیبت کے وقت ہو۔

حَقِيقَةُ الدِّينِ

(۹۶) قُلْ آمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔
(۹۷) قِوَامُ الْمَرْءِ عَقْلُهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَقْلَ لَهُ
(۹۸) إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا۔
(۹۹) الدِّينُ النَّصِيحَةُ
(۱۰۰) الدِّينُ الْمُعَامَلَةُ۔

دین کی حقیقت

(۹۶) زبان سے اقرار کرو کہ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں اور پھر اسی پر قائم رہو
(۹۷) عقل انسان کی حقیقت ہے جس کو عقل نہیں اسکو دین نہیں
(۹۸) دین آسان ہے اس دین کے احکام پر کوئی سختی نہیں کرتا مگر دین ہی اس پر غالب آجاتا ہے۔
(۹۹) خیر خواہی کرنے کا نام دین ہے۔
(۱۰۰) آپس کے معاملہ کا نام دین ہے۔

ابودلامہ

از جناب مولوی فاروق احمد صاحب دربھنگوی متعلم دارالعلوم

سلطنت عباسیہ کا ملادوپیازہ سیاہ فام غلام تھا فن شاعری میں کامل فن مذاق میں ماہر اور جملہ علوم و فنون میں یکتا تھا۔ خلیفہ منصور کی طبیعت اس کی باتوں سے بڑی بہلتی تھی۔ اسے ہر وقت اور ہر لمحہ اپنے نزدیک رکھتا تھا تاکہ اس کے ذریعہ لطف و مسرت اور فرحت و انبساط حاصل کرسکے۔

ایکمرتبہ مہدی نے خوش ہوکر کہا "مانگ جس کی آرزو و تمنا رکھتا ہے" میں اسے پورا کرونگا۔

ابودلامہ۔ مجھے ایک کتا چاہئے۔ بہت دنوں سے اسکا شوق میرے دل میں موجزن تھا چاہتا تھا کہ حضور سے اپنی اس خواہش کا اظہار کروں مگر بوجہ دبدبۂ سلطنت اس کو ظاہر نہ کرسکا بحمداللہ کہ خداوند نعمت نے اُسے آج پورا کردیا۔

مہدی۔ اے اُلو! ایک عمدہ اور قیمتی چیز کیوں نہیں مانگتا ہے۔ کتا تو ایک حقیر جانور ہے۔

ابودلامہ۔ حضور! آرزو میری یا آپ کی؟

مہدی۔ نہیں۔ تیری۔

ابودلامہ تو بس مجھے ایک شکاری کتا چاہئے۔

مہدی۔ اچھا جہ تمہیں ایک شکاری کتا ملجائیگا۔ اور حکم دیا کہ اس کے حوالے کردو۔

ابودلامہ حضور اگر میں شکار کھیلنے کیلئے گیا اور خدانخواستہ تھکا تو پھر کیسے واپس آسکوں گا۔؟

مہدی۔ ایک گھوڑا بھی دیدیا جائیگا۔

ابودلامہ۔ اور مجھے خود ہی اس کی سائیسی کرنی پڑے گی؟ یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔ مجھ سے بار نہیں اٹھ سکتا۔ اس کی خدمت ہی کرتے ناک میں دم ہوجائیگا۔

مہدی۔ (خدمتگاروں سے) ارے بھائی اس کے حوالے ایک غلام بھی کردو۔

ابودلامہ۔ بہت خوب۔ شکار کھیلنے کیلئے کتا اور گھوڑا تو ہوہی گیا۔ اور گھوڑے کی خدمت بھی غلام کرہی لیگا۔ مگر جو چیز میں مار لاؤنگا اسے کون پکا کردیگا۔؟

مہدی (زیر لب تبسم کرتے ہوئے) تو خیر اس کام کیلئے ایک لونڈی بھی تجھے مل جائے گی۔

ابودلامہ۔ مگر آپ یہ تو بتلائیں کہ اتنے جاندار رہیں کہاں؟ میرے رہنے کو تو جگہ ہے نہیں۔

مہدی۔ ایک مکان بھی رہنے کیلئے دیدیا جائیگا جس میں تم لوگ سما سکو گے۔

ابودلامہ۔ آپ نے مجھ پر بہت سے احسانات کئے۔ مگر یہ تو فرمائیں یہ سب کھائیں گے کیا۔ میں اکیلی ذات ہوں جہاں پاتا ہوں پیٹ بھر لیتا ہوں مگر غلام، لونڈی اور گھوڑا ان سب کا سامان طعام کہاں سے کروں گا؟

مہدی۔ (زور سے ہنستے ہوئے) اچھا بیس بیگہ اراضی عامرہ اور پچیس بیگہ اراضی غامرہ تمہیں دی جائے گی۔ اب تو سب بخوشی کھا پی سکو گے۔

ابودلامہ۔ عامرہ کے معنی تو سمجھ گیا۔ مگر غامرہ کے لفظ سے میرے کان نا آشنا ہیں۔

مہدی۔ غامرہ اراضی غیر مزروعہ کو کہتے ہیں۔ یعنی جو ویران ہو اور کچھ نہ پیدا ہوتا ہو۔ سمجھے؟

ابودلامہ۔ معنی تو میں سمجھ گیا مگر اسکا فلسفہ نہیں معلوم ہوا کہ ویران اور بنجر زمین کو لیکر کرونگا کیا۔؟ میں حضور کو ایک لاکھ بیگہ اراضی غیر مزروعہ اور ویران خطہ کا پتا دیتا ہوں۔ عرب کی تمام ریگستانی زمینیں میں نے حضور کی نذر کیں۔ پچیس بیگہ اور عامرہ دلوائیے۔ حضور جب مال کا نقصان ہوا تو وہ عامرہ کیسے رہی خود ہی غامرہ بنگئی۔

خلیفہ مہدی اس بات پر بے تحاشا ہنس پڑتا ہے۔ اور کہتا ہے "تمہاری کل مرادیں برلائی جائیں گی"۔

ابودلامہ کا نام فوج تھا۔ ایکمرتبہ خراسان کے لوگوں نے بغاوت کردی۔ اس کو فرو کرنے کے لئے منصور نے روح کے ماتحت ایک دستہ روانہ کیا۔ دونوں جماعت میں لڑائی ہوئی اور جانبین کے کچھ آدمی نذر اجل ہوئے۔

روح بن حاتم نے ابودلامہ کو حکم دیا کہ تم جاکر دشمن کے سپہ سالار کا مقابلہ کرو اور اپنی جوانمردی و شجاعت لوگوں کو دکھلا دو۔

ابودلامہ (التشاعر) یکون جب تمام معاف فرمائیں۔ میں نہیں جاسکتا۔

روح۔ نہیں تمہیں جانا پڑے گا۔ جاؤ اور ابھی جاؤ۔

ابودلامہ۔ (منت وخوشامد کرتے ہوئے برجستہ یہ شعر پڑھتا ہے۔)

إني أعوذ بروح أن يقدمني
إلى القتال فيخزى بي بنو أسد
إن الدنو إلى الأعداء أعلمه
مما يفرق بين الروح والجسد

میں روح سے معافی کا خواستگار ہوں کہ وہ مجھے میدان جنگ میں بھیجے اور میری وجہ سے قبیلہ بنی اسد کو رسوا کرے۔ میں خوب جانتا ہوں اور مجھے اسکا تجربہ بھی ہے کہ دشمن کے قریب جانا جسم اور روح کی جدائی کا نام ہے۔

روح۔ تو پھر لڑائی کیلئے کیوں نہیں جاتا ہے؟

ابودلامہ۔ میں نے اس بات کی قسم تو کھائی تھی کہ سلطنت کی طرف سے دشمنوں سے جنگ و پیکار کروں گا۔ مگر اس بات کا حلف نہیں لیا تھا کہ اپنا سر بھی کٹا دونگا۔

اب تم بتلاؤ اگر تمہارا دل آگیا تو کیا ہوگا ؟

روح۔ باتوں کے بنانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تمہیں بالضرور میدان کشت وخون بہا جانا پڑے گا۔ اور دشمنوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ سمجھے ؟

ابودلامہ۔ بہت اچھا میں جاؤنگا اپنی عقلمندی و راستبازی کا امتحان بھی اسی ذلت دونگا۔ مگر ایک بات آپ سے کہنی ہے کہ حضور میں بہت بھوکا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ میرے لئے یہ دنیا کا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن ہوگا اس لئے میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں کبھی بھی بھوکا موت کے منہ میں نہ جاؤنگا۔

روح۔ جاؤ جو چاہو مطبخ سے لے لو۔

ابودلامہ۔ شکریہ اب البتہ مجھے آخرت میں قدم رکھتے ہوئے ڈر نہ معلوم ہوگا۔

ابودلامہ مطبخ میں پہنچکر بڑا اچھے کباب، عمدہ قسم کی شراب اور کچھ عمدہ میوے لیکر جھولی میں ڈال لیتا ہے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوکر اسے ایڑ لگاتا ہوا میدان جنگ میں پہنچکر اپنی قیمتی تلوار چمکانے لگتا ہے جسکی وجہ سے دشمنوں پر دھاک بیٹھ جاتی ہے اسکے آنے سے پہلے ایک جوانمرد میدان میں گھوڑے پر سوار ہوکر ھل من مبارز ھل من مبارز کے نعرے لگا رہا تھا۔ ابودلامہ اسے سلیک علیک کرکے کہتا ہے "میں ایک کام کیلئے آیا ہوں خدا کے واسطے جلدی نہ کرنا۔ کیا تم مجھے پہچانتے ہو"

شہسوار۔ میں تمہیں کیا جانوں جو باتیں تمہیں کہنی ہوں بلا تامل کہو۔ ورنہ جان رکھو یہ نیزہ تمہارے پار ہوگا۔

ابودلامہ۔ میرا اسم شریف زند ہے اور کنیت ابودلامہ ــــ

شہسوار۔ وہی نہ جو بہت بزدل اور فن شاعری میں وحید ہے۔

ابودلامہ۔ ہاں جی۔

شہسوار۔ تو تم میدان کارزار میں کیونکر آگئے ؟ کیا تمہیں جان کا خطرہ نہیں۔ ؟

ابودلامہ۔ میں نہ لڑنے آیا ہوں اور نہ مرنے۔ بات یہ ہے کہ جب میں نے تمہاری بہادری وجوانمردی کی داستان سنی تو دل میں کہنے لگا۔ ضرور ایسے شخص سے دوستی کرنی چاہیئے۔ اب تم ہی بتلاؤ کیا ایسے شخص سے لڑنا چاہتے ہو جو تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔

شہسوار۔ ہرگز نہیں۔

ابودلامہ۔ اور کیا ایسے آدمی کو تم قتل کروگے جو تمہاری بہادری کا قائل ہے ؟

شہسوار۔ کبھی نہیں۔

ابودلامہ۔ اب میں تمہیں وہ باتیں بتاؤں جو ہمارے اور تمہارے دونوں کیلئے مفید ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تم تھک گئے ہو اور تم پر بھوک و اشتہا کا غلبہ بھی ہے۔

شہسوار۔ ہاں آپ کو فن قیاس میں اعلیٰ درجہ کی مہارت ہے۔

ابودلامہ۔ مجھے نہ خراسان کی حکومت پر بیٹھنا ہے اور سلطنت بغداد کو سنبھالنا ہے۔ میرے پاس کئی قسم کے لذیذ طعام ہیں اور یہاں سے قریب ہی وہ پرلطف چشمہ بھی ہے۔ چلو وہاں چلکر

اس کھانے کو مزے لیلے کر کھائیں گے جس پر فرشتے بھی دندان آز تیز کئے ہوئے ہیں اور نہیں وہ گانا سنو گے جس کے سننے کیلئے یہاں کبوتری اور حمامہ حرمی بھی بیٹھی انتظار کر رہی ہے۔

شہ سوار۔ اب اس سے بڑھکر کیا ہوگا۔ چلو چلتا ہوں۔

الغرض۔ دونوں سوار اس چشمہ کے نزدیک پہنچکر طعام و شراب میں مصروف ہوجاتے ہیں جب آسودہ اور شراب پیکر مست ہوجاتے ہیں تو ابودلامہ کہتا ہے۔

ہمارا سردار روح بن حاتم سخی ابن سخی ہے۔ شہادت میں یہی کافی ہے کہ وہ حاتم کا فرزند ارجمند ہے۔ اگر تم اس کے پاس چلو تو وہ بہت سی چیزیں عطا کرے گا۔ اسپ و سلاح، عہدہ و خلعت، زن و غلام اور کنیز وغیرہ کا فوراً انتظام کردیگا اور اتنا انعام دے گا کہ تم نہال ہوجاؤ گے۔ مجھے یہی بات کہنی تھی اب مانو نہ مانو اختیار تمہارے ہاتھ ہے۔

شہ سوار (کچھ سوچنے کے بعد) بہت بہتر۔ میں ابھی چلتا ہوں۔

ابودلامہ (بیحد خوش و خرم ہوکر) آؤ اور ابھی آؤ۔

یہ کہکر ابودلامہ وہاں سے روانہ ہوا۔ جب روح ابن حاتم کے نزدیک پہنچا تو اس نے پوچھا کہ "تم اتنی دیر کہاں تھے"؟

ابودلامہ۔ حضور! میں آپکے کام کی فکر میں تھا۔ مقابلہ کر کے قتل کردینا میرا حوصلہ نہ تھا اور خود قتل ہوجانا میرا جی نہ چاہتا تھا۔ رہا ناکام لوٹنا میں اسے پسند نہ کرتا تھا۔ اس لئے میں نے باتوں ہی باتوں میں دشمن کے سپہ سالار کو نرم کر کے حضور کے دربار میں لے آیا ہوں اور میں نے آپ کی جانب سے ان چیزوں (گنائے ہوئے) کا وعدہ کرلیا ہے۔ برائے خدا یہ کل سامان اس کے حوالے کردیجئے۔

روح۔ سب چیزیں عطا کیجاویں گی۔ بشرطیکہ وہ قابل اعتماد ثابت ہو۔

شہ سوار (جو اس وقت پہنچ گیا تھا اور روح کے اس جملہ کو سن لیا تھا) حضور! آپ مجھپر کس طریقے سے اعتماد کرسکتے ہیں؟

روح۔ میری رائے ہے کہ تم اپنے بال بچے سب کو میرے حوالے کردو۔ ان سب کی محافظت میں برداشت ہیں کرونگا۔

شہ سوار۔ میرا مکان یہاں سے بہت دور ہے۔ قسم خدا کی اگر میں حضور سے غداری کروں تو میری بیوی پر طلاق۔

روح۔ بس اب مجھے زیادہ شرمندہ نہ کرو۔ فقط اقرار ہی کرلینا کافی ہے۔

اس کے بعد روح نے نہ صرف وہ تمام چیزیں جسکا ابودلامہ نے وعدہ کیا تھا ازطرف سلطنت عطا کیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھکر دیا جس کی وجہ سے شہ سوار خراسان واپس گیا اور خود ہی اپنی فوج کو تباہ و برباد کر کے بیٹھ گیا۔

الغرض یہ کشت و خون کا میدان صرف ابودلامہ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اس کی بزدلی اور [illegible] کی ہیلا کی نے اس صفائی سے شہ سوار کو اپنے قبضہ میں کرلیا کہ [illegible] ابودلامہ اور تیسرے شہ سوار کے کسی چوتھے کو اسکی خبر بھی نہیں ہوئی۔

ابن المنجم لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی [illegible] ابودلامہ شکار کھیلنے گئے۔ خلیفہ نے تیر چلایا تو ہرن کو گرا دیا۔ علی نے تیر پھینکا تو نشانہ خطا ہوکر ایک کتے کو جا لگا۔ اس پر مہدی ہنس پڑا۔

اور ابو دلامہ سے کہا "اس پر شعر کہو" ابو دلامہ نے برجستہ کہا

قد رمی المهدی ظبیاً شك بالسهم فؤاده
و علی بن سلیمان رمی کلباً فصاده
فهنیئاً لهما کل امرئ یاکل زاده

مہدی نے ہرن پر نشانہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ گویا اس کے کلیجہ کو پھاڑ ڈالا۔ علی نے بھی تیر چلایا اور کتے کو شکار کر لیا۔ دونوں چیزیں ان دونوں کو مبارک ہوں اور ہر شخص اپنا شکار کردہ شے کھائے۔

الغرض اس کی زندگی کے بہت سے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت کام آمد تھا۔ اس کی ہر بات میں صفائی اور ہر کلام میں شیرینی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی شاعری سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صاف گو تھا۔ جس سے جو باتیں کہنی ہوتیں صاف صاف اس کے سامنے کہہ دیتا۔

(باقی دارد)

پروازِ خیال

از جناب۔ ام۔ ان۔ صحرائی

بلند پہاڑیوں کی عمیق گھاٹیوں میں گھنے اور بھیانک جنگل ہیں۔ وحشی جانوروں کی چیخ و پکار سے درخت کی پتیاں کانپ جاتیں۔ مگر تھکے ہوئے صحرائی طیور آشیانوں سے نکل نکل کر اپنے ترنم سے فضا میں ارتعاش پیدا کر رہے ہیں۔ اس خوفناک جنگل سے میں جلد جلد قدم بڑھاتا ہوا ایک ایسے خطے میں آنکلا جہاں ریت ہی ریت ہے ——— افریقہ کا شمالی ریگستانی علاقہ ——— ریت کے نشیب و فراز ٹیلوں کے درمیان میں بھٹک رہا ہوں اور چمکیلی ریت اپنی شعاع سے خوشنما بحری منظر پیش کر رہی ہے۔ شاید یہی وہ چیز ہے جسے شعرا نے "سراب" سے تعبیر کیا ہے۔

فضا میں سکوت کی حکومت ہے۔ لیکن کبھی کبھی ہوا کی ہلکی سی لہر بغاوت کا ثبوت دیتی ہے۔ ابر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کچھ اس طرح سجے ہیں کہ سمندر میں موج کا دھوکا ہوتا ہے۔ انہیں کے درمیان ماہتاب اپنی مدھم روشنی سے میری رہبری کر رہا ہے۔ اتنے میں بادل کا چھوٹا سا ٹکڑا چاند پر اس طرح ثبت ہوتا ہے کہ روشنی مجھ تک آنے سے قاصر رہتی ہے۔ مگر میں ہوں کہ اپنی راہ طے کر رہا ہوں

تاریکی ——— اور ہولناک تاریکی ——— ہوا ساکت ہے اور ہُو کا عالم۔ کسی آنے والی مصیبت کا گمان طبیعت کو مضطرب اور پریشان بنا رہا ہے۔ متفرق خیالات آتے ہیں اور حرفِ غلط کی طرح مٹتے چلے جاتے ہیں ——— ——— کائنات کا ذرہ ذرہ بیدار ہوگیا۔ ہوا متحرک ہوئی۔ اور ریت کے چند ذرے میری آنکھوں میں آ پڑے۔ مگر میں آنکھیں ملتا منزل کی طرف قدم بڑھا رہا ہوں آنکھ کھلی تو سامنے ——— کچھ دور ——— ریتوں کا پہاڑ سا نظر آیا۔ میرے تصورات کی دنیا میں ہلچل مچ گئی۔ عالمِ پریشانی میں چند وسوسے میرے پیدا ہوئے۔ کیا یہاں پریوں کا مسکن ہے؟ کیا اس زمین پر جادوگر بستے ہیں؟ کس کی شامت تھی جو اس وقت میرے ساتھ ہوتا۔ اور جواب دیکر میری تسلی کرتا۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا جس نے آہستہ سے میرے کان میں کہا —— ——— "طوفان" ——— دل دھڑکنے لگا ! پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ موت اور بھیانک وحشت

کا نقشہ نظروں کے سامنے پھر گیا۔ اپنی زندگی کو معبود ایزدی کے حوالہ کر کے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھایا۔ سارے جسم کا خون خشک ہو گیا۔ لب بند ہو گئے۔ سر میں چکر سا ہوا اور میں بے ہوش ہو کر گر گیا۔ ... ...

... ...

اس کے بعد کیا ہوا مجھے بالکل نہیں معلوم۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ کسی نے اٹھا کر مجھے کسی پتھریلی زمین پر رکھ دیا ہے۔ ہوش آیا تو آنکھ کھلی۔ اولین منظر ہے قدرت کا شاہکار

چاندنی چھٹکی ہوئی ہے۔ ہوا محو خرام ہے سامنے ایک تالاب ہے جسکا پانی اُچھل اُچھل کر مجھ تک آتا ہے۔ تھوڑی دیر تک اسیطرح بے چین رہا۔ پھر ہوا کے سکوت نے اُسے بھی خاموشی کا سبق پڑھایا۔ اب اُسے قرار آگیا۔ پانی کی سطح رو پہلے رنگ کی چادر معلوم ہوتی ہے۔ جہاں ستارے منعکس ہو کر بوٹے کا کام دیرہے ہیں۔

قدرت کے اس لطیف منظر کو دیکھکر سیاہ بادل کے ٹکڑوں کی آتش رشک بھڑک گئی اور اور جلد جلد اپنی سیاہ زلف کو اس طرح بکھیر دیا کہ تاریکی تھی عالمگیر تاریکی ——— اس فضا کو دیکھکر دل کی حرکت بڑھ گئی۔ لیکن نہ معلوم بجلیوں کو کون سی خوشی ہوئی کہ پردۂ سحاب سے نکل نکل کر رقص کرنے لگیں ——— ہنستیں کوندتیں کھیلتیں ——— اور پھر روپوش ہو جاتیں ——— عجیب منظر تھا خوفناک اور بھیانک

لیکن اوپر اور بہت اوپر بادلوں کی دنیا میں خوشی کا جھنڈا لہرا رہا ہے جس کے چاروں طرف گانا بجانا ہو رہا ہے۔ رقص و سرود کی محفلیں گرم ہیں خم کے خم خالی ہو رہے ہیں۔ ارکانِ مجلس مدہوش ہو ہو کر کچھ چھینٹے کچھ گرانے ہیں۔ جس کے چھینٹے زمین تک آ رہے ہیں۔ میری خوشیوں کا خون ہوتے ہوئے دیکھکر رحمدل بادلوں سے نہ رہا گیا اور میری حالت پر ترس کھا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور نہ معلوم کب تک ندامت کے آنسو بہاتے رہے۔

حالات حاضرہ

صوبجاتی اسمبلیوں کی زبان

اِس وقت ہندوستان میں زبان کا مسئلہ بہت زیادہ توجہ کا محتاج ہے - برطانوی راج کو مضبوط کرنے کی جہاں مختلف تدبیریں کی گئی ہیں - وہاں انگریزی زبان کی بقا کیلئے یہ قانون بنایا گیا ہے کہ اسمبلی میں صرف وہی لوگ اپنی مادری زبان بول سکتے ہیں جو انگریزی زبان نہیں جانتے۔ انگریزی زبان جاننے والوں کو اپنی مادری زبان میں بولنے کی اجازت نہ ہوگی - چنانچہ بنگال کے وزیر اعظم کو بنگالی زبان میں تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی - ظاہرا یہ بات اہم نہیں معلوم ہوتی لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جب تک ہماری سرکاری زبان انگریزی ہے - ہندو مسلم کا میل و ملاپ اور ربط وضبط ملتوی رہیگا - ہندو مسلم اتحاد کیلئے سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ ایک ایسی زبان کو جو نہ صرف غیر ملکی ہے بلکہ ہماری تہذیب و تمدن کی سراسر مخالف ہے - سرکاری زبان کے رتبہ سے خارج کردیا جائے - اور اس کے بجائے ہندوستان کی مشترکہ قومی زبان "ہندوستانی" کو رائج کیا جائے -

صوبجاتی حکومتوں کو چاہئے کہ سب ملکر انگریزی کی شرط کو منسوخ کرائیں یا اس کی خلاف ورزی کی کوئی تدبیر نکالیں -

طالب علموں کیلئے نہایت اہم سبق :-

ہندوستان میں طلبہ کی کاہلی و سستی کا جو حال ہے وہ اظہر من الشمس ہے - اپنی مدد آپ کرنا تو جانتے ہی نہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف زمانہ تعلیم ہی میں اپنے والدین پر بار ہوتے ہیں — بلکہ تعلیم سے فراغت کے بعد بھی ان کی کاہلی و سستی خاندان کی مصیبت کا باعث بنتی ہے - دوسرے ممالک میں طلبہ اپنی مالی مشکلات کو دور کرنے کیلئے اپنی مدد آپ کرتے ہیں - چنانچہ امریکہ میں طلبہ نے اس سلسلہ میں دلچسپ جدتیں کی ہیں - بالٹی مور میں ایک طالب علم نے میری لینڈ یونیورسٹی کے طلبہ کو صبح بیدار کرنے کی

خدمت اپنے ذمہ لی ہے۔ ٹیچرز کالج تمام دنیا کا ایک تعلیم اخبارات ورسائل کیلئے مسئلے ایجاد کرتا ہے۔ نیوجرسی کے زراعتی کالج کے پانچ طلبہ انڈے بیچکر اپنا خرچ چلاتے ہیں۔ اس انڈے کی تجارت سے ہر طالب علم سال بھر میں ایکسو پچیس ڈالر بلکہ اس سے کچھ زیادہ کما لیتا ہے۔ اس سلسلہ میں طلبہ کو تجارتی کاروبار کا بھی عملی تجربہ ہوتا ہے۔

امریکا میں دو عرب طلبہ نے ایک دلچسپ ادبی مشغلہ اختیار کیا ہے۔ وہ کالج کے ایک پروفیسر کیلئے عربی کتابوں کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر دیتے ہیں اور معاوضہ میں رہنے کا کمرہ اور کھانا مفت ملتا ہے۔ الغرض معمولی سے معمولی اور اعلیٰ سے اعلیٰ کام کرنے کو طلبہ تیار رہتے ہیں۔ امریکن طالبعلم کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں کوئی عار نہیں معلوم ہوتا۔ ایک ہندوستانی طالب علم کا بیان ہے کہ اس نے کولمبیا یونیورسٹی میں بہت سے ایسے طالب علم دیکھے ہیں جو اس سال تو کھانے کی میز پر خادم کا کام کرتے ہیں اور دوسرے ہی سال کسی اور یونیورسٹی میں پروفیسر یا چانسلر بن کر چلے گئے ہیں (جامعہ)

ڈاکٹر مظہر الحق گور کا انتقال

یہ خبر کس قدر حسرت و افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ مسلمانوں کے ہمدرد قائد ڈاکٹر گور ۱۵ اکتوبر کو اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔

مرحوم شرک سے مسلمان ہوئے تھے اور صبغۃ اللہ کے رنگ میں ایسے رنگ گئے تھے کہ شرک کا شائبہ بھی کسی مسلمان کے طرز عمل میں دیکھتے تو برداشت نہیں کر سکتے اور فوراً احتجاج کرنے لگتے۔ مرحوم تہجد گزار مسلمان تھے۔ ۱۵ اکتوبر کو جب نماز تہجد کیلئے بیدار ہوئے اٹھ کر وضو کیا اور مصلے کی طرف جا رہے تھے کہ درد اٹھا۔ نماز پڑھے بغیر کمپونڈر کو بلایا اور دوا کھائی لیکن درد بڑھتا گیا۔ اور پانچ بجے کے قریب انتقال ہو گیا۔ وضو کے بعد نماز کی نوبت نہ آسکی۔ سیاسیات میں ڈاکٹر صاحب ہمیشہ آزادی کی تحریکات کے حامی رہے اور رجعت پسندی کے ہمیشہ مخالف رہے اور علم بغاوت بلند کرتے رہے۔ موصوف باوجودیکہ کٹر مسلمان تھے لیکن مسلم لیگ کے محض اس کی رجعت پسندی کی وجہ سے مخالف تھے۔ [illegible] مرحوم میں ان گنت خوبیاں تھیں۔ اللہ تعالےٰ [illegible] جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور پسماندگان کو [illegible] توفیق بخشے۔

RGD.NO.P.347

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۴۷

[illegible] الحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ دربھنگہ سے شائع کیا

محدث سلفیہ

دربھنگہ

ناظرِ تحریر
مولانا محمد عثمان صاحب رضا فاضل مصر

مُدیر مسئول
سید عبدالحفیظ سلفی گیاوی

زیر اہتمام
جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

معاونین کرام سے پانچ روپیہ (صہ)

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عار
قیمت ششماہی [illegible]

جلد ۴ | بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۳۷ء | نمبر [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

عید الفطر

رمضان کا مبارک مہینہ خاص شان وشوکت سے شروع ہوا تھا اور اب وہ اپنی مکمل برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ تمام ہو رہا ہے کائنات عالم کا ذرہ ذرہ مسرت وشادمانی کے دن کا منتظر ہے۔ بچوں بوڑھوں اور جوانوں سب کے دلوں میں عید سعید کا خیال ہے جن لوگوں نے اس ماہ مبارک میں روزے رکھے قیام کئے اور اپنے پروردگار کے احکام کا خیال رکھا انہیں حق ہے کہ ہلال عید کی سلامی قلوب کریں۔ عید کے جشن میں حصہ لیں اور اپنے دلوں کو مسرتوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیں۔

عید کی حقیقی مسرتیں انہیں کیلئے ہیں جو آزادی کی فضا میں عیدیں مناتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم بھی عید کے دن نئے کپڑے پہن لیتے ہیں، عطر لگا لیتے ہیں اور دو رکعت نماز ادا کر لیتے ہیں لیکن ہم عید کی حقیقتوں سے کوسوں دور ہیں۔ ہماری غلامی کی عید میں نہ وہ مسرت ہے اور نہ انبساط جو آزادی کی عیدیں ہمیں نصیب تھیں۔ ہماری عید اصل سے محروم ہو چکی ہے ہم نے ایک نہیں ایک ہزار عیدیں دیکھیں مگر آزادی کے ساتھ آزادی کی فضا میں اور آزاد اسلامی بہادروں کے پہلو بہ پہلو۔ اور آج بھی۔ ترکی، افغانستان، ایران، عراق اور نجد کی عیدیں ہمارے لئے قابل رشک ہیں اللہ کے آزاد بندے ایک صف میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ مگر غلام ہندوستان کی عیدیں وہ شان وشکوہ معدوم ہے اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا

سه نہ اُمیدیں نہ امنگیں نہ مسرت نہ خوشی عید آیا کرے اب عید میں کیا رکھا ہے۔

عید کا حقیقی منشا تو یہ ہونا چاہئے کہ مسلمان ظاہری صفائی کے ساتھ ساتھ اپنے قلوب کو باطنی کدورتوں سے پاک وصاف کریں زبانوں پر نعرۂ تمحید وتکبیر ہو اور دلوں میں خدا کی وحدانیت کا اس طرح اقرار ہو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی عظمت کا اس طرح یقین ہو کہ تمام مسلمان آزاد ہیں اور صرف اس واحد مالک الملک کے غلام۔ تمام مسلمان اپنے کو ایک اجتماع کا رکن خیال کریں۔ ایک جگہ جمع ہوں اور ایک ساتھ نکلیں تاکہ دشمنان اسلام پر ان کا رعب قائم ہو لیکن کس قدر روح فرسا وہ منظر ہوتا ہے جبکہ مسلمان ٹولیوں اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منقسم ہو کر مختلف عیدگاہوں کی طرف نکلتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے سینے روحانی حقیقتوں سے خالی۔ دماغ حکومت الٰہی کے حلقہ سے باہر اور ان کے دل محبتوں سے آزاد ہو گئے۔

مسلمانو! اگر آج تم اپنی عیدوں میں اگلی مسرتیں دیکھنا چاہتے ہو تو تم کو چاہیے کہ اپنے متفقہ مرکز کو بیدار کرو اور اس اجتماع کے ذریعہ اپنے ملک کو آزاد کرکے قرونِ اولیٰ کی عیدوں کا نظارہ دیکھو۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری پر حملہ

کس قدر حسرت و افسوس کا مقام ہے کہ آج جبکہ مسلمانوں کو اپنی زندگی باقی رکھنے کیلئے ایک پلیٹ فارم پر آنے کی ضرورت ہے آپس میں طرح طرح کے اختلافات رونما ہو رہے ہیں۔ اور خطرناک صورت اختیار کر رہے ہیں۔ گزشتہ ۲ نومبر کو حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری پر کسی بدبخت نے ملکوے سے قاتلانہ حملہ کیا۔ حملہ کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ سید امام الاعظم کے سلسلہ میں امرتسر میں یکم ۲ و ۳ نومبر کو جلسہ ہوا اور اس میں جماعت اہلحدیث کے افراد کو قتل کرنے پر خوب خوب ابھارا گیا حتی کہ یہ فتوی صادر کیا گیا کہ وہابی کو مارنے والا اسد شہید کا ثواب پاتا ہے ۴ نومبر کو جب مولانا ممدوح ایک جلسہ میں تشریف لیے جا رہے تھے۔ ایک روسیاہ نے قاتلانہ حملہ کیا مولانا زخمی تو ضرور ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو بچا لیا۔

ہم مولانا موصوف کو اس حملہ سے بچ جانے پر تہہ دل سے اپنی جانب سے مبارکباد اور بصورت شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ تا دیر قوم پر قائم رکھے آمین۔

حالات دار العلوم

گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی طلبائے دار العلوم احمدیہ سلفیہ کا سالانہ امتحان ۱۶ شعبان سے شروع ہو کر ۲۴ شعبان کو ختم ہوا۔ انتہائی جماعت کے امتحان کیلئے حضرت مولانا عبدالغفور صاحب اعظم گڈھی تشریف لائے تھے۔ نتیجہ مجموعی لحاظ سے کامیاب رہا۔ امسال فارغ التحصیل طلبہ کی تعداد آٹھ ہے جن کے نام یہ ہیں۔

مولوی سعد الحق دربھنگوی، مولوی عبدالظاہر دربھنگوی، مولوی عبدالعلی آروی، مولوی احسان اللہ بھاگلپوری، مولوی ارمان علی بیربھومی، مولوی عبدالکریم عرف بہار، مولوی کلیم الدین دربھنگوی، مولوی ابوالحیات دربھنگوی۔

اللہ تعالیٰ ان سے اپنے دین متین کی خدمت لے اور انہیں قوم کا سچا خادم بنائے۔

دار العلوم نے اپنی بیس سالہ زندگی میں جو قومی خدمات انجام دی ہیں وہ ارباب نظر سے مخفی نہیں۔ یہاں کے فارغ التحصیل زندگی کے ہر شعبہ میں حصہ لے رہے ہیں۔ ملک کا اکثر حصہ ان کے ضیائے علم سے منور ہو رہا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ جس دار العلوم کا کارنامہ اس قدر روشن ہے اس کی مالی حالت بے حد کمزور ہے۔ اگر ہماری قوم نے جلد سے جلد اس کی مالی حالت کی طرف توجہ نہ کی تو ممکن ہے دار العلوم کے اس شاندار نظام میں خلل واقع ہو۔ اس لئے مسلمانوں کی حمیت اور قومی غیرت سے اپیل ہے کہ وہ اس بابرکت مہینہ میں اس کی خدمت میں سبقت کریں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک فلاح دارین کے مستحق ہوں۔ ہم آئندہ ان شاء اللہ دار العلوم کی ضروریات پر روشنی ڈالیں گے۔

حقانیت اسلام

ازجناب بھونیشوری پرشاد عرف بھولا بابو وکیل - بیگوسرائے

(۴)

اسلام کے اندر مذہبی رواداری و امن پسندی

غلط الزام اسلام کے خلاف لگایا جاتا ہے کہ اسلام خلل امن کی تعلیم دیتا ہے یہ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے جب بانیِ اسلام استقامت و استقلال کے مجسم پیکر تھے اور جب آپ دشمنوں کے مظالم اسقدر برداشت کرتے تھے اور بد دعا تک نہیں دیتے تھے بلکہ اُن کے لئے ہمیشہ دعا خیر اللہ پاک پروردگار سے کرتے تھے تب اُن کے خلاف یا ان کے مذہب کے خلاف اس قسم کا بیجا الزام لگانا حقیقت کو پس پشت ڈالنا ہے۔ لفظ اسلام کا مادہ سلم ہے جس کے معنی صلح و دوستی و آشتی کے ہیں اسلام کے معنی فرمانبرداری و اطاعت کے ہیں حضورؐ نے اپنے طرز عمل اور گفتار سے یہ سکھلایا کہ بلا ضرورت جنگ نہ کیا کرو۔

مجھے تو اسلام کے اندر عظیم الشان مذہبی رواداری کی تعلیم ملتی ہے جب اسکندریہ فتح ہوا تو وہاں کسی مسلمان کے تیر سے حضرت عیسیٰ کی تصویر کی ایک آنکھ پھوٹ گئی حضرت عمرؓ نے ایک عیسائی کے ہاتھ میں خنجر دیکر اپنی آنکھ سامنے کر دی ایک ملا نے گرجا پر قبضہ کر کے مسجد بنوا دی حضرت عمرؓ نے پھر اسکو گرجا بنوا دیا۔

ارشاد نبوی ہے کہ اگر کوئی مشرک پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیدو اور اس کو محفوظ مقام پر پہنچا دو اس پر بھی اگر دیگر اقوام اسلام پر یہ غلط الزام لگائیں کہ اسلام بدامنی پھیلاتا ہے تو کس قدر افسوس کی بات ہے۔ ع بایں عقل و دانش بباید گریست۔

ایک دن حضور مسجد میں تشریف رکھتے تھے ایک پادری آیا اور اس کی عبادت کا وقت ہو گیا وہ مشکل میں پڑا کہ میں اپنی عبادت کہاں کیسے ادا کروں حضور کو جب معلوم ہوا تب اس پادری کو مسجد کے اندر اپنے مذہب کے طریقہ سے عبادت کرنے کیلئے حکم دیا۔ ایک بدو تو مسجد میں پیشاب کرنے کے لئے بیٹھ گیا اس کی بدتہذیبی دیکھ کر لوگ اس کو مارنے کیلئے دوڑے آنحضرت صلعم نے سبھوں کو منع کیا اس کو مت مارو اور جس جگہ اس نے پیشاب کیا تھا اس جگہ اپنے دست مبارک سے پانی ڈالدیا اور اس کو بلا کر حضور نے نرمی سے سمجھایا کہ یہ مسجد ہے یہ خدائے تعالیٰ کی عبادتگاہ ہے ایسی ناشائستہ حرکت کبھی نہیں کرنی چاہئے یہ ہے حضور کے اخلاق حمیدہ کا ایک نمونہ۔ ایک شاعر نے حضور کی تعریف میں کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

انانیت سے مبرا ہے تو بہر صورت
عجب کرشمۂ قدرت ہے عاجزی تیری
تیرے جمال کا آئینہ تیرا خلق عظیم
تیرے کمال کا زینہ فروتنی تیری

ایک اشد ترین منافق جس نے عمر بھر اسلام کے خلاف طرح طرح کی شرارتیں کیں اس کی موت پر آپنے اُس کے لڑکے کی درخواست پر جنازہ کی نماز پڑھ دی کفن کیلئے اپنی قمیص بھی عطا کی اور ستر بار سے زیادہ استغفار پڑھ دیا۔ ہمارے خیال سے تواریخ اس قسم کا دوسرا نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہے واقعی حضرت محمد صلعم اپنی ذات میں اپنی صفات میں اپنے اعمال میں اور اپنے کارناموں میں ستائش اور سزاوار مدح ہیں۔ ایک دفعہ ایک غیر مُسلم حضور کے یہاں ٹھہرا حضور کا اخلاق بڑا وسیع تھا حضور نے حق مہمانداری کشادہ پیشانی سے ادا کیا مگر اس نے بوجہ بسیار خوری یا بوجہ شرارت کے حضور کے بستر کو اپنی نجاست سے گندہ کر دیا اور اس خوف سے کہ صبح ہونے تک راز فاش ہو جائیگا۔ قبل طلوع آفتاب گریز کر گیا۔ جب حضور کی آنکھ کھلی اور جب صبح کو حضور بیدار ہوئے اور اپنے مہمان کو دیکھنے آئے تب اس نجاست پر نظر پڑی حضور اپنے دست مبارک سے اس گندگی کو صاف کرنے لگے اس کمبخت کی تلوار جلدی میں وہیں چھوٹ گئی تھی وہ جب اس کو لینے کو واپس آیا تب حضور کی اس کیفیت کو دیکھکر بڑا نادم ہوا حضور نے فرمایا کہ اتنی جلدی آپ کیوں چلے گئے کچھ روز کیوں نہیں قیام پذیر رہے۔ اس غیر معمولی اخلاق کا اس کے دل میں اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ وہیں فوراً حضور پر ایمان لے آیا۔ حضور کا ہر ایک خلق ایسا ہے جسکا ذکر نہایت ہی لذیذ اور پر کیف ہے اور اپنے اندر کمالات کے اتنے پہلو رکھتا ہے کہ جس کو احاطۂ تحریر میں لانا بازیچۂ اطفال نہیں۔ ایک مرتبہ کا تذکرہ ہے کہ ایک جنازہ یہودی کا حضور کے سامنے سے گزر رہا تھا حضور برائے ادب کھڑے ہوگئے تب ایک شخص جو اس حالت کو دیکھ رہا تھا آنحضرت سے کہا کہ یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے اُس شخص نے یہ خیال کیا کہ چونکہ حضور نے سمجھا کہ کسی مسلمان کا جنازہ ہے اس لیے حضور کھڑے ہوگئے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ ذی روح انسان نہیں تھا جو ہمارے لیے عبرت آموز نہیں ہو سکتا۔ ایک دفعہ چند کفار قریش حضور سے ملنے آئے۔ حضور کا اخلاق ایسا وسیع تھا کہ حضور نے ان لوگوں کو اپنے بغل میں بیٹھنے کی اجازت دی۔ حضور کے اس برتاؤ کو دیکھکر صحابین بہت متحیر ہوئے کہ حضور نے ایسا سلوک کافروں کے ساتھ کیوں روا رکھا وہ لوگ اس سلوک کے مستحق نہیں صحابین بہت حیرت زدہ تھے کہ جو جگہ ہم لوگوں کو نصیب نہیں وہ جگہ کافروں کو کیوں دی گئی۔ ایک صحابی نے اس کے متعلق حضور سے دریافت کیا آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ لوگ ذی روح انسان نہیں کیا وہ خدا کے مخلوق نہیں کیا وہ حضرت آدم کی اولاد نہیں بحیثیت آدم کی اولاد کے ہم لوگ سب کے سب برابر ہیں کیا یہ مذہبی رواداری کی عظیم الشان مثال نہیں ہے۔ اس پر بھی اگر چند یورپین مورخین یہ بہتان لگائیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے تو اس کا جواب اکبر الہ آبادی

کے شعر میں رمطراز ہے۔

یہی کہتے رہے کہ تیغ سے پھیلا اسلام
یہ نہ بتلایا کہ توپ سے کیا پھیلا ہے؟

اکبر الہ آبادی کا یہی مطلب اس شعر کے لکھنے کا تھا کہ نہ عیسائیت توپ سے پھیلی نہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اگر مذہب تلوار کے زور سے پھیل سکتا ہے تو کوئی آج پھیلا کر دکھلادے مردم شماری کی رُو سے ایک سو سال کے عرصہ میں ساڑھے چھ کروڑ مسلمانوں کا اضافہ ہوگیا اس عرصہ میں کون سا قاہر اور جابر مسلمان بادشاہ ہندوستان میں چڑھ کر آیا جس کی خونخوار تلوار نے ان ساڑھے چھ کروڑ کا اضافہ کردیا یہ محض اسلام کی خوبیوں کا اثر ہے مگر زمانہ ایسا نا انتہ حقیقت ہے کہ یہ خوبیاں رفتہ رفتہ مفقود ہوتی چلی جارہی ہیں افسوس خدا کا دین نا اہلوں اور جاہلوں کے ہاتھ میں آرہا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ مذہب میں جبر وتشدد وزبردستی سے کام مت لو۔ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن دین کے معاملہ میں جبر ہرگز جائز نہیں اختلافات مذاہب کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو خدائے تعالیٰ کا معاملہ دل کی حالت کے مطابق ہے۔ ایک دوسرے کو عبادت گاہوں میں عبادت کرنے سے نہ روکو جو خدا کا نام لینا چاہتا ہے اس کو خدا کا نام لینے دو۔ ایک انصاری مسلمان ہوگئے ان کے دو لڑکے عیسائی تھے باپ بیٹے پر زبردستی کرنا چاہتا تھا جب حضور کو اس کی خبر ملی تو اس کو ایسا کرنے سے منع کیا درحقیقت اسلام کی کامیابی کا راز اُس کے نبی معظم کے اعلیٰ درجہ کی شخصیت

میں مضمر ہے غیر مُسلم اقوام اپنے لچر الزام کی تائید میں چند مُسلم بادشاہوں کے نمونے پیش کرتے ہیں۔ مگر اس کا ثبوت کیا ہے کہ مورخین نے صحیح واقعات ان بادشاہوں کے غیر متعصبانہ طور سے تواریخ میں مندرج کئے ہیں۔ بادشاہ اورنگ زیب کے خلاف بھی مذہبی پالیسی میں بہت لچر الزامات لگائے جاتے ہیں۔ مگر سر جدونا تھ سرکار سابق پروفیسر پٹنہ کالج وسابق وائس چانسلر یونیورسٹی کلکتہ نے ضخیم کتاب تواریخ کی اورنگ زیب کے متعلق بہت کاوش کرکے لکھی ہے جو نہایت مستند کتاب مانی جاتی ہے اُس میں انہوں نے یہ ثابت کرکے دکھلایا ہے کہ یہ سب الزامات بیجا و فضول ہیں۔ اگر چند مسلمان بادشاہوں نے چند ہندو مندروں کو تاخت وتاراج کئے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اُس زمانہ میں اُن مندروں میں بہت خزانہ رکھے جاتے تھے اور محمود غزنوی وغیرہ نے شاید طمع وحرص سے ایسا کیا ہو تواریخ شاہد ہے کہ تیمور لنگ نے بغداد شریف کو بھی لوٹا تھا حالانکہ وہاں کے باشندے مسلمان تھے اگر کوئی مسلمان یا ہندو بادشاہ ناشائستہ حرکت کرے تو وہ خراب ہوسکتا ہے مگر اس کا مذہب خراب نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ کسی ایک فرد مسلمان کے خراب ہونے سے اسلام خراب نہیں ہوسکتا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس زمانہ میں مُلکی سیاست کی باگ ڈور اُن پوجیریوں کے ہاتھ میں رہتی ہو اور شاید مسلمان بادشاہ رنج ہوکر کہ یہ پوجیری لوگ اُن کے خلاف مندروں میں سازشیں کرتے ہیں اور شاید اُن کی سلطنت

معرض خطر میں آجانے مندروں کو تاخت وتاراج کرتے ہوں تو عجب نہیں یہ بھی ممکن ہے کہ پوجیری لوگ ایسا نہ کرتے ہوں اور اس بات کی غلط اطلاع بادشاہوں کو دی جاتی ہو کہ مندروں کے اندر سلطنت کے خلاف پوجیری لوگ سازشیں کرتے ہیں اور یہی بادشاہوں کی رنجش کا باعث ہو اگر کوئی ہندو بدمعاشی سے کسی مسلمان کو تہ تیغ کر دے تو ہمارے مسلمان بھائیوں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ہندو مذہب میں ایسی خونریزی جائز ہے۔ اسی قسم سے اگر کوئی ناشائستہ حرکت کسی مسلمان سے سرزد ہو جائے تو ہمارے ہندو بھائیوں کو ایسا نہیں سمجھنا چاہئے کہ مذہب اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے یا مذہب اسلام خراب ہے۔ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کیلئے کبھی کوئی محکمہ قائم نہیں کیا حالانکہ تبلیغ مذہب کا کام آزادی مذہب کے منافی نہ تھا اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے مذہبی آزادی کو قائم رکھنے کے لئے سعی بلیغ سے کام لیا۔ اورنگ زیب بادشاہ کی تواریخ کو ملاحظہ فرمائیے۔ بہت سے ہندوؤں کو بڑی بڑی ملازمتیں اس نے دی تھیں جن کے چند نام حسب ذیل ہیں۔

۱- دریانرائن ۲- بھوپنی رائے ۳- جسونت راؤ ۴- رگھونندن راؤ ۵- لاہوری مل ۶- دلیپ سنگھ ۷- رام جیون ۸- دیارام-

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کو ہندوؤں سے ایسی نفرت نہیں تھی جیسے ہمارے ہندو بھائیوں کا خیال ہے۔

میں قبل دکھلا چکا ہوں کہ رسول کریمؐ نے جبر فی الدین کے خلاف صرف وعظ و نصیحت ہی نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی ثابت کر دیا کہ دین کے پھیلانے میں جبر کرنا خدا کی مخلوق پر ظلم ہے چنانچہ آپ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ میں پیش کرتا ہوں آپ نے جب مکہ فتح کیا اور آپ فاتحانہ صورت میں مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اسوقت کفار مکہ کو بلوایا اور ان کا قصور معاف کر دیا اگر اس وقت رسول کریمؐ کہتے کہ جان بخشی چاہتے ہو تو پہلے اسلام قبول کر لو ورنہ جان بخشی نہیں ہوگی۔ اسوقت کفار مکہ کو سوائے اس شرط کے قبول کرنے کے دوسرا چارہ نہیں تھا مگر حضور نے ان لوگوں کی جان بخشی کیلئے یہ شرط و شرائط نہیں پیش کیا بلکہ انہیں مذہب کے بارے میں پوری آزادی دی کیا یہ مذہبی رواداری کی عظیم الشان مثال نہیں ہے۔ رسول مقبولؐ کا قول ہے کہ جو مذہب صداقت کے مستحکم چٹان پر مبنی ہے اس کے پھیلانے کے لئے جبر و زبردستی کی ضرورت نہیں ہے وہ تو پھیل ہی کر رہیگا اس کی خوبیوں کو اپنے طرز عمل و طرز گفتار سے عوام الناس پر ظاہر کر دو۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے سرزمین ہند میں اسی قسم سے اشاعت اسلام کی تھی افسوس ایسے برگزیدہ و باخدا بزرگوں کی کمی ہو گئی ہے ورنہ اسلام کا مستقبل نہایت شاندار ہے سنت الہی بھی یہی ہے کہ حامیان حق و صداقت کو ہمیشہ عظمت حاصل ہوتی ہے۔

نماز کی فضیلت

اسلامی دعاؤں میں سب سے پہلا درجہ نماز کا ہے حضورؐ نے پانچ وقت مومنین کو نماز پڑھنے کے لئے حسب حکم خداوندی کے ہدایت کی ہے یعنی پانچ وقت دربار الہی میں حاضر ہونے کیلئے اور آقائے حقیقی کی حمد و ستائش کے لئے حکم دیا حضورؐ کی کتنی زبردست

عقیدت الہٰی تھی اہل بصیرت غور سے ملاحظہ کریں پہلی حاضری صبح کے وقت یعنی صبح صادق سے آفتاب کے نمودار ہونے تک فجر کی نماز ادا کرے ہر انسان ضروریات جسمانی سے فارغ ہو کر باقاعدہ وضو کر کے بارگاہ خداوندی میں پہنچکر عبادت کرے اس کے بعد دنیاوی مشغلہ میں مشغول ہووے اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھے جس کا وقت دوپہر دن کے بعد آتا ہے جس کے بعد کھانا کھا کر انسان اگر چاہے تو آرام کرے اس کے بعد سہ پہر کے بعد نماز پڑھے اس کو عصر کی نماز کہتے ہیں اس کے بعد بوقت مغرب نماز ادا کرے یعنی غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب ادا کرے اس کے بعد نماز بوقت شب ادا کرے جس کو عشاء کی نماز کہتے ہیں۔ یہ پنج وقتی نماز ہر مؤمن کے لئے فرض لازمی ہے کیونکہ جس طرح جسم کو بار بار غذا دینے کی حاجت ہے اور اگر غذا نہ دیجائے تو جسم انسانی مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح روح بھی بار بار غذا کی محتاج ہے اور روح کو غذائے عبادت نہ دی جائے تو روح مردہ ہو جاتی ہے۔ نماز کے متعلق حضور کی زبردست تاکید رہی ہے اس کے بعد روزہ کی بھی تاکید ہے جس کا مفصل بیان آگے کیا جائیگا۔ آخر شب میں بھی ایک نماز اختیاری ہے جس کو تہجد کی نماز کہتے ہیں جس کے ادا کرنے سے ثواب ہے اور نہیں ادا کرنے سے گناہ بھی نہیں ہے۔ یعنی اس نماز کی ادا کاری انسان کی اپنی خواہش پر منحصر ہے۔ مگر سابق زمانہ میں بعض سلاطین بھی اس نماز کو پڑھا کرتے تھے چنانچہ بادشاہ شاہ جہان نے جب تاج محل کو بنوانا چاہا تو اس عالیشان عمارت کے بنیادی پتھر رکھنے کے روز بہت بڑا جلسہ منعقد کیا جس میں بڑے بڑے علماء و امراء اور رؤساء

اور فقراء بھی تو بید دیگر بلائے گئے تھے جب جلسہ شروع ہوا تو بادشاہ سلامت بولے کہ میں اس روضہ کا بنیادی پتھر اس شخص کے دست مبارک سے رکھوانا چاہتا ہوں جس کی تہجد کی نماز کبھی نہیں قضا ہوئی ہو۔ یہ سنتے ہی اس مجلس میں سناٹا چھا گیا اور خاموشی ہر طرف طاری ہو گئی کیونکہ کوئی شخص اس بڑے جلسہ میں نہیں تھا جس میں یہ خوبی پائی جاتی ہو۔ جب کوئی شخص آگے نہیں بڑھا تب شاہجہان نے کہا کہ اب راز فاش ہوتا ہے یہ کہکر وہ اٹھے اور اپنے دست مبارک سے اس کا سنگ بنیاد رکھا شہنشاہ شاہجہان نے اپنی وفات سے پیشتر یہ فرمایا کہ جب میں مروں تو میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جس کے تہجد کی نماز کبھی نہ قضا ہوئی ہو ان کی وفات کی خبر جب مشہور ہوئی تب بہت سے حضرات اکٹھے ہوئے۔ جب جنازے کی نماز کا وقت آیا تب اورنگ زیب نے مرحوم بادشاہ کی اس خواہش کو ظاہر کیا۔ مگر اس بڑے جلسہ میں کوئی شخص ایسا نہ نکلا جس میں یہ وصف پایا جاتا ہو۔ آخر اورنگ زیب اٹھا اور جنازہ کی نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ پدر بزرگوار مرنے کو تو مر گئے مگر میرا راز فاش کر گئے۔ ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ کریں اس وقت کے سلاطین بھی نماز کی فضیلت کو سمجھتے تھے

موجودہ زمانہ کے انگریزی تعلیم یافتہ جماعت کا رجحان نماز کی طرف بہت کم ہو گیا ہے۔ اور نماز کو غیر ضروری سمجھنے لگے ہیں بقول اکبر الہ آبادی۔

نہیں ہے قدر تو بس علم و دین تقویٰ کی۔
خرابی ہے تو فقط شیخ جی کے بیٹوں کی

گزر اُن کا ہوا کب عالم اللہ اکبر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

ہوئے اسقدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جا کر

پایا ان سو شیخ سے اللہ سے کیا ان کو کام
ڈاکٹر جنات کی تعلیم دی اسرکار نے

اکبر الہ آبادی کا یہی مطلب ان اشعار کے لکھنے کا تھا کہ جو تعلیم بچوں کو اسکول و کالج میں دیجاتی ہے اس میں روحانی تعلیم بہت کم پائی جاتی ہے۔ رسول کریمؐ نے نماز کو آنکھ کی ٹھنڈک قرار دی ہے مومنین کیلئے نماز بمنزلہ معراج ہے حضور خود بھی نماز کے بڑے پابند تھے میں قبل بیان کرچکا ہوں کہ حضور کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جب حضور کے کان میں اذان کی آواز پہونچی تو ہمیں چھوڑ کر نماز پڑھنے کیلئے اسطرح چلے جاتے گو یا کہ پہچانتے نہیں۔ وفات سے پانچ دن پیشتر دو شخصوں کے کندھوں کا سہارا لیکر حضور مسجد میں نماز کیلئے تشریف لائے سب کو جمع کرکے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا کوئی حق مجھ پر ہو تو مطالبہ کرے۔ جب غایت درجہ کی کمزوری کے وقت بھی مسجد میں جا کر حضور نے نماز ادا کی تب اگر کوئی مومن اس سے گریز کرے تب وہ قادر مطلق سے بخشائش کی امید کیسے رکھ سکتا ہے۔ نماز دین کا ستون ہے اور خطاؤں سے بچا کر خدا سے ملاتی ہے۔ حضورؐ کی تعلیم کا زبردست اثر اس لئے پڑتا تھا کہ جس بات کو حضورؐ زبان مبارک سے فرماتے اس سے زیادہ عمل کرکے دکھلاتے تھے حضورؐ نے انسانی زندگی کے ہر لحظہ کو بلکہ ہر لحظہ کو ذکر الہی کی ایک تقریب بنا دی تھی جس میں قلب انسانی اس سے دائما سرور حاصل کرے۔ حضور کی آخری وصیت بھی یہی تھی کہ اے مسلمانو نماز اور غلاموں کے بارے میں جو تعلیم میں نے تمہیں دی ہے اسے کبھی نہیں بھولنا۔ میں ایک روز حضرت معین الدین اجمیری خواجہ غریب نواز کی سوانح عمری کو مطالعہ کر رہا تھا (دنیا دیں) سلطان ہند کا درجہ آپ کو دیا گیا ہے۔ آپ کا قلب مبارک تجلیات الہی کا جلوہ گاہ بنا ہوا تھا آپ پیٹے، کامل فقیر تھے یاد الہی میں اس قدر مستغرق رہا کرتے تھے کہ خود فراموشی کا عالم طاری رہتا تھا۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپکے مریدان آپ کے گوش مبارک میں زور سے آواز دیتے کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ فوراً نماز کے لئے تیار ہوجاتے اور کہا کرتے تھے کہ شرع محمدی میں چارہ نہیں جب ایسے ولی اللہ کو بھی جن کا ہر لمحہ زندگی یاد الہی میں صرف ہوتا تھا۔ نماز پڑھنے کی ضرورت تھی جبکہ خود رسول عربی بانی اسلام کو نماز پڑھنے کی ضرورت تھی تو ہر مومن کے لئے کس قدر ضروری ہے اس کو ہمارے مسلمان بھائی خود سمجھ سکتے ہیں اور محتاج بیان نہیں ہے۔ ایک مومن کی روحانی زندگی کے محض قیام کے لئے نماز کم سے کم روحانی خوراک ہے۔ مذہب اسلام کا رکن اعظم نماز ہے جس سے ہر روز پانچ وقت کام پڑتا ہے۔ نماز مومن کے سر کا تاج اور اس کے بدن کا لباس ہے۔ ہمارے چند تعلیم یافتہ برادران اسلام جو مغربی تہذیب کے رنگ میں کافی طور سے رنگے جاچکے ہیں حضورؐ کے اس تعلیم کو غور سے ملاحظہ کریں اور اس پر عملدرآمد کریں۔ ورنہ سچے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں رہیں گے۔ نماز زندگی اور موت کی مونس و رفیق ہے۔ قیامت میں ساتھ دینے والی ہے۔ قیامت کے روز ہر مومن سے نماز کے

بارے میں پرسش کیجائیگی۔ ایک شخص نے حضرت نبی اکرمؐ سے اپنے والدین کی وفات پر پوچھا کہ مرنے کے بعد میں کچھ ان کے لئے کر سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ مرنے کے بعد ان سے احسانؐ سلوک یہ ہے کہ تم اپنی نمازوں میں ان کے لئے دعائیں کرو۔ نماز باجماعت پڑھنے کیلئے مومنوں کو حضورؐ نے بہت تاکید کی ہے جس میں ہزاروں لاکھوں اشخاص کی منفرد ہستیاں مٹ کر ایک ہستی بن جائے مسجد انسان کی اولین تربیت گاہ ہے حضور کا قول ہے کہ جو مومن بلا معقول وجہ مسجد میں جاکر باقاعدہ طریقے سے نماز باجماعت نہیں ادا کرتا ہے وہ گنہگار رہے۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ایسے شخصوں کے گھروں میں آگ لگا دوں اور وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے جنازہ کی نماز میں شریک نہیں ہونا چاہیئے تاکہ دوسرے اس ... تعلیم سے مسلمان عبرت حاصل کریں۔ جنگ کے وقت جبکہ صفیں باہم معرکہ آرا ہیں ہر طرف تلواریں برس رہی ہیں۔ اتفاق سے نماز کا وقت آجاتا ہے صفیں دو دو رکعتیں ادا کرکے دشمن کے مقابلہ کو چلی جاتی ہیں ان کے بجائے مشغولین جنگ آکر بقیہ نماز کو پوری کر لیتے ہیں اور اپنی پہلی خدمت پر واپس چلے جاتے ہیں اور رسول اللہؐ اول سے آخر تک عبادت الٰہی میں مصروف ہیں عین فتح کے وقت جبکہ مجاہدین فتح کے نشہ میں چور ہیں مال غنیمت بہت دستیاب ہوا ہے ایک صحابی خوش خوش آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا رسول اللہؐ آج ہمیں مال غنیمت سے بہت نفع اٹھایا آپؐ فرماتے ہیں کہ میں اس سے بھی زیادہ نفع بتاؤں وہ بہت اشتیاق سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا؟ ارشاد ہوتا ہے نماز فرض کے بعد دو رکعتیں میرا تو خیال ہے کہ جو شخص پانچ وقت باقاعدہ طریقے سے جیسا کہ رسول عربیؐ نے بتلایا ہے نماز ادا کریگا وہ معصیت اور فتنہ و فجور سے کوسوں دور رہیگا۔ اور اس شخص سے کوئی گناہ دیدہ و دانستہ سرزد ہو نہیں سکتا کیونکہ ایسے شخص کا محافظ تو خود پاک پروردگار رہتا ہے۔ ایسے شخص کی طبعی کشش خدائے ذوالجلال کی طرف رہیگی۔

مصرعہ:۔ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتی باں۔

مسلمانوں کی پستی کے اسباب

از جناب مولانا سید محمد عثمان صاحب فاضل مصر معتمد تعلیم دار العلوم احمدیہ سلفیہ

۱۵

اسلام اور مسلمانوں پر متشددین کی چیرہ دستی

اگرچہ رجعت پسند مسلمانوں کے دل، برائیوں سے پاک ہیں، جو کچھ وہ کرتے ہیں، جہالت اور کج فہمی کی وجہ سے کرتے ہیں باایں ہمہ آزاد خیال مسلمانوں سے جو نقصان، اسلام کو پہنچ رہا ہے اس کے مقابلے میں تشدد پسندوں کے نقصانات کم نہیں ہیں۔ انہی جاہلوں نے اسلامی تمدن کے دشمنوں کو اس بات کا موقع دیا ہے کہ وہ اُس پر اعتراض کریں اور کہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا سبب، اس کی ناقص تعلیم ہے۔ اسلام انہیں، ترقی نہیں، پستی کی طرف لے جا رہا ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ فاقہ مستی کی وجہ بھی، ان کا جمود اور تشدد ہے۔ کیونکہ جاہل مسلمانوں نے اسلام کو محض آخرت کی نجات کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ مذہب اسلام دین و دنیا دونوں کو سنوارتا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اپنے اندر تمام خوبیاں رکھتا ہے۔ اسلام نے مذہب کو صرف آخرت کمانے کے لئے مخصوص کر نہیں دیا ہے جیسا کہ ہندو اور بودھ مذہب والے کہتے ہیں۔ نہ اس نے دنیا اور اس کی نعمتوں سے کنارہ کشی کی تعلیم دی ہے، جیسا کہ مسیحی مذہب والوں کا خیال ہے اور نہ مذہب کو صرف دنیا کمانے کیلئے مخصوص کر دیا ہے۔ جیسا کہ یورپ کی موجودہ تعلیم کی غرض و غایت ہے۔

تشدد پسندوں ہی نے فلسفہ، سائینس اور ریاضی وغیرہ جیسے مفید علوم کے خلاف یہ کہکر علم جہاد بلند کر رکھا ہے کہ یہ علوم کافروں کے ہیں۔ ان سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان، اُن سے محروم ہو گئے اور اس طرح دنیاوی نعمتوں سے تمتع حاصل کرنے کی بجائے فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں۔

علوم طبیعیہ سے زمین کے حقائق معلوم ہوتے ہیں۔ اور زمین اُسی کے آگے خزانہ اگلتی ہے جو اس کی جستجو اور تلاش میں لگا رہتا ہے۔ اُس کو کھودتا ہے۔ محنت و مشقت کرتا ہے۔ اگر ہم علوم مفیدہ سے الگ تھلگ رہ کر عمر بھر آخرت کا مالا جپتے رہیں گے۔ تو بھی زمین ہمیں ایک دانہ نہ دے گی۔ اور صاف کہے گی کہ تم اُسی کے پاس جاؤ جس کا مالا جپتے رہے ہو۔

ہم نے اپنی توجہ علوم آخرت پر صرف کر دی اسی کا نتیجہ

پڑھتے رہے۔ دوسرے علوم سے بالکل غافل ہو گئے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری قومیں بازی لے گئیں اور ہم اُن کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو گئے۔ دوسری قومیں ترقی یافتہ ہونے کے باوجود مزید ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ اور ہم جہاں تھے وہیں پر اب تک کھڑے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کی تمام برکتیں غیروں کے ہاتھ چلی گئیں۔ دشمنوں نے اُن سے فائدہ اٹھایا اور وہ نہ صرف ہماری دنیا بلکہ ہمارے دین پر بھی حملے کرنے لگے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین سپرد کرنے کا وعدہ کیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض الخ

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالحہ کئے (یعنی) حکومت چلانے کی صلاحیت پیدا کی تو اللہ انہیں ضرور دنیا کا اقتدار بخشے گا!

اور فرمایا۔

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ھی للذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ۔

اے پیغمبر ان لوگوں سے پوچھو کہ اللہ نے جو زینت اور آرائش کا سامان اور کھانے پینے کی عمدہ چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں ان کو کس نے حرام کیا ہے؟ تم ہی ان کو سمجھا دو کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لائے ہیں، قیامت کے دن یہ نعمتیں خاص کر انہی کو دی جائیں گی۔

اور فرمایا۔

ولا تنس نصیبک من الدنیا

دنیا میں جو نعمتیں تمہارے لئے وضع کی گئی ہیں انہیں فراموش نہ کرو۔

نیز ہمیں ذیل کی دعا مانگنے کا حکم دیا جیسا کہ قرآن میں ہے۔

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار

اے ہمارے رب دنیا میں حسنات سے بھی مالا مال کر اور اسی کے ساتھ اخروی نعمتوں سے بھی ہمیں سرفراز کر اور دوزخ کے عذاب سے بھی بچا۔

رجعت پسندوں کو یہ خبر نہیں کہ وہ ان باتوں سے اپنی قوم کو ہلاکت کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ مسلمان اس درجہ غافل ہو گئے ہیں کہ انہیں اپنے مصائب بھی محسوس نہیں ہوتے ہیں۔ انہیں اس کی بھی خبر نہیں ہے کہ دنیاوی علوم سے بے توجہی نے مسلمانوں کو فقر و فاقہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔ بعض مسلمانوں کو اپنی بدحالی کا کبھی احساس بھی ہوتا ہے تو وہ نہایت ہی دلیری کے ساتھ اس کی تاویل کر بیٹھتے ہیں۔ کہنے لگتے ہیں "قسمت ہی میں بدحالی لکھی ہے تو کیا کریں؟ تقدیر کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے؟" مسلمانوں کا نہیں دنیا کے تمام ناکاروں اور سست لوگوں کا یہی حال ہے۔ وہ اپنے اوپر الزام لینا گوارہ نہیں کرتے ہیں اور اپنی تمام بدحالیوں کو اپنی طرف نہیں قضا و قدر کی طرف محمول کر بیٹھتے ہیں۔

رفتہ رفتہ سستوں اور ناکاروں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا جو "درویشوں" اور "فقیروں" کے لقب سے مشہور

ہوا۔ نہ ان کا کوئی مشغلہ ہے اور نہ کوئی عمل۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی سستی نے انہیں ایسا ناکارہ کر دیا ہے کہ وہ جسم اسلامی کے معطل عضو بن کر رہ گئے ہیں۔

اسی گروہ کو دیکھ کر فرنگیوں نے اسلام کے متعلق [illegible] انہیں قائم کرنا شروع کیں اور کہنے لگے [illegible] جبری عقیدہ کی [illegible] دیتا ہے۔ وہ اپنے متبعین کو عمل کا حکم نہیں دیتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ خواہ انسان کچھ کرے یا نہ کرے۔

(باقی دارد)

امام طحاویؒ

(از جناب مولانا ابوطاہر صاحب عالم شمسی چائیں باسمہ)

نام ونسب اور ولادت

احمد نام - ابوجعفر کنیت - امام طحاوی لقب - باپ کا نام محمد تھا - سلسلہ نسب یہ ہے احمد بن محمد بن سلامہ بن عبدالملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن حباب الازدی الحجری المصری ابوجعفر طحاوی۔

امام طحاوی عرب کے خاندان ازد سے تھے (جو یمن کا ایک مشہور قبیلہ ہے) بزرگوں کا وطن یمن تھا بعد میں مصر کے دیہہ طحا میں سکونت پذیر ہوئے اسی بنا پر الازدی الطحاوی کہلائے۔

آپ کی پیدائش ایسے خاندان میں ہوئی جو علم وفضل کا گہوارہ تھا خصوصاً آپ کے ماموں مزنی الشافعی آسمان علم کے درخشاں ستارے تھے۔ ولادت کا سنہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے "الفوائد البہیہ" میں ۲۳۰ھ اور ۲۳۹ھ تبلایا ہے لیکن صحیح تاریخ ولادت شب یکشنبہ ۱۱ ربیع الاول ۲۲۹ھ ہے جیسا کہ ابن خلکان نے تصریح کی ہے اور سمعانی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

امام طحاوی جس وقت پیدا ہوئے بنو عباس کی حکومت کا شباب تھا واثق بن معتصم عباسی حکومت کا نواں تاجدار سریر آرائے خلافت تھا۔ لیکن اس عہد میں فتوحات اسلامیہ کے بجائے فتنہ خلق قرآن کا سیلاب مشرق سے مغرب تک محیط تھا یہ عجیب اتفاق ہے کہ امام طحاوی جس عہد میں پیدا ہوئے اس عہد میں فتنوں کا اجتماع ہوگیا تھا کہیں فتنہ خلق قرآن، کہیں متکلمین وفلاسفہ میں مذہبی معرکہ آرائیاں یہ وہ زمانہ نہ تھا کہ محض قال اللہ وقال الرسول پر بس کیا جاتا ہو بلکہ ہر مسئلہ کا اثبات عقلی دلیلوں سے کیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ امام طحاوی نے بھی ہر مسئلہ کو عقلی طور سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے امام طحاوی کی مایۂ ناز کتاب معانی الآثار جس کی نظر سے گزری ہوگی وہ اس سے خوب واقف ہوگا۔ (تاریخ الخلفاء)

تعلیم وتربیت

امام نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے گھر کو علم کے آغوش میں پایا گھر اور گھر سے باہر علماء وفضلاء کا مجمع تھا خود آپکے ماموں مزنی فقہ وحدیث کے بہترین ماہر تھے جن کے متعلق امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مزنی سے ہمارے مذہب کو ترقی ہوئی یہی وجہ ہے کہ مزنی نے مرنے کے بعد امام شافعی کی ہم آغوشی اختیار کی۔

امام صاحب کے زمانہ طالب العلمی کے واقعات بہت دلچسپ ہیں ابن خلکان نے یہ تصریح کی ہے کہ امام طحاوی

شافعی المذہب تھے اور مزنی الشافعیؒ کے شاگردوں میں تھے ایک مرتبہ مزنی نے یہ فرمایا کہ "بخدا انہیں کچھ نہیں آئیگا" یہ الفاظ ان کو بہت ناگوار گزرے چنانچہ اسی وقت آپ اپنے ماموںؒ سے علیحدہ ہوگئے اور ابو جعفر بن ابو عمران الحنفی کی شاگردی اختیار کرلی اور تحصیل علم میں منہمک ہوگئے کتاب معانی الآثار اسی کا ثمرہ کہا جا سکتا ہے جب آپ اس تصنیف سے فارغ ہوئے تو درس کے وقت احناف کی جانب جواب دینے کا موقع آتا تو کہا کرتے کہ اگر میرے ماموں آج زندہ ہوتے تو انہیں قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑتا۔ الفوائد البہیہ میں لکھا ہے کہ امام طحاوی کی نظر ہمیشہ امام اعظم رحمتہ اللہ کی کتابوں پر رہا کرتی تھی جسکی وجہ سے مزنی نے انہیں کہا "واللہ لایجئ منک شئی" مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ آپ نے خود ہی تبدیل مذہب کے متعلق بیان واضح دیا ہے اس کو نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ محمد الشروطی نے امام طحاوی سے دریافت فرمایا کہ آپ نے اپنے قدیم مذہب کو کیوں خیرباد کہا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اپنے ماموں کو ہمیشہ مذہب حنفی کی کتابوں میں مستغرق پاتا تھا۔ اس لئے میں نے اسی مذہب کی طرف رجوع کیا۔ (ابن خلکان)

امام سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ امام طحاوی حفاظ حدیث میں ثقہ اور فقیہ تھے ان کے بعد ان کے مثل کوئی نہ ہوسکا۔ مصر میں شیخ الحدیث والفقہ تسلیم کئے گئے اتفاق کی روایت یہ بتلاتی ہے کہ امام طحاوی اس امت کے ابین علم و اجتہاد کے ماہر اور ورع و تقویٰ میں بہترین شخصیت کے مالک تھے۔ امام کی تصنیفات کا جس نے مطالعہ کیا ہوگا اس پر مخفی نہیں کہ امام کو معرفت مذاہب و معلومات میں تقدم حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کرام کو اتفاق کرنا پڑا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ کے مذہب کو سب سے زیادہ جاننے والا امام طحاوی کی ذات ہے۔ (تراجم الحنفیہ)

ہر مذہب میں ایک ایک شخصیت ایسی ہوتی ہے جسکو اس مذہب کے چشم و چراغ سے تعبیر کیا جاسکے جس طرح شافعیہ میں نووی شارح مسلم۔ احناف میں امام طحاوی۔ آپ کی تصنیفات دیکھنے والے خوب واقف ہیں ... کہ آپ تقلید جامد کے سخت مخالف تھے جیسا کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے بھی تصریح کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

بایددانست کہ مختصر طحاوی دلالت می کند
کہ وی مجتہد منتسب بود محض مقلد مذہب
حنفی نبود زیرا کہ دراں مختصر چیزہا اختیار
کردہ کہ مخالف مذہب ابو حنیفہ است
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ولہذا آن مختصر در
فقہائے این مذہب کہ محض مقلد اند
چنداں شیوع پیدا نکردہ (بستان المحدثین)

امام طحاوی نے جب آنکھ کھولی تو مصر کے باغ علم میں بہار آئی ہوئی تھی باستثناء چند تمام بزرگوار درس و افتاء میں مشغول تھے امام نے اکثر ماہرین فن سے استفادہ کیا اس طرح مصر کا جو علم متفرق سینوں میں منتشر تھا ۳ اجتماع صدر واحد میں ہوگیا۔ امام کے شیوخ یہ ہیں۔ ہارون بن سعید الایلی عبد الغنی بن رفاعہ و یونس بن عبد الاعلیٰ و عیسیٰ بن مثرود

محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم وغیرہم - اور آپ کے تلامذہ جنہوں نے فن حدیث کا استفادہ کیا وہ یہ ہیں۔ احمد بن القاسم الخشاب و ابو الحسن محمد بن احمد الاخمیمی و یوسف المیانجی و ابوبکر بن المقری و الطبرانی و احمد بن عبد الوارث الزجاج و عبد العزیز بن محمد الجوہری قاضی الصعید و محمد بن بکر بن مطروح و آخرون۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام طحاوی نے ۲۶۸ھ میں شام کا سفر اختیار کیا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مستعین عباسی حکومت کا پندرہواں تاجدار سریر آرائے خلافت تھا وہاں پہنچکر آپ نے قاضی ابو خازم وغیرہ سے فن فقہ کا استفادہ کیا۔ اور یہ بالتفصیل معلوم نہ ہو سکا کہ اس زمانہ کا نصاب تعلیم کیا تھا لیکن قیاس یہ بتلاتا ہے کہ قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ سے فلسفہ و کلام کی کتابوں کا بھی درس جاری ہوگا۔

فقہا و محدثین کی مجلس میں

امام صاحب کی پیدائش ۲۲۹ھ میں ہوئی تھی یہ واثق باللہ کا عہد تھا ۲۰۷ھ سے آپکے علوم و فنون کے دور کی ابتدا ہوئی۔ جبکہ آپکی شہرت عام ہو چکی تھی چنانچہ خلیفہ معتضد کے عہد کا اخیر دور تھا کہ آپ محمد بن عبدہ کے بعد قاضی القضاۃ کے منصب عظیم پر سرفراز کئے گئے۔ سفیان سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے امام طحاوی کو فقہا کی مجلس میں دیکھا اس کے بعد محدثین کی جماعت میں پایا تو میں نے سوال کیا کہ کس چیز نے آپ کو ان دونوں جماعتوں میں جمع کر دیا امام طحاوی نے فرمایا کہ "ہذا من فضل اللہ والعامہ" آپ فن کتابت سے بھی خوب واقف تھے چنانچہ محمد بن عبدہ قاضی القضاۃ نے آپ کو عہدہ کتابت پر مقرر کیا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ آپ غربت و افلاس کی زندگی بسر فرما رہے تھے اس سے آپ کو ایک حد تک سہارا ہو گیا۔

زمانہ کا دستور چلا آ رہا ہے کہ اچھوں کے مخالف پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے امام طحاوی کو بھی اس سے دوچار ہونا پڑا ۳۰۶ھ میں واقعہ منصور فقیہہ کے بعد قاضی علی بن حرب نے آپ کو عادل مقرر کیا (اس زمانہ کا دستور تھا کہ گواہوں کی تصدیق و تکذیب کیلئے اشخاص مقرر ہوتے جن کو عادل کہا جاتا تھا) گواہوں نے امام سے ناراضمندی ظاہر کی نہیں چاہتے تھے کہ امام طحاوی میں ریاست علم اور قبول شہادت دونوں منصب جمع ہو جائے اتفاق وقت کہ گواہوں نے اس سال سفر حج کیا موقعہ کو غنیمت سمجھکر امام کے عہدہ کو قاضی نے برقرار رکھا۔

تصانیف

اس عہد سعید میں تصنیف و تالیف ایک شاندار کارنامہ متصور کیا جاتا تھا اور ہر شخص اس میں حصہ لیتا چنانچہ امام طحاوی کے دست مبارک سے جو کتابیں ترتیب پائی ہیں یا اُن کی طرف منسوب ہیں اُن کی تعداد ستائیس تک پہنچتی ہے چند منتخب کتابوں کے نام میں لکھونگا جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ امام طحاوی کا علمی رجحان کس کس طرف تھا۔ معانی الآثار۔ امام طحاوی کی یہ پہلی تصنیف ہے اور متداول بین الناس ہے۔ احکام القرآن یہ بیس جزو پر مشتمل ہے۔ کتاب المختصر یہ فقہ میں ایک کتاب ہے جس کی متعدد شرحیں ہوئیں۔ تاریخ کبیر۔ کتاب الفرائض۔ کتاب مناقب امام اعظم اور النوادر الفقہیہ یہ دس جزو پر مشتمل ہے

والرد[۸] علی ابی عبید فی اخطائی کتب النسب والرد علی عیسیٰ بن آبان (عیسیٰ بن آبان کی ذات وہی ہے جن کو فن اصول فقہ کے موجد ہونے کا فخر حاصل ہے) وقسم الفئی والغنائم۔ واختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین ومشکل الآثار اس کو امام طحاوی کی سب سے اخیر تصنیف بتائی جاتی ہے۔

وفات امام طحاوی کی عمر شریف اب ۸۰ سے کچھ زائد پہنچ چکی تھی قدرت کو جو کام لینا تھا وہ قریب قریب پورا ہو چکا تھا کہ ۳۲۱ھ شب پنجشنبہ کے پہلی ذی قعدہ کو مصر میں آپ اس مادی قید و بند سے آزاد ہو گئے اور قرافہ میں مدفون ہوئے آپ کی قبر آج زیارت گاہ عالم ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ خلیفہ مقتدر کی خلافت ہو رہی تھی اور خلیفہ قاہر باللہ سریر آرائے خلافت ہو گیا تھا۔ آپکے ایک لڑکے بھی تھے جنہیں آپ کا علمی ورثہ ملا تھا۔ نسائی کے شیوخ میں داخل ہیں۔ انکا نام ابوالحسن علی بن احمد الطحاوی ہے ان کی رحلت ۳۵۱ھ کے ربیع الاول میں ہوئی۔ اور آپکے پوتے کو بھی اس علمی وراثت کا حصہ ملا تھا اُن کا نام ابو علی الحسن بن علی بن احمد الطحاوی ہے ان کا انتقال ۳۶۰ھ کے ربیع الآخر میں ہوا۔

(تراجم الحنفیہ)

ابو دلامہ

(بسلسلہ ماہ گزشتہ)

از جناب محمد فاروق احمد صاحب

[illegible] خلیفۃ المسلمین

کے چوکیدار سپاہی [illegible]

ہیں ابو دلامہ شراب پکڑ دیا [illegible]

میں چلا جا رہا ہے - پہرہ دار [illegible] یقین

کے درجہ کو پہنچتا ہے [illegible]

جاتا ہے پہرہ دار اسے رات بھر کے لئے مرغی خانہ میں بند کر دیتے

ہیں جب نشہ دور ہوتا ہے تو پوچھتا ہے -

ابو دلامہ میں کہاں ہوں ؟

پہرہ دار مرغی خانہ میں -

ابو دلامہ - میں مرغی نہیں ہوں کہ تم نے مجھے [illegible] بند کر رکھا ہے -

معلوم ہوا کہ تمہارا دماغ علاج کا محتاج رہے -

پہرہ دار - رات شراب پیکر چلے آرہے تھے اسی جرم میں پکڑے گئے ہو -

ابو دلامہ خدا کے واسطے تم ذرا قلم دوات تو لا دو - میں اس کے صلہ میں تمہارے لڑکے کی تعریف میں قصیدے لکھ دونگا

پہرہ دار - ضرور میں لا دیتا ہوں -

ابو دلامہ اپنے دماغ انتشار کے باوجود کئی شعر جلد جلد

متعلم دار العلوم احمدیہ سلفیہ

موزوں کرکے خلیفہ کے پاس بھیج دیتا ہے جس کا مفہوم یہ تھا کہ

"حضور مجھ پر رحم و کرم کا دریا بہاتے ہیں مگر آپ کے نالائق چوکیدار میرا کچھ خیال نہ کرکے مجھے مرغی کے ڈربے میں بند کئے ہوئے ہیں - امید ہے کہ اس سے رہائی دلا کر خلعت فاخرہ سے مجھے ممنون و مشکور فرمائیں گے"

ابو دلامہ رہا ہو کر خلیفہ کے دربار میں پہنچتا ہے - خلیفہ کو اس کی صورت دیکھکر ہنسی آتی ہے اور پوچھتا ہے -

خلیفہ - ابو دلامہ رات کہاں تھے ؟

ابو دلامہ مرغی کے ڈربے میں تھا -

خلیفہ :- وہاں کیا کر رہے تھے ؟

ابو دلامہ ککڑوں کوں بول رہا تھا -

خلیفہ ایک قہقہہ لگاتا ہے اور اسے انعام و اکرام سے سرفراز کرکے رخصت کرتا ہے -

ایک مرتبہ ابو دلامہ کا لڑکا دلامہ بیمار پڑ گیا - یہ لڑکا عاقبت گرگ زادہ گرگ شود اپنے باپ سے بھی زیادہ شوخ، بدمعاش اور فن مذاق میں استاد تھا - ایک دفعہ ابو دلامہ کے بہت سارے دوست اس کے مکان پر رونق افروز تھے - ابو دلامہ اپنے احباب سے

دگنی اور سعتر اپن کی باتیں کر رہا تھا کہ اتنے ہی میں اسکا لڑکا بھی آگیا اور مجمع کو یوں مخاطب کیا۔

دلامہ - میں اپنے ابا جان کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا۔ کہتا ہوں کہ آپ اپنے بدن کی حفاظت کریں چہرہ پر جھریاں پڑ رہی جا رہی ہیں اپنے قوائے جسمانی کو ملحوظ رکھیں۔ مگر یہ ہیں کہ کسی طرح مانتے ہی نہیں۔ آپ صاحبان سے بعد عجز و نیاز عرض ہے کہ ذرا انہیں اس کے متعلق سمجھا دیں۔ تاعمر شکر گزار رہوں گا۔

یاروا حباب (ابو دلامہ کو مخاطب کرتے ہوئے) نصیحت تو کیسی اچھی ہے کیوں نہیں اس پر عمل کرتے۔ آخر وہ تمہارے ہی فائدے کیلئے تو کہہ رہا ہے۔

ابو دلامہ - پہلے اس سے پوچھو تو کہ اس کے کہنے کا مقصد کیا ہے آخر وہ نصیحت کون [illegible] ہے۔ حرامزادے نے ضرور کوئی بات مذاق کی سوچ رکھی ہے جو تو ایسا بلا دھڑک بول رہا ہے۔

ساتھی لوگ دلامہ سے پوچھتے ہیں تو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے۔

دلامہ - میری خواہش ہے کہ ابا جان خصی ہو جائیں۔ کیوں کہ یہ میری والدہ کو بہت تنگ کرتے ہیں اور خود بھی یہ ضعیف و کمزور ہوئے جا رہے ہیں۔ اگر یہ ہمارے کہنے پر عمل کریں تو بہت دنوں جئیں گے اور کمزوری و ناتوانی انہیں لاحق نہ ہوگی۔

یاروا حباب (مذاقاً) ابو دلامہ! پھر اس نصیحت پر عمل کرتے تمہیں کیا ہوتا ہے۔ اب اس سے بڑھکر اور دوسری نصیحت کون سی ہوگی (دلامہ سے) ہمارے [illegible] ابا جان کو بلا لاؤ۔ آج ضرور تمہاری تمنا پوری ہو گی۔

ابو دلامہ - میں نے ابا جان تھا کہ اس نطفہ بد وقت نے ضرور کوئی بات چھپا رکھی ہے۔ اچھا اس کا فیصلہ خود اسکی ماں کرے گی۔ وہ جو کہے گی میں اسے بسر و چشم منظور کرونگا۔

سب لوگ اس کی ماں کے پاس آکر پورا واقعہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں بتاؤ کیا فیصلہ ہے؟

دلامہ کی ماں - مجھے بڑی خوشی ہے کہ میرا لائق فرزند اپنے باپ پر اس طریقے سے قربان ہے اور ایسی اچھی نصیحت کی [illegible] ہے بتلاتا ہے۔ خدا اسے تاحیات قائم رکھے۔ میری رائے ہے کہ پہلے وہ خود اس طریقہ پر عمل کر کے دیکھے کہ واقعی یہ نسخہ صحیح بھی ہے یا نہیں۔ تب اس کے بعد اپنے باپ کو اس پر کاربند ہونے کی ہدایت کرے۔

دلامہ نے جو یہ باتیں سنیں مارے ندامت و خفت کے اسی وقت نو دو گیارہ ہو گیا۔ اسی سے قارئین کرام اس کی بیباکی شوخی و طراری کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ خیر اب اصل واقعہ کی طرف رجوع کریں۔ یہ واقعہ جملہ معترضہ کے طور پر تھا۔

ہاں! تو جب اس لڑکے نے شفا پائی تو حکیم صاحب سے ابو دلامہ نے کہا اس بندہ احقر کے پاس تو کچھ ہے نہیں کہ آپ کو اسکا معاوضہ دے۔ مگر ہاں ایک ترکیب سمجھ میں آئی ہے اگر آپ اس پر عمل کریں تو اس سے دگنی رقم حاصل ہو سکتی ہے۔ بولئے ہاں

بابا۔

حکیم صاحب [illegible] کون سی ہے۔

[illegible]

ابودلامہ [illegible] کہ دیا اس کے ذمہ [illegible] جو تم چاہتے ہیں اور میرا لڑکا اس کی شہادت دینے کو تیار ہے۔

حکیم صاحب اچھا

اور یہ کہکر وہ سب کو قاضی کے ہاں لے گئے۔ [illegible] قاضی محمد بن عبد الرحمن ابن ابی لیلی تھے۔ مقدمہ پیش ہوا قاضی صاحب گواہ طلب کیا۔ دونوں باپ بیٹے اندر گئے۔ قاضی صاحب نے دل میں کہا کہ ان دونوں کی شہادت از روئے اسلام قبول نہیں۔ کچھ دیر بعد فکر کے آثار قاضی صاحب کے چہرہ پر نمایاں ہوئے۔ ابودلامہ کی ذکاوت فوراً قاضی کے اس پوشیدہ خیال کو تاڑ گئی جھٹ یہ شعر موزوں کرکے قاضی صاحب تک پہنچا دیا۔

ان الناس غطونی تغطیت عنھم
وان بحثوا عنی ففیھم مباحث

یاد رکھو اگر لوگوں نے (قاضی صاحب) میری عیب [illegible] ذمیمہ کو چھپا یا۔ تو میں بھی ان کی برائی [illegible] روں گا (ان کی شان میں ہجو کے اشعار کہنے سے باز رہونگا) لیکن اگر لوگوں نے اس کا خلاف کیا تو یاد رکھو میں بھی ان کے حق میں ملک الموت ثابت ہوں گا (ایسے ایسے قصیدے کہوں گا جو اُن کی عزت کو خاک میں ملا دے گا۔) قاضی صاحب نے معاملہ دگرگوں دیکھکر مدعی (حکیم صاحب) کو اپنے پاس بلایا اور اتنی ہی رقم اپنے پاس سے دیکر اس مقدمہ کو خارج کر دیا۔

ایک دفعہ خلیفہ منصور کی بھتیجی انتقال کر گئی۔ ابودلامہ بھی جنازہ کی نماز کیلئے قبرستان گیا۔ قبر جہاں پر کھدر ہی تھی وہیں پر منصور آکر بیٹھ رہا۔ وہ اپنی بھتیجی کے مرنے پر بہت مغموم اور بدحواس سا ہو رہا تھا۔ ابودلامہ بھی اسی جگہ آکر فرش خاک پر دراز ہو گیا۔ منصور کی اس پر نظر پڑی تو اس نے کہا۔

منصور۔ ویحك ما اعددت لھذا المکان (واشار الی القبر) تجھپر خرابی ہو۔ اس گھر کیلئے (قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تونے کیا تیار کر رکھا ہے۔؟

ابودلامہ۔ کیسے کچھ اس جگہ کیلئے تیار نہیں کیا۔ منصور کی ابن عم کیلئے ہی تو یہ قبر تیار کیا ہے۔ کیا آپ کو بھی اس گھر کے لئے تیار کردوں؟

منصور کو بیساختہ ہنسی آتی ہے اور چند لمحہ کیلئے اسکی پریشانی دغمی دور ہو جاتی ہے۔

ابودلامہ ایک مرتبہ دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ خلیفہ اُسے دیکھکر کہتا ہے "آج میں تمہاری زبان سے ان میں سے کسی ایک کی ہجو سننا چاہتا ہوں۔ بولو کیا کہتے ہو؟"

ابودلامہ۔ بہت اچھا۔ حضور! جہاں آپ کا خون گریگا میں اپنا پسینہ بہانے کو تیار ہوں۔ آپ کا حکم اور میں اس کی بجا آوری میں کوتاہی کروں ہرگز نہیں۔

منصور۔ دس منٹ وقت ہے۔ مگر یاد رہے انہیں میں سے کسی ایک کا۔

ابودلامہ۔ بہت بہتر حضور! میں سمجھ گیا۔

اور یہ کہکر چاروں طرف نظر پھراتا ہے۔ دیکھتا ہے جتنے لوگ ہیں سب عالی مقام ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کی ہجو کرتا ہوں تو وہ میرا دشمن ہو جائے گا۔ اب کیا کروں بڑی مشکل ہوئی۔

پھر دوبارہ نظر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ہر شخص مجھسے اشارۃً اور کنایۃً یہ کہہ رہا ہے "للہ مجھے بچائیے گا"

ابودلامہ۔ حضور! آج معاف کردیں۔ طبیعت کو ایسی پراگندگی ہے کہ بندہ اس وقت اس کی تعمیل کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔

منصور۔ واللہ یہ تمہارا عذر نامعقول کبھی نہیں سنا جاسکتا۔

ابودلامہ۔ بہت اچھا۔

اس کے بعد وہ دس منٹ میں خود آپ اپنی ہجو میں آٹھ دس اشعار کہہ ڈالتا ہے جن کا خلاصہ یہ تھا "میں ایک سیاہ فام آدمی ہوں اور ایسا کریہہ المنظر کہ قریب قریب ہر شخص کو مجھ سے نفرت ہے۔ ایک مرتبہ مجھے ایک جنگلی شخص نے دیکھ پایا تو وہ مارے دہشت اور خوف کے ایسا بھاگا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ میں ایسا منحوس واقع ہوا ہوں کہ جب لڑائی میں گیا شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اگر کوئی صبح کے وقت میرا منہ دیکھکر اٹھے تو شام تک اسے کھانا نہ ملے۔ ایک دفعہ صبح اٹھکر میں نے بھولے سے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ لیا حضور! آپ سچ مانیں کہ مجھے رات تک کھانے سے ملاقات نہ ہوئی۔ بڑا افسوس کیا۔"

الغرض اس نے ایسے ڈھنگ سے اپنی آپ ہجو کی کہ سب کے سب مارے ہنسی کے لوٹ گئے۔ لوگوں نے خوش ہوکر اسے اتنا انعام واکرام دیا جو سالوں سال اس کے خورد و نوش کو کفایت کرتی رہی۔

ایک مرتبہ اس کے مکان پر اس سے ایک دوست ملاقات کرنے آیا۔ ابودلامہ اس سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ اس کی ایک چھوٹی لڑکی آگئی جھٹ اسے اپنے کندھے پر بٹھا لیا خدا کی شان اس چھوکری نے پیشاب کردیا۔ فوراً اس کی ہجو میں شعر کہہ ڈالے جس کا خلاصہ یہ تھا "کمبخت تونے مجھ پر موتا شیطان رجیم تجھ پر موتے"

ابودلامہ (اپنے دوست سے) کیا تم بھی اس کی شان میں اسی وزن پر کچھ کہہ سکتے ہو؟

دوست۔ کیوں نہیں۔

ابودلامہ۔ تو پھر کہتے ہوئے شرماتے کیوں ہو؟

دوست۔ اچھا تو سنو۔

اس کے بعد اس نے بھی اپنے اشعار سنائے جس کا خلاصہ یہ تھا۔

"واقعی اے لڑکی تجھے نہ کسی اچھے باپ نے جنا ہے اور نہ تو کسی نیک بخت کے نطفہ سے پیدا ہوئی ہے۔ بلکہ تیرا باپ تو ایک فاجر، بدبخت اور نغمہ باز شخص ہے اور شیطان رجیم سے بدتر۔"

ابودلامہ میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو ایسی خبر لی۔ آج تو تم نے میری خوب اچھی حجامت کی۔ اب تم سے کبھی شعر و شاعری میں مقابلہ نہ کرونگا۔

دوست۔ میری دلی خواہش تو یہی تھی کہ تم مجھ سے شعر و شاعری

تم دور ہو۔

اس کے ابودلامہ منصور کے پاس آیا ... اس وقت وہ تعمیر بغداد میں مصروف تھا اور ایسا ... نہایت ... تعمیر اس نے فن ... اور تعمیر اپنے درست کرا دیا۔

منصور۔ تو پھر تم اس کی تلافی کے لئے ... کہو میں کون سی تدبیر اختیار کروں جو تمہارے دل کے اس غبار کو دور کر دے۔

ابودلامہ۔ اس کی آسان ترکیب ہے (جیب سے ایک تھیلی نکالتے ہوئے) حضور اگر اس کو درہموں سے بھروا دیں تو میں خوش ہو جاؤنگا اور میرے قلب کا غبار صاف ہو جائیگا۔

الغرض منصور نے حکم سے وہ تھیلی بھروا دی اور اسے ابودلامہ لے کر چلتا بنا۔

ایک مرتبہ ابودلامہ خلیفہ منصور کے پاس آیا اور کہا۔ حضور میری زوجہ محترمہ انتقال کر گئیں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے جس سے اس کی تجہیز تکفین کر سکوں۔

ابودلامہ نے ایسی چالاکی اور ... سے یہ بات کہی کہ سچ مچ خلیفہ کو اس کا یقین ہو گیا اور ... کر گیا۔

منصور (حکم دیتے ہوئے) پانچ سو درہم اس کے حوالہ کر دو۔

ابودلامہ۔ یہ تو تجہیز تکفین کے لئے ہیں اتنی ہی رقم اور دلوائیے۔

منصور۔ تمہاری بات بھی عجیب نرالی ہے۔ اچھا پانچ سو اور سہی۔ پورے سات سو ہوئے۔

ابودلامہ۔ حضور! مجھے طاق عدد سے نفرت ہے۔ پورے پانچسو دلوائیے یا پورے ایکہزار۔ اور خصوصاً سات سے اور مجھے ایسی دشمنی ہے جو خدا ہی کو معلوم ہے۔

منصور۔ اچھی بات ہے۔ پانچ سو دے جائیں گے۔ اب تو تم خوش ہوئے۔

ابودلامہ۔ یہ بھی مجھے پسند نہیں کہ حضور اعلیٰ اور بہترین صورت چھوڑ کر کمترین اور حقیر صورت کو پسند کریں اس میں آپ کی ہتک عزتی ہے۔

الغرض پورے ایکہزار درہم ابودلامہ لے کر وہاں سے ہنسا اور سیدھا اپنے مکان پر آیا۔ جیسے مطلق العنان اونٹ اپنے جھنڈ کا رخ کرتا ہے اور ٹھیک اپنی جگہ پر آتا ہے۔

گھر آکر اپنی بیوی سے کہا۔ اب تم اس کی بیوی کے پاس جاؤ اور کہو کہ ابودلامہ یک بیک نہ معلوم کس وجہ سے مر گئے۔ یقیناً تمہیں وہ بھی اتنی ہی رقم دیں گی۔

وہ خلیفہ کی بیوی کے یہاں آکر کہتی ہے "ہائے ابودلامہ مر گئے۔" افسوس وہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور کوئی ایسی چیز نہ چھوڑ گئے کہ اس سے ان کی تجہیز تکفین کی جائے۔

وہ بھی رحم کھا کر اتنی ہی رقم اس کے حوالے کرتی ہے۔

رات کے وقت خلیفہ میں اور اس کی بیوی میں لڑائی ہوتی ہے وہ کہتا ہے ابودلامہ زندہ ہے اور اس کی بیوی انتقال کر گئی ہے اور وہ کہتی ہے نہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ ابودلامہ مر گیا ہے اور اس کی بیوی زندہ ہے۔

دونوں عاجز آکر خود صورت حال کا معائنہ کرنے

آتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ دونوں زندہ ہیں تو مارے ہنسی کے لوٹ جاتے ہیں۔

الغرض اس کمبخت پرکالے نے ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ جن کے پڑھنے سے اور جن کے سننے سے خواہ مخواہ ہنسی آتی ہے اس کی زندگی کے اگر تمام واقعات لکھے جائیں تو وہ سب ایک کتاب ہی کی شکل اختیار کر لیں گی۔

روح بن حاتم مہلبی ایک مرتبہ لڑائی پر بھیجا جاتا ہے۔ اس سے اور ابو دلامہ سے کچھ رنجش تھی، چونکہ وہ بھی فوج میں داخل تھا اس لئے روح نے حکم دیا کہ تم دشمنوں کا جاکر مقابلہ کرو۔ یہ بے رحم حکم سنکر اسنے معذرت پیش کی اور یہ برجستہ یہ شعر کہا ؎

إنّ المهلّب حبّ الموت أورثكم
ولم أرث أنا حبّ الموت من أحدِ

اسے باپ سے آپ کو موت کی محبت تو وراثت میں ملی ہے۔ اسی لئے تم موت کو عزیز سمجھ کر دشمنوں سے بلا دھڑک مقابلہ کرتے ہو لیکن میرا ایسا نہیں کہ جب میرے والد مرے تو کوئی چیز وراثت میں نہیں دے گئے۔ اسی لئے میں موت سے محبت نہیں کرتا۔

یہ سنکر روح بن حاتم کو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے اور اس کی جان چھوڑ دیتا ہے۔

۱۶۱ھ ہجری میں اپنے باکمال شخص کو زمانہ اپنے گود میں لے کر ہمیشہ کیلئے میٹھی نیند سلا دیتا ہے۔ حق مغفرت کرے کیا خوب مرد تھا۔

غلط فہمی!

ایک بکرے کا دلچسپ مزاحیہ افسانہ

از جناب مولوی محمد محسن صاحب۔ بی۔ اے۔ ہیڈ ماسٹر مسلم مائی انگلش اسکول دربھنگہ

ذیل کا افسانہ ایک انگریز مزاحیہ نویس مورلے رابرٹس (MORLEY ROBERS) کے ایک افسانہ کا ترجمہ ہے۔ مترجم

بسلسلہ ماہ ستمبر

گوئنڈولن کی ماں نے کہا۔ اب ہم کیا کریں تم نے تو کہا تھا کہ اس میں وہ ساری خوبیاں ہیں جن کا ایک انسان میں ہونا ممکن ہے۔

گوئنڈولن نے استقلال کے ساتھ جواب دیا۔ ہاں اور کیا اب میں یہ نہیں کہتی ؟ اگر وہ بکرے پالتا ہے تو مجھے اس کی پروا نہیں۔ وقت آنے پر اس کا علاج سوچ لوں گی۔ جو بھی ہو تم اپنے اوپر قابو رکھو۔ اب آتی ہو یا میں تنہا اندر جاؤں ؟'

ان جملوں نے کچھ مسز اوکہرسٹ کی ہمت بندھائی اور وہ کمرے میں داخل ہوئیں۔ یہاں کا منظر دیکھ کر اگر تہذیب کا پاس مانع نہ ہوتا تو وہ یوں بے محابا چیختیں جیسے ایک ایسٹ اینڈ[1] کی خاتون جس کے کمرے کی زینت کے اسباب بلی نے توڑ ڈالے ہوں آتشدان کی چھت پر جس کے غلاف میں انہوں نے اپنے ہاتھوں سے زردوزی کی تھی۔ بکرا خوش فعلیاں کر رہا تھا۔ ہر قدم پہ کوئی نہ کوئی چیز آتشدان میں گراتا اور ہر چھناکے کی آواز پر پہلے سے زیادہ خوش ہوتا۔ معلوم تو ایسا ہوتا تھا کہ لارڈ بمپٹن بھی اس کی حرکات سے خوش ہو رہے ہیں۔ انہوں نے عورتوں کو اندر آتے نہیں دیکھا اور کہا شاباش بکرے'

بکرے نے جواب دیا 'ماآ آ......'

'نواب صاحب نے کہا میاں بکرے تم بس لاجواب ہو۔ میں نے تم جیسا عجیب وغریب بکرا آج تک نہیں دیکھا۔'

---

[1] لندن کا مشرقی سرا جو اپنے باشندوں کی غربت جہالت اور بد اطواری کی وجہ سے بہت بدنام ہے۔

مسز اوکھرسٹ نے اپنے آپ کو سنبھالا جو نقصان ہو چکا تھا۔ اس کا چارہ اب ممکن نہ تھا۔ مگر رخنے کا امکان تو ہنوز اپنی جگہ پر تھا۔ مانا کہ لارڈ بمپٹن نے خود گوئنڈولن سے ملنے کی خواہش کی تھی اور یہ بڑی بات تھی۔ مگر مشہور تھا کہ لارڈ بمپٹن کے اطوار بعض اوقات عجیب سہی مگر یہ بہرحال بے عیب تھے۔ وہ دوسروں کے معائب اخلاق سے کبھی درگزر نہیں کر سکتے تھے۔ یکایک یہ شبہہ بھی مسز اوکھرسٹ کے دماغ میں پیدا ہوا کہ لارڈ بمپٹن نے پورے کنبے کو ایک نہایت سخت امتحان میں ڈالنے کا تہیہ کر لیا۔

اسی اثنا میں بکرے نے دوسرا طشت بھی گرا دیا۔ مسز اوکھرسٹ نے جھک کر سرگوشیوں میں گوئن سے اپنے شبہہ کا اظہار کیا اور کہا، اگر واقعی ایسا ہی ہو تو کم سے کم ہم دونوں اس امتحان میں پورے اتریں گے۔ خواہ ہم کو کیسے ہی صبر آزما واقعات سے دوچار ہونا پڑے' پھر انہوں نے لارڈ بمپٹن سے مخاطب ہو کر کہا، آداب عرض ہے لارڈ بمپٹن'۔

جب نواب صاحب نے مڑ کر دیکھا کہ نہ صرف گوئنڈولن بلکہ اس کی ماں بھی کشادہ روئی سے صورت حال کا معائنہ کر رہی ہے تو دو باتیں اُن کے ذہن نشیں ہو گئیں۔ ایک تو ان عورتوں کی تمکنت اور خودداری دوسری یہ کہ اس کی ایک ہی توجیہہ ممکن ہے یعنی کرنل آئے دن ایسے دلچسپ تماشے گھر میں کرتا رہتا ہے

مسز اوکھرسٹ نے پھر کہا 'میرے شوہر کی ناگزیر غیر حاضری میں تعارف کی رسم گوئنڈولن ہی کو ادا کرنی ہوگی۔

چنانچہ لارڈ بمپٹن نے مسز اوکھرسٹ سے ذاتی شناسائی بہم پہنچائی اور اس موقع پر ایسے متین اخلاق اور اتنے گہرے خلوص کا مظاہرہ کیا کہ دونوں اُس کی شائستگی کا کلمہ پڑھنے لگیں اور جب اس ہنگامۂ رستاخیز سے جو بکرے نے بپا کر رکھی تھی اس کا کامل فراغ انہوں نے ملاحظہ کیا تو اس حسن عقیدت میں اور بھی رسوخ پیدا ہو گیا۔ حالات کے اقتضا سے خواہ مخواہ بکرے گفتگو کا موضوع بن گئے، یہ جنس بالعموم اور خصوصاً وہ بکرا جو کمرے میں موجود تھا۔ مسز اوکھرسٹ، آرام سے ایک سنگی بنچ پر بیٹھ گئیں جہاں سے پہاڑ کا اور اس کی بر سطح بلندی پر کھڑے ہوئے بکرے کا تماشا بخوبی کیا جا سکتا تھا۔ 'یہ بوڑھا بکرا تو واقعی آج بڑے مزے میں ہے'۔

لارڈ بمپٹن نے کہا 'ہاں کرنل اوکھرسٹ نے بھی یہی بات کہی تھی۔ آپ سب لوگوں کی جانوروں سے اتنی محبت دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے'

گوئنڈولن نے مسکرا کر کہا 'میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ میں جانوروں کی پرستش کرتی ہوں'

نواب صاحب نے پوچھا 'کیا تم بھی انہیں اتنا ہی چاہتی ہو جتنا تمہارے ابا'۔

گوئنڈولن نے جواب دیا 'ہاں بلکہ اس سے زیادہ' اور یہ بات بالکل سچی تھی۔

لارڈ بمپٹن نے ایک نگاہ جس سے ایک خفیف تحیر کا اظہار ہوتا تھا۔ گوئنڈولن پر ڈالی اتنی آسانی انہوں نے اپنے تنے ہوئے اعصاب پر روا رکھی۔

انہوں نے کہا 'کیا واقعی؟ مگر سچ پوچھو تو مجھے اس پر حیرت بھی نہیں۔ بکروں کی حرکات میں ایک خاص نفاست ہوتی ہے

علاوہ بریں جو شخص جانوروں سے محبت رکھتا ہو اس کی بات میرے نزدیک قابل درگزر ہے۔ معاف کیجئے گا مسز اوکھرسٹ وہ جانور جو آتشدان پر ہے۔ غالباً اپنے اور آپ کے درمیان کی فصل اپنی آنکھوں سے ناپ رہا ہے"۔

مگر قبل اس کے کہ وہ یا مسز اوکھرسٹ اپنی جگہ سے حرکت کر سکیں۔ بکرا ہوا میں بلند ہوا اور محض کئی انچوں سے ان کے سر کا نشانہ خطا کر کے کمرے کی ننگی سنگین فرش پر گرا اور گرتے ہی قریب قریب اس نے فٹ پھسل گیا۔ اس طرح اس نے یہ احسن وجوہ سے مخصوص حسن ادا کا مظاہرہ کیا جس کے لئے نواب صاحب نے بکروں کی پوری برادری کی تعریف کی تھی مسز اوکھرسٹ نے بھی اگرچہ اُن کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی بکرا آتشدان سے اُن پر کودا ہو ایک بار پھر اُس عالی ظرفانہ تمکنت کا ثبوت دیا جس نے اُن کے مہمان کو اس درجہ گرویدہ کر لیا تھا اس نے سوچا کہ جب ماں نے اپنے آپ کو شوہر کی افتاد مزاج سے اس درجہ ہم آہنگ کر لیا ہے اور مشکلات کے مقابلہ میں اس صبر و سکون سے کام لیتی ہے جس کی تلقین ہوریس[۱۲] نے کی ہے تو بیٹی بھی غالباً اچھی بیوی ثابت ہوگی اس طرح بکرے۔ مسز اوکھرسٹ اور گونڈولن کی برادر محبت کی اس زنجیر کو اور استوار کرتی تھی جس میں لارڈ بمپٹن بندھ گیا تھا۔ اس جانور سے اُن کی محبت کی وجہ سے اُس نے گمان کیا کہ پالتو بکرے اور جنگلی بکرے یعنی پارسیوں کے پسنگ پر ایک سرسری تبصرہ علم حیوانات کی روشنی میں یقیناً ان کیلئے دلچسپ ہوگا۔

اُس نے اُن سے کہا "پسنگ کی جولانگاہ کوہ ہالہ سے کوہ قاف تک ہے"۔ اور انہوں نے فوراً اسے یاد کر لیا کیونکہ بکرے نے کوہ ہالہ یعنی آتشدان کو چھوڑ کر بڑے پیانو[۱۳] یعنی کوہ قاف کو جلوہ نما پایا اور اوراق موسیقی کے ایک انبار پر غالباً البرز[۱۴] کا گمان کر کے آہستگی سے پیانو پر کود گیا۔ اس سے جو آواز پیدا ہوئی اُس نے شاید اُس کے جذبہ تجسس کو بیدار کر دیا کیونکہ اس نے اس پر زور زور سے، لات مارنی شروع کی گویا وہ اس کی غنائی قابلیتوں کا جائزہ لے رہا ہے اور اس کے بعد اس کوہ موسیقی کی چوٹی پر چڑھ گیا۔

لارڈ بمپٹن اُن وجوہ کو بیان کر رہے تھے جن کی بنا پر بکرے کی قربانی اتھینا دیوی کے نام پر ممنوع قرار دی گئی تھی اور مسز اوکھرسٹ جی سے چاہ رہی تھیں کہ وہ خانہ داری کی دیوی پر قربانی دینے کی عملی مثال پیش کریں یکایک اپنی تقریر بند کر کے انہوں نے پوچھا "اُس کے پیانو پر ہونے میں آپ کوئی مضائقہ نہیں سمجھتیں ؟"

گوئن نے جواب دیا "ہرگز نہیں اگر بکرے کی خوشی اسی میں ہے"

لارڈ بمپٹن نے کہا "راگ کے اوراق[۱۵] میں اسے بہت مزا آرہا ہے"۔

گوئن نے دیکھا کہ بکرا ایک راگ کا ورق کھا رہا ہے مصروف ہے بولی "ہاں مگر ایک ٹڈی کسی ہی سے نپٹنے کو کافی وقت چاہیئے اُس لیے

ع۱۲ لاطینی زبان کا مشہور شاعر ع۱۳ ہارمونیم سے مشابہ انگریزی باجا ع۱۴ کوہ قاف کی ایک شاخ جو ایران میں ہو کر گذری ہے ع۱۵ یعنی اوراق موسیقی کا ایک انبار ع۱۶ قدیم یونانیوں کے مذہب میں عقل و حکمت کی دیوی ع۱۵ کاغذ کے اوراق جن میں راگ کے دھن موسیقی کی مروجہ علامتوں میں لکھے ہوتے ہیں یہ اوراق عموماً پیانو کے پاس دھرے رہتے ہیں۔ ع۱۸ جدید امام موسیقی کا نام۔

آگے وہ شاید ہی بڑھ سکے'

ادھر بکرا ایک سخت گیر نقاد کی طرح جدید موسیقی کو خیرے رہا تھا اور اُدھر یہ نو گرفتاران عشق اور مسز اوکھرسٹ اسٹراونسکی کریشانن اور راشٹر اس کے معائب و محاسن پر بحث کر رہے تھے اتنے میں پیانو کی پٹریوں نے بکرے کے حرکات جبلی کو ایسا برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑی راستے کا خوب دے برانگیختہ کیا وہ تڑپ کر اُن پر پہنچا اور اس اضطراری فعل کے نتیجے پر اتنا متحیر ہوا کہ ایک متوحشانہ انداز سے اگلی ٹانگیں بلند کرکے اس وہاں سے بھی جست کی اور لوہے کی سلاخوں پر جو آگ کو کریدنے کے لئے رکھے تھے آکر گرا۔

لارڈ ہمپٹن نے کہا وہ اخیر سیدھا سادا راگ جو اس نے پیدا کیا ہے مجھ کو بلا اشتباہ موسورگسکی کی یاد دلاتا ہے۔ مگر دیکھیئے ابھی اس کی دلچسپی باجے سے کم نہیں ہوئی ہے'۔

اس میں شبہ نہیں کہ بکرے میں ہمت اور ذوق جستجو دونوں اوصاف موجود تھے کیونکہ شکیکوسکی اور رمبرالہش کا ایک ایک نوالہ حلق سے فرو کرکے تازہ دم ہو وہ پھر باجے پر پہنچا اور بڑی مسرت سے پٹریوں پر ٹہلنے لگا لارڈ ہمپٹن نے کہا' آپ نے ملاحظہ فرمایا ان سیدھے سادے سُروں سے جو جنگل کی غیر مربوط آوازوں سے مشابہ ہیں بکرا کتنا خوش ہو رہا ہے' اور اس بنا پر نواب صاحب نے جدید موسیقی کے آغاز کے متعلق ایک دلچسپ نظریہ قائم کیا گو سٹرولن نے جو معاصرین پر جان دیتی تھی بڑی گرمجوشی کے ساتھ اُن سے اس موضوع پر اختلاف کیا اور بالآخر لارڈ ہمپٹن کو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ اُن کی تنقیص محض مزاح کی راہ سے کرتے ہیں۔

وہ بولے' اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ بکرے کی فن کاری میں ایک ایسی سادگی اور بے تکلفی ہے جو یقیناً خوش آیند ہے تنقید کی اصطلاح میں اُس کی اپنی ایک زبان ہے جو روسی زبان سے بہت مختلف نہیں'۔

مسز اوکھرسٹ نے مستانہ لہجے میں بولیں' میں سمجھتی ہوں کہ میرا شوہر اسے سُن کر خوش ہوگا'۔

لارڈ ہمپٹن نے نہایت اشتیاق سے سوال کیا' کیا اُن کو موسیقی کا ذوق ہے؟'

مسز اوکھرسٹ نے جواب دیا' یہ تو میں نہیں کہہ سکتی مگر ہاں اُن کو عامیانہ گیتوں کے بے سُرے ہنگامے بہت

ع۵ جدید موسیقی جدید شعر و ادب کی طرح حسن سے زیادہ زور و قوت اور نفس انسانی کی صحیح ترجمانی کے باعث ممتاز ہے اس لئے بعض اصحاب جن کی تربیت نفسی قدیم ماحول میں ہوئی ہے اس کو پسند نہیں کرتے اور ناتراشیدہ اور بے آہنگ بتاتے ہیں ع۶ ع۷ جدید ائمہ موسیقی کے نام ع۸ جدید امام موسیقی کا نام ع۸ ع۸ جدید ائمہ موسیقی کے نام ع۹ یہ نظریہ کہ انسان اس زمانے میں جانوروں سے قریب ہو رہا ہے اور اس لئے دونوں کے مذاق میں یگانگت پائی جاتی ہے۔ ع۱۰ جذبات و افکار کے اظہار کا مخصوص طریقہ خواہ کسی فن میں ہو ع۱۱ اس زبان کا تلفظ غیر ملکیوں کے لئے بہت دشوار ہے اور اس کے الفاظ ان کو بہت ثقیل معلوم ہوتے ہیں اس جملے میں 'زبان' کو دو مختلف معنی میں استعمال کرکے ظرافت کا پہلو نکالا ہے۔

پسند ہیں معلوم نہیں اُن کے دماغ میں آج کیا سمایا پھر کیوں ہوئی گوئنڈولن ذرا جاکر دیکھو تو سہی ابھی تمہارا غسل خانہ بھی ٹھنڈے پانی کے نل کی مرمت تو نہیں کر رہے ہیں'

گوئنڈولن بولی 'اچھا اماں'

دروازہ بند ہونے پر لارڈ ہیمپٹن نے پوچھا 'کیوں کیا کل بگڑ گیا ہے ؟'

میزبان نے جواب دیا 'نہیں نہیں بات یہ ہے کہ جب اُس کا دماغ کچھ زیادہ متہیج ہو جاتا ہے تو وہ کچھ دیر پانی کی دھار کے نیچے اپنا سر رکھتا ہے اور اکثر جب وہاں سے ہٹتا ہے نل کو یونہی کھلا چھوڑ دیتا ہے'۔

نواب صاحب نے پوچھا 'کیا آج بھی ان کے دماغ میں کچھ ہیجان ہے ؟ خدانخواستہ باشند آج کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہوئی ؟'

ایک بار پھر بکرے نے گفتگو کے ساتھ ساز کا سر ملایا مسز اوکھرسٹ نے ایک نگاہ غلط انداز سازندے پر ڈالی اور جواب دیا کہ کرنل پریشان نہیں صرف بکرے کی بے پناہ نوازی کی وجہ سے آپے میں نہیں رہا ہے۔

لارڈ ہیمپٹن نے پوچھا 'تو کیا اس سے پہلے کبھی کوئی بکرا اس کمرے میں نہیں آیا ؟'

مسز اوکھرسٹ نے جواب دیا 'مجھے تو یاد نہیں۔ مگر آپ ایک لمحے کیلئے بھی یہ گمان نہ کریں کہ مجھے اُس کے یہاں آنے کا کچھ ملال ہے میں بھی جانوروں کو جی سے چاہتی ہوں اور گوئنڈولن بھی'

اِس کے بعد لارڈ ہیمپٹن نے جو کچھ کہا اُسے اُس کی والہانہ شیفتگی کا ثبوت سمجھنا چاہئیے لمحہ بھر (ایک ایسا لمحہ جو اُس کے لیے بہت صبر آزما تھا) اُس پر یہ خوف مستولی رہا کہ محبت نے اُس کی عقل پر پردہ ڈال دیا ہے کرنل اوکھرسٹ کا بیش قیمت اور خوبصورت اشیا کا ایک بکرے کے ہاتھوں یوں برباد ہونے دینا اور وہ بھی ڈرائنگ روم کے اندر ہرگز اُس کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا سپاہیانہ زندگی کے متنوع اور متلون تجربات سے ایسے بہت سے عجائب کی توجیہ ممکن ہے مگر جب مسز اوکھرسٹ اور گوئنڈولن نے بھی باوجود بکرے کے اس مطرابانہ اقدام کے مطلق رنج و فکر کا اظہار نہیں کیا تو پورے خاندان کے یکسر مبتلائے جنون ہونے کا وحشت انگیز امکان ان کی آنکھوں میں پھر گیا مگر ایسا کیوں کر ہو سکتا تھا ؟ شہر میں گوئنڈولن نے اپنے باپ کا ذکر اس طرح کیا تھا گویا بعض اوقات اُس سے بالکل خلاف عقل حرکتیں سرزد ہو سکتی ہیں اور کیا یہ بات والدین بلکہ سارے نوع انسان میں عام نہیں ؟ لارڈ ہیمپٹن نے تردد کو یکسو کیا اور اس عمدہ موقع سے فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی۔

اُس نے کہا 'آپ نے لوگوں سے سنا ہوگا کہ میں ذرا کھرے آدمی واقع ہوا ہوں'

مسز اوکھرسٹ بات کاٹ کر بولیں 'نہیں میں اسے ہرگز باور نہیں کر سکتی'

لارڈ ہیمپٹن نے پھر کہا 'خیر میں جانتا ہوں کہ لوگ ایسا کہتے ہیں مگر حقیقت فقط اتنی ہے میں سادہ دل اور

صاف گوہوں چنانچہ اس وقت بھی آپ سے بہت صاف [illegible]
کروں گا میں آپ کی لڑکی سے مواصلت بہم پہنچانے کی اجازت
چاہتا ہوں لندن میں میں اُن کے حُسن اور اُن کے [illegible]
موسیقی کا شناگو تھا مگر اب اُن کے سارے کنبے میں جانوروں کی
اتنی محبت دیکھ کر میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں بالکل مسحور اور بے قابو
ہوگیا ہوں کیا میں اپنے عزیز ترین مقاصد کے حصول میں آپ
اور کرنل اوطرسٹ سے امداد کی توقع رکھ سکتا ہوں؟"

اور جس وقت مسز اوطرسٹ اس نوید سعید پر غایت خلوص کے ساتھ اپنی مسرت کا اظہار کر رہی تھیں ۔ ما گونڈولن بپھرے ہوئے باپ کو رام کرنے کی کوشش میں مصروف تھی۔

کرنل اپنے سر کو ایک طرف سے دوسری طرف تولئے سے ملتے ہوئے پکار اٹھا "یہ خدا یہ مرد کہ پاگل ہے دس ہزار ٹوپی بنانے والوں کے برابر پاگل"

بیٹی نے سمجھایا "نہیں ابا وہ محض ذرا الکسا ہوا ہے اور اس کی [illegible] کہ وہ [illegible] آزمائش کے لئے کر رہا ہے"
"کرنل [illegible] آزمائش کے لئے؟ آزمائش آخر کس ——؟"

گونڈولن زور سے بول اٹھی "اس بات کی کہ آیا لوگ واقعی جانوروں سے محبت کرتے ہیں" ۔ کرنل غصے سے بے قابو ہو کر چیخ اٹھا "جاؤ [illegible] جو آدمی نہیں کرتا میں اُن سے نفرت کرتا ہوں کہہ دو کہ میرے نزدیک بالتو کبوتروں کا ایک ہی مصرف ہے اور وہ اس کو پکا کر کھانا ہے ۔ اگر مجھ کو گمان ہوتا —— مگر نہیں یہ ناممکن ہے قسم ہے —— [۱۳] اگر مجھے اس کا شبہہ بھی ہوتا تو میں اسے مار ہی ڈالتا ۔ ہماری آزمائش کیلئے! اے میرے اللہ ہماری آزمائش کے لئے!"

گونڈولن نے اُس کے بازو تھام لئے "میرے پیارے ابا خدا را ضبط سے کام لو وہ تو کیسا پیارا لڑکا ہے! دیکھو تو اس سارے ہنگامے کے باوجود وہ کتنا مطمئن ہے ۔"

---

[۱۱] انگلستان کے اچھے گھرانوں میں شادی کے خواستگار پہلے لڑکی کے رشتہ داروں سے اُس سے ملنے جلنے کی اجازت حاصل کرتے تھے کبھی صاف صاف اجازت طلب کرنے کی حاجت نہ ہوتی اور لڑکی کے بزرگ لڑکے میں کوئی عیب نہ دیکھتے تو اِن دونوں کے میل جول کو روا رکھتے پھر جب لڑکا شادی کی درخواست کرتا اور یہ درخواست منظور ہو جاتی تو نسبت گویا پختہ ہو جاتی تھی اور اس کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ مگر اس زمانے میں شاید ان مراسم کی پابندی بہت کم ہو گئی ہے [۱۲] ٹوپی بنانے والوں کا جنون انگلستان میں ضرب المثل ہے معلوم نہیں اس کی اصل کیا ہے [۱۳] کرنل غالباً کوئی ایسی قسم کھانا چاہتا تھا جس کا سننا گونڈولن کے لئے زیبا نہ تھا۔ یوں بھی قسم کھانا انگریزوں کے نزدیک معیوب ہے اور مہذب حلقوں میں اس سے احتراز کرتے ہیں ۔

اب کرنل نے [illegible] میں گوئنڈولین کے بال بکھا دئے اور نہایت سنجیدگی سے [illegible] بولنے لگا 'دیکھو گوئن میں بیچارا تمہارا بوڑھا باپ ہوں اور تہذیب کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا مگر تم اگر ایسی باتیں کرو گی تو میں پاگل ہوجاؤں گا کیا تم چاہتی ہو کہ مجھ پر فالج گرے باوجود اس سارے ہنگامے کے مطمئن! میرا وینیشی آئنہ میرے پردادا کی میز اور ایک بکرا! اُس سے کہدو کہ میں اِسے برداشت نہیں کر سکتا کیا تم نہیں دیکھتیں کہ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا؟ مطمئن! کیا وہ مطمئن ہے؟ اگر میں ایک جنگلی گدھے کو ساتھ لیکر اُس کے دولتخانے کی زیارت کروں تو کیا وہ ایسا ہی مطمئن رہے گا؟'

گوئن نے بڑی لجاجت سے کہا 'مگر ابا یہ جنگلی گدھا تو نہیں ایک پیارا ننھا سا بکرا ہے وہ تو ایک بط[1] ہے'

کرنل نے جواب دیا 'ہرگز نہیں ممکن ہے میں پاگل ہوں ممکن ہے لارڈ ڈمپسٹن مجھ سے زیادہ پاگل ہوگئے ہوں تاہم [illegible] سمجھنے لگوں گوئن اس قصے کے بعد تو تمہارا اُس سے شادی کرنے کا ارادہ نہیں ہے؟'

گوئن نے کہا 'ہے تو'

اُس کے باپ نے کہا 'نہیں نہیں ایسا نہ کرو میں التجا کرتا ہوں ایسا نہ کرو میں ایک شخص کو جانتا تھا جس کو جانوروں سے بڑی محبت تھی وہ ایک تھیلے میں چوہے بھر کر اور تین چھوٹے شکاری کتے ہر شب کو اپنی بیوی کے کمرے میں لے جاتا تھا اور وہ ناراض ہوتی تو اُس کو طلاق کی دھمکی دیتا تھا جو آدمی ایک بے ضرر اجنبی کے گھر میں ایک بکرا لے جائے اُس سے کیا بعید ہے کہ بچے کے پالنے میں ایک بڑا سا زہریلا سانپ لاکر رکھدے تمہاری [illegible]ں کیا کر رہی ہیں؟'

گوئن نے جواب دیا 'وہ کیسی اچھی ہیں کتنی خلیق ہیں! پیارے ابا ذرا صبر کرو سب باتیں آپ سے آپ ٹھیک ہوجائیں گی اب میری خاطر پھر وہاں چلو تم نہ جاؤ گے تو وہ سمجھے گا تم نے اُسے ناپسند کیا دیکھو جب بکرے نے اماں پر جست کی تب بھی وہ سر مو اپنی جگہ سے نہ ہلیں وہ — وہ بالکل وقار کا پیکر نظر آتی تھیں'

کرنل نے تولئے کو ایک گوشے میں پھینکا اور پوچھا 'کیا کہا؟ وقار کا پیکر! کیا وہ وقار کا پیکر نظر آتی تھیں؟ کیا میں بھی وقار کی تصویر بن جاؤں؟'

گوئن نے جواب دیا 'ہاں اباجان کوشش تو کرو'

اُس کے باپ نے ایک الم انگیز تصمیم عزم کے ساتھ کہا 'اچھا آؤ میری کوششوں کو بھی دیکھ لو مگر سن رکھو اگر اس نالائق رئیس نے یہی تجربہ مجھ پر کسی اور جانور مثلاً کسی بن مانس یا گائے کے بچھڑے کے ساتھ کیا تو میں اُسے ڈرائینگ روم ہی میں گولی مار دوں گا قسم ہے جملہ مقدس چیزوں کی میں اس کا سر اڑا دوں گا۔ خیر چلو میں تمہاری ماں کے وقار کا تماشا کرنا چاہتا ہوں وقار کا پیکر! اے میرے اللہ!'

(باقی آیندہ)

[1] DUCK جس کا ترجمہ بط ہے انگریزی روزمرہ میں پیار کا لفظ ہے۔

ضروری تصحیح

"غلط فہمی" کی پہلی قسط کی کتابت میں کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں۔ فہرست مندرجہ ذیل ہے۔ ناظرین تصحیح کرلیں۔ "مترجم"

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۲۱	-	حاشیہ	عمارتیں	عمارت
؍؍	-	؍؍	تمثیل	تمثیلیں
۲۲	۱	۹	فرشتہ؟	فرشتہ
؍؍	؍؍	۱۳	پرستش کرتی	پرستش کرتی تھی
؍؍	؍؍	حاشیہ	مشاہیر اہل قلم	اُس عہد کے مشاہیر اہل قلم
۲۳	۱	۱۱	پھر بھی یہ۔	پھر بھی یہ۔۔۔
؍؍	؍؍	؍؍	پہ	یہ
؍؍	؍؍	۱۴	بن مانس،	بن مانس
؍؍	؍؍	۱۷	اور	×
؍؍	؍؍	؍؍	توڑ دالے	توڑ ڈالے،
؍؍	؍؍	؍؍	وہ	جب وہ
؍؍	؍؍	۱۶	لائیں	لائیں گے،
۲۴	۱	۳	طابیس	طامسن،

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۲	۹	....	×
۲۶	۱	۳	صونے	سونے
؍؍	۱	۱۶	پہنچ گیا	موجود تھا
؍؍	۲	۸	رد کون	روک دوں
؍؍	؍؍	۱۷	محسور	مسحور
۲۷	۱	۳	اور	×
؍؍	۲	۸	کیسی	کبھی کبھی
؍؍	؍؍	۲۱	کے	سے
۲۸	۱	۷	اتنا بھی	اتنا ہی
۳۰	۱	۴	وہاں	ہاں
؍؍	۲	۶	تو نہیں،	تو نہیں ــــ،

حالات حاضرہ

ہندوستانی بچوں کی تعلیم پر حکومت ہند کا صرفہ

انگریزی ہندوستان کی ۲۴ کروڑ آبادی پر گورنمنٹ صرف ایک کروڑ پونڈ تعلیم کیلئے خرچ کرتی ہے۔ اور انگلستان کی صرف ۴ کروڑ کی آبادی پر گورنمنٹ پانچ کروڑ پونڈ سے بھی زائد صرف کرتی ہے۔

تعلیم عامہ اور صحت عامہ جو نہایت ضروری ہیں ان پر اتنا کم روپیہ خرچ کیا جاتا ہے دیگر اعداد و شمار سے معلوم ہوا ہے کہ انگریزی ہندوستان سے توریاستی ہندوستان ہی تعلیم کے اوپر بہت خرچ کرتا ہے۔ سارے ہندوستان میں لکھنا پڑھنا جاننے والے مرد تقریباً ۱۴ فی صدی اور عورتیں ۲ فی صدی ہیں۔ میسور جیسی چھوٹی ریاست میں مرد ۱۴ فی صدی اور عورتیں ۴ فی صدی لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ امید ہے کہ صوبجاتی حکومتیں جلد اپنی توجہ اس طرف مبذول کریں گی۔

فلسطین میں وحشت و بربریت کا لرزہ آفریں دور

فلسطین پر گورنمنٹ برطانیہ کے مظالم میں تخفیف نہیں ہوئی ہے۔ مشہور عرب لیڈر جمال یوسف الحسینی اور عبداللہ الحسینی کے مکانات گورہ فوج نے جلا دئے دونوں لیڈر آج کل عراق میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نقصان کا اندازہ کم از کم ڈیڑھ لاکھ روپے کے قریب لگایا جاتا ہے۔ عبداللہ الحسینی عراق کے طول و عرض میں دورہ کرکے برطانوی بربریت کے خلاف لوگوں کو ابھار رہے ہیں۔ کمانڈر انچیف نے ان کے متعلق یہ حکم صادر کیا ہے کہ انکو جس جگہ بھی فلسطین میں دیکھا جائے گولی کا نشانہ بنا دیا جائے۔

مسلم لیگ اور کانگریس

ہندوستان کی بدنصیبی پر جتنا بھی آنسو بہایا جائے کم ہے آج جبکہ ہندوستان کی سیاسی جماعتوں میں جس قدر اتحاد کی ضرورت تھی اسی قدر ان میں اختلاف رونما ہے مسلم لیگ اور کانگریس کی کشمکش نے انتہائی زور پکڑ لیا ہے۔ قومی اتحاد جہاں ممکن تھا وہاں اُسے ناممکن بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے مسلم لیگ سے ہماری مخلصانہ گزارش ہے کہ بجائے اسکے کہ وہ اپنی تمام قوت کانگریس کی مخالفت پر صرف کرتی ہے اسے چاہئے کہ مسلمانوں کیلئے صحیح شاہراہ عمل تجویز کرے اور ان کیلئے ٹھوس کام کرے بےعملی کی صورت میں اس کا وجود خطرہ میں ہوگا

رویت ہلال ماہ رمضان

ماہ رمضان کا چاند امسال ۳۰ تاریخ کو نظر آیا لیکن کلکتہ، چھوٹا ناگپور، سنتال پرگنہ وغیرہ علاقوں میں ۲۹ کا چاند دیکھا گیا ہے۔ اس لئے اب رویت ہلال میں ۲۹ ہی کا اعتبار کیا گیا جن لوگوں نے ۳۰ کے اعتبار سے روزہ شروع کیا ہے انہیں ایک روزہ بعد میں پورا کرنا چاہیے۔

RGD.NO.P.347

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

در بھنگہ

3(6)

مدیر مسئول
سید عبدالحفیظ سلفی گیلانی

ناظر التحریر
مولانا محمد عثمان صاحب فاضل مصر

زیر اہتمام
جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

معاونین کرام سے
پانچ روپیہ (صر)

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عمر
قیمت ششماہی عمہ

جلد ۳ | بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۳۷ء | نمبر ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

سال نو

عام طور پر عربی مدارس کا تعلیمی سال شوال سے شروع ہوتا ہے چنانچہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ کی تعلیم کا آغاز بھی شوال سے ہوتا ہے۔ ہر سال کے آغاز میں منتظمین دار العلوم اور خاص کر اس کے روح رواں جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ سال گزشتہ کا زائچہ بیٹھتے ہیں اور نئے سال کیلئے نئے جوش اور نئی امنگوں کے ساتھ کام کرنے کیلئے لائحہ عمل تیار کر کے دار العلوم کو صوری اور معنوی دونوں حیثیتوں سے کامیاب بنانے کے لئے سرگرم کار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ دار العلوم کے جدید تعلیمی سال (۱۳۵۶ھ۔۱۳۵۷ھ) کے آغاز کے موقع پر بھی گزشتہ ۸ شوال ۱۳۵۶ھ کو دار العلوم کی مجلس عاملہ کی نشست نہایت اہتمام کے ساتھ منعقد ہوئی جس میں نہ صرف مقامی ممبروں نے شرکت کی بلکہ دور مقامات کے اراکین نے بھی گہری دلچسپی کا اظہار کیا، حتیٰ کہ مولانا سید محمد عثمان صاحب معتمد تعلیم نے مونگیر سے آکر خصوصیت کے ساتھ اس میں حصہ لیا۔

گزشتہ تمام نشستوں میں مذکورہ نشست کو اس لحاظ سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ اس کی پاس شدہ تجویزوں میں تین تجویزیں اپنے اندر نمایاں اہمیت رکھتی ہیں۔ ان میں پہلی تجویز کا ماحصل یہ ہے کہ دار العلوم کی تمام حاصل کردہ اراضی کو جلد سے جلد دار العلوم احمدیہ سلفیہ کے نام قانونی طور [illegible] چنانچہ اس کا مسودہ بھی تیار ہو گیا ہے اور قانونی مشیروں کے حوالہ کر دیا گیا ہے۔ امید کہ یہ کام بھی جنوری ۱۹۳۸ء کے اختتام سے پہلے پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ دوسری تجویز کے ذریعہ اضلاع ترہت کی مسلم پبلک خصوصاً جماعت اہلحدیث سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ دار العلوم کو بادِ سموم کے جھونکوں سے محفوظ رکھنے اور اس کے مستقبل کو روشن اور درخشاں کرنے کیلئے عشر، زکات اور عام چندوں کے علاوہ زمین کے بعض ٹکڑے بھی وقف کریں، ایسی زمین دار العلوم کی مستقل جائداد تصور کی جائے گی۔ تیسری تجویز کے ذریعہ طلباء دار العلوم کے نصاب تعلیم میں دستکاری لازمی قرار دی گئی ہے۔

تحریک دستکاری کوئی نئی تحریک نہیں ہے، مولانا سید محمد عثمان صاحب نے آج سے تین سال پہلے اس کو پیش کیا تھا۔ اسی تحریک کے ماتحت دار العلوم میں شعبہ مطبع (پریس) قائم کیا گیا جس میں کتابت (خوش نویسی) اور طباعت (پریس مینی) دونوں کی تعلیم طلبہ کو

دی جانے لگی، چنانچہ آپ کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ مجلہ سلفیہ کی کتابت اور طباعت کسی غیر نے نہیں دارالعلوم کے طلبہ نے کی ہے جو طلبہ جو اذان کی آواز سن کر ایک طرف مسجد میں امامت کرتے ہیں تو دوسری طرف مجمع عام میں قال اللہ وقال الرسول کی بامرکیاں بیان کرتے ہیں۔!

اس سلسلہ کی دوسری کڑی فن نجاری (بڑھئی کا کام) ہے۔ چنانچہ سال رواں کے نصاب تعلیم میں نجاری داخل کردی گئی ہے اور عربی جماعت کے ہر طالب علم پر اس کا سیکھنا لازم قرار دیا گیا ہے۔ فن نجاری کو دوسرے فنون پر اس لئے مقدم کیا گیا ہے کہ بدقسمتی سے صوبہ بہار میں یہ صنعت مسلمانوں کے ہاتھوں میں بالکل نہیں ہے۔ ادنیٰ اور اعلیٰ ہر ضرورت کے لئے مسلمانوں کو دوسروں کا دستنگر ہونا پڑتا ہے اور بعض مخصوص حالات میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایک سال کی مدت میں دس بارہ لڑکے بھی کام کے نکل جائیں گے تو امید ہے کہ آئندہ اس کو بہت کچھ فروغ حاصل ہو سکے گا۔

تعبیر خواب

کانگریس، ہندوستان کی ایک مقتدر سیاسی جماعت ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی اور پارسی تمام اقوام کی واحد نمائندہ اور سب کے حقوق کی نگراں اور ذمہ دار ہے۔ یہ دعویٰ خواہ صحیح ہو یا غلط مگر یہ واقعہ ہے کہ وہ بعض اقلیتوں کو مطمئن کر نہ سکی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان مدتوں ششں و پنج کرتے رہے اور جب انہیں یقین ہوگیا کہ کانگریس ان کے مرض کی دوا نہیں ہے۔ اس کے ذریعہ اُن کے سیاسی حقوق محفوظ رہ نہیں سکتے تو انہوں نے مسلم لیگ کو زندہ کرنے کی کوشش شروع کردی۔ چنانچہ ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمانوں نے جس گرم جوشی کے ساتھ لیگ کا استقبال کیا ہے، تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی!

مسلم لیگ کی زندگی کا دوسرا نام کانگریس کی موت ہے، کیونکہ مسلمان اگرچہ اقلیت میں ہیں مگر ہندوؤں کے بعد سب سے بڑی اکثریت انہی کی ہے! اسلئے کہ ان کی تعداد آٹھ اور نو کروڑ کے درمیان ہے!! اور کسی طرح اتنی بڑی جماعت کو مخالف بنا کر کامیابی حاصل کی جا نہیں سکتی۔

چونکہ ہندوستان میں ہندوؤں کی تعداد، جس میں اچھوت اور غیر اچھوت دونوں شامل ہیں، بیس اکیس کروڑ کے لگ بھگ ہے، کانگریس اس عظیم اکثریت کے بل بوتے پر کامیابی کے خواب پریشاں دیکھنے لگی ہی نہیں بلکہ دوران انتخاب اسمبلی میں ہندو جنتا کے سامنے وعدوں کی ٹوکریاں اونڈیلنے لگی۔ ابتداءً میں ہندوستان کی یہ سادہ لوح ہندو جنتا نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی، اس کے وعدوں کو وید مقدس کے اشلوکوں سے کم اہمیت نہیں دی۔ لیکن چار ماہ کی طویل مدت کے گزر جانے کے بعد جب کانگریس کی وزارت اُن بے شمار وعدوں میں سے ایک بھی پورا کر نہ سکی تو ہندو جاتی میں بھی کچی دل ہو گئے، بعض ان وعدوں کو خنک و

وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور بعض اس سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔

کانگریس ابھی بقا کا دار و مدار اب صرف دو جماعتوں پر ہے، ایک زمیندار اور دوسری کاشتکاروں میں بھی اُس کی جانب سے نفرت اور بیزاری کا جذبہ بڑھتا جا رہا ہے۔ چنانچہ دلوں سے زبانوں اور زبانوں سے تجاوز کرکے اخباروں کے کالموں میں آئے دن کانگریس اور اس کے موجودہ رویہ کے خلاف زہر آلود مضامین نکل رہے ہیں۔ ان دو جماعتوں کے علاوہ ایک جماعت اچھوت اقوام کی بھی ہے جس کو اپنے اندر جذب کرنے کے لئے کانگریس نے ایڑی سے چوٹی تک کا زور خرچ کر ڈالا تھا۔ مگر نتیجہ کار وہ جماعت بھی اس سے بظاہر خوش نظر آتی نہیں دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ اس قوم کے لیڈر ڈاکٹر امبیدکار کے تازہ اعلانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس سے مایوس ہو گئے ہیں۔

اگر یہی لیل و نہار رہے اور کانگریس سے تمام جماعتیں ایک ایک کرکے بیزاری کا اظہار کرتی رہیں اور وہ اپنے زعم باطل میں پڑی رام راج کے خواب دیکھتی رہی تو اندیشہ ہے کہ کہیں اس خواب کی تعبیر آتی نظر نہ آئے اور پبلک پر اپنا وقار قائم کرنے کی جگہ اُسے روز بد دیکھنا نہ پڑے!

تسخیر نینکن

کمزور قومیں ہمیشہ طاقتور قوموں کے سامنے جھکتی چلی آرہی ہیں۔ اور طاقتور قومیں ہمیشہ کمزوروں کو شکار کرتی رہی ہیں۔ یہ زمانہ کا ایک عام قاعدہ ہے۔ اسی اصول کے ماتحت جاپان اعلان جنگ کئے بغیر غریب چین کے ملکوں میں اسلحہ کے زور سے گھس گیا۔ اور بالآخر اس کے پایہ تخت شہر نینکن پر اس نے قبضہ کرلیا۔ چنانچہ جاپان کے فاتح جنرل میٹسوئی کے اعلان سے ظاہر ہوتا ہے کہ نینکن پر گزشتہ ۱۳ دسمبر کی شام کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے ہی جاپانیوں کا مکمل قبضہ ہوگیا۔ جاپانی فوجوں نے انیشہ دروازہ کو چین کے اعلیٰ فوجی مرکز کا محاصرہ کیا اور اس کے دو گھنٹے بعد چینی کمانڈر ان چیف مارشل چیانگ کیشاک کی سرکاری قیام گاہ، دفتر جنگ اور جنگی مدرسہ مسخر ہوگئے۔ اس طرح جاپان کا وہ خواب کہ ہماری فوج آئندہ سال کے آغاز میں نینکن میں بیٹھ کر شراب پئے گی مقررہ وقت سے پہلے ہی پورا ہوا۔

جاپان کے پایہ تخت ٹوکیو میں جب بذریعہ لاسلکی یہ خبر پہنچی تو لوگ خوشی سے دیوانہ وار سڑکوں پر نکل نکل کر ناچنے لگے اور تقریباً ۱۰ لاکھ باشندے جس میں طلبہ کی تعداد نمایاں تھی، وزارت کے میدان میں جمع ہوکر خوشی کے شادیانے بجانے لگے۔

نینکن کی اس اچانک تسخیر نے دول یورپ کو بھی حیرت میں ڈال دیا ہے، خصوصاً برطانیہ پر اس کا گہرا اثر پڑا ہے، چنانچہ اس کے بعض ارباب سیاست اپنے مشرقی ممالک کی حفاظت کے لئے صدہا تدبیریں سوچ رہے ہیں۔ اور ہندوستانی بندرگاہوں کو زمانہ حال کے مطابق مستحکم اور محفوظ بنانے کی سعی کر رہے ہیں۔

ان تدبیروں کا نتیجہ خواہ کچھ ہو مگر ہندوستان کے جاہل اور غریب طبقہ کے دلوں میں خوف و ہراس کی لہر ضرور دوڑ گئی ہے حتیٰ کہ بعض لوگ ان بندرگاہوں میں جا ہوئے بس دو پیش کرتے ہیں، چنانچہ ضلع دربھنگہ سے بھی عید کے بعد ہزاروں کی تعداد میں لوگ کلکتہ جانے تھے مگر اس سال جیسا کہ سنا گیا ہے

قاضی ایاس

ازجناب مولوی فاروق احمد صاحب متعلم دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ

کنیت ابو واثلہ۔ اور نام ایاس بن معاویہ ہے۔

سلسلہ نسب یہ ہے ایاس بن معاویہ بن قرہ بن ایاس بن ہلال بن رباب بن عبید بن سواۃ بن ساریہ بن ذبیان بن ثعلبہ بن سلیم بن اوس بن مزینۃ المزنی۔

قاضی ایاس بڑے عالی مقام شخص تھے۔ ان کی ذکاوت اور فطانت آج تک لوگوں میں ضرب المثل ہے۔ فصاحت اور بلاغت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ایسے ذکی الطبع کہ آج بھی دنیا ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مقامات حریری کے ساتویں مقامہ میں مصنف کتاب نے اپنی اس عبارت سے "فاذا الممیتی المعیۃ ابن عباس وفراستی فراسۃ ایاس" اس وقت میری تیزی طبع ابن عباسؓ ایسی اور میری دانائی وفراست عقل وذہانت ایاس جیسی تھی یہاں ایاس سے یہی ایاس بن معاویہ مراد لیا۔ عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں وہ بصرہ کے قاضی تھے۔ ان کے پردادا صحابی ہیں۔

. . . .

ایک دفعہ وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ایک گاؤں سے گزر رہے تھے۔ چونکہ اس میں ایک خوفناک اور دل دہلا دینے والا واقعہ پیش آیا تھا اس لئے اہل گاؤں منتشر تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ تین عورتیں ایک جگہ کھڑی باتیں کر رہی ہیں۔ ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

ایاس۔ ان تینوں میں فلاں باکرہ، فلاں مرضعہ اور فلاں حاملہ ہے۔

احباب۔ کیا آپ علم غیب سے واقف ہیں جو اس پوشیدہ راز کی خبر دے رہے ہیں۔

ایاس۔ نہیں۔ بلکہ یہ قیافہ شناسی اور فراست ہے جو مجھے قدرت نے ودیعت کیا ہے۔

احباب۔ مگر ہم اس کی تحقیق کئے بغیر آپ کے قول کی تصدیق نہیں کرسکتے۔

. . . .

. . . .

ایاس - اگر تم لوگ اس کے تسلیم کرنے میں پس و پیش کرتے ہو تو چلو چلکر پوچھ لیا جائے۔

سب لوگ وہاں آکر (جہاں عورتیں سخت پریشانی کی حالت میں کھڑی تھیں) اُن سے پوچھتے ہیں اور مگر کچھ جواب نہیں پاتے۔

احباب - ازراہ حیرت سے - حضور! آپ نے بے جانے کیسے معلوم کر لیا؟

ایاس - لوگوں کا قاعدہ ہے عام ازیں کہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، آقا ہوں یا غلام، بادشاہ ہوں یا رعایا، خوف کے وقت جو چیز پیاری اور عزیز ہوتی ہے مضبوطی سے پکڑے اور نظر کے سامنے رکھتا ہے۔ صحیح ہے نا؟

انکا صحیح۔

ایاس - یاد رکھو وحشت اور پریشانی کے وقت ماں اپنے بچہ کو اپنے سے جدا کرنا پسند نہیں کرتی۔ جب کسی بچہ کی ماں کا گریہ و زاری فطری علاقہ سے ہوگا یقیناً وہ اپنے بچہ کو سینے سے لپٹائے اور مضبوطی سے پکڑے رہے گی تاکہ اسے باد صرصر کا جھونکا نہ لگ جائے۔ میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک اپنے ہاتھ کو شرمگاہ پر رکھے ہوئے ہے۔ سمجھ گیا کہ باکرہ ہے۔ دوسری کو دیکھا کہ وہ اپنی چھاتی کو پکڑے ہوئے ہے معلوم کر لیا کہ وہ مرضعہ ہے۔ تیسری اپنے پیٹ کو (جائے رحم) کس کر دھرے ہوئے ہے سمجھ گیا کہ وہ حاملہ ہے۔ اگر تینوں ایسا نہ کرتیں تو خوف و دہشت کی وجہ سے باکرہ کی بکارت زائل ہو جاتی۔ مرضعہ کا دودھ خشک ہو جاتا اور

حاملہ کا حمل ساقط ہو جاتا۔ جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے۔

احباب اس فلسفیانہ گفتگو پر عش عش کرنے لگے۔

ان کا ایک پڑوسی یہودی تھا۔ ایک دفعہ وہ کہہ رہا تھا کہ مسلمان بھی عجیب احمق ہیں کہتے ہیں کہ ہم لوگ جنت میں کھائیں گے پئیں گے مزے اڑائیں گے مگر حدث سے محفوظ اور مبرا رہیں گے۔

ایاس اسے اپنے پاس بلا کر یوں فرمانے لگے۔

ایاس - کیا جب جب تم کھاتے ہو حدث کرتے ہو۔

یہودی - نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ غذا کے خالص بنا دیتا ہے اور وہ کھانا پورے طور پر ہضم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے حاجت کی نوبت نہیں آتی۔

ایاس - بس اسی طریقہ سے اہل جنت جیسا کھائیں گے اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے اسے ہضم کر دیگا اور وہ غذا پورے طور پر تحلیل ہو جایا کرے گی۔ جس کی وجہ سے وہ چیز خود بخود زائل ہو جائیگی۔

یہودی - درست فرمایا۔ واقعی آپ کا یہ جواب جامع اور مانع ہے۔

غور کیجئے کیسی فلسفیانہ گفتگو ہے۔ اگر وہ چاہتے اسے سزا دے سکتے، طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کر سکتے، قید خانے کی ہوا کھلا سکتے۔ مگر ایسا نہیں کیا۔ اس شیریں کلامی اور مدلل طور سے گفتگو کی کہ خاموش رہنے کے سوا اس کو کوئی چارہ نہ ہوا۔

ایک دفعہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بغرض تفریح جا رہے تھے۔ دفعتاً اُن کے کانوں میں کوئی آواز سنائی دی۔

ایاس۔ (ساتھیوں کو مخاطب کر کے) جانتے ہیں کہ یہ آواز کیسی ہے۔ سنیئے یہ ایک مظلوم کتے کی صدا ہے۔

احباء۔ یہ کیسے؟

ایاس۔ چونکہ اس کی آواز پست ہے اور دوسرے کی آواز میں کڑک ہے۔

سب لوگ جستجو کے بعد اس کتے کے پاس آتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ وہ بندھا ہوا ہے اور کئی کتے اسے پریشان کر رہے ہیں۔ مربوط کتے کی آواز ویسی ہی ہے جیسا انہوں نے فرمایا تھا۔

احباء۔ درحقیقت آپ میں دست قدرت نے وہ جوہر رکھا ہے جس سے بڑے بڑے فلاسفر، حکماء، وزراء اور نامور اطباء جو اپنے کو عاقل و دانش سمجھتے ہیں ناآشنا اور بیگانہ ہیں۔

صالح بن سلیمان۔ کہتے ہیں "میں نے بڑے بڑے عقلمند، دانشمند دیکھے مگر ایاس جیسا ذکی القلب کسی کو نہیں پایا" جب وہ حصہ ترکہ تقسیم کرتے، کسی امر کا انکشاف ہوتا یا کوئی چیز ظاہر ہوتی فوراً فیصلہ کر دیتے پھر دوبارہ نہیں دیکھتے کہ آیا وہ فیصلہ یا تقسیم صحیح بھی ہے یا نہیں، ہیں غلطی پر ہوں یا صحیح راستے پر۔ جیسا کہ عوام الناس کا قاعدہ ہے۔

ایک روز لوگ اُن سے کہنے لگے آپ میں تین باتیں ہیں۔ زیادہ بولنا، فیصلے میں جلدی کرنا اور خود کو بہتر سمجھنا۔

ایاس۔ میں زیادہ بولتا ہوں، زیادہ کلام کرتا ہوں تو لغو بیکار۔ صحیح یا غلط؟

حاضرین۔ نہیں صحیح اور درست، خرابی و لغویت سے پاک، بالکل پاک۔

ایاس۔ تو اس میں کوئی حرج اور ضرر نہیں ہے۔ لیکن خود کو پسند کرنا یعنی اپنے کو بڑا سمجھنا تو میں جس کام کو کرتا ہوں، جس طریقے پر گامزن ہوں، جو افعال، گفتار، کردار مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں اسے تم لوگ کیسا سمجھتے ہو بہتر یا خراب، اچھا یا برا؟

حاضرین۔ ہم لوگ اسے بہت پسند کرتے ہیں، ہم سب کو آپ کا طریقہ بہت مرغوب ہے۔

ایاس۔ تو میں اپنے نفس کا زیادہ حقدار ہوں کہ اسکے ذریعہ میں خوشی حاصل کر دوں اور اپنے کو اچھا سمجھوں۔ لیکن تیسرا فیصلے میں جلدی کرنا۔ اچھا بتلاؤ تو یہ کتنی انگلیاں ہیں۔؟

حاضرین۔ پانچ۔ مگر یہ تو بالکل آسان سوال ہے اس سے آپ کی غرض؟

ایاس۔ بولنے میں جلدی کی۔ کہنا یوں چاہئے تھا کہ یہ پہلی ہے، یہ دوسری ہے، یہ تیسری ہے، یہ چوتھی ہے۔ اور یہ پانچویں ہے اور ...

پائچ ہوئیں۔

حاضرین کیونکہ یہ تو ظاہر اور بدیہی بات ہے اس میں ہم لوگوں کو غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

ایاس میں اسی طریقے سے جب میرے نزدیک کوئی چیز ظاہر ہو جاتی ہے فوراً اس کے متعلق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ غور و فکر نہیں کرتا۔ جیسے تم لوگوں نے ابھی ابھی انگلیوں کے عدد بتانے میں جلدی کی ہے اور فوراً ہی بلا تاخیر فیصلہ کر دیا ہے۔ آخر کار سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔

وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کے سوا مجھے کبھی کسی نے مغلوب اور عاجز نہیں کیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ میرے پاس ایک اجنبی شخص آیا اور یوں مجھ سے گویا ہوا۔

اجنبی حضور! فلاں باغ فلاں شخص کا ہے۔ میں اس کی شہادت دینے آیا ہوں۔

میں - اس میں کتنے درخت ہیں؟

اجنبی - یہ مکان حضور ہی کا ہے - ؟

میں - ہاں

اجنبی - اس میں کتنے دنوں سے بیٹھتے ہیں؟

میں - بہت دنوں سے۔

اجنبی - اس کی چھت میں کتنی کڑیاں ہیں؟

....

میں - اس کے تبلانے سے عاجز رہا اور ناچار خاموش رہنا پڑا۔

اجنبی - یہ آپ کا مکان ہے جب آپ اس کی کڑیوں کو نہیں بتا سکتے تو میں غیر کے باغ کے متعلق یہ کیسے بتلا سکتا ہوں کہ اس میں اتنے درخت ہیں۔

میں - بیشک تم حق پر ہو۔

یہی ایک ایسا واقعہ ہے جس میں مجھے ندامت اور ہار ہوئی۔

کسی بستی سے ایکدفعہ ان کا گزر ہوا۔ کئی مصاحب شامل تھے۔ کتے کی آواز کان میں آئی کہا یہ کتا کنوئیں پر ہے مصاحب جب اس جگہ سے گزرے دیکھا کہ کنوئیں پر بیٹھا ایک کتا بول رہا ہے۔ لوگوں نے سخت متحیر و متعجب ہو کر پوچھا "آپ نے بے دیکھے کیسے معلوم کر لیا کہ کنواں پر ہے" جواب دیا "اول کتے کی آواز کان میں آئی۔ اس کے بعد فوراً ہی دوسری آواز اسی کے مشابہ آئی جو گونج سے پیدا ہوئی تھی۔ جان گیا کہ یہ کنوئیں پر ہے۔

سنہ ۱۲۲ ہجری میں زمانہ ایسے دربیش بہا کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے در صدف کی طرح اپنے پیٹ میں چھپا لیتا ہے۔

حقانیت اسلام

ازجناب بھوبن شیری کے لعرف بھولا بابو وکیل - بیگو سرا

(۵)

قرآن پاک

قرآن مجید الہامی کتاب ہے - قرآن شریف اسلامی عمارت کی اصلی بنیاد ہے - قرآن کریم نے ذات باری پر اس طریقہ سے استدلال پیش کیا ہے کہ ہر ایک عالم و جاہل کے دل میں اتر جاتا ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت مثل آفتاب نمایاں و درخشاں ہے - قرآن کریم وہ نعمت ہے جس سے امراض روحانی کو شفا ہوتی ہے - جب رسول کریم نبوت کے ممتاز درجہ سے مشرف کئے گئے تب منجانب خدا بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آیات قرآنی حسب ضرورت حضور پر نازل ہوتے رہے - نبی نوع انسان کی بہبودی کیلئے جس جس تعلیم کی ضرورت تھی وہ سب آیات قرآنی میں شامل ہیں اور وہ تعلیمات صداقت کے مستحکم چٹان پر مبنی ہیں اور توہمات باطلہ و اختلافات سے مبرا و منزہ ہیں - گذشتہ و موجودہ زمانہ میں بھی قرآن مجید مثل گوہر درخشاں رہا ہے اور اس کا مستقبل بھی نہایت شاندار ہے - قرآن شریف میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے تعلیمات ابھی تک بجنسہ قائم ہیں و تا قیامت قائم رہینگے - وہ بہت حفاظت سے رکھا گیا ہے - کیونکہ اس کی محافظت خود ذات پاک کے ہاتھ میں ہے اس لئے کسی مفتری کو اسکے اندر آمیزش کرنے کا موقع نہیں ملا ہے - قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ* اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت لفظی و معنوی طریقہ سے رکھی ہے اور بجز قرآن مجید کے دیگر کسی صحیفۂ آسمانی کے دنیا میں حفاظ موجود نہیں ہیں - علاوہ اس کے حفاظت معنوی کے لئے سلسلہ مجددین کا اسلام میں جاری ہے -

قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے تصوف کے راز ہائے پنہاں آشکارہ ہوجاتے ہیں - جس قرآن شریف کی تلاوت سے اہل قریش اس قدر ڈرتے تھے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس شرط پر مکہ میں رہنے کی اجازت دی کہ وہ قرآن مجید بلند آواز سے نہ پڑھیں کیونکہ اس کی آواز سے انقلاب انگیز اثرات پیدا ہوجاتے ہیں اور جس کے کان میں اس کی آواز پہنچتی ہے وہ محو حیرت ہوجاتے ہیں - جس قرآن پاک سے حضرت عمرؓ اپنی انتہائی دشمنی اسلام کے زمانہ میں متاثر ہوگئے تھے - جو تلوار لیکر

* انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون [illegible]

کہ حضرت صلعم [illegible] خود مسلمان ہو گئے تھے۔ جس [illegible] شان قریش کو انگشت بدنداں بنادیا تھا اور جس کی ایک [illegible] سنگدلوں کو تعویذ حیرت بنا دیا [illegible] کان [illegible] اس کی آواز [illegible] ہوگیا۔ افسوس صد افسوس [illegible] قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے [illegible] مطالب [illegible] میں [illegible] ہے اس لئے علامہ اقبال [illegible] ہیں کیا لاحظہ ہو۔

اس کی امت کی [illegible]
ہے جو اسلام کی [illegible]
نرم ہیں [illegible]
جلوہ طور [illegible] موسیٰ [illegible] نہیں
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں
باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابل میراث پدر کیوں کر ہو
تربیت عام تو ہے جوہر قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

قرآن شریف سے بڑھکر کوئی تعویذ اور کوئی وظیفہ نہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ روزے اور قرآن قیامت کے دن بندوں کی شفاعت کریں گے۔ ایک برگزیدہ ولی اللہ بندہ کی مسجد میں [illegible] رہا کرتے تھے اور [illegible] بھر کر تہ کپڑا باندھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور خلق اللہ کی طرف کم متوجہ ہوتے تھے۔ [illegible] تلاوت کرنے کی وجہ سے ان کا [illegible] کا علم [illegible] اس قدر تھا کہ [illegible] اشخاص ان کی [illegible] حاجت [illegible] ان کے نزدیک رہا کرتے تھے اور ان [illegible] ان کے [illegible] تکمیل ہو جایا کرتی تھی [illegible] جانب تھوڑی سے ان کی [illegible] کی بدولت رسول کریم [illegible] کہ اس بحر متلاطم بے پایاں کی [illegible] اور تبلیغ اسلام کے زمانہ میں جب بارہ انصار نے [illegible] حضرت صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی تب ان لوگوں نے [illegible] خواہش ظاہر کی کہ احکام اسلام کے سکھانے کے لئے کوئی معلم ان کے ساتھ کر دیا جائے۔ آنحضرت نے مصعب بن عمیر کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ ان لوگوں کا روزانہ معمول تھا کہ [illegible] ایک ایک گھر جا جا کر قرآن مجید پڑھکر سناتے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔ ایک روز قبیلہ کے سردار حضرت سعد بن معاذ کے یہاں گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے پہلے نفرت ظاہر کی لیکن جب مصعب نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں تو وہ سنگدل بھی موم ہوگیا۔ اور اسلام قبول کر لیا۔ یہ ہے آیات ربانی کی عظمت۔ قرآن خود [illegible] ہے حق و باطل میں تفرق پیدا کرنے والا راستی و کجی میں امتیاز پیدا کرنے والا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ [illegible] گناہ معاصی کبیرہ ہیں اس کے ارتکاب کرنے والا

سخت گنہگار ہوگا۔

(۱) جو کہ خدا کی ہستی سے منکر ہو جیسے دہریہ یعنی اس قسم کے لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ نیچر سے ہو رہا ہے مگر جب مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تب بغیر خدا کے چارہ نہیں۔

(۲) جو کہ خدا کے وحدانیت کے قائل نہیں۔ اور جو اشخاص خدا کی ذات پاک میں دوسرے کو شریک گردانتے ہیں جیسے کفار مکہ تھے۔

(۳) جو اپنے بندہ کا حق نہ ادا کرے۔

اس قصور کو وہی بندہ معاف کر سکتا ہے جس کی حق تلفی یا ضرر رسانی ہوئی ہے۔

یہی ارشادات ربانی کی تکمیل کے لئے خدائے تعالیٰ کو حضرت سرور کائنات جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے کی ضرورت ہوئی کیونکہ اس زمانہ میں بت پرستی، باطل پرستی اوہام پرستی، مردم پرستی، قبر پرستی، عناصر پرستی اور درخت پرستی کا بازار بہت گرم تھا حضور نے اس کی بیخ کنی کر دی اور آقائے حقیقی کی پرستش کی تعلیم دی اور حقیقی توحید کا سبق پڑھایا اور اپنی نورانی شعاعوں سے ظلمت و تاریکی منور کر دی۔ واقعی اس احسان عظیم سے دنیا سبکدوش نہیں ہو سکتی اور جو شخص خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین رکھتا ہے اپنے پیارے خالق کی شان کو ظاہر کرنے والے حضرت محمد صلعم کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ ایک شاعر نے کیا خوب قرآن پاک کی تعریف میں لکھا ہے۔

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں ملتی نظر میں غور کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحمٰں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبادت میں
نہ یہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک رحمٰن کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئ عماں ہے اگر لعل بدخشاں ہے

انصار میں ایک شخص سوید بن صامت جو شاعری اور جنگ آوری میں ممتاز تھا اس کو امثال لقمان کا نسخہ ہاتھ آ گیا تھا جس کو وہ کتاب آسمانی سمجھتا تھا وہ ایک دفعہ حج کو گیا آنحضرت صلعم نے اس کے حالات سنے تو خود اس کے پاس تشریف لے گئے اس نے امثال لقمان پڑھکر سنایا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اس سے بہتر چیز ہے۔ یہ کہکر قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں سوید نے تحسین کی۔ اگرچہ وہ مدینہ واپس آ کر ایک جنگ میں مارا گیا لیکن اسلام کا معتقد ہو چکا تھا۔ یہ ہے آیات ربانی کی عظمت حقیقت سے روشناس کرانے کا زبردست ذریعہ قرآن شریف ہے جو رضائے الٰہی کے طالب ہیں ان کو خدا تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سلامتی کی راہ دکھاتا ہے۔ حضرت صلعم پڑھے لکھے نہیں تھے ان پر خداوند کریم نے قرآن مجید کے آیات نازل اسلئے کئے کہ عوام الناس کو یقین ہو جائے کہ یہ صحیفۂ آسمانی ہے یہ کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں۔

مگر کفار مکہ جو توہمات میں مبتلا تھے اس پر مضحکہ اڑایا کرتے تھے کہ ہمارے شعراء بھی ایسی کتاب تصانیف کر سکتے ہیں۔

تب منجانب خدا تعالیٰ حضور پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے
رسول اللہ تو یہ آواز دل لغار نہ کو کہدے کہ قرآن شریف
کے آیات کے ایسا ایک آیت بھی یہ لوگ بنا کر نہ لا سکیں گے۔ اس
زمانہ میں بڑے مشہور و معروف شعرا اور فصحا تھے جنھوں نے
مل کر اپنے دماغوں کو تھکا دیا۔ مگر لاحاصل۔ ان لوگوں کو آیات ربانی
کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا پڑا چنانچہ اس زمانہ کے دستور کے مطابق
جب ایک آیت قرآن پاک کی بیت اللہ کے دیوار پر لکھ دی گئی
تو اس زمانہ کے مشہور آفاق شاعر نے اقرار کیا کہ یہ کلام الٰہی
ہے انسانی دماغ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ... قرآن
پاک کی تعریف میں کیا اچھا کہا ہے۔

وحی خدا کا مجموعہ لاریب ... قرآن ہے
جو رنگ و بو میں یکتا ہے مذہب کے جہاں گلدستہ ہیں

تارک الدنیا

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی
کہ خدا پرستی کے لئے تارک الدنیا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ آپ نے
اسے بزدلی بتلایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام حسن و خوبی اس لئے پیدا
کی ہے کہ عوام الناس اس سے فائدہ اٹھائیں نہ کہ اسے ترک کیا
جائے بعض اشخاص یہ عہد کر لیتے ہیں کہ ہم شادیاں نہیں کریں گے۔
اور عورت خاوند کا اور مرد بیوی کا منہ نہ دیکھیں گے اور مرغوب
اشیائے کو نہیں کھائیں گے۔ اگر نسل انسانی کی فنا کا نام نیکی ہوتا
تو خدا تعالیٰ انسان کو پیدا ہی کیوں کرتا۔ بعض اشخاص یہ ضروری
سمجھتے ہیں کہ عبادت الٰہی کے لئے اپنے جسم کو اپنے نفس کو تکلیف
پہنچائیں۔ بعض سردی میں سرد پانی میں کھڑے ہو کر ذکر الٰہی
میں مشغول رہیں۔ گرمی کے زمانہ میں آگ جلا کر اس کے نزدیک
بیٹھے ہوئے یاد محبوب میں مشغول رہیں۔ تقدس یہ نہیں کہ انسان
اپنے جسم کو تکلیف دے۔ اگر سفر کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے تو
اس کے معنی یہ نہیں کہ گھوڑے کو مار دیا جائے۔ اور سوار
سفر کی طوالت اور راہ کے بیابانوں اور خندقوں سے گھبرا کر
جان دیدے۔ تقدس یہ ہے کہ انسان کا دل صاف ہو۔ اگر کوئی
شخص دنیا کے جھنجٹ کو چھوڑ کر بیوی و عیال اطفال اور دوست
احباب و رشتہ دار وغیرہ کو چھوڑ کر برائے عبادت الٰہی جنگل یا
پہاڑ پر چلا جائے اور اپنے متعلقین کو کسمپرسی کی حالت میں
چھوڑ جائے تو اس کی کوئی تعریف نہیں اور نہ بارگاہ ایزدی
میں یہ فعل پسندیدہ نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ بہادر وہ نہیں
جو مخالفت سے خائف ہو کر بھاگ جائے۔ بہادر وہ ہے جو مخالفت
کے میدان میں کھڑا ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کرے اور نصرت حاصل
کرے۔ جو خدا نے تم پر نفس کے بھی حقوق رکھے ہیں۔ نیکی یہ نہیں کہ
تم اپنے نفس کو تکلیف دو۔ خدا نے جس چیز کو پاک بنایا ہے اس سے
گناہ پیدا نہیں ہو سکتا خدا کے بنائے ہوئے حدود کو توڑنے سے
گناہ پیدا ہوتا ہے۔ نیکی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں
کو اس کی بنائی ہوئی حد بندیوں کے اندر استعمال کرو۔ قوت
عمل کو بیکار کر دینے کا نام توکل نہیں۔ کیا خدا تعالیٰ نے کوئی عضو
انسان کے جسم میں بلا ضرورت دیا ہے۔ اگر کوئی ایسا کہے تو خدا
تعالیٰ کے کام میں نقص نکالتا ہے۔ مجھکو اخبار میں ایک خبر یہ
پڑھ کر کہ ایک لڑکے نے اپنا عضو مخصوص کاٹ لیا۔ بڑا صدمہ ہوا

اخبار میں یہ وجہ دی ہوئی تھی کہ چونکہ اس لڑکے میں روحانی جذبہ کا طلب تھا اس لئے نفس امارہ کے خوف سے ایسی حرکت اس نے کی۔ افسوس کوئی صادق رہنما اسے نہ ملا پرسوں اخبار میں یہ پڑھکر صدمہ ہوا کہ ایک شخص نے کالی مندر میں اپنی زبان کاٹ کر چڑھا دیا جسکی وجہ سے اس کی حالت نہایت دردناک ہے۔ ایسے نافہم اشخاص کو یہ سمجھنا چاہئے کہ پاک پروردگار نے جو عضو انسان کے جسم میں دیا ہے وہ جائز استعمال کیلئے دیا۔ قادر مطلق نے بلا ضرورت کوئی چیز نہیں بنائی ہے۔ اس عضو کو جائز طور پر وقت ضرورت پر نہیں استعمال کرنا قانون قدرت کے احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور جو اس قسم کے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتا ہے اُس سے اللہ کبھی خوش نہیں ہوسکتا چاہے وہ ظاہرا طریقہ سے کتنا ہی عبادت کیوں نہ کرے۔ عبادت الٰہی اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ انسان کا قلب ہر صورت سے مطمئن رہے۔ اگر خواہشات نفسانی کو جو فطری تقاضا ہر انسان کا ہے۔ انسان زبردستی روکے گا تو اس کے قلب کو اطمینان نہیں ہوسکتا اور جب اس کے قلب کو راحت ہی نصیب نہیں ہوگی تو عبادت الٰہی میں محویت حاصل نہیں ہوگی کیونکہ دل کے اندر وحشت رہے گی جبکہ اس معرفت الٰہی کے پیشوائے اعظم کو جنکا ہر لمحۂ زندگی خدا پرستی میں صرف ہوتا تھا گھر چھوڑنے کی بیوی اور بال بچہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں پڑی تو عوام الناس کے لئے یہ کیسے لازم ہوسکتا ہے کہ برائے حصول معرفت الٰہی دنیاوی تعلقات سے رشتہ منقطع کرے۔ رسول کریم نے اپنے وعظ سے اور اپنے طرز عمل سے عوام الناس کو یہ تعلیم دی کہ برائے حصول معرفت الٰہی گھر بیوی وعیال واطفال وخویش واقارب کو خیرباد کرنے کی ضرورت نہیں۔ دنیاوی تعلقات سے وابستہ رہتے ہوئے انسان خدا کو پاسکتا ہے۔ اس غلط فہمی کے متعلق حضرت مولانا روم نے کیا اچھا کہا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

جس زمانہ میں رسول کریم پیدا ہوئے تھے اُس زمانہ میں اور اس سے قبل بھی زہد وتقویٰ کا دارومدار ترک دنیا پر مبنی تھا۔ اور جو شخص ذکر الٰہی کے لئے اپنے متعلقین کو چھوڑ کر جنگل یا دامنِ کوہ میں چلا جاتا تھا اس کی بڑی مدح سرائی ہوتی تھی اور یہ فعل پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اور اس کے نقائص کی طرف کسی رہنمائے قوم کا خیال نہیں گزرا پہلے شخص نے جو اس کی مخالفت کی وہ یہی رسول اعظم تھے۔ انہوں نے زہد وتقویٰ کا معیار بھی بدل دیا۔ اس لئے حضور کی ہستی نسل انسانی کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔ آج حضور کے اسی زریں تعلیم کا نتیجہ ہے کہ باوجود منقضی ہونے تیرہ صدیوں کے بھی اس قدر نام نہادی فقراء جو ظاہرا طریقہ سے تو تارک الدنیا ہوگئے ہیں۔ مگر جن کی حالت دنیادار سے بھی گئی گذری ہے اسلام کے اندر نہیں پائے جاتے جتنا کہ ہماری قوم کے اندر پائے جاتے ہیں۔ جب مفت میں اوقات بسر ہوجائے تب محنت ومشقت سے کیا کام۔ اگر ترک دنیا کی تعلیم پر پوری طرح عمل کیا جائے تو دنیا ویران ہوجائے اور نہ صرف انسان فطرتی جذبات کی تکمیل سے قاصر رہے بلکہ اخلاق کے بہت سے شاندار پہلو نامکمل رہ جائیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں ہوتی

خداوند [illegible]

پر اپنے دوستوں کو بھی [illegible]

بھی بلکہ اپنے نفس [illegible]

اگر انسان [illegible]

حدود سے بدیوں کے [illegible] گناہ [illegible]

کہ جائے [illegible] اور [illegible] انسان کو چاہیے

کہ خدا تعالیٰ کا شکر [illegible] کہ اس نے دنیا کو دشمنوں سے

نہیں بھرا بلکہ [illegible] تب ہم بھی تریاق کی خوبیاں

نظر آنے لگیں گی۔ اگر انسان دنیاوی علائق کو توڑ کر [illegible]

کنارہ کش ہو جائے اور گوشہ نشینی اختیار کر لے کہ میں

کسی پر ظلم نہیں کروں گا حرام اور گناہ کے کاموں سے بچوں گا کسی

حق غصب نہیں کروں گا جھوٹ نہ بولوں گا اور ریاکاری نہیں

کروں گا تو یہ کوئی بہادری یا مردی اور کمال نہیں ہے البتہ

قابل تعریف شخص وہ ہے جو کہ دنیاوی تعلقات میں پھنسے اور

پھر تمام حقوق ادا کرے اور اپنے آئینہ قلب کو گناہ کی کدورتوں

سے زنگ آلودہ نہ ہونے دے اور اپنے پیکر خاکی پر اچھی طرح حکمراں

ہو۔ اسلامی تصوف ہمیں بتلاتا ہے کہ ہم دنیا میں رہکر قلب کو صاف

رکھیں نفسانی خواہشات پر غلبہ حاصل کریں اور اپنے دلوں کو

یاد خدا سے معمور کریں اور یہ سمجھیں کہ خدائے قدوس نے یہ تمام کائنات

عالم بیکار نہیں پیدا کیا۔ ربنا ما خلقت هذا باطلا

روزہ کی فضیلت

حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحدانیت اور

معرفت الٰہی کے جو جو راز ہائے سربستہ تھے وہ بڑے [illegible]

انسان پر انکشاف کر دئے جس سے [illegible] معبود حقیقی کا دلکش نظارہ

ہر عاشق صادق کو نصیب ہو جائے۔

منجملہ دیگر ذرائع کے جن سے قربت الٰہی نصیب

ہوتی ہے روزہ بھی ایک [illegible] ذریعہ ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف

میں فرماتا ہے کہ اے لوگو روزہ تم لوگوں پر فرض کیا گیا۔ تاکہ تم متقی

ہو جاؤ۔ اسلام میں نماز کی طرح روزہ بھی فرض ہے۔ اور اس کے

فضائل ہر مومن پر اظہر من الشمس ہیں۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس پر

قرآن نازل ہوا جو انسانوں کے لئے سراپا ہدایت ہے۔ دنیا کے اندر

کوئی قوم ایسی نہیں جس کی مذہبی کتابوں میں اس کے مذہب کے مطابق

روزہ رکھنے کی تاکید نہیں کی گئی ہو۔ روزہ زہد و تقویٰ کے لئے نہایت

ضروری ہے۔ روزہ ایک مشق و ریاض ہے انسانی قلوب کو

واہیات خرافات سے پاک و صاف کرنے کے لئے [illegible] انسان اپنے

قلب کے صاف و شفاف شیشہ میں اپنے جمال یار کا مشاہدہ کر سکے۔

اور نفس امارہ پر قدرت حاصل کر سکے اور اسی قسم کے ریاض کرتے

کرتے اُن کی مشاقی اس قدر بڑھ جائے کہ قربت الٰہی نصیب ہو جائے

اور باوجود دنیاوی مشغلہ جات کے اپنی زندگی کا ہر لمحہ یاد الٰہی میں

صرف کر سکے نفس امارہ سخت دشمن ایمان ہے اس کو فوراً قابو کرنا

سخت مشکل ہے۔ رمضان شریف کا مہینہ نہایت متبرک و مبارک

مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ ایک امتحان کا زمانہ ہے کہ انسان خدا کی

راہ میں نفس کشی کرے۔ [illegible] روزہ کے دنوں میں حلال اشیاء

کو بھی [illegible] ترک کرنا پڑتا ہے تب حرام کا گذر کہاں۔ جیسے کہ گرسنگی و تشنگی

کا غلبہ ہے اور بہتر سے بہتر اکل و شرب کا انتظام گھر کے اندر

موجود ہے۔ مباشرت و مجامعت کی خواہش ہے اور شوہر کے لئے

منکوحہ بیوی و زوجہ کے لئے غور موجود ہیں مگر روزہ کے وقت اس کا استعمال جائز نہیں ہے تاکہ دُنیا کی فانی اشیاء اپنی طرف راغب کرکے راہ حق سے منحرف نہ کرا دیں۔ روزہ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ امراء و دولتمند ساحبین کو لذیذ کھانا کھاتے کھاتے ضعف معدہ کی اکثر شکایت رہتی ہے اُن کو بھوک اور پیاس کی قدر معلوم ہو۔ تاکہ وہ لوگ مساکین و فقراء کے ساتھ کافی ہمدردی دکھلا سکیں اور اگر خدانخواستہ اُن کے زوال کا دن بھی آجائے اور فاقہ کی نوبت بھی پہنچ جائے تو اس مصیبت کے برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے کیوں کہ روزہ رکھنے سے کچھ فاقہ کی عادت تو پڑی رہے گی طبی سائنس نے بھی اس کے قواعد کو تسلیم کیا ہے۔ کہ روزہ رکھنا فقط صحت کے لئے نہایت ضروری ہے حضور صلعم نے روزہ کے فلسفہ کو خوب اچھی طرح سے مومنوں کو ذہن نشین کرا دیا اور خود بھی عمل کرکے دکھلا دیا اور یہ حکم صادر فرمایا کہ صرف بھوکے رہنے سے روزہ نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اس زمانہ میں کار خیر کرنے سے بارگاہ خداوندی سے بہت ثواب و نعمت لازوال دستیاب ہوتی ہے۔ کاش کہ عوام الناس اس زریں تعلیم سے حضور صلعم کے فیضیاب ہوں۔ رمضان شریف کے مہینہ میں رحمت و مغفرت کی بارش خدائے قدوس کی طرف سے اپنے بندوں پر ہوتی ہے اور مسلمانوں کے گناہ عفو کئے جاتے ہیں۔ اسی ماہ میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ اس مہینہ میں تمام عبادتوں میں خصوصاً نماز کا بہت ثواب ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے و جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں یعنی بندے کو وہ تمام اسباب حاصل ہوجاتے ہیں جن سے رحمت الٰہی اُن کے شامل حال ہوجاتی ہے۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور کسی دوسرے کو اس کی خبر نہیں میں خود اس کی جزا دوں گا — ارشاد نبوی صلعم ہے کہ جس شخص نے ایک دن بھی خدا کے واسطے روزہ رکھا تو اس کو خدائے تعالیٰ عذاب دوزخ سے نجات بخشے گا۔

رمضان وہ متبرک مہینہ ہے جس میں قرآن پاک جو اسرار الٰہی کا خزانہ ہے نازل ہوا اسلئے خدائے قدوس نے رمضان کی اس قدر فضیلت دی ہے۔

(باقی آئندہ)

سحر خیزی

[illegible] ذوقی تھانوی فاضل شمسی

نسیمِ سحر نے [illegible] — تحرک میں آیا ہر اک قطرہ قطرہ
ہوا مضطرب دشت کا ذرہ ذرہ — ہوئی منقلب ہر طرف موجِ دریا

سمندر میں ہیجانِ طوفاں بپا ہے
نسیمِ سحر مژدۂ جاں فزا ہے

چمن میں شگفتہ ہوئے لالہ و گل — بہار آگئی ہے تو گاتی ہے بلبل
جو آتی ہے کانوں میں آوازِ قلقل — [illegible] ساقیا ساغرِ مل

منور ہے نورِ سحر سے جو [illegible]
اٹھاتی ہے بادِ سحر [illegible]

سحر کہہ رہی ہے اٹھو سونے والو — [illegible] کے ڈالو
کہا کس نے اپنے کو [illegible] — [illegible] اور نامِ خدا لو

سحر خیزی نعمت [illegible] نعمت
نہیں اس سے بڑھ کر کوئی اور دولت

مسلمانوں کی پستی کے اسباب

از جناب مولانا سید محمد عثمان ... صدر معلم تعلیم دار العلوم ... سفینہ

قضا و قدر بمعنی (مجبور محض) کے خلاف عمل کی آیتیں

تعجب ہے کہ فرنگیوں نے بے سوچے سمجھے اسلام پر اعتراض کرنا شروع کردیا حالانکہ دعوت عزم و عمل اور اقدام سے قرآن بھرا پڑا ہے عمل کرنے اور ہمت سے کام لینے کی مسلمانوں کو بار بار ترغیب دی گئی ہے اور صاف کہا گیا ہے کہ عمل کرو کیونکہ عمل ہی پر کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔

قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ — اور کہہ دو (اے محمد صلعم) کہ مسلمان عمل کریں اس لئے کہ اللہ عنقریب ان کا عمل دیکھے گا۔ اور اس کے رسول بھی۔

اور فرمایا۔

وسیری اللہ عملکم — اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارا عمل دیکھے گا۔

دوسری جگہ قرآن میں ہے۔

وان کذبوک فقل لی عملی ولکم عملکم — اور اگر سمجھانے پر بھی تمہیں لوگ جھٹلائیں تو ان سے کہہ دو کہ میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے۔

اور فرمایا۔

لنا اعمالنا ولکم اعمالکم — ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے

ایک جگہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم — اے ایمان والو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضایع نہ کرو۔

اور فرمایا۔

وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئاً — اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروگے تو ہرگز تمہارے اعمال سے ذرہ بھی

[illegible] ہو گا۔

دوسری جگہ قرآن میں ہے۔

نوف الیهم اعمالهم فیها وهم فیها لا یبخسون

[illegible]

اور فرمایا۔

انی لا اضیع عمل عامل منکم

تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ہم برباد نہیں کریں گے۔

دوسری جگہ ہے

ولیوفیهم اعمالهم وهم لا یظلمون

ان لوگوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔ اور ان پر ہرگز ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اور فرمایا۔

نعم اجر العاملین

عمل کرنے والوں کو کیا خوب بدلہ ملے گا۔

ایک جگہ قرآن میں ہے۔

لمثل هذا فلیعمل العاملون

چاہیئے کہ ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لئے لوگ عمل کیا کریں۔

دوسری جگہ قرآن میں ہے

وتوفی کل نفس ما عملت

اور ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اور فرمایا۔

من عمل صالحا من ذکر او انثی وهو مؤمن فلنحیینه حیاة طیبة ولنجزینهم اجرهم باحسن ما کانوا یعملون

جو شخص نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت [illegible] رکھتا ہو تو ہم دنیا میں [illegible] زندگی بھی [illegible] گے۔ اور آخرت میں بھی [illegible] ان بہترین اعمال کا [illegible] عطا فرمائینگے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء تود لو ان بینها وبینه امدا بعیدا

جس نے جو نیک عمل بھی کیا ہوگا۔ اُس دن نامہ اعمال میں موجود پائے گا۔ [illegible] لیکن گنہگار چاہیگا کہ کاش اس کے اور اس کے اعمال بد کے درمیان ایک لمبی مدت ہوتی۔

اور قرآن میں ہے۔

ووفیت کل نفس ما عملت وهو اعلم بما یفعلون۔

ہر شخص کو اُس کے عمل کا پورا پورا بدلہ ملیگا اور اللہ ان کے اعمال سے (خوب) واقف ہے۔

اور فرمایا۔

فاصابهم سیئات ما عملوا

جیسے بُرے عمل کرتے تھے ویسی ہی [illegible] بُرے نتیجے بھی ملے

دوسری جگہ قرآن میں ہے۔

ووجدوا ما عملوا حاضرا

اور جو کچھ دنیا میں کیا تھا سب کا سب اپنے اعمال [illegible] موجود پائیں گے۔

اور فرمایا۔

لیذیقھم بعض الذی عملوا

خدا انہیں ان کے بعض اعمال کا بدلہ چکھائیگا۔ تاکہ ایسے اعمال سے باز آئیں۔

اور قرآن میں ہے۔

الا من آمن وعمل صالحاً فاولئك لھم جزاء الضعف بما عملوا

مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل بھی کئے ایسے لوگوں کے لئے ان کے عمل کا دہرا بدلہ ہے۔

اور فرمایا۔

ولکل درجات مما عملوا ولیوفیھم اعمالھم وھم لا یظلمون۔

ہر شخص کے اعمال کے مختلف مدارج ہوں گے مگر ساتھ ہی بلا کم و کاست نہیں پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔ اور ہرگز ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

اور قرآن کہتا ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

جو لوگ ادنی سے ادنی نیکی بھی کریں گے اس کا بدلہ ضرور پائینگے اسی طرح جو لوگ معمولی سی برائی بھی کریں گے اس کا مزہ بھی انکو چکھنا پڑیگا۔

اور فرمایا۔

سیجزون ما کانوا یعملون

عنقریب ان کے اعمال کا بدلہ انہیں (ضرور) دیا جائیگا۔

اور فرمایا۔

جزاءً بما کانوا یعملون

(آخرت میں جو کچھ ان کو دیا جائے گا) وہ بدلہ ہوگا اس کا جو وہ کرتے تھے۔

اس قسم کی دس بیس نہیں بلکہ سینکڑوں آیتیں قرآن میں موجود ہیں اور بعض بالکل صاف اور واضح ہیں چنانچہ ایک جگہ قرآن میں ہے۔

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم

تم پر جو مصیبت نازل ہوتی ہے وہ تمہاری اپنی ہی کرتوتوں سے نازل ہوتی ہے۔

دوسری جگہ ہے۔

اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیھا قلتم انی ھذا قل ھو من عند انفسکم

کیا جب تم پر (جنگ احد میں) شکست کی مصیبت آپڑی حالانکہ تم دوسری جنگ میں اس سے دوگنی مصیبت دشمن پر ڈال چکے تھے تو تم چیخ اٹھے اور کہنے لگے کہ یہ مصیبت کہاں سے آن پڑی۔ اے پیغمبر انسے کہدیں کہ یہ آفت تم نے خود مول لی اور تمہارے کئے سے آئی۔

کیا مسلمانوں کو معلوم نہیں ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے جن کا ایمان مکمل ہو چکا تھا اور جنہیں رسول اللہ صلعم کے صحابہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ غزوہ احد میں جب مشرکوں کو غلبہ حاصل ہوا تو انہیں

اس امر پر سخت تعجب ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شکست کے اسباب بیان کرتے ہوئے دیا [illegible] [illegible] [illegible] تیر انداز [illegible] [illegible] [illegible] گیا تھا۔ فتح اور شکست [illegible] [illegible] میں [illegible] تھے [illegible] لوٹنے [illegible] [illegible] موقعہ کو غنیمت [illegible] عقب سے حملہ کر دیا [illegible] رسول [illegible] بھی مجروح ہوئے۔

یہ اور اس قسم کی تمام آیتیں کھلی [illegible] [illegible] اسلام عمل کی تعلیم دیتا ہے نہ کہ بیکاری اور سستی کی۔ [illegible] قضا و قدر پر بھروسہ [illegible] [illegible] [illegible] جیسا کہ بعض [illegible] [illegible] [illegible] تو اسلام [illegible] مقرر [illegible] [illegible] [illegible] مصنفوں نے لکھا ہے کہ مذہب اسلام جبر کی طرح بالکل بے حس و حرکت ہے اور صرف اس امر کی تعلیم دیتا ہے کہ لوگ اپنے آپ کو بے چون و چرا اس کے سپرد کر دیں اور سر جھکا کر بغیر تسلیم خم کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان پست ہیں اور آئے دن پستی کی طرف جا رہے ہیں۔

اگر اس دعوی میں ذرہ برابر بھی حقیقت ہوتی تو صحابہ علیہم السلام کی رگوں میں خون نہ دوڑتا۔ اور صرف بجا [illegible] کی مختصر مدت میں آدھی دنیا پر چھا نہ جاتے۔ اسلام کے سا[illegible] بے چون و چرا جھک جانے کا جو مطلب بیان کیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔ اسلام نے خدا اور رسول کے سامنے جھک جانے کو ضرور کہا ہے مگر اس میں عمل کی قید بھی لگا دی ہے۔ اگر سپردگی کیسا تھ سعی و عمل کی شرط نہ ہوتی تو وہ سپردگی بھی جمود کہلاتی جو قرآن و حدیث کے بالکل منافی ہے۔ [illegible] کے ساتھ اگر اللہ پر بھروسہ کیا جائے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ورنہ وہ بالکل [illegible] ایک بات ہوتی [illegible] [illegible] ناکام ہوگا یا کامیاب۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کر خدا اور رسول کو بھول جائیگا۔ اور [illegible] اپنی طرف منسوب کریگا اور اگر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہوگا۔ اس طرح وہ [illegible] [illegible] [illegible] اسلام کا منشا کچھ اور ہے وہ چاہتا ہے [illegible] [illegible] پہلے [illegible] سے کام لے پھر اللہ پر توکل کرے۔ [illegible] [illegible] [illegible] کی تدبیر یا سوچے کیونکہ اللہ نے اس سے [illegible] [illegible] [illegible] سے کام لیا جائے۔ نیز وہ اس بات کا بھی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے دست قدرت میں نہیں ہیں۔ مقدرات بھی [illegible] [illegible] [illegible] بالا ہیں اور یہی صحیح ہے۔ جیسا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلعم سے بعض صحابہ نے دریافت کیا۔ "الا نتکل"؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ "اعملوا فکل میسر لما خلق لہ" بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

عجیب ہے کہ مسیحیت کے دلدادہ آسانی سے اسلام پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ اسے جبری کہتے ہیں اور مسلمانوں کی موجودہ پستی کا الزام قضا و قدر کے عقیدے پر عائد کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ اسلامی نہیں [illegible] مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت

[illegible] کیا ہم جو [illegible] کر کے بیٹھ نہ جائیں [illegible] عمل کرو اس لئے کہ عمل ہی کرنے کے بعد ہر شخص کو جو اس کے لئے مقرر ہو چکا ہے [illegible]

کہا جائیں انجیل میں قضا و قدر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اُسے فراموش کئے بیٹھے ہیں۔ دیکھو انجیل میں ہے "تمہارے سر کا ایک ایک بال بھی تمہارے آسمانی باپ کے علم بغیر گر نہیں سکتا۔" یہ اور اور اس قسم کی بے شمار آیتیں انجیل میں موجود ہیں جو طوالت کی وجہ سے چھوڑ دی جاتی ہیں۔ عیسائیوں میں بھی جو لوگ کسب معاش کے لئے سرگرداں ہیں، مقدرات کو فی الجملہ ضرور تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو انجیل کا مطالعہ کئے بغیر اس کی عظمت کے راگ گاتے ہیں اور انہی پر اس طرح فخر کرتے ہیں جس طرح ہم فخر کرتے ہیں۔ انہیں اس کی کیا پرواہ ہے کہ انجیل کی ان آیات کو جن میں مقدرات کا ذکر ہے بھلا دیں یا یاد رکھیں یا مسیح علیہ السلام کے اقوال کو جبر بتائیں۔ انہیں کیا؟ ان کے نزدیک ایک چیز آج حرام ہے تو کل حلال ہو جاتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن و انجیل دونوں میں قضا و قدر سے متعلق جو کچھ آیا ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ کو ہر ہونے والی چیز کا علم پہلے سے ہے۔ ہرگز اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان کو عمل سے روکا جائے اور روزی کمانے سے منع کیا جائے۔ انجیل کی آیات بھی اس بارے میں وہی کہتی ہیں جو قرآن کہتا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:۔

الاتزر وازرۃ وزر اخری وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری ثم یجزاہ الجزاء الاوفی۔	کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ نیز انسان کو اتنا ہی ملیگا جتنا اس نے سعی و محنت سے حاصل کیا ہو نیز اس کی کوششوں کا پھل عنقریب (ضرور) اسے ملے گا پھر اسے (آخرت) میں ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جائے گا۔

باقی آئندہ

راجہ رحمت علی

از جناب مولانا سید محمد عثمان صاحب فاضل مدرس معتمد تعلیم دار العلوم احمدیہ سلفیہ

صوبہ بہار جہاں بیسوں ہندو ریاستیں موجود تھیں وہاں ایک ریاست بھی مسلمانوں کی نہیں ہے بلاشبہ چند زمینداریاں باقی ہیں لیکن وہ کسی طرح ریاست یا اسٹیٹ کہلانے کی مستحق نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اول تو ان کی آمدنیاں لاکھ دو لاکھ سے زیادہ نہیں ہیں۔ دوسرے سب کی سب ہندو ساہوکاروں کے قرضے کے بوجھ سے دبی ہوئی ہیں۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے مسلمانوں کے ہاتھوں میں صوبہ کی نصف سے زیادہ زمینداریاں موجود تھیں جن میں بعض چھوٹی بعض اوسط درجہ کی اور بعض بڑی تھیں مگر افسوس کہ سب کی سب ساہوکاروں کے پنجوں میں پڑ کر فنا ہو گئیں۔ انہیں ریاستوں میں ایک ریاست راجہ رحمت علی مرحوم کی تھی جس کا رقبہ جیسا کہ مشہور ہے بادن پرگنوں اور زرین پہاڑوں کو گھیرے ہوئے تھا اور اس کا علاقہ اضلاع مونگیر بھاگلپور دمکہ اور پورنیہ میں پھیلا ہوا تھا جس میں کاشت کی زمین کے علاوہ بے شمار معادن اور جنگلات تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر وہ ریاست ہنوز موجود ہوتی تو اس کی آمدنی دو کروڑ روپیہ سالانہ سے کم نہ ہوتی۔ مگر افسوس کہ اب اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے اور دو کروڑ کی جگہ دو کوڑیوں کی بھی آمدنی باقی نہیں ہے۔

"رحمت علی" کے ساتھ "راجہ" کا لقب سن کر آپ کو تعجب ہوگا مگر ہندوستان کی پچھلی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے نزدیک یہ چیز زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ مغل امپائر کے دور میں جن ریاستوں کے فرمانروا حلقہ بگوش اسلام ہوئے ان کا ہندو نام بدل کر اسلامی نام رکھا جاتا۔ مگر ریاست کا لقب (راجہ) اپنی جگہ قائم رہتا تھا جس کی متعدد مثالیں اب بھی اطراف ہند میں موجود ہیں۔ راجہ رحمت علی مرحوم بھی انہی میں ایک تھے جو خود تو نومسلم نہ تھے ان کے مورث اعلیٰ جو قوم کے کھتری راجپوت تھے۔ مسلمان ہوئے تھے اور شاید راجہ رحمت علی کی پشت سلسلہ نسب میں ساتویں ہے۔

راجہ رحمت علی کے مورث اعلیٰ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں اضلاع مونگیر اور بھاگلپور کے درمیانی علاقوں میں جو کوہستانی تھے رہزنی کرتے اور آزاد زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اتنے دلیر تھے کہ جنگلوں سے شیروں کو زندہ پکڑ لاتے۔ ان کی شجاعت کا چرچہ دور دور تک

پھیلا ہوا تھا۔ شہنشاہ اکبر کو جب ان کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے ایک جنرل کو ان کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا مگر کوہستانی علاقہ کی وجہ سے جنرل مذکور کامیاب نہ ہوسکا بالآخر اس کو حیلہ سازی سے کام لینا پڑا اس نے سوچا کہ اگر یہ ان راجہ معمولی طاقت کا ہے تو کسی نہ کسی طرح قتل بھی کر دے گا۔ لیکن اگر اس میں مافوق الفطرت طاقت ہے تو ایسے بہادر کا قتل کرنا ناقابل فراموش قتل ہوگا۔ اس لئے اس نے سب سے پہلے اس کی طاقت اور ذاتی جوہر کا امتحان لینا چاہا اور جب وہ امتحان میں کامیاب ہوا تو اس نے اس کے قتل کے ارادے سے کنارہ کشی اختیار کی اور اسے پیغام بھیجا کہ اگر وہ جنرل مذکور کے ساتھ شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہو تو یقین ہے کہ شہنشاہ مذکور نہ صرف اس کے خون سے درگزر کرے گا بلکہ تمام علاقہ کا اسے خودسر راجہ بنا دے گا۔ جنرل مذکور کی یہ تجویز اُسے پسند آئی اور وہ اس کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ پایہ تخت پہنچنے سے پہلے ہی اسلامی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اسلام لے آیا۔ شہنشاہ نے اس کی بڑی قدر کی اور راجہ "کھڑکپور" کے خطاب سے سرفراز کر کے اُسے بہت کچھ انعام و اکرام کے ساتھ اپنے علاقہ میں واپس جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس وقت سے ریاست کھڑکپور نہایت شان و شکوہ کے ساتھ قائم رہی۔

واجد علی شاہ ثانی

یہ تو عام طور پر مشہور ہے کہ اودھ کے مشہور نواب واجد علی شاہ کا نمبر عیاشی میں بڑھا ہوا تھا، مگر راجہ رحمت علی بھی اپنے زمانہ میں نواب واجد علی شاہ سے عیاشی میں کم نہ تھا۔ چار شادی شدہ بیویوں، متعدد بیگموں اور کنیزوں کے علاوہ بے شمار ناچنے گانے والی طوائف اور لڑکیوں کے جھنڈ میں رہا کرتا تھا، ریاست کے تمام کاموں سے کنارہ کش ہو کر شراب نوشی اور رنگ رلیوں کو اس نے اپنا مشغلہ بنا رکھا تھا، اور عیاشی میں نت نئی ایجادیں کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ مشہور ہے کہ وہ کبھی کبھی بعض عورتوں کو برہنہ کر کے ان کی شرم گاہوں میں مولیاں داخل کر کے بکریوں کے گلوں کو ان کی پتیاں کھانے کے لئے ان پر چھوڑ دیتا تھا، اور خود ایک گوشہ میں بیٹھ کر تماشہ دیکھتا۔

ریاست پر زوال

راجہ رحمت علی کی عیش پرستی پر جتنے بھی الزام عائد کئے جائیں۔ مگر یہ الزام کسی طرح بھی جائز ہو نہیں سکتا کہ اس نے ریاست کی دیکھ بھال سے کلیتاً کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور مطلق اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا، کیونکہ بربادی کے بعد بھی وہ اپنی رعایا میں اُسی طرح ہر دلعزیز رہا جس طرح پہلے تھا اور مرتے دم تک اُس کی رعایا نے کسی اور کو لگان دیا اور نہ کسی کو اپنا راجہ تسلیم کیا، لیکن دفعتاً اس کی ریاست کے برباد ہو جانے سے اہل کھڑکپور کے دلوں میں ہنوز مختلف قسم کے شبہے موجود ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ صوبہ بہار میں

[illegible] وسیع ریاست [illegible]

[illegible] اور ترتیب [illegible] حکومت

[illegible] بعضوں کا بیان ہے کہ کسی

مخصوص مصلحت کی بنا پر [illegible] زوال [illegible]

میں اس بڑی ریاست کو برباد کر دیا گیا [illegible] یہ

تمام [illegible] اتفاق سے ملا

[illegible]

موصوف سخت [illegible]

صورت حال [illegible]

بعد کسی [illegible]

ہوگیا اور [illegible]

پر [illegible]

[illegible]

غیرت [illegible]

جگہ [illegible]

اتنا [illegible]

[illegible] نکل گئی ہے [illegible]

جس [illegible] پیتا [illegible]

زندگی بھر اسی شان و شکوہ کے ساتھ [illegible]

رہا تھا

امیرہ بیگم

راجہ رحمت کے انتقال کو ۸۸ سال گزر گئے ہیں [illegible]

کے بعد ہی ان کے محل کا تمام شیرازہ بکھر گیا۔ ان امیرہ بیگم [illegible]

بعد [illegible] تک زندہ رہیں اور [illegible] قائم رہیا۔ اس کی

[illegible] ان کے نام سے [illegible] رہے تھے جو شادی

کی مختلف رسموں کے موقعوں پر ان کو دے گئے تھے۔ مثلاً پرگنہ

[illegible] سر پا "ساری" پہننے کے موقع

پر۔ پرگنہ حویلی "محل میں داخل ہونے کے وقت۔

راجہ رحمت علی [illegible] نسل سے کوئی اولاد

موجود نہیں ہے مگر ایک صاحب اپنے کو اس خاندان سے منسوب

کرتے ہیں جو محل سے متصل ایک نام [illegible] مکان میں رہتے

[illegible] اور عسرت کی زندگی بسر کرتے [illegible]

ریاست کی وسعت

ریاست کے رقبہ کا اندازہ اس امر سے بخوبی کیا جا سکتا

ہے [illegible] کے تباہ ہو جانے کے بعد اس سے متعدد ریاستیں صوبہ

[illegible] جن میں راج دربھنگہ راج بیلی اور راج

[illegible] کی ریاستیں شمار کی جاتی ہیں۔ راج دربھنگہ کا حصہ

[illegible] کے ساتھ وہ [illegible] پرگنہ حویلی کھڑکپور کے نام

سے موسوم تھا اور [illegible] زیادہ زرخیز ہے۔

راجہ بھائی

راجہ رحمت علی اور اُن کے آبا و اجداد کا مرکز ہمیشہ سے

[illegible] کھڑکپور رہا [illegible] سنسکرت کا لفظ ہے اور وہ دو لفظوں

یعنی [illegible] "پور" سے مرکب ہے کھڑک کے معنی سنسکرت میں

[illegible] کے معنی [illegible] کے۔ اس طرح کھڑکپور

کے [illegible] جگہ کے ہوئے۔ چونکہ راجہ [illegible]

کے [illegible] دلاور شجاع تھے اس لئے [illegible]

چونکہ یہ نام اسی مناسبت سے رکھا گیا ہوگا۔ کھڑکپور ضلع مونگیر کا ایک مشہور تھانہ ہے جو شہر مونگیر سے تقریباً ۲۳ میل دکھن جانب واقع ہے، جہاں اب بھی ریاست کی متعدد [illegible] اور مساجد کے قدیم آثار موجود ہیں ان آثار قدیمہ میں [illegible] روضت باغ ہے جس میں اب بھی بعض شکستہ عمارتوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ نہر کے اوپر ایک دو منزلہ عمارت کے آثار اب بھی موجود ہیں جو زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ آج سے تقریباً ۹۰ برس پہلے بہت زیادہ پر رونق اور آباد تھی اس لئے کہ راجہ رحمت علی نے اسی کو اپنی عشرت گاہ قرار دی تھی۔ آبادی سے دکھن تقریباً ۵ بیگہ کے طول و عرض میں راجہ کا محل آراستہ تھا۔ مگر افسوس کہ وہ بری طرح برباد ہو چکا ہے اور صرف شکستہ دیواریں اور محرابیں وغیرہ باقی رہ گئی ہیں۔

مسجد

ریاست کھڑکپور کی تمام عمارتوں میں صرف ایک مسجد باقی رہ گئی ہے جو بہت زیادہ شاندار اور پرشکوہ ہے اور پونے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی اس کی تازگی اور رونق میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ اور عام طور سے خیال کیا جاتا ہے کہ صوبہ بہار میں وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ وہ مسجد راجہ رحمت علی کے ایک مورث راجہ بہروز کے حکم سے شاہجہاں کے عہد میں بنائی گئی ہے جیسا کہ اس کے سنگی کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے لکھا ہے "تعمیر کردہ راجہ بہروز بعہد دولت شاہ جہاں صاحب قران خلد اللہ ملکہ در سنہ ۱۰۶۷ھ یکہزار شصت و ہفت ہجری"۔

یہ مسجد ایک نہایت پر فضا مقام پر [illegible] کے اوپر سطح آب سے تقریباً ۵۰ فٹ بلندی پر واقع ہے جس کی دیواریں اکثر جگہ چار ہاتھ اور کہیں [illegible] زیادہ ہے [illegible] اور تین صد سال گزر جانے کے باوجود اتنی مستحکم ہے کہ [illegible] زلزلہ عظیم کا اس پر کوئی اثر نہیں ہے۔ منبر و محراب اور دیواروں کے کرنے میں سنگ موسیٰ لگایا گیا ہے جس سے عمارت کی شان اور بھی دوبالا ہو گئی ہے۔ مسجد تین گنبد والی ہے اندر کے حصے میں پیش امام کے علاوہ پانچ صفوں کی وسعت ہے جن میں [illegible] سو نمازیوں کی گنجائش ہے اور صحن میں تقریباً سات سو نمازیوں کی اس طرح اندر اور باہر دونوں حصوں میں ایک ہزار آدمیوں کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے چنانچہ پنج وقتہ نماز کے علاوہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی مسجد میں پڑھی جاتی ہیں۔

بعض مقامی مسلمانوں خصوصاً پیش امام مسجد سے جن کی عمر بقول ان کے ۱۰۵ سال ہے، معلوم ہوا کہ ریاست کی جانب سے مسجد کے لئے پانچسو بیگہ زمین وقف تھی جس کے لئے مدتوں راجہ دربھنگہ سے مقدمے قائم رہے، مگر وہ زمین کسی طرح بھی مسجد کو واپس نہیں کی گئی، البتہ راج دربھنگہ نے بڑی کاوشوں کے بعد اس کے اخراجات کے لئے کچھ رقمیں سالانہ مقرر کر دی ہیں چنانچہ مرمت اور چونہ گردانی کے لئے پینتیس (۳۵) روپیہ سالانہ مقرر کر دئے ہیں۔ رمضان شریف میں افطار کے لئے بارہ روپیہ

پیش امام [illegible] کے لئے [illegible]
ہوا اور روشنی [illegible] ہے
یہ رجیم یا صندوق [illegible] معمول [illegible]

[illegible]

قدیم شہر [illegible]
علاوہ ریاست [illegible] پانی لے [illegible]
ایک نایاب نہر کھود دی گئی ہے جس پر جا بجا پتھر کے بند باندھے
گئے اور ضرورت کے وقت آہنی دروازوں کے ذریعہ حسب
ضرورت پانی لیا جاتا ہے۔

درحقیقت یہ پانی [illegible] پہاڑوں اور پہاڑیوں سے
[illegible] شکل [illegible] ایک [illegible] ہوتا ہے۔ اور ضرورت کے
[illegible] آب پاشی کا کام لیا جاتا ہے جھیل ایک نہایت
[illegible] کہیں کہیں بیٹھنے کے لئے پختہ چبوترے
بنا دئے گئے اور بعض جگہ پہاڑ کو عجیب و غریب طریقہ سے کاٹا
گیا ہے کہ ضرورت سے زیادہ پانی باہر نکال دیا جائے جھیل
اور اس کے اطراف کا مجموعی منظر انتہا دلکش اور دلفریب ہے۔
کہ دور دور سے لوگ سیر کے دیکھنے کو آتے ہیں۔

دعا [illegible]

دار العلوم احمدیہ سلفیہ کے [illegible] مولانا ابو محمد عبد الجلیل صاحب سلفی عرصہ سے علیل ہیں۔
مرض میں روز بروز اضافہ ہے اور نقاہت حد درجہ بڑھ [illegible] ہے۔
[illegible] کرم سے استدعا [illegible] کے لئے دعا فرمایا کریں [illegible]
[illegible] آپ کا سایہ [illegible] کرتے رہے۔
[illegible] —— "اڈیٹر"

افسانہ

کفِ افسوس!

محمد ہادی حسن سالم صدیقی شکرپوری۔ دربھنگوی (بہار)

۱

"تو کیا وہ مجھے چھوڑ دیں گے؟" یہ آواز بڑی مایوسی کے عالم میں شمسہ کی زبان سے نکلی تھی کیونکہ گذشتہ چند ماہ سے وہ رضی کی رفتارِ محبت کا جائزہ لے رہی تھی اور بالآخر اسے یقین ہوگیا تھا کہ اب وہ اس کی نگاہوں میں اتنی محبوبہ نہیں ہے جتنی کہ پہلے تھی رضی کو گھر سے گئے آج ساتواں دن ہے شمسہ نے سات راتیں بڑی بے چینی اور بیقراری سے گزاری تھیں اور مایوسی کے عالم میں ایک رات یونہی گویا ہوئی۔

"آہ! ایک زمانہ تھا جب وہ مجھے چاہتے تھے میری ہر مرضی کو پورا کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کرتے تھے حتیٰ کہ اشاروں پر جان دینے کیلئے تیار ہو جاتے، مگر اب چند دنوں سے ایسی تبدیلی دیکھ رہی ہوں جو یقیناً میری جان لیکر رہے گی' میرا اب انہیں کچھ خیال نہیں رہا حالانکہ اس سے پہلے وہ شمع سمجھکر مجھ پر پروانہ کی طرح نثار ہوتے تھے' میرے اللہ! انہیں کیا ہوگیا ہے؟ اچھے خدا! اب انہیں سنبھال دیجئے"

شمسہ ابھی یہ کہہ رہی تھی کہ رضی اندر داخل ہوا اور کچھ کہے سنے بغیر بستر پر لیٹ گیا۔

۲

درحقیقت اس سے پہلے رضی کو شمسہ سے پیاری دنیا میں کوئی چیز نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے شمسہ سے شادی کرلی حالانکہ شمسہ کا خاندان غریب تھا لیکن رضی نے اسکا کچھ خیال نہ کیا شمسہ ایک حسین و خوبصورت لڑکی تھی اور رضی جان دیتی تھی اس کے سامنے رضی ہی کی تصویر ہر لحظہ و ہر آن چلتی پھرتی نظر آتی رضی کے سوا دنیا کی کوئی تصویر خواہ وہ کتنی ہی دلکش کیوں نہ ہوا سے ایک آن نہ بھاتی چنانچہ دونوں مسرت بخش زندگی گزار رہے تھے'۔

ایک دن عظیم نے رضی کو پارٹی پر بلایا رضی کی نگاہ وہاں ایک حسین لڑکی پر پڑی جو عظیم کی بہن تھی۔ رضی کا دل دھڑکنے لگا۔ کیونکہ اس کی محبت کا تیر اس کے دل و جگر کے پار ہوچکا تھا۔ ادھر خود نسیمہ رضی کے متناسب اعضاء اور دلکش حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

۳

[illegible]

[illegible] تھی [illegible]

[illegible] ہم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سے [illegible]

[illegible] پالگز [illegible] نیا [illegible]

تھا۔

ایک [illegible] دونوں موٹر [illegible] رضی [illegible]

جذبات سے لبریز ہو کر کہنے لگا۔ [illegible]

نسیمہ جو سر جھکائے کچھ سوچ رہی تھی بول اٹھی مجھے [illegible]

اس سے اختلاف نہیں ہے!"

رضی "آخر ہم میں بھی محبت ہے کیا اصل ہم منیار

ہے کہ لوگوں کو اس سے مطلع کیا جائے [illegible]

مزاحم ہو رہے ہیں [illegible] جب [illegible]

تو کوئی کیا کر سکتا ہے"

"مگر تمہاری [illegible]

ہماری زندگی بے لطف رہے گی" نسیمہ نے بالآخر کہہ ہی دیا۔ [illegible]

رضی کا گھر قریب آ چکا تھا اس لئے وہ "اچھا [illegible] انتظام

کروں گا" کہکر موٹر سے اتر پڑا اور نسیمہ نے موٹر [illegible]

لی۔

۳

شمسہ کو سانپ نے کاٹ لیا تھا [illegible]

[illegible] اٹھکر گھر کا تمسخر [illegible]

[illegible] شمسہ نے

[illegible]

[illegible] بے رخی کیوں ہے؟

[illegible] رضی نے

[illegible] مجھ سے محبت ہے؟" شمسہ

[illegible] زیادہ خدا کے بعد

[illegible] ہی مجھ [illegible] نہیں آتا؟

[illegible] پر شمسہ

[illegible]

[illegible] مجھے

[illegible] اتنا سے

مجبور ہوں [illegible]"

[illegible] زور سے دھکا دیا

[illegible] تو غطیہ حواس باختہ کھڑا تھا کو اٹھ

[illegible] نسیمہ مر رہی ہے اور وہ تمہیں یاد کر رہی

[illegible] شمسہ کو اسی حال میں چھوڑا اور دونوں

[illegible]

[illegible]

[illegible] دوسرے سے جدا ہوئے تو

نسیمہ [illegible] جام دے رہی تھی۔ رضی سے اپنی

شادی کی خوشخبری [illegible] خوش تھی وہ اپنے خیالات میں

[illegible] کہ سے چوک [illegible] دائیں بائیں کی [illegible]

[illegible] آنے والی ہے [illegible] کی [illegible]
بجلی کی طرح زخمی ہو کر گر پڑی۔
نیمہ [illegible] کو [illegible] اپنی آنکھیں [illegible]
اور درد بھری آواز میں بولی گویا [illegible]۔
رضی! شاید [illegible] آہ [illegible] کا [illegible] تھا
تھا کیونکہ میں اس [illegible]
کرنا چاہتی تھی خیر جو ہونا تھا ہوا۔ میری
نسمہ سے معافی مانگ لینا [illegible] جیسی
بھولی بھالی اور وفاشعار بیوی تمہیں کہیں
نہیں مل سکتی۔

ع گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لیکر

نیمہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی مگر ایک ہی ہچکی نے اسے ٹھنڈا کر دیا اور وہ ہمیشہ کے لئے داعی اجل کو لبیک کہتی ہوئی اس دنیا سے کوچ کر گئی۔

رضی تھوڑی دیر عالم سکتہ میں رہا پھر وہ [illegible] کی تجہیز و تکفین کے بعد ایک مجرم کی صورت بنا کر اپنی [illegible] معافی مانگنے کیلئے گھر روانہ ہوا۔

(۶)

عظیم کے ساتھ رضی کے دفعتاً چلے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد نسمہ محسوس کرنے لگی کہ اسے کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہے کیونکہ اس کا بدن مارے سوزش کے [illegible] تھا۔ زہر اتنا تیز تھا کہ اس کا بدن نیلا ہو گیا۔ [illegible] اس نے ایک خط لکھا۔ خط کا مضمون ختم بھی [illegible] [illegible] اور [illegible] کیلئے خاموش [illegible] محبت بھری آنکھیں [illegible] بند ہو گئیں اور خط [illegible] تھا کہ رضی عالم خوف و [illegible] میں اندر داخل ہوا۔ نسمہ کا کلیجہ اس حال میں دیکھتے ہی دھک سے رہ گیا۔ [illegible] غم سے چیخ اٹھا۔ پھر نعش پر جھک کر اس نے اس کی نبض دیکھی لیکن وہ ہمیشہ کیلئے اس دنیا و مافیہا کو خیرباد کہہ چکی تھی۔ رضی نے خط دیکھا اور اسے فوراً پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔

میرے سرتاج رضی! سلام محبت قبول باد۔
میں آپ کی زندگی کا [illegible] تھی وہ آج نکل رہا ہے اب آپ بہت عیش کی زندگی بسر کر سکیں گے واللہ مجھے [illegible] کیونکہ میری اس موت میں آپ کی خوشی [illegible] آپ کو میری روح خوش دیکھے [illegible] میری موت [illegible] خوشی [illegible] کیونکہ وہ حرام ہے [illegible] اب رہ گئے میرے [illegible] دیکھئے حروف بھی خراب ہو رہے ہیں۔ میرے [illegible] ایک انگوٹھی اور رومال رکھا ہوا ہے [illegible] خود استعمال کرنا اور رومال اپنی ہونے والی بیوی کو میری طرف سے تحفتہ دینا! بہت رضی! اب خوش خوش جا رہی ہوں۔ اچھا خدا حافظ

نسمہ

رنج پہنچانے بہت معمولی بات تھی کیونکہ ...
کو بہت تکلیف دہ ... اس نے معافی بھی ...
... بیوی کو ضائع کر دیا۔ ...
ایک ایک ... بہت ہو گیا تھا اس کا ... لفظ
... ہوا نظر آتا تھا ...

... کھا دہ بہت ہی نادم و شرمندہ تھا جس
... افسوس! ... رہا تھا اس کے رونے ...
... تھی۔ ۵

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
گئے دونوں جہان سے ہم تو گئے نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

قطعہ تاریخ

نتیجہ فکر مولانا سید محمد علی حسن صاحب ... مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

مدرسہ امدادیہ کے اساتذہ کرام اور طلبہ کی جانب سے مولانا سید محمد عثمان صاحب کی خدمت میں یہ الفاظ اس وقت پیش کئے گئے تھے جب وہ گزشتہ سال مدرسہ کا معائنہ کرنے کے لئے دربھنگہ تشریف لے گئے تھے۔ "ایڈیٹر"

مولوی عثمان صاحب را خدا با شاد دار — تا قیامت آں وا اولاد و عیال آباد دار
از پئے تاریخ تشریف آوری گفتا حسن — مدرسہ امدادیہ عثمان صاحب یاد دار

۱۳۵۶ھ

معلومات عامہ

ہوائی جہاز کا موجد اول

تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اشخاص

یہی طرح جانتے ہیں کہ ہوائی جہاز کا موجد اول ایک عرب مسلمان ہے۔ چنانچہ مشہور مورخ علامہ مقریزی التلمسانی المتوفی ۱۰۴۱ھ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوائی جہاز کا اولین موجد ابوالقاسم عباس بن فرناس نامی ایک عرب مسلمان ہے یہ شخص اندلس کے بادشاہ عبدالرحمٰن ثانی کا ۲۲۳ھ میں درباری طبیب تھا۔ چونکہ وہ جہاز کے زمین پر اترنے کا کوئی عمدہ قاعدہ اختراع نہ کر سکا اس لئے یہ اگر پرواز کسی دوسری طرف منتقل نہ ہو سکا۔ اور سیدھا اوپر ہی کو اٹھتا چلا گیا۔ اور آخر [illegible] گر کر [illegible] گیا۔

باتھ سے بات کرنے والا اندھا

۹۸۰ھ کا ذکر ہے کہ اکبر بادشاہ کے دربار میں ایک نابینا پیش کیا گیا۔ جو ہر بات کا جواب ہاتھ سے دیتا تھا جب کوئی اس سے سوال کرتا تو وہ بغل کے نیچے ہاتھ رکھ کر بجاتا اور بالکل اسی طرح باتوں کا جواب دیتا جس طرح دوسرے لوگ زبانوں کے ذریعہ دیتے ہیں۔ وہ بغل کی آواز سے سوالوں کا جواب دیتا بلکہ اشعار بھی ٹھیک اسی انداز سے پڑھتا جس طرح دوسرے لوگ پڑھتے ہیں۔ اس کے متعلق بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس نے کوئی جن قید کر رکھا ہے۔ بعض اس کی قوت کو سحر و چشم بندی پر محمول کرتے تھے۔ لیکن [illegible] مصطفیٰ خان صاحب اقبال نامہ جہانگیری [illegible] اس سے ملاقات کی۔ اور یہ نتیجہ نکالا کہ نہ تو اس کے پاس کوئی جن تھا اور نہ وہ چشم بندی کا علم جانتا تھا۔ یہ سب کچھ ورزش کا کرشمہ تھا۔ اور جو کمال اس نے حاصل کیا تھا وہ [illegible] مشاق [illegible] تھا۔

[illegible]

عہد جہانگیری میں بادشاہ کے دربار میں ایک آہو کے [illegible] پیش کیا گیا۔ چونکہ بادشاہ نے کبھی اس کا گوشت نہیں کھایا تھا اس لئے [illegible] تحقیق اس کے پکانے کا حکم دیا۔ فوراً حکم کی تعمیل [illegible] گوشت بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ کھانے پر معلوم ہوا کہ گوشت [illegible] بدمزہ اور بدذائقہ ہے۔ یہاں تک کہ صحرائی جانوروں میں [illegible] گوشت اس سے زیادہ بدمزہ نہیں۔ جہانگیر نے [illegible] تحقیق کی تازہ نافہ میں کسی قسم کی خوشبو نہیں ہوتی اس میں خشک ہونے کے بعد خوشبو پیدا ہوتی ہے نیز نافہ [illegible] پیٹ میں نہیں [illegible] کے پیٹ [illegible] ہوتا ہے۔

[illegible] تبصرہ

مسلم طلباء فیڈریشن

[illegible] مسلم طلباء فیڈریشن کا جلسہ [illegible]
عبدالودود صاحب وکیل [illegible]
[illegible]
مدارس [illegible]
کے علاوہ [illegible]
کے ماسٹر اور اساتذہ [illegible] ہو نگے [illegible]
میں عام طلباء [illegible] کو [illegible] خود [illegible] اس لئے
اس جلسے میں فیڈریشن کے قیام سے متعلق بعض ضروری
چند ضابطے پاس [illegible] حسب ذیل ارکین
کا انتخاب عمل میں [illegible] عبدالودود
صاحب نائب صدر [illegible] جناب
مسٹر اعظم صاحب [illegible] جناب [illegible] حسین صاحب
شریک ناظم جناب [illegible] صاحب و جناب [illegible]
صاحب . . . .

یہ انتخاب عارضی ہے [illegible] فیڈریشن کی تنظیم مکمل
ہو جائے گی اور [illegible] مضافات در بھنگہ کے تمام
مدارس اور سکول کے طلباء [illegible] سے ملحق ہو جائیں گے

[illegible] سے اس کے ارکین کا انتخاب

[illegible] کی المناک حالت

یہ خبر دنیائے اسلام میں اچھی طرح [illegible]
[illegible] عربوں پر [illegible] نے ظلم ڈھائے
[illegible] سے زائد تعداد عربوں کی
[illegible] بہت سے گھروں کو ڈائنامیٹ سے
[illegible] حکام عراق نے بڑی زندہ
دلی کا ثبوت دیا ہے حتیٰ کہ گزشتہ عید کے موقع پر اس کی
خوشیوں میں حصہ لینے سے انکار کر دیا ہے اور صاف لفظوں
میں کہدیا ہے "ہم عربوں پر تشدد دیکھتے ہوئے عید
کی خوشی نہیں منا سکتے" ان حالات کے پیش نظر ہر امن
پسند اور صلح دوست شخص پر فرض ہے کہ فلسطین کے
دور تشدد کے مٹانے کی کوشش کرے۔ (مدینہ)

ادارہ سلفیہ

RGD.NO.P.347

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۴۷

سید عبد الحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر جامعہ سلفیہ دربھنگہ سے شائع کیا

(۵)

محدث سلفیہ

دربھنگہ

مدیر مسئول
سید عبدالحفیظ سلفی گیاوی

ناظر تحریر
مولانا محمد عثمان صاحب فاضل مصر

زیر اہتمام
جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

معاونین کرام سے پانچ روپیہ (صہ)

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عگر
قیمت ششماہی عہر

جلد ٣ | بابت ماہ ذیقعدہ ١٣٥٦ھ مطابق ماہ جنوری ١٩٣٨ء | نمبر ٨

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

دارالکتب سلفیہ کسی [illegible] علوم جدیدہ اور قدیمہ کی کتابوں کے کافی ذخیرہ کی سخت ضرورت [illegible] سلفیہ کے ارباب حل و عقد خصوصاً اس کے رکن رکین جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب کی توجہ [illegible] ہیں۔ چنانچہ دارالعلوم کا اہتمام ہاتھ میں لیتے ہی وہ اس کمی کو پورا کرنے [illegible] کوششیں بڑی حد تک بار آور ہوئیں اور وہ دارالعلوم کے ساتھ ایک ایسا کتب خانہ [illegible] نہیں سکتا!

بلاشبہ ابتدا میں اس کی [illegible] رفتہ رفتہ وہ ترقی کے منازل طے کرتا گیا اور اب وہ ایک قابل اعتماد کتب خانہ بن گیا ہے۔ اور [illegible] تو تمام [illegible] ہے جس میں صرف نحو، ادب معانی بلاغت منطق فلسفہ کلام ہیئت عروض [illegible] فقہ اصول فقہ حدیث اصول حدیث اور تفاسیر کے علاوہ تاریخ و سیر انشا و تراجم مکالمہ و مناظرہ جغرافیہ و اقلیدس علوم لغات، سیاسیات اور اقتصادیات کی بھی بعض نادر اور نفیس کتابیں موجود ہیں!

گزشتہ زلزلہ عظیم سے پہلے اس میں صرف [illegible] کتابیں موجود تھیں۔ ان میں تفسیر [illegible] تفسیر البیان تفسیر قنوی فتاویٰ عالمگیری فتاوی قاضی خان اور شامی وغیرہ بہت مشہور اور متداول [illegible] ہیں۔

اس کے بعد ریاست حیدرآباد کی علمی فیاضی نے اس میں بعض ایسی نادر اور کمیاب کتابوں کا اضافہ کیا جو زیور طبع سے آراستہ نہ ہوئی تھیں اور علمی دنیا ان کی طرف آنکھیں اٹھائے تھی۔ ان میں لغات جمہرہ استیعاب درر الکامنہ اور بیہقی وغیرہ بہت زیادہ قیمتی اور قابل توجہ ہیں۔

کچھ ہی دنوں بعد دارالعلوم کے ایک مخلص رکن جناب مولوی عبدالحنان صاحب کی جانب سے اس میں ۱۶ جلدوں کا ایک مفید اضافہ کیا گیا۔ درحقیقت یہ کتابیں اس مجموعہ کا ایک حصہ ہیں جو ان کے والد ماجد مرحوم مولوی نور الحسن صاحب نے اپنی زندگی میں جمع

کی تھیں۔ امید قوی ہے کہ مولوی صاحب موصوف اپنے والد مرحوم کی باقیہ کتابوں کو بھی کتب خانہ مذکور میں ضم کر کے علم دوستی کا مزید ثبوت دیں گے۔

مذکورہ بالا ذرائع کے علاوہ، گزشتہ شعبان ۱۳۵۶ھ میں، صوبہ بہار کے ایک فاضل محترم جناب مولانا علی اصغر صاحب مدظلہ کی اندوختہ کتابوں کا جو کسی زمانہ میں ایک نادر کتب خانہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ایک بہت بڑا حصہ جو ۹۹ ۵ جلدوں پر مشتمل ہے حاصل کر لیا گیا ہے جس میں کتاب الخطط، معجم القرآن، لسان العرب، تاج الاسرار، تفسیرات احمدیہ، تاریخ ابو الفدا، خزانۃ الادب، تاج المصادر اور روح المعانی، اتحاف الملوک، فتوحات مکیہ وغیرہ کے علاوہ بعض قلمی کتابیں بھی موجود ہیں۔

ان کے علاوہ، مولانا حکیم ضمیر الحق فیض آروی مرحوم کے خلف صالح جناب ڈاکٹر ذوالحق صاحب اسسٹنٹ سول سرجن نے گزشتہ ماہ میں آرہ سے ۲۳ کتابوں کا ایک بیش قیمت مجموعہ ارسال فرمایا ہے جس میں تفسیر معاذی، تفسیر مظہری اور تفسیر ابن جریر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اس طرح تقریباً ڈیڑھ ہزار اردو، فارسی، ترکی اور عربی علوم کا ذخیرہ اس وقت تک جمع کیا جا چکا ہے۔ اگر دار العلوم کے اراکین کا جوش و ولولہ اسی طرح قائم رہا تو امید قوی ہے کہ مستقبل قریب میں خدا بخش لائبریری پٹنہ کے بعد صوبہ بہار میں "دار الکتب السلفیہ" دوسرے نمبر کا کتب خانہ شمار کیا جانے لگے گا۔

شاہ مصر کی ہر دلعزیزی

مصر ہمیشہ سے علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔ اور مصر نے اشاعت علوم و فنون کو ترقی دینے میں بڑی فیاضیاں دکھائی ہیں خصوصاً اس کے سلاطین، امراء، وزراء اور اعیان نے اس میں نمایاں حصہ لیا ہے اور ہمیشہ علمی خدمات کو اپنا طرۂ امتیاز بنایا ہے۔ اور اس پر ہزاروں لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ کی آمدنی وقف کر رکھی ہے چنانچہ آج اسلامی دنیا کے تمام اوقاف میں مصر کا اوقاف ممتاز نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ مصر کے اوقاف کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کی وسیع اراضی اور بے شمار آمدنیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، حکومت مصر کو اس کی دیکھ بھال اور اس کا انتظام کرنے کے لئے ایک جدید وزارت کی ضرورت لاحق ہوئی۔ یہ وزارت، وزارت اوقاف کے نام سے موسوم ہے اور اس کے وزیر کو وزیر اوقاف کہا جاتا ہے۔ اور مصر کے ہر دور حکومت میں وزارت اوقاف کو نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔ مصر میں وزارت اوقاف کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ اس کی پھیلی ہوئی آمدنی کی میزان کسی زمانہ میں، صوبہ سالونیکا کو چھوڑ کر جو اس زمانہ میں ترکی سلطنت کا ایک صوبہ تھا حکومت یونان کی مجموعی آمدنی سے زیادہ تھی۔

مصر میں اس دور انحطاط میں بھی ہزاروں کی تعداد میں ابتدائی اور ثانوی مدارس اور سیکڑوں کی تعداد میں اعلیٰ مدارس کے علاوہ دو عظیم الشان یونیورسٹیاں موجود ہیں ان میں ایک "جامع ازہر" کے نام سے موسوم ہے اور دوسری "الجامعۃ المصریۃ" کے نام سے یاد کی جاتی

[illegible] الدین کے ایک غلام سپہ سالار ازہر نے ۳۵۹ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ اس کے

[illegible]

[illegible] کیلئے چند مکانات بنوا دیئے تھے اور ان کے خورد و نوش کے لئے کچھ وظیفہ

[illegible] عمارت میں تجدید کی اور اسکو پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا اور اس کے اخراجات

[illegible] مکتب کی بنیاد ڈالی گئی جس کے اخراجات کیلئے بہت سی جائدادیں از سر نو وقف

[illegible] کچھ دنوں بعد اس نے ایک عظیم الشان یونیورسٹی کی شکل اختیار کر لی جس میں تعلیم حاصل

[illegible] باقاعدہ طور پر شام، عراق، بخارا، خراسان، افغانستان، ہندوستان،

[illegible] جامع ازہر سے منسلک طلبہ کی تعداد ۱۲ سے ۱۴ ہزار کے

[illegible] مساجدوں میں رہتے اور پڑھتے ہیں۔

جامع ازہر [illegible] ۱۹۱۵ء [illegible] مفید نہ تھی مگر ۱۹۰۷ء سے اس میں ترمیں ہونا شروع ہو گئی ہیں

[illegible] بہت کچھ اصلاحات کی جا چکی ہیں اور اب بڑی حد تک اس کے

[illegible] کے ساتھ علوم دنیا [illegible]

[illegible] جدید یونیورسٹیوں کی طرز پر بنائی گئی ہے اور جس میں تمام علوم جدیدہ

[illegible] اور علماء کے ماہر ہوتے ہیں ان کو معاوضہ بھی معقول اور مناسب دیا جاتا ہے اور

[illegible] ہر شعبہ میں آسانی کے ساتھ قبول کر لئے جاتے ہیں۔

[illegible] وہ بھی جانتے ہیں کہ مصر جس طرح سے کہ قدیم زمانہ سے علوم کا مرکز چلا آرہا ہے آئندہ

[illegible] یونیورسٹی میں جتنے غیر ملکی طلبہ مشرقی تعلیم حاصل کرنے کیلئے آئے ہوئے ہیں یا آئندہ آتے رہیں گے

[illegible] شاہ کا یہ بھی فرمان ہے کہ طلبہ کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائی جاتی رہیں۔

[illegible] ہر شخص کی زبان سے ان کے لئے دعائیں نکل رہی ہیں۔ خاصکر علمی حلقوں میں بہت زیادہ

[illegible] شاہ فاروق گزشتہ [illegible] جامع ازہر تشریف لے گئے تو مسجد غیر معمولی طور پر نمازیوں سے

[illegible] شیخ الاسلام [illegible] نے جب دوران خطبہ میں یہ کہا کہ عالم اسلام کی آنکھیں ایک ایسی ہستی کی طرف لگی ہوئی ہیں جو انکا

[illegible] "خلیفہ اسلام زندہ باد" کے نعرے بلند ہونے لگے۔

مصیبت پر مصیبت

ہمارے دلوں سے ابھی مرحوم مولوی ابو الحسن صاحب [illegible] کی جدائی کا داغ بھی نہ جاتا تھا کہ ہم نے اپنے استاد محترم جناب مولانا عبد الجلیل صاحب کو بھی کھو دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور [illegible]

مسلمانوں کی پستی کے اسباب

مترجمہ جناب مولانا سید محمد عثمان صاحب فاضل مصر معتمد تعلیم دار العلوم احمدیہ سلفیہ

۱۷

تنگ نظر مسلمان دشمنوں کیلئے فتنہ ہیں

تنگ نظر اور رجعت پسند مسلمان، دشمنوں کے لئے فتنہ ہیں۔ اسی قسم کے مسلمانوں نے دشمنوں کو اسلام پر حملہ کرنے کا موقع دیا ہے۔ ان تشدد پرست مسلمانوں کی تنگ نظری اور سختی اتنی بڑھ گئی ہے کہ دشمن اعلانیہ کہنے لگے ہیں "اسلام ایسا کٹر مذہب ہے کہ ترقی کی موجودہ رفتار کے ساتھ کسی طرح چل نہیں سکتا ہے وہ تہذیب و تمدن کا دشمن ہے۔ کھلا دشمن۔ بلکہ اس کی راہ میں چٹان ہے"۔ مگر واقعہ اس کے خلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام اس قسم کے الزاموں سے بالکل بری ہے وہ تنگ نظر مسلمان ہیں جو ترقی کی راہ روکے کھڑے ہیں۔

انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے قدامت پرستی کے ساتھ بغاوت کی ہے، اس کا قلع قمع کیا ہے، اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے، اور اس سے اپنے تمام رشتے منقطع کر لئے ہیں پھر اسلام پر قدامت پرستی اور تنگ نظری کا الزام غلط نہیں تو کیا ہے؟ سب سے پہلے قرآن نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں مذکور ہے۔

اذ قال لابيه وقومه ما هذه التماثيل التي انتم لها عاكفون؟ قالوا وجدنا آبائنا لها عابدين قال لقد كنتم انتم وآباؤكم في ضلال مبين	جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ (آزر) اور اپنی قوم کو مخاطب کرکے فرمایا "یہ کیا ماجرا ہے کہ تم (ان حقیقت) بتوں کے سامنے جھکے ہوئے ہو؟ (تو جواب میں) کہا کہ (ہم اور کچھ تو نہیں جانتے البتہ اپنے آباؤ اجداد کو ان کی پرستش کرتے دیکھا ہے) (چنانچہ اس کے جواب میں حضرت) ابراہیم نے فرمایا تم اور تمہارے آباؤ اجداد سب کے سب گمراہی میں تھے۔

دوسری جگہ قرآن کہتا ہے:

قالوا نعبد اصناما فنظل لها عاكفين۔ قال هل

بل وجدنا آباءنا كذلك يفعلون
[illegible]

قال أفرأيتم ما كنتم تعبدون أنتم وآباؤكم الأقدمون فإنهم عدو لي إلا رب العالمين

[illegible]

اور فرمایا:-

وإذا قيل لهم اتبعوا ما أنزل الله قالوا بل نتبع ما ألفينا عليه آباءنا أولو كان آباؤهم لا يعقلون شيئا ولا يهتدون

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی اتباع کرو جو خدا نے اتاری ہے تو جواب میں کہتے ہیں نہیں ہم تو اسکی اتباع کرینگے جسکی ہمارے باپ دادا اتباع کرتے چلے آرہے ہیں کیا اگر ان کے باپ دادا کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہ راست پر ہوں جب بھی وہ انہی کی پیروی کرتے جائینگے

اور فرمایا:

سيقول السفهاء من الناس ما ولاهم عن قبلتهم التي كانوا عليها قل لله المشرق والمغرب يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم

بد خطے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ پہلے تھے۔ [illegible] کس نے پھیر دیا؟ اے پیغمبر ان سے کہدو کہ شرق و مغرب سب تو اللہ ہی کے ہیں جس کو وہ چاہتا ہے دین کا سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔

اور فرمایا:-

قالوا إنا وجدنا آباءنا على أمة وإنا على آثارهم مقتدون. قال أولو جئتكم بأهدى مما وجدتم عليه آباءكم

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہی کی پیروی کر رہے ہیں (اس پر ان کے پیغمبر نے کہا کہ) جس راستہ پر تم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے اگر میں اس سے بہتر راہ تمہیں بتاؤں تو؟

اور اس قسم کی [illegible] تنگ نظری اور [illegible] کے خلاف کھلی بغاوت ہیں۔ جو لوگ [illegible] سے واقف ہیں وہ ہر نئی چیز کو بشرطیکہ مذہب کے خلاف نہ ہو [illegible] کرتے ہیں۔ اس کا خیر مقدم کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ جو چیز مسلمانوں کیلئے مفید ہے وہ مذہب کے خلاف ہو نہیں سکتی۔ کیا تمہارے سامنے کوئی [illegible] مثال موجود نہیں ہے؟ نجد ایک ایسا ملک ہے جو یورپ اور اس کی موجودہ تہذیب سے بالکل کنارہ کش ہے۔ نجد

سے اس کو دور نزدیک کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ سلطان عبد العزیز بن سعود شاہ نجد نے جب علماء نجد سے آلات نو ایجاد کے متعلق فتویٰ طلب کیا اور پوچھا کہ ٹیلیفون، ٹیلیگراف، لاسلکی اور موٹر کار کے استعمال کے متعلق اُن کی کیا رائے ہے؟ تو وہاں کے اکثر علماء جن کو یورپ اور اس کے تمدن کی ہوا تک نہیں لگی ہے جواب میں کہنے لگے "یہ چیزیں موجودہ زمانہ کی مفید ایجادوں میں داخل ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں کوئی حکم بھی ایسا نہیں ہے جس سے ان کے استعمال کی حرمت یا کراہیت ثابت ہوتی ہو۔ شریعت نے ان کے استعمال کو ناجائز قرار نہیں دیا ہے۔

کیا اس میں امت کی بھلائی نہیں ہے کہ جہالت کو قابو میں لانے اور اسلامی حکومتوں کے مراکز کو ہر چھوٹی بڑی پیش آنے والی چیزوں سے باخبر رکھنے کے لئے ٹیلیگراف اور لاسلکی کا استعمال ملک میں جاری کیا جائے؟ کیا اس میں حاجیوں کے لئے بھلائی نہیں ہے کہ وہ برسوں اور مہینوں کی راہ ہفتوں اور دنوں میں بیٹھے بیٹھے طے کر کے منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں؟

نجد کے ایک مشہور عالم شیخ محمد بن علی بن ترکی سے مکہ میں میں نے ملاقات کی۔ دورانِ گفتگو میں ٹیلیفون اور لاسلکی کے متعلق دریافت کیا چنانچہ انہوں نے جواب میں فرمایا "یہ مسئلہ سورج کی طرح صاف اور روشن ہے۔ اتنا روشن کہ جواز اور عدم جواز کے متعلق استفسار کا بھی محتاج نہیں ہے۔

صرف رجعت پسند مسلمانوں کی جانب سے کسی نئی چیز کی مقاومت نہیں کی گئی ہے۔ مسیحی گرجوں نے ابتدا میں ہر چیز کی مقاومت کی ہے۔ قولاً نہیں عملاً۔ کچھ مدت بعد پھر اُس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ "گالیلیو" نے جب زمین کی گردش کے متعلق نظریہ پیش کیا تو گرجوں نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس وقت بھی یورپ میں بہت سے عیسائی رہبان و احبار ایسے موجود ہیں جو کیفیت خلق پر تورات کے خلاف ہر نظریہ کو کفر سے تعبیر کرتے ہیں۔ چند سال کا واقعہ ہے کہ ولایات متحدہ میں ایک معلم پر اس جرم میں مقدمہ چلایا گیا اور اس کو اسکول سے الگ کر دیا گیا کہ وہ ڈارون کے نظریہ کا قائل تھا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود علم کی راہیں بند نہیں ہوئیں۔

ہمارے رجعت پسند بھی اسی طرح عیسائیوں میں بھی رجعت پسند تھے۔ لیکن مسلم رجعت پسند اس مذہبی اور تقلیدی علم کے سوا جس کو انہوں نے خود گڑھ رکھا ہے، دیگر تمام علوم کی مخالفت کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس کی بھی مخالفت کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ جو ان کے گڑھے ہوئے علوم کا کتاب و سنت کی تلوار سے مقابلہ کرتا ہے۔ لیکن یہ غریب اس بات کو بالکل فراموش کئے بیٹھے ہیں کہ علوم ریاضی، ہندسہ، طب، کیمیا، فلک، جر اثقال اور طبقات ارضی، یہ اور اس قسم کے تمام علوم اجتماعی حیثیت سے انسان کیلئے بہت مفید ہیں۔ لہٰذا اُن کا شمار بھی مذہبی علوم میں کیا جا سکتا ہے۔ براہ راست نہیں تو نتیجہ کے لحاظ سے ضرور ہیں۔ ان تنگ نظروں کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ صدہا سال تک جامع ازہر، جامع اموی، جامع زیتون، جامع قرویین اور قرطبہ، بغداد اور سمرقند وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں بھی ان علوم کی تعلیم دی جاتی رہی ہے اور مسلمانوں میں کیسے کیسے پایہ کے لوگ انہی یونیورسٹیوں سے نکلے ہیں۔ جنہوں نے حکمت اور شریعت میں تطبیق پیدا کی ہے اور حدیث و ریاضت کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے۔ چنانچہ دنیا کا سب سے بڑا فیلسوف *

* جس کو یورپ میں نمایاں شہرت حاصل ہے اور جو علم فقہ کا امام تسلیم کیا جاتا ہے، ایک عرب تھا اور قاضی ابن رشد کے نام سے مشہور ہے۔ (باقی دارد)

نسیم صبح

[illegible] بہتی گلاب

[illegible] اور گلاب کی پنکھڑیوں [illegible]

[illegible] بازار [illegible] رہی ہے [illegible]

[illegible] دل کو جھلو [illegible] .... !!!

[illegible]

[illegible] ـــــ

[illegible] ـــــ

[illegible] کو نہ پوچھ !!

[illegible]

[illegible] .... !!!

۲

تیرے [illegible] آفریں سینے میں وہ ہمیشہ موجزن

رہتی ہے! ـــــ تیرا نازک دل

محبت کے تیروں کا ہمیشہ مسکن بنا رہا ہے ـــــ

ـــــ تیرا زخم خوردہ دل محبت کی گہری ٹیسوں!

کرب ناکیوں سے خوب آشنا ہے ـــــ آہ

اس لئے میرے محبوب! میری ایک التجا سن ـــــ

میرے پیارے محبوب ـــــ کاش ہم تم اور

تم اس رومانی دنیا سے الگ ....

دیکھو! ان نرگسی کٹوروں میں آنسو کیوں چھلک

رہے ہیں ـــــ رو نہیں تو تمنا ہے ـــــ

رو نہیں ـــــ یہ آنکھیں آنسو بہانے

کیلئے نہیں .... کسی پریمی کو

دیکھنے کیلئے ـــــ دیکھو زیادہ نہ رو! ـــــ

ـــــ ورنہ تمہاری بصارت جاتی رہے گی ـــــ

ـــــ اس وقت ـــــ آہ اس وقت

تو اپنے محبوب کو کیسے دیکھ سکے گی؟

"برق"

حقانیت اسلام

از جناب بھوبنیشری سہائے عرف بھولا بابو وکیل بیگوسرائے

(۶)

مسئلہ تناسخ

حضور سرور کائنات نے خدا پاک کے بارے میں اس بات کی تعلیم دی کہ خدا قادر مطلق ہے رحمان و رحیم ہے اس کو قدرت کامل حاصل ہے کہ کائنات عالم کا نظم و نسق جس طریقے سے مناسب سمجھے عمل میں لاوے۔ وہ مولائے کریم ہے۔ بندہ کو کوئی استحقاق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ خدا نے ایسا کیوں کیا۔ جب وہ قادر مطلق ہے تب وہ خود مختار ہے۔ تب اس کی مرضی جس کو امیر بنا دے اور جس کو غربت میں رکھے۔ چند غیر مسلم اقوام یہ کہتے ہیں کہ خدا ایسی بے انصافی کیوں کرنے لگا۔ ہر انسان جیسا فعل گزشتہ زندگی میں کیا ہے اس کے مطابق ہر مخلوق کی پیدائش ہوتی ہے خدا کی حمد و ستائش و پرستش کی ضرورت کم ہو جاتی ہے۔ تب چاہے انسان خدا تعالیٰ کی پرستش کیوں نہ کرے وہ اس کے گزشتہ زندگی کے لکھے ہوئے کو نہیں مٹا سکتا۔ ایسے کمزور خدا کی پرستش سے انسان کو کیا فائدہ تب خدا قادر مطلق کیسے رہا۔ اور اگر وہ قادر مطلق نہیں ہے تب خدا ہی نہیں ہے۔ تب قابل حمد و ستائش کیسے رہتا ہے اگر مسئلہ تناسخ کے اصول کو تسلیم بھی کیا جائے تب بھی ایک اعتراض باقی رہ جاتا ہے کہ شروع شروع یعنی ایکدم اوائل میں کون فعل کے مطابق مخلوق کی پیدائش ہوئی اور اگر اس وقت کرم یعنی افعال کی ضرورت نہیں تھی تب اب کیوں ہے۔ خدا پرست و عابد اشخاص چاہے وہ کسی قوم یا مذہب کے ہوں وہ یہی فرماتے ہیں کہ اللہ پاک پروردگار مالک ہے وہ جس طرح سے چاہتا ہے اپنے بندوں کی پرورش و پرداخت کرتا ہے۔ مخلوق کو اپنے خالق کے شان میں چون و چرا کرنا غایت درجہ کی حماقت ہے۔ اسلئے مردانِ خدا اپنے کو بارگاہ ایزدی میں قربان کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاک پروردگار مجھ میں کوئی طاقت نہیں۔ کوئی کام کرنے کی صلاحیت نہیں۔ جو تو چاہے سو کر۔

تناسخ کو مان کر قبول کرنا پڑے گا کہ میوہ جات وغیرہ گناہوں کے بدلے میں ہیں تو پھر اس کے کھانے والے تو سخت گنہگار ثابت ہوں گے۔ کیا کائنات عالم کا یہ عظیم الشان کارخانہ [illegible] پاپ کی بدولت چل رہا ہے اگر کوئی ایسا کہے تو عقل سلیم اس کو

[illegible] کر سکتی [illegible] پیدا کرتا ہو [illegible]
تو [illegible] [illegible]
ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو [illegible]
ہوا [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] ایسا ہوتا ہے
یوں کہ [illegible] زندگی کے نتیجے ہیں۔ تو
ڈاکٹر وید وغیرہ [illegible] علاج نہیں کر سکتے کیونکہ اگر وہ علاج کریگے
تو اس میں خدا کا مقابلہ ہوگا [illegible] تو انہیں سزا [illegible]
مگر ڈاکٹر حکیم وغیرہ اس سزا کو دور کرنا چاہتے ہیں۔

تناسخ کے ماننے سے دنیا سے پیار، محبت و شفقت اور
اخلاق فاضلانہ مفقود ہو جائیں گے کیونکہ جو کسی کے ساتھ [illegible]
[illegible] کہ وہ یہی سمجھے گا کہ یہ اپنے کرموں کے نتیجے پا رہا ہے
[illegible] اپنی جان و مال عزت بھی کیوں نہ قربان کر دے۔

اگر تناسخ کو [illegible] درست مانا جائے تو خدا [illegible]
کی قدرتوں سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ [illegible]
[illegible] کو پیدا نہیں کر سکتا [illegible]
کرسکتا ہے حالانکہ [illegible] شریف [illegible]
ہے مگر خدا تعالیٰ کو [illegible] قدرت بھی [illegible]
رحمٰن و رحیم کیسے [illegible]

اگر کوئی شخص اپنی زمین میں [illegible]
تعمیر کرائے اور ایک کمرے کو [illegible] خانہ [illegible]

[illegible] تیسرے کو غسل خانہ کے مصرف
میں اور چوتھے کو [illegible] خانہ کے مصرف میں اور پانچویں کو بول
[illegible] خانہ بنوائے کرے کو کوئی استحقاق
نہیں [illegible] اپنے مالک سے یہ کہے کہ میرے ساتھ ایسی بے انصافی
[illegible] اس مسئلہ کے متعلق اس چھوٹے سے رسالہ
میں [illegible] ہوں۔

[illegible] اسلام کی تاثیر دیگر اقوام پر حضور کے وحدانیت
[illegible] کفار [illegible] بلکہ دنیا کے کفار کو سر تسلیم خم
[illegible] حضور کو پیغام [illegible] معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔
[illegible] مکہ و مدینہ بلکہ [illegible] مصر، ترک، لیبیا، بوسنیہ، افغانستان
وغیرہ سب حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور صرف پچیس برس کے اندر
مسلمانوں کو بہت سے ممالک کا حکمران بنا دیا۔ ہندوستان
میں [illegible] اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ آٹھ نو کروڑ مسلمان
اس کے زندہ مثال موجود ہیں۔ ایک قوم کا اثر دوسرے قوم پر
ہونے بغیر نہیں رہتا۔ اس تعلیم کا اثر ہندو قوم کے بہت سے
فرقوں پر پڑا چنانچہ حضرت کبیر نے [illegible] وحدانیت کی تعلیم
کی حمایت کی اور بت پرستی کی مخالفت کی۔ بنگال میں برہمو سماج
کے [illegible] راجہ رام موہن رائے و کیشب چندر سین نے بھی
اسی وحدانیت کی تعلیم [illegible] دیا ہے اور ان کے سماج کے اندر
بت پرستی و باطل پرستی جائز نہیں۔

[illegible] نانک [illegible] بانی سکھ مذہب و دیگر گورو صاحبان
نے بھی وحدانیت کی تعلیم کی حمایت کی ہے۔ آریہ سماج کے بانی
[illegible] وحدانیت کی تعلیم پر زور دیا ہے۔

اور ان کا کلام ہے کہ ویدوں کے اندر بت پرستی کی تعلیم نہیں ہے اسی وحدانیت اور خدا پرستی کے تعلیم کی بدولت آج اس گئے گزرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کے اندر کوئی شخص مجھکو ایسا نہیں ملا جو کہ خدا کے وجود کا منکر ہو حالانکہ اور دیگر تعلیم یافتہ جماعت میں اس قسم کے اشخاص کثرت سے ملتے ہیں جو خدا کے وجود کے قائل نہیں بلکہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا اگر ہے تو بیوقوف کے دماغ میں رہتا ہے اسی خدا پرستی کی تعلیم کی بدولت سینکڑے میں نوے مسلمان روزہ و نماز کے پابند نظر آتے ہیں اور مسلمان بارہے عام نماز پڑھنے میں نہیں شرماتے حالانکہ وہ مخالفین سے گھیرے ہوئے ہوں اور دیگر اقوام شرارت سے نکتہ چینی کیوں نہ کریں گرچہ اس قسم سے نکتہ چینی کرنے والے کم ہیں۔ اور اگر کوئی مسلمان روزہ و نماز کا اتنا پابند نہ بھی ہو تو اس کو یہ کہنے کی جرأت نہیں کہ روزہ و نماز فضولیات یا لغویات میں سے ہیں چنانچہ غیر مسلم کے اندر اس قسم کے بہت سے اصحاب خصوصاً تعلیم یافتہ جماعت کے اندر ملیں گے جو علانیہ یہ کہتے ہیں کہ تہوار میں فاقہ کی کیا ضرورت نہ خود فاقہ کرتے ہیں بلکہ فاقہ کے اصول کے خلاف بولتے ہیں حالانکہ سائنس نے اس کے فوائد کو تسلیم کیا ہے۔ آج اسی اسلامی تعلیم کی بدولت میرے ہندو بھائیوں میں اچھوت ادھار بڑی سرگرمی کے ساتھ چل رہا ہے یعنی پست اقوام کے ذلیل خوار زندگی کی طرف کچھ اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤں کا خیال مبذول ہوا ہے اور ان لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ اسلامی جمہوریت و مساوات کی نقل کرنی چاہئے بغیر اس کے کوئی قوم ترقی کے شاہراہ منزل پر قدم نہیں رکھ سکتی مسلمانوں

کے آنے کے بعد سے ہندوؤں میں جو مذہبی تحریکیں ہوئیں ان میں سے بیشتر میں کچھ نہ کچھ مسلمانوں کے عقائد اور فلسفہ کی جھلک بھی آتی ہے اور مسلمانوں میں بھی کچھ عقائد ہندوؤں کے گھس گئے ہیں جن کا ذکر [illegible] کیا جائیگا۔

اسلام کا [illegible] یہ ہے کہ جس طرح [illegible] عبادت خانہ ہر فرد بشر [illegible] کے لئے کھلا ہوا ہے اسی طرح میرے ہندو بھائیوں میں بھی یہ خیال پیدا ہو [illegible] ہے کہ مساجد کی طرح صنم خانہ بھی ہر فرد بشر کے لئے بلا لحاظ پستی و بلندی کے کھلا رہے۔ مگر مخالفت کا بازار [illegible] گرم ہے۔ دیکھیں کب تک پست اقوام کی پراگندہ حالت درست ہوتی ہے۔ آج بھی حضور کے اسی تعلیم کے خیر و برکت کا نتیجہ ہے کہ زیادہ تر مسلمانان عالم ضعیفی میں زیادہ اوقات ذکر الٰہی میں صرف کرتے ہیں۔ بغیر خدا پرستی کے چارہ نہیں کیونکہ ہر مخلوق کا نصب العین یہی ہونا چاہئے۔ بقول جلیل القدر جلیل مدظلہ

یاد خدا سے دم کو جُڑا لو ابھی جلیل
آخر کبھی تو کام پڑیگا خدا کے ساتھ

حضور کی مقناطیسی کشش!

حضور کا مقناطیسی اثر مثل آفتاب درخشاں تاباں ہے۔ باوجود منقضی ہونے تیرہ صدیوں کے بھی مسلمانوں کا بچہ بچہ حضور کا شیدائی ہے اور حضور کے نام پر قربان ہونے کو ہمیشہ تیار رہتا ہے جس کی تواریخ شاہد ہے اور محتاج بیان نہیں ہے یہ باتیں روزمرہ مشاہدہ میں آتی ہیں۔

آپ کی کشش اور تاثیر روحانی نے دنیا کے عالم [illegible]

[illegible]

آپ سے تعلق پیدا [illegible]

[illegible]

حالت میں دیکھا [illegible]

کا قول ہے کہ کفار مکہ حضور کو [illegible]

دیکھکر حکیم صاحب نے خیال کیا کہ جنون ہو گیا ہے حضور کے پاس آئے اور کہا کہ میں جنون کا علاج کر سکتا ہوں حضور کی زبان مبارک سے چند ایسے موثر جملے نکلے کہ وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ حضور پر ایمان لے آئے حضور کی نعمائے طبیعی گشتہ [illegible] گئے جنون کا علاج کرنے اور خود [illegible]

[illegible] حضور کی زندگی [illegible] ایک امر [illegible]

[illegible]

اور جن [illegible] لوگوں نے [illegible]

ہے انہیں مار [illegible]

آمیز کا [illegible] باقی ہے۔ اس پر حضور تقریر فرماتے تھے۔

[illegible] انصار [illegible] معلوم ہو گیا ہے جو تمہارے درمیان [illegible]

ہے جب میں تمہارے یہاں آیا تھا تم گمراہی و تکلیف میں تھے اور خدا تعالیٰ نے تمہیں خوشی دی۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے [illegible] ہوئے تھے اور تمہارے دلوں کو میں نے برادرانہ محبت اور اخوت سے بھر دیا۔ مجھ سے بیان کرو کہ کیا یہ واقعات نہیں۔ حاضرین نے جواب میں کہا کہ جیسا حضور بیان کر رہے ہیں [illegible] ٹھیک ہے اس کے بعد حضرت صلعم اپنی دوران تقریر میں فرماتے ہیں کہ نہیں خدا کی قسم تم اگر یہ کہتے ہو تو بالکل سچ کہتے ہو اور [illegible] اس کی صداقت کی شہادت دیتا ہوں کہ تو ہمارے پاس اسی حیثیت سے آیا تھا کہ سب لوگ تجھکو جھوٹا سمجھ [illegible] چکے تھے اور ہم ایسی حالت میں ایمان لائے کہ تو بیکس مہاجر کی طرح آیا تھا اور ہم نے تیری امداد کی تو غریب تھا اور برادری سے خارج ہو چکا تھا اور ہم نے تیرے لئے گھر مہیا کیا تجھے بالکل آرام و سکون نہ ملتا تھا اور ہم نے تجھے تسکین دی۔ [illegible] تم اس زندگی کی خاطر کیوں آزردہ دل ہوئے ہو کیا تم اس سے [illegible] نہیں ہو جبکہ اور لوگ بھیڑ بکری اونٹ حاصل کر [illegible] تم اپنے گھروں کو اس حیثیت سے واپس جا رہے ہو کہ [illegible] تمہارا ساتھ کبھی نہ چھوڑونگا۔ [illegible] ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرے [illegible] انصار کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔ خدا تعالیٰ [illegible] پر فضل کرے حضور کی ایسی محبت ان [illegible] تھی کہ حضور کے اس کلام کو سنکر زار زار [illegible] حضرت صلعم ان لوگوں کے ساتھ تھے وہ [illegible] کو بھول کر اپنے کو فنافی الرسول کر دیا جنگ احد کے

موقع پر جہاں حضور کے دندان مبارک شہید ہوئے اور ایک شخص جو حضور کے ہمشکل تھا اس کے شہید ہوتے ہی یہ غل مچ گیا کہ حضور شہید ہوگئے اس وقت بہت سے مرد و عورت حضور کو دیکھنے کے لئے دوڑے۔ ایک عورت کی محبت دیکھئے وہ جنگ کے میدان میں جاکر دریافت کرتی ہے کہ رسول اللہ کا کیا حال ہے۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ تمہارا بھائی جنگ میں شہید ہوگیا وہ اپنے بھائی کے مرنے کی پرواہ نہیں کرتی ہے اور پھر دریافت کرتی ہے کہ رسول اللہ کیسے ہیں اس کو پھر جواب دیا جاتا ہے کہ تمہارے شوہر اور باپ بھی لڑائی میں شہید ہوئے تب وہ جھنجھلا کر کہتی ہے کہ میں تم سے رسول اللہ کے بارے میں پوچھتی ہوں اور تم مجھے باپ بھائی شوہر کے بارے میں خبر سناتے ہو تب اس کو جواب ملا کہ رسول اللہ زندہ ہیں۔ یہ سنکر وہ فرط محبت سے اچھلنے لگی اور بولی کہ جب رسول اللہ زندہ ہیں تو سب زندہ ہیں۔ مجھے اپنے خویش و اقارب کی پرواہ نہیں سبحان اللہ عشق محمدی کی کیا بے نظیر مثال ہے یہ اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ حضور کی مقناطیسی کشش ایسی تھی کہ ہر مسلمان کا دل عشق محمدی میں کس طریقہ سے رنگا ہوا تھا۔ تاریخ دنیا اس قسم کی دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اوائل تبلیغ اسلام کے زمانہ میں جبکہ ۷۲ انصاری نے چپکے چپکے آنحضرت کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس موقع پر حضرت عباس حضور کے چچا انصاریوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں "اب (حضرت) محمد تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں اگر مرتے وقت تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی سے جواب دیدو" انصاری جواب دیتے ہیں کہ ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں ہم لوگ آخری دم تک حضرت صلعم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ ایک انصاری بات کاٹ کر بولا کہ یا رسول ایسا نہ ہو کہ جب آپ صاحب اقتدار ہوجائیں تو ہم لوگوں کو بھول جائیں۔ حضور نے مسکرا کر فرمایا "نہیں تمہارا خون میرا خون ہے تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔" یہ ہے حضور کی مقناطیسی کشش۔

آخری التماس

غرض کوئی پہلو زندگی کا ایسا نہیں جس کی حضور نے عملاً تعلیم عوام الناس کو نہ دی ہو۔ یہی تو طرۂ امتیاز اس رسول اللہ کا تھا کیونکہ حضور اقتضائے عالم میں کامل نمونہ بنکر آئے تھے اب اس کتاب کی ضخامت و طوالت بہت کچھ متجاوز ہوگئی ہے اس لئے حضور کے دیگر تعلیمات کو دوسری جلدوں میں بیان کروں گا۔ تینوں جلدیں حضور کے اسوۂ حسنہ کی تیار ہیں مگر سب کو بیک وقت شائع کرانا صرف کثیر کا متقاضی ہے۔ ان شاء اللہ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچکر رہیگا مگر یکے بعد دیگرے اس کے لئے میں معافی کا خواستگار ہوں۔ زمانہ کی قحط سالی و مالی تنگی بہت حارج مقصد ہو رہی ہے تاخیر ہونے سے اندیشہ صرف اسی بات کا ہے کہ حیات موت کا ٹھکانہ نہیں دنیا کی بے ثباتی و ناپائیداری کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ایسا نہیں کہ میرے دل کا ارمان دل ہی میں رہ جائے مگر پاک پروردگار پر تو کامل بھروسہ و اعتقاد ہے کہ اس کار خیر میں میرا پورا مددگار رہے گا۔ دوسری جلدوں میں یہ دکھلانے کی سعی بلیغ کروں گا کہ مذہب اسلام میں مستورات کے حقوق کی نگہداشت کس طرح کی گئی ہے اور جمہوریت و مساوات و سالمیت کی بھی

[illegible] تعلیم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] پاک پروردگار [illegible]

کو اس قدر لیاقت کہاں [illegible]

کو دنیا کے سامنے پیش کر سکتا [illegible]

[illegible] مشکلات [illegible]

[illegible] کو پہنچایا ہے ورنہ میری کیا طاقت تھی کہ زبان و قلم متحرک ہوتا اور میں یہ تحفہ ناظرین کی خدمت میں پیش کر سکوں۔

حضور [illegible] کائنات و مصلح اعظم سے بھی میری دست بستہ التماس ہے کہ [illegible] عقیدت کے پھول کو جو میں حضور کے آستانہ عزت پر چڑھا رہا ہوں اس کو قبول فرما کر میری خطاؤں سے چشم پوشی فرمائیں اور بارگاہ ایزدی میں میری معصیت کی شفاعت فرمائیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

[illegible] احمد　　دلم ہر وقت قربان محمدؐ

[illegible]　　کہ دیدم حسن پنہان محمدؐ

[illegible] از رحمان قدر　　کہ دارد جاں بہ بستان محمدؐ

[illegible] از عشق　　فدایت جانم اے جان محمدؐ

انعامی معمّہ

مندرجہ ذیل معمّہ کی آخری تاریخ ۱۵ فروری ہے۔

انعام ۲۰ فروری کو روانہ کر دیا جائیگا۔ انعام میں دو چیزیں رکھی گئی ہیں۔ عمدہ فاونٹن پن یا دو شیشی [illegible] حل کنندگان انعام کی تخصیص کر کے بھیجیں۔ ایک سے زائد حل آنے پر انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائیگا۔ حل کے ہمراہ ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجنا ضروری ہے۔ **حل طلب معمّہ:**- ہندوستان کے بہترین ماہانہ رسالہ کا نو حرفی نام ہے جس کے حروف علی الترتیب ملانے سے اشارات کے موافق الفاظ بنتے ہیں:

(۱) پانچواں چھٹا پہلا حرف ملانے سے ایک اسلامی نام بنتا ہے۔

(۲) ساتواں تیسرا پانچواں حرف ملانے سے پیسہ کا معنی دیتا ہے۔

(۳) دوسرا نواں چوتھا چھٹا پہلا حرف ملانے سے ایک جگہ کا نام بنتا ہے۔

(۴) ساتواں چوتھا آٹھواں پہلا حرف ملانے سے ایک دربھنگی پیر کا نام بنتا ہے۔

حل بھیجنے کا پتہ ایم ہادی حسن سالم نکر پوری جامعہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ (بہار)

(LAHERIA SARAI)

زندگی کے دو رخ

از ام-ان-صحرائی-

دنیا کی یہ چلتی پھرتی تصویریں نقش برآب ہیں۔ اس مسئلہ پر دماغ سوزی کرنے والوں نے متفق ہو کر یہ رائے قائم کی ہے کہ دنیا نشیب و فراز کی مخزن ہے جس کو چاہے عروج دے جس کو چاہے پستی عزت، دولت، ذلت، غربت یہ سب اسی کی لونڈیاں ہیں۔ جو جیسا کام کرتا ہے وہ ویسا ہی پھل پاتا ہے۔ ایک انسان آج مصیبت و آلام میں ہے تو بہت ممکن ہے کہ کل وہ چین و سکھ کی پرسکون فضا سے لطف اندوز ہو۔"

بس رہنے دو ملا کی سی باتیں میرے پاس بھی دماغ ہے عقل ہے۔ مجھے اچھی طرح اختیار ہے کہ برے بھلے پر غور کروں اور اپنی اس آزادی سے مستفید ہو کر سوسائٹی میں سرخ رو ہوں۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے اور یہی میرا آخری فیصلہ ہے کہ خودکشی کو ذریعہ نجات بناؤں۔

"خودکشی" یہ کیا بول رہے ہو شنکر

ہاں! ہاں! خودکشی میں جانتا ہوں کہ موت کے سوا کوئی سہل ذریعہ اس پاپی دنیا سے نجات کا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ موت اپنی آغوش میں مجھے سکھ کی نیند سلائے گی ــــــــــ گنگا اور جمنا کا سنگم بدل سکتا ہے۔ نظام فطرت میں تغیر ہو سکتا ہے لیکن مجھے مرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ بس مجھے مرنے دو۔ تم نہیں جانتے نوروز میں پاپی ہوں، خونی ہوں میں نے اب اگنا کیا ہے کہ اسکی تلافی ناممکن ہے اس لئے چاہتا ہوں کہ اپنے کلنک کے ٹیکے کو اپنے ہی ہاتھوں مٹا دوں۔ نوروز! میرے ارادے میں روڑا مت اٹکاؤ۔ جانے دو اس قصہ کو زمانہ کو موقع دو کہ وہ میری موت اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

دیکھو شنکر سب کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے۔ اگر تمہاری موت تمہارے کلنک کے ٹیکے کو مٹا دے۔ تو تم خودکشی کر سکتے ہو۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ تمہارے خاندان پر بدنامی کا ٹیکہ لگ جائے اسلئے اپنے خاندان کو انگشت نمائی سے بچاؤ۔ تمہاری موت کتنی بیاؤں کیلئے سامان مصیبت و آلام مہیا کرے گی۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے [illegible] والدین کا سہارا کرنے والا تو [illegible] ہے۔ پھر تمہارے پیچھے ان کی نگہداشت کون کریگا۔

پھر ان کی نگہداشت
ان کی "مان" کرتے ہیں۔

نہیں شنکر میں اس راز سے آگاہ ہو چکا ہوں۔ شاید بارہ بجے رات کا وقت تھا اس وقت میں جاگ رہا تھا مرنے والی کی

[illegible] اعتراف [illegible]
[illegible] باتیں کر رہے ہو کیا مجھ [illegible]

واقف [illegible]

[illegible] خیال ہو [illegible]
[illegible] اس کے [illegible]
[illegible] نہیں ہے [illegible]
[illegible] گئے [illegible]
[illegible] آرام [illegible]
[illegible]
قدرت کے [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible] دونوں کے [illegible]

[illegible]

[illegible] یاد رکھنے کے قابل [illegible]
[illegible] زندگی اور صرف چند لمحہ کی زندگی [illegible]
مجھے [illegible] وقت بھی سکون لینے دو [illegible] گنہگار
ہوں مجھے معاف کر دے [illegible]

[illegible] ایک شام بھی [illegible] اور [illegible]
سرما کی سرد ترین شام جب خلاف معمول بارش بھی ہو رہی تھی۔
اسی وقت میں اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ [illegible] کا مارا تمہارے

دروازہ تک پہنچا کسی امداد کی غرض سے نہیں بلکہ رات بھر قیام کرنے کا سوال تھا۔ تم نے مجھے شک کی نگاہ سے دیکھا اور سادہ جواب دیکر مجھ کو نکال دیا۔ [illegible] اس وقت میں کہاں جاسکتا تھا۔ میں نے پھر درخواست کی مگر تم نے میرے بستر کے دولت کے نشہ میں بھگوا دیا۔ میں نے پھر آرزو کی جس کے جواب میں دھکا دیکر نکلوا دیا گیا۔

بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج اور اس پر بارش کی زیادتی نے مجھے مجبور کیا کہ تمہارے سائبان کے کونے میں سو رہوں۔ لیکن وہاں بھی چین نہ ملا۔ میری گرفتاری کی کوشش کی گئی۔ میں چور، بدمعاش آوارہ سمجھا گیا۔ لوگوں نے پیچھا کیا۔ میرا بھائی بندوق [illegible] ہو کر گرفتار ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا کیا حشر ہوا آپ کو معلوم ہوگا۔ اسے موت کے گھاٹ اتار کر ہمیشہ کیلئے سلا دیا گیا۔ معمولی سے قصور کی ایسی سخت سزا لیکن میں کر ہی کیا سکتا تھا۔ رو دھو کر چپ ہوگیا۔ ہاں میری والدہ کو اس کا سخت صدمہ ہوا۔ اور وہ اسی غم میں گھل گھل کر ختم ہوگئیں۔ تمہیں شائد یاد ہوگا کہ میرے بوڑھے باپ نے تمہاری ہی موٹر میں دب کر جان دی تھی لیکن زمانہ نے پلٹا کھایا کسی طرح میں خفیہ پولس میں بحال ہوگیا۔ اور اب میں اس کے ایک شعبہ کا انچارج ہوں۔ تمہاری بیوی کی اچانک موت گورنمنٹ میں مشکوک سمجھی گئی۔ چونکہ تم بہت سخت دل، غصہ ور، خونخوار اور ظالم سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے گورنمنٹ نے چاہا کہ تمہاری بیوی کی موت کی حقیقت تک پہنچے۔ عجیب اتفاق کہ میں ہی اس اہم کام کیلئے منتخب کیا گیا معلوم ہوا کہ آپ کہیں روپوش تھے۔ لیکن اس سے چھٹکارہ ناممکن ہے۔ قانون نے

[illegible] میں تمہاری تلاش میں نکلا۔ عجیب اتفاق کہ تم نے خود مجھ سے ملاقات کی مجھے اپنا دوست بنا کر ہمراز بنایا

تخیلاتِ ظاہر

از جناب حافظ حکیم عبدالظاہر صاحب رحیم آبادی مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

میری دنیا کو بھی قرار نہیں ‖ جب سے تم میرے غمگسار نہیں
ہوں سزاوار تو کرم کیا ہے ‖ جرم میرا تو بے شمار نہیں
مشق تیرِ ستم ہو پھر اک بار ‖ ناوکِ ناز دل کے پار نہیں
اے فلک دیکھ بے کسی میری ‖ اک دیا بھی سرِ مزار نہیں
دور رہتے ہیں ہم کدورت سے ‖ طبع آزاد پر غبار نہیں
اپنے مطلب کے آشنا ہیں سب ‖ دھر میں اب تو کوئی یار نہیں

یاد کس کی تمہیں ستاتی ہے
آج ظاہر تمہیں قرار نہیں

خلفاء راشدین

از جناب عبدالرحمن صاحب [illegible] متعلم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ [illegible]

[illegible] اس دار فانی سے دار البقاء کو
تشریف لے گئے چونکہ آپ نے اپنی زندگی میں کسی کو اپنا نائب
مقرر نہیں کیا۔ اس لئے آپ کی وفات کی خبر ہوتے ہی عام مسلمانوں
میں کشمکش پیدا ہو گئی۔ مسئلہ خلافت [illegible] انصاریوں
کا دعویٰ تھا کہ ہم نے [illegible] وصیت [illegible] اسلام
محفوظ [illegible] تبلیغ ہوئی۔
(۲) لئے اگر خلافت [illegible] ادھر
مہاجرین کا بیان [illegible] قریش [illegible] لئے خلافت کے
زیادہ حقدار ہیں۔ بعضوں کا [illegible] قریش کے
سوا امارت کا کوئی مستحق نہیں تھا۔ ان اختلافات سے قوم
میں [illegible] پھیلنے کا احتمال تھا اس لئے جلیل القدر صحابہ
نے آپ کی تجہیز و تکفین سے پہلے سقیفہ بنو ساعدہ میں مجلس شوریٰ
قائم کی [illegible] مشورہ کرنے کے بعد سب نے باتفاق حضرت
ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی چنانچہ آپ نے زمام خلافت
ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا وہ بانیٔ شر و فساد سعد بن
عبادہ کے قتل کا حکم تھا۔ اس کے بعد داعیان نبوت، مانعین زکوٰۃ
اور مرتدین اسلام کو سزائیں دینے کی غرض سے خالد بن ولید۔
شرجیل بن حسنہ، مہاجر بن ابی امیہ وغیرہم کی قیادت میں ایک
جرار لشکر یمامہ کی جانب بھیجا۔ جس میں فتح و ظفر کا جھنڈا مسلمانوں
کے ساتھ رہا۔ اسی جنگ میں مسیلمہ [illegible] جہنم رسید
کیا گیا۔

دوسری جنگ ۱۲ھ میں حضرت خالد بن ولید کی
قیادت میں ہوئی۔ اس جنگ میں [illegible] علی الفرات
[illegible] دومۃ الجندل وغیرہ مقامات فتح ہوئے۔

تیسری جنگ ۱۳ھ میں ہوئی۔ جس میں عمرو بن عاص
کو فلسطین، یزید بن ابی سفیان کو دمشق، ابو عبیدہ کو حمص۔
شرحبیل [illegible] اردن کی جانب روانہ کیا۔ اس جنگ میں [illegible]
تدمر [illegible] الغوطہ وغیرہ مقامات اسلام کے زیر علم آ گئے۔

آپ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک نہایت حسن و خوبی
کے ساتھ امور خلافت انجام دیتے رہے۔ اور کل دو برس ساڑھے
تین ماہ۔ سریر آرائے خلافت رہے۔ ۶۳ برس کی عمر میں ۲۲
جمادی الثانی ۱۳ھ کو اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے جنکا
مفصل ذکر گزشتہ اشاعت میں کیا جا چکا ہے۔

حضرت فاروق کے بعد تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کے انتخاب کی یہ صورت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت فاروق نے اپنی وفات سے قبل یہ فرما دیا تھا کہ میں خلیفہ کے انتخاب کا حق حضرت علی، عثمان، زبیر، سعد، عبدالرحمن، طلحہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور ان تمام حضرات نے متفقہ طور پر حضرت عثمان کو اپنا خلیفہ منتخب کیا۔ آپ کے عہد خلافت میں بھی متعدد جنگیں ہوئیں۔ اور اکثر ممالک فتح ہوئے جن میں سلطنت سیواس، تفلیس، شکور، سروان، اندلس، اسکندریہ، اسفرائن وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اور جس وقت فارس کی پوری سلطنت اسلام کے زیر علم ہوئی اس وقت فارس کا بادشاہ یزدجرد تھا۔ چنانچہ اس کی ہلاکت کے ساتھ ہی سلطنت فارس بھی ختم ہو گئی۔ آپ کی خلافت کا بیشتر حصہ نہایت پرشکوہ اور پرامن گزرا۔ لیکن آخر میں بعض ایسے حادثات پیش آئے۔ جو یقیناً افسوسناک ہیں۔ مشہور ہے کہ آپ نے اکثر عمال کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے قرابت مندوں کو رکھا۔ اس طرح لوگوں میں بدظنی پھیل گئی۔ عبداللہ ابن سبا کے مشورے سے ان پر حملہ کیا گیا۔ اس حیرت انگیز حملے سے حضرت عثمان بہت گھبرائے۔ چنانچہ انہوں نے اس فتنہ کو دبانے کے [illegible] کے لئے حضرت مغیرہ بن شعبہ [illegible] بھیجا ان دونوں نے مفسدین کو تسکین دی [illegible] ایک نہ سنی وہ اس بات پر تلے رہے کہ مصر کا عامل عبداللہ بن ابی سرح کی بجائے سعد بن [illegible] مقرر کیا جائے۔ چنانچہ خلیفہ نے چھٹکارا نہ دیکھا تو [illegible] وہ اپنے وطن کو لوٹے تو راستے میں ایک شخص تیزی سے جاتا ہوا دکھائی دیا۔ معلوم ہوا کہ اس کے پاس حضرت عثمان کا ایک خط ہے جس میں [illegible] عبداللہ بن ابی سرح کو لکھا ہے کہ سعد بن ابی [illegible] اس خط نے مصریوں کے دلوں میں آگ لگا دی [illegible] اور وہ حضرت عثمان کے خون کے پیاسے ہو گئے [illegible] واپس آ کر تلاوت قرآن کی حالت میں انہیں شہید کر ڈالا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اقوال زریں

مرتبہ جناب عبدالسلام صاحب [illegible] دربھنگوی

(۱) بعض مر گئے اور زندہ ہیں اور بعض زندہ ہیں اور مردہ۔

(۲) شباب کی آنکھوں میں کوئی بدصورت نہیں۔

(۳) جوانی کی بے اعتدالیاں بار قرض ہیں جنہیں پیری معہ سود ادا کرتی ہے۔

(۴) دولت کی کم ظرفی اسی سے ظاہر ہے کہ جب تک اسے جدا نہ کیا جائے راحت ممکن نہیں۔

تکمیل خواب

از جناب مولوی محمد ... حسین صاحب ... متعلم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

یہ وہی من گھڑت افسانہ نہیں ... ہے۔ رب هب لي من الصالحين ○ فبشرناه بغلام حليم ○ فلما بلغ معه السعي قال يا بني إني أرى في المنام أني أذبحك فانظر ماذا ترى قال يا أبت افعل ما تؤمر ستجدني إن شاء الله من الصابرين ○ فلما أسلما وتله للجبين ○ وناديناه أن يا إبراهيم ○ قد صدقت الرؤيا إنا كذلك نجزي المحسنين ○ إن هذا لهو البلاء المبين ○ وفديناه بذبح عظيم ○ وتركنا عليه في الآخرين ○ سلام على إبراهيم ○ كذلك نجزي المحسنين ○ إنه من عبادنا المؤمنين ○ (پ۲۳)

درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا پر فرمانبرداری کی ایک ایسی مثال قائم کی ہے جس کی نظیر مل نہیں سکتی وہ کتنا پردرد اور المناک منظر ہوگا جس وقت ایک بوڑھے باپ نے اپنے لخت جگر نور نظر پر چھرا چلانے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہوگا۔

معصوم تیغ وہ ... ہو
ادھر تلوار کھینچی ہو ادھر گردن جھکائی ہو

(نامہ نگار)

آج ابراہیمؑ گھبرائے ہوئے ہیں اور دل ہی دل میں ... کہہ رہے ہیں کیونکہ بڑی دعاؤں اور منتوں کے بعد عالم پیری میں انہیں ایک بیٹا نصیب ہوا ہے۔ مگر خواب میں دیکھا ہے کہ وہ انہیں ذبح کر رہے ہیں۔

کیا کوئی باپ بڑی تمناؤں کے بعد لخت جگر کو ذبح کر سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں! یہ حکم خدا کا ہو سکتا ہے؟ جو ممکن یا یقیناً شیطان کی یہ کرتوت ہوگی!!!

ابراہیمؑ اللہ کے پیارے رسول تھے جب ان کی عمر ۸۰ سال سے تجاوز کر گئی اور کوئی اولاد نہ ہوئی تو خدا کی حضور میں گڑگڑا کر دعا مانگنے لگے ——— بھلا ان کی دعا اور قبول نہ ہو؟؟

اللہ نے ان کی سن لی اور اسماعیلؑ جیسا مطیع فرمانبردار ... بیٹا عطا کیا۔

ایک دن ابراہیمؑ اپنے چہیتے بیٹے اسمٰعیل کو گود میں

لئے پیار کر رہے تھے۔ کبھی ان کو لٹاتے، کبھی بٹھاتے، کبھی پیشانی کا بوسہ لیتے اور کبھی سینے سے چمٹاتے اور پھر محبت بھری آنکھوں سے دیکھنے لگتے۔ یہ ادا فرشتوں کو ایسی آن بھائی، ان کی جماعت میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور ہر شخص ان کی طرف حاسدانہ نظر ڈالنے لگا۔ حتیٰ کہ ایک فرشتہ چپکے سے عرش کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ "دیکھئے نا آپ کا ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو کس طرح پیار کر رہا ہے؟" "یہ تو ٹھیک، تمہیں کیا معلوم؟ بیٹے سے زیادہ اسے میں محبوب ہوں!" غیب سے آواز آئی۔ "کیسے یقین کیا جائے؟" فرشتہ نے گڑگڑاتے ہوئے دھیمی آواز میں آخر کہہ ہی دیا۔ "اچھا تو میں تمہیں یقین کرا دیتا ہوں!" جواب میں عرش سے آواز آئی۔ فرشتہ ادب سے پیچھے ہٹا اور بے چینی سے وقت کا انتظار کرنے لگا۔

آج ہی آزمائش کا دن تھا۔ ابراہیمؑ کے چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ رنگ فق تھا، کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔ انھوں نے اس کو خواب پریشان سمجھ کر ذہن سے بھلا دیا۔ مگر دوسری صبح کو پھر چہرہ مضمحل اور پریشان تھا اس لئے کہ انھوں نے وہی دل ہلا دینے والا منظر دوبارہ دیکھا تھا۔ خون پدری جوش مارنے لگا لیکن شیطانی وسوسہ سمجھ کر ایک گونہ اطمینان ہوا۔ پھر انھوں نے دیکھا کہ دل ہل رہا ہے بدن میں کپکپی ہے، جسم کا خون خشک ہو گیا ہے اور چہرہ پر مایوس کن اداسی چھائی ہے۔

تیسری صبح کو دل بے قابو ہو گیا اور رہی سہی قوت بھی جاتی رہی کیونکہ وہی منظر ان کی آنکھوں میں دوبارہ پھر رہا تھا۔ دل نے پکار کر کہا "ابراہیم! ابراہیم! شیطانی وسوسہ مسلسل تین دن تک ہو نہیں سکتا۔ یقیناً یہ حکم خداوندی ہے۔" پائے ثبات لغزش میں تھا۔ ایک طرف بیٹے کی محبت تھی [illegible] طرف حکم خداوندی کا خیال تھا۔ [illegible] تھے۔ دیر تک دریائے فکر میں غوطہ زن رہے۔ [illegible] "بیٹا دینے والا ہی حکم کر رہا ہے تو اس میں پس و پیش کیا؟ جاؤ اس کام سے جلد نپٹ لیں کہیں تعمیل حکم میں دیر نہ ہو جائے!"

وہ سوچ رہے تھے "کیا بیٹا کو کہہ دوں کہ میں تمہیں ذبح کرنا چاہتا ہوں؟ کیا وہ اسے قبول کر لے گا؟ کیا میں اسے ذبح کر سکوں گا؟" "کچھ بھی ہو!" وہ بول اٹھے "حکم خداوندی ہے تو پورا ضرور پورا کروں گا!"

وہ اٹھے ایک ہاتھ میں رسی اور چھرا لیا اور دوسرے ہاتھ سے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر یہ کہتے ہوئے باہر نکلے "چلو بیٹا جنگل سے لکڑیاں کاٹ لائیں!" "بہت خوب ابا جان!" بیٹے نے محبت بھری آواز میں جواب دیا اور ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دیر تک ابراہیمؑ لمبے لمبے قدم اٹھاتے رہے۔ مگر آخر پاؤں نے جواب دیا۔ جسم میں بھی کپکپی سی پیدا ہونے لگی اور وہ اسمٰعیلؑ کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گئے۔

شیطان دوڑا ہوا اسمٰعیلؑ کی ماں کے پاس پہنچا اور کہنے لگا "کچھ خبر ہے؟" یہ سنتے ہی ہاجرہ حواس باختہ ہو کر پوچھنے لگیں "کیا ہوا؟ خدا کے لئے جلدی بتاؤ" "ہونا کیا ہے، جانتی ہو اسمٰعیل کو ابراہیمؑ کہاں لے گئے ہیں؟" "ہاں ہاں! وہ اسے جنگل سے لکڑیاں لانے لے گئے ہیں۔"

ماجرہ نے [illegible] ان کی [illegible]
لانے کے سبب [illegible] شیطان [illegible]
ہوئے کہا "تم جھوٹ بولتے ہو [illegible] بیٹے کو [illegible]
ذبح [illegible] ہے؟ اور وہ بھی [illegible] اور [illegible]
سے ملا ہے" ہاجرہ نے [illegible] جھوٹ [illegible]
آخر جھوٹ بولنے کی وجہ تو [illegible] آپ [illegible]
انہیں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے وہ [illegible]
لیکر دور جنگل کی طرف چلے گئے ہیں!" شیطان نے [illegible]
فریب [illegible] پر کہا۔ "اگر خدا کا یہی حکم ہے تو اس [illegible]
ہی کیا ہے؟" ہاجرہ نے بہت ہی [illegible] سے [illegible] دیا۔ — شیطان اپنا سا منہ لیکر الٹے پاؤں بھاگا [illegible]
میں جب اس نے دیکھا کہ یہاں دال نہیں گلی تو سیدھے جنگل کی راہ لی، جدھر ابراہیم اسماعیل کو لئے جا رہے تھے قریب پہنچکر
اشارہ سے کہنے لگا "خبر بھی ہے تمہیں یہ کہاں لئے جا رہے ہیں؟
[illegible] باندھ کر [illegible] سے ذبح کرینگے!" لیکن اسکا
وہاں بھی جادو نہ چلا۔ وہاں سے بھی ذلت و رسوائی کے ساتھ
[illegible] فرار اختیار کرنا پڑا۔

———

باپ بیٹا دونوں [illegible]

[illegible] پہنچکر ادھر ادھر دیکھنے لگے اور پھر رک کے [illegible]
[illegible] ان سے کہا "بیٹا!" بیٹے نے پوری توجہ [illegible]
"ابا جان [illegible]" باپ کی زبان رک گئی اور وہ کانپ کر رہ گئے
باپ نے پھر [illegible] کیا بڑھتے ہوئے جذبات [illegible]
بڑی کاوشوں سے [illegible] "میں نے خواب

"[illegible]
[illegible] آگے نہ بڑھ سکے
[illegible] باپ پھر تیسری بار
[illegible] کی کوشش [illegible] اب کی بار وہ کامیاب
تھے انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور [illegible] میں نے خواب
[illegible] کہ [illegible] تم [illegible] کے گوشت سے حلق
[illegible] ہوئے [illegible] بیٹا تم کیا کہتے ہو؟"
[illegible] پہ [illegible] اور دیر تک سوچتا رہا پھر
[illegible] اور نہایت صبر و سکون اور متانت کے ساتھ
بول کر [illegible] حاضر ہوں ابا جان! آپ اپنا فرض ادا کیجئے میں
صبر کروں گا!!"

باپ اس جواب کو سنکر [illegible] میں پڑ گیا لیکن
بیٹے کا اس [illegible] اطاعت اور فرمانبرداری بھرا جواب سنکر
اس کے چہرہ پر مسرت کی لہر یا دوڑنے لگیں بیٹے کے منہ سے یہ
غیر متوقع جواب سنکر وہ دوڑ پڑا اور اسے گود میں لیکر پیار کرنے
لگا تھوڑی دیر بعد جب ہوش میں آیا اور بیٹے کو [illegible]
[illegible] چڑھانے کیلئے کمرے چھرا نکالنے لگا تو بیٹا کہنے لگا۔
"[illegible] چھرے کو ذرا تیز کر لیجئے تاکہ ایک
[illegible] میرا کام تمام ہو جائے
[illegible] ہاتھ باندھ دیجئے تاکہ تڑپ نہ سکوں ورنہ
آپ کے کپڑے خون آلود ہو جائیں گے اور اماں
[illegible] آپ کو [illegible] نگاہوں سے دیکھیں گی
[illegible] آنکھوں میں پٹی باندھ لیجئے! شاید جوش [illegible] پدری

جوش میں آکر آپ کو فرض کی انجام دہی اور تکمیل خواب سے روکے!

اور مجھے اور زیادہ مضبوط باندھ دیجئے تاکہ میں آپ کو دیکھ نہ سکوں!"

باپ بیٹے کے ان آخری کلمات کو امنڈتے ہوئے آنسوؤں اور منہ کو آتے ہوئے کلیجے سے سنکر اس پر عامل ہو گیا۔ جگر کا ٹکڑا سیتے ہوئے ہاتھ سے چھری نکال کر جونہی اس کی نازک گردن پر رکھنا چاہتا تھا کہ پہاڑ کے عقب سے ایک پرجلال آواز آئی۔

"ٹھہرو! ٹھہرو! ابراہیم ذرا ٹھہرو!!! چھری نہ چلاؤ! تمہارا امتحان لیا جا رہا تھا تم امتحان میں پورے اترے۔ تمہاری قربانی بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی نہ صرف قبول! بلکہ جبتک دنیا قائم رہے گی اس بے لوث قربانی کی سالگرہ بھی منائی جاتی رہیگی۔"

یہ سنتے ہی ابراہیمؑ کا ہاتھ رک جاتا ہے ہاتھ میں لرزش پیدا ہوتی ہے اور چھری گر جاتی ہے۔ وہ جلدی سے پٹیاں کھول دیتے ہیں اور آنکھیں ملتے ہوئے آواز کی طرف نگاہ کرتے ہیں۔ تو حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی ہے کیونکہ اسمٰعیلؑ ایک طرف کھڑے مسکرا رہے ہیں اور دوسری طرف جبریلؑ ایک جنتی مینڈھا کے ساتھ کھڑے کہہ رہے ہیں۔

"لیجئے اسمٰعیل کے بدلے اسے ذبح کیجئے!" ابراہیمؑ فرط مسرت میں اپنے لال سے لپٹ جاتے ہیں۔!

"تم نے دیکھا اس امتحان میں ابراہیم کا میاب ؟" خدا فرشتوں کو بلا کر فرمانے لگا۔ فرشتوں نے خجالت سے سر نیچا کر لیا۔ اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو مبارکباد دیتے ہوئے ادب سے رخصت ہوئے!!!

پیام جذبات

از جناب انوار الحق صاحب متعلم مسلم ہائی اسکول دربھنگہ۔

مسلم ہائی اسکول دربھنگہ کے ایک ہونہار اسٹوڈنٹ جناب انوار الحق صاحب کا جذبات سے بھرا ہوا وہ خط جو انہوں نے نظم کی شکل میں مولانا آسی کو تحریر کیا ہے "اڈیٹر"

آسیا! درد یست در دل تو مرا دیوانہ ساز　　بادۂ رنگیں بچشم خود بدہ مستانہ ساز
قلب من محروم گشت، از لذت آں سوز ساز　　در دلم کن شمع روشن، و مرا پروانہ ساز
شیشۂ دل شد مکدر از غبار دو جہاں　　باد طوفانی بیار و صاف کن آئینہ ساز
تشنہ لب ہستم بدہ یک قطرہ از بحر علوم　　جان و دل قربان بر تو، چشم خود پیمانہ ساز
بر درت استادہ است انوار اے عبد علیم　　یک نظر انداز بر من، و ز ہمہ بیگانہ ساز

مولانا محمد علی مرحوم

[illegible] ۱۹۳۱ء [illegible] کے علاوہ [illegible] اسٹوڈنٹس کی تعداد نمایاں تھی [illegible] مولانا محمد علی مرحوم [illegible] جلسہ منعقد کیا متعدد مقررین نے [illegible] زندگی کے [illegible] روشنی ڈالی [illegible] کے [illegible] علم مولوی محمد [illegible]

[illegible]

یہ [illegible]

محترم و معزز [illegible] منتظم تعلیم دار الحدیث [illegible] کا [illegible] نے وقت کی [illegible] درخواست قبول فرمائی [illegible] اس اجتماع کو تشریف لا کر [illegible] رونق بخشا۔ اس وقت جو کچھ بھی میں بیان کروں گا [illegible] ہی کے الفاظ ہوں گے جو لوحِ قرطاس پر قلمبند کر لئے گئے [illegible]

مو تصنیف را مصنف نیکو کند بیان [illegible]

[illegible] اس کا مصنف بیان کر سکتا ہے۔ دوسرے [illegible] کے لئے ناممکن ہے لیکن میں اپنی بے بضاعتی اور [illegible] کے باوجود اس اہم خدمت کے لئے کھڑا ہو گیا ہوں۔ دعا کیجئے کہ اپنے مقصد [illegible] ہوں۔

حضرات! [illegible] مقصد کو پیش نظر رکھکر آپ [illegible] کاروبار [illegible] ہوئے ہیں [illegible] الاحرار مولانا محمد علی مرحوم کی [illegible] تازہ کریں اور ان کی مقدس اور پاک روح [illegible] چڑھائیں۔ اس لئے کہ وہ آزادی کے علمبردار [illegible] بیداری کے دلدادہ تھے۔ غلامی تو [illegible] ہونے کو [illegible] دلوں سے اتار کر قصر حریت [illegible] چاہتے تھے۔ اس لئے کہ اس راہ [illegible] جھیلیں [illegible] برداشت کیں۔ بیڑیاں [illegible] قید خانہ کی تیرہ و تاریک کوٹھریوں میں زندگی کے اکثر [illegible] بالآخر قوم پر فدا اور نثار ہو گئے۔ مگر قوم کے دلوں میں [illegible] آزادی کی نہ بجھنے والی شمع ہمیشہ کے لئے روشن کر گئے۔

حضرات! آپ میں سے کم لوگ مرحوم کی صحیح حالات زندگی سے واقف ہیں۔ ان کے بچپنے، ان کی جوانی، ان کی پیری

اور ان کی موت سے آگاہ ہیں۔ ان کے اخلاق، ان کی عادات، اُن کی حب الوطنی اور ان کے ایثار سے مطلع ہیں۔ ان کے مذہبی جوش، ان کے قومی جنون، ان کے اقدام، ان کی جراءت اور ان کی شجاعت سے باخبر ہیں لہذا سنیں اور ہمہ تن گوش ہو کر سنیں۔

محمد علی وہ اینٹ تھا جو قصر حریت کی چوٹی پر نہیں اس کی بنیادوں میں لگائی جاتی ہے۔ محمد علی وہ آبدار موتی تھا جو ہار آزادی کے وسط میں نہیں، اس کے سرے پر لگایا جاتا ہے۔ محمد علی، باغ آزادی کا وہ پھول تھا، جو گلے میں نہیں، پیشانی پر ٹکایا جاتا ہے۔ محمد علی کشتی آزادی کا وہ ناخدا تھا جو باد مخالف میں بھی نہیں ڈگمگاتی ہے۔ اور ہاں محمد علی، آسمان حریت کا وہ تارہ تھا جو گھٹا ٹوپ تاریکی میں بھی جگمگاتا رہتا ہے۔

آج قوم کا شیرازہ کیوں بکھرا ہوا ہے؟ ہم میں باہم کیوں اختلاف ہے؟ پھوٹ کی ہوائیں کیوں چل رہی ہیں؟ افتراق کی گھٹائیں کیوں چھائی ہیں؟ تشتت وانتشار کی بوندیں کیوں پڑ رہی ہیں؟ قومی اسٹیجوں پر اُداسیاں کیوں چھائی ہیں؟ حرکت کی جگہ جمود کیوں ہے؟ اور جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھانے سے بھی قوم بیدار کیوں نہیں ہوتی ہے؟ اس لئے کہ آج ہم میں مرحوم محمد علی نہیں ہے۔ وہ محمد علی جس کے ہاتھوں میں ہماری قومی زمام تھی۔ وہ محمد علی جو غلامی کی زنجیروں کو توڑ پھینکنے کے لئے ایڑی سے چوٹی کا زور صرف کر رہا تھا۔ وہ محمد علی جو ہمارے سروں پر تاج حریت رکھنے کیلئے نت نئی تدبیریں سوچتا رہتا تھا۔ وہ محمد علی جو بھارت میں پریم کی گنگا بہاتا تھا۔ وہ محمد علی جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کا سرور تھا۔ اور ہاں وہ محمد علی جس کو دیکھنے کے لئے ہماری آنکھیں بے چین ہیں مگر ہم نے اُسے کھو دیا اور ہمیشہ کے لئے کھو دیا ہے!

رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم، ریاست رامپور کے ایک اعلیٰ خاندان کے چراغ تھے۔ مرحوم کے سر سے بچپن ہی میں سایہ پدری اٹھ گیا تھا۔ مگر باپ کی عدم موجودگی، راہ ترقی میں حارج ہو نہ سکی۔ ماں کو اللہ نے ہمت دی اور وہ، ماں اور باپ دونوں کی خدمتیں حسن وخوبی کے ساتھ انجام دینے لگیں۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ ولایت تشریف لے گئے۔ جہاں پہنچکر تکمیل علوم میں لگ گئے۔ دل میں پڑھنے کا شوق بہت تھا مگر مالی حالت نے مساعدت نہ کی۔ مجبوراً ہندوستان لوٹ آئے جہاں سرکاری ملازمتوں کے علاوہ متعدد ریاستوں کی جانب سے آپ کو اعلیٰ مناصب تفویض کئے گئے مگر سب کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر قومی خدمت پسند کی چنانچہ انگریزی زبان میں ایک اخبار نکالا۔ جو "کامریڈ" کے نام سے موسوم تھا۔

مولانا کی ابتدائی شہرت کا باعث درحقیقت "کامریڈ" ہے۔ کامریڈ کی تحریر اتنی پختہ، بلیغ اور [illegible] ڈوبی تھی کہ انگریزوں کے دلوں پر بھی اس کا سکہ جم گیا۔ اور انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ ہندوستان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ہر حیثیت سے قابل احترام ہیں۔ چنانچہ کامریڈ کے اکثر مضامین کے اقتباسات انگلستان، فرانس، اور دیگر

شعلہ بیانی و شعلہ فشانی [illegible]

[illegible] ادا [illegible]

"اگر میں انگریزی [illegible] تو [illegible]

ہندوستان میں [illegible] مولانا

کی قیود اور آزادی [illegible] ان کو [illegible]

قسم کی آلودگیوں سے [illegible] رکھا۔

دوسرا اخبار "ہمدرد" بھی [illegible] آپ کی شہرت

کا کم باعث نہیں ہوا "ہمدرد" اردو زبان میں تھا اور ہندوستان

کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کیلئے "الارم" کا کام دیتا تھا۔ "ہمدرد"

کی کامیاب تحریر کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ "مدینہ" لکھنؤ

کے سابق ایڈیٹر سید جالب مرحوم جو ہندوستان کے چوٹی کے

اڈیٹروں میں شمار کیا جاتا تھا "ہمدرد" کے مضامین کو ہمیشہ زیر

مطالعہ رکھتا اور اس کے اڈیٹر کے سامنے اس طرح مؤدب بیٹھتا

جس طرح کوئی شاگرد رشید اپنے استاد کے سامنے بیٹھتا ہے۔

مولانا مرحوم انگریزی کے علاوہ اردو زبان کے بھی

ادیب تھے اور شعر و سخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے اور اکثر بہترین

اشعار کہتے۔ آپ کا تخلص "جوہر" ہے۔ اکثر دوران تقریر میں اشعار

پڑھتے۔ اور جب کسی رفیق کا کوئی تذکرہ چھڑتا اور وہ قید فرنگ

میں ہوتا تو ذیل کا شعر پڑھتے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی وہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

آج ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں "مسلم لیگ زندہ باد"

کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ مگر بہتوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کا

بانی کون تھا؟ یہ مرحوم کی ذات تھی جس نے مسلمانوں کو ۱۹۰۶ء

میں مسلم لیگ کے نام سے [illegible] دیا اور اس کے پلیٹ فارم

سے متحدہ سیاسی آواز بلند کی۔

حکومت ہند آپ کی زندہ سیاست کو بہت بھیانک

نگاہ سے دیکھ رہی تھی چنانچہ یورپ میں جب بڑی عالمگیر

جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے اور اس کی خطرناک لپٹ ہندوستان

کی فضا کو مکدر کرنے لگی، حکومت کو آپ کی آزاد زندگی سے خطرہ

محسوس ہونے لگا۔ اس لئے اس نے آپ کو نظر بند کر کے ممالک

متوسط کے ایک گمنام مقام "چھنواڑہ" میں عزلت کی زندگی

بسر کرنے پر مجبور کیا جہاں وہ اپنے برادر کلاں مولانا شوکت علی

صاحب کے ساتھ ۱۹۱۹ء تک نظر بند رہے۔

ہندوستان کی موجودہ تحریک آزادی، جس کی

آپ کی نظر بندی کے زمانہ ہی میں بنیاد رکھی جا چکی تھی۔ آپ

کی آزادی کے بعد اس میں نئے سرے سے جان پڑ گئی اور بالآخر

وہ "تحریک خلافت" کے نام سے سارے ہندوستان میں پھیل گئی اور

حکومت کیلئے اس قدر تشویشناک بن گئی کہ دبانے کیلئے سنگینوں کی نوک

سے کام لینا پڑا چنانچہ آپ کو اس وقت جب آپ کلکتہ سے مدراس

جا رہے تھے راستہ میں گرفتار کر کے کراچی جیل بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ

اور آپ کے رفقاء پر مقدمہ چلایا گیا جو "کراچی ٹرائیل" کے نام سے مشہور

ہے اور ہمیشہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ رہے گا۔ لیکن درحقیقت

وہ تحریک دبنے کی بجائے زیادہ ابھر گئی اور حکومت کو موجودہ قید خانوں

کے علاوہ سینکڑوں عارضی قید خانے بنانے پڑے۔

مولانا کے دوران قیام کلکتہ میں ان کی گرفتاری کا حال

خفیہ ذرائع سے مجھے معلوم ہو گیا تھا اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کلکتہ میں گرفتار کئے نہیں جائیں گے۔ اس لئے کہ لاکھوں پبلک کے علاوہ جوان بر نثار ہونے کو تیار تھی، میری زیر کمان دس ہزار کی ایک عظیم جمعیت جو "خلافت کور" کے نام سے موسوم تھی، گورنمنٹ بنگال کی نگاہ میں سرخ خطرے سے کم اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ اچنانچہ میں نے پیش آنے والے واقعات سے مولانا کو مطلع کیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ضرور کوئی احتیاطی کاروائی کریں گے۔ مگر اس شیر مجسم نے نہایت متانت سنجیدگی اور بہادری سے جواب دیا "میرا پروگرام شایع ہو چکا ہے اور میں اس میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کروں گا۔ جو قدم اللہ کی راہ میں اٹھ چکا ہے وہ ہرگز پیچھے نہیں ہٹے گا!"

تحریک آزادی کے سلسلہ میں آپ دو دفعہ ولایت تشریف لے گئے ایک ۱۹۲۰ء میں برطانیا کو آخری الٹیمیٹم دینے، دوسرے ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس کے ذریعہ برطانیا سے اپنے حقوق تسلیم کرانے۔ لیکن دوران قیام انگلستان میں جب انہیں یقین ہو گیا کہ باہم اتحاد کی توقع نہیں رہی تو خالق ارض و سماوات کی جناب میں گڑگڑا کر فرمایا "خداوندا! میری دلی تمنا ہے کہ غلام نہیں آزاد ہندوستان میں جاؤں، اس کی آزاد زمین پر قدم رکھوں، میری آرزو برلا، ورنہ مجھے اٹھا لے۔ غلام ملک میں واپس جانے سے موت کہیں زیادہ بہتر ہے" چنانچہ بارگاہ ایزدی میں دعا قبول ہوئی اور آج ہی کے دن یعنی ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو آپ کی روح پاک قفس عنصری سے پرواز کر کے عالم لاہوت میں جا پہنچی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس موت نے پورے عالم اسلام خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کو سکتہ میں ڈالدیا اور وہ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ چنانچہ گزشتہ ۵ جنوری ۱۹۳۱ء کو جب یہ خبر کلکتہ پہنچی تو چشم زدن میں تمام دوکانیں بند ہو گئیں اور مجھے ایک لاکھ کے مجمع کے سامنے آنسوؤں کی بارش میں اس غمناک خبر کو بیان کرنا پڑا۔

یہ انہی کی بے لوث خدمات اور سچی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج وہ انبیاء صالحین اور شہداء کے ساتھ مسلمانوں کے اول القبلتین یعنی بیت المقدس میں چین و آرام کی نیند سوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتوں کی بارش نازل کرے اور ہمیں بھی اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

معمہ کا صحیح حل

گزشتہ معمہ مورخہ ۵ اجنوری کا صحیح حل جو بطور ضمیمہ کے دیا گیا تھا "معتصم باللہ" ہے درج ذیل اشارات سے ملا لیجئے (۱) عتبہ (۲) امتہ (۳) صبا (۴) بلبل (۵) ہمت (۶) لعل - (۷) صلب - گزشتہ معمہ کچھ سخت ہو گیا تھا جس کی بعض لوگوں کو شکایت ہے باین ہمہ اس کے سینکڑوں حل موصول ہوئے، اور گزشتہ ۱۰ جنوری کو قرعہ اندازی کی گئی، جس میں رضی الرحمن صاحب موضع جالہ پوسٹ آفس جالہ کا نام آیا چنانچہ ۲۰ جنوری کو ان کی مطلوبہ چیز (فاونٹین پن عمدہ) روانہ کردی گئی، اور تلافی مافات کی غرض سے ایک بالکل سہل معمہ اسی رسالہ میں ایک جگہ درج کیا گیا ہے، امید کہ حل کنندگان اسے باسانی حل کر کے انعام کے مستحق ہوں گے۔

المعلن:- ایم ہادی حسن سالم شکر پوری جامعہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ (بہار)

عید قرباں

از سید احمد امام مونگیری۔

[illegible] ایک نہایت تازہ معانی کے لحاظ سے پُرمغز مضمون دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے ایک سیزدہ سالہ ہونہار طالب العلم عزیزی [illegible] کا ہے جن کو مولانا سید محمد عثمان صاحب مہتمم تعلیم کے خلف اکبر ہونے کا فخر حاصل ہے۔

عزیز موصوف کی عمر اگرچہ بہت کم ہے مگر ماشاء اللہ اردو فارسی اور ہندی سے فراغت کے بعد انگریزی میں وہ نویں جماعت کا کورس اور عربی میں [illegible] جماعت کا نصاب پڑھتے ہیں اور اپنے درجے میں ممتاز شمار کئے جاتے ہیں۔

عزیز موصوف نے اگرچہ میدان صحافت میں یہ پہلا قدم رکھا ہے مگر ماشاء اللہ مضمون جستہ ہے اور کتابت کی ابتدائی لغزشوں [illegible] یہ کہ انہوں نے باوجود گوناگوں درسی مشغولیتوں کے باوجود "مجلہ" کے لئے اپنے قیمتی وقت کا تھوڑا سا حصہ نکال لیا ہے۔

"اڈیٹر"

قربانی ہمارے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ آپ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کی ابتدا کی تھی۔ صدہا تغیرات کے باوجود اس وقت سے یہ سنت جاری ہے جب یہ رسم ہزاروں برس سے جاری ہے تو ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس کی ابتدا کیوں اور کس طرح ہوئی؟ پرانی کتابوں میں اس کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر وہ مبالغہ سے خالی نہیں ہے۔ البتہ قرآن کریم نے اس پر جو روشنی ڈالی ہے وہ ہر طرح اطمینان بخش اور قابل قبول ہے۔ لہٰذا نہایت اختصار کے ساتھ اسکو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ مایوسی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ اے خداوند تو مجھ کو ایک صالح اور نیک لڑکا عطا کر۔ ان کی دعاء بارگاہ ایزدی میں پذیر ہوئی۔ چند دنوں بعد ایک لڑکا تولد ہوا جسکا نام اسمٰعیل رکھا گیا۔

جب وہ ذرا بڑے ہوئے۔ اور چلنے پھرنے لگے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا۔ وہ اُسے بارگاہ صمدی میں بھینٹ چڑھا رہے ہیں! دوسرے دن بھی یہی بھیانک

منظر پیش نظر تھا۔ آپؑ بہت پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ کیا کرنا چاہئے؟ جب تیسرے دن بھی یہی خواب دکھائی دیا تو ناچار بیٹے کو بلایا۔ اور کہنے لگے۔ اے میرے لاڈلے! میں نے مسلسل تین روز تک خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں اللہ کی بارگاہ میں ذبح کر رہا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟

فرمانبردار لڑکے نے بلا تامل جواب دیا! اباجان! جب یہی حکم الٰہی ہے تو اس میں مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے؟ بہتر ہے کہ اس کام کو کر ڈالئے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی آزمائش میں آپ پورے اتریں اور وہ آپ سے خوش ہو۔ اور میری طرف سے آپ مطمئن رہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مجھکو آپ صابر پائینگے۔

چھرا اور رسا لیکر دونوں گھر سے روانہ ہوئے راستہ میں انسانی وضع میں شیطان آکر کہنے لگا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟ کیا اپنے لڑکے کو ذبح کرنے لے جا رہے ہیں؟ آپکا خواب غلط ہے۔ ایسا کام ہرگز مت کیجئے گا۔ آپ سمجھ گئے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا شیطان بھاگ کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں آپ کے اباجان آپ کو کہاں لئے جا رہے ہیں؟ آپ کو ذبح کرنے جا رہے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ ہماری باتوں میں تمہیں مداخلت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے سارا قصہ معلوم ہے چنانچہ آپ نے بھی لاحول پڑھا۔ اور شیطان وہاں سے بھی بھاگا (اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس جگہ جہاں شیطان نے بہکایا تھا کنکری مارنے کا حکم دیا ہے) آخر دونوں ایک جگہ پہنچے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے قدم روک کر کہا اباجان! جب خواب سچا ہے تو آپ اس میں جلدی کریں۔ دیر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ میری طرف سے آپ بالکل مطمئن ہو جائیں۔ میں صبر سے کام لوں گا۔ اور آخر دم تک صابر رہوں گا۔ لیکن ذبح کرتے وقت اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے گا تاکہ محبت جوش نہ مارے۔ اور ہاں مجھے منہ کے بل لٹائیےگا تاکہ آپ کا دامن خون آلود نہ ہو جائے۔ باپ نے ایسا ہی کیا۔ اور بسم اللہ کہکر اُن کی گردن پر چھرا رکھ دیا۔ جب اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں نیک بندے آزمائش میں پورے اترے تو قدرت الٰہی جوش میں آئی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے آنکھوں کی پٹی کھولی تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک دنبہ موجود ہے۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دوسری طرف کھڑے ہنس رہے ہیں۔

ہزاروں، لاکھوں مسلمان، اطراف عالم سے سمٹ کر ہر سال ایام حج میں جبل عرفات پر جمع ہوتے ہیں اور پھر وہاں سے لوٹ کر مقام منیٰ میں مناسک حج سے فراغت کے بعد کیوں قربانیاں کرتے ہیں؟ لاکھوں لاکھ مسلمان ہر سال عید الضحیٰ کے موقع پر خواہ وہ شہر کے باشندہ ہوں یا قصبہ کے اس اہتمام اور اخلاص کے ساتھ کیوں قربانیاں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ وہ اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اس فقید المثال اور محیر العقول قربانی کی یاد تازہ کریں اور ہمیشہ ان کی اور اُن کے فرمانبردار لڑکے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اطاعت کو پیش نظر رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُن کی یہ قربانی بہت پسند آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُنکی

اس یادگار کو قائم رکھنے کی اتنی اہمیت کا احساس [illegible] کوشش کی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن قربانی کا جانور سینگ اور بال اور کھر، گوشت اور خون لے کر حاضر کیا جائے گا اور اس کا وزن ستر گنا زیادہ بڑھا کر میزان میں رکھا جائے گا۔ نیز قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایک نیکی عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے کی اتنی تاکید فرمائی ہے کہ جو شخص قربانی کی طاقت رکھتا ہے اور باوجود اس کے نہیں کرتا تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

مذکورہ بالا حدیثوں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس یادگار قربانی کو قائم رکھنے کی امت محمدیہ کو کتنی تاکید کی گئی ہے۔ لہٰذا بیجا نہ ہوگا اگر اس موقع پر قربانی کے بعض مسائل بھی بیان کر دیئے جائیں۔

مسائل قربانی

نماز عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں ہے ہمیشہ نماز کے بعد قربانی کرنا چاہئے۔ چنانچہ بکرا، بھیڑ اور دنبہ ایک شخص کی طرف سے اور گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ یعنی سات آدمی مل کر ایک گائے اور دس آدمی مل کر ایک اونٹ قربانی کر سکتے ہیں۔

قربانی کے جانوروں کے متعلق یہ ضرور ہے کہ وہ نہ تو زیادہ بوڑھا ہو نہ بہت دبلا اور نہ اس کے سینگ ٹوٹے ہوں اور نہ وہ لنگڑا ہو، مگر اس میں لوگ بہت زیادہ افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے صرف وہی طبقہ فائدہ اٹھاتا ہے جو سرمایہ دار ہوتا ہے اور باقی لوگ بالکل محروم رہ جاتے ہیں حالانکہ متوسط الحال لوگوں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ٹھیک یہ ہے کہ وہ جانور خریدتے وقت صرف اتنا دیکھ لیں کہ وہ بہت زیادہ دبلا نہ ہو، نہ اس کے سینگ اور کان وغیرہ زیادہ کٹے ہوں اور نہ وہ بہت زیادہ لنگڑا اور نمایاں طور پر کانا ہو۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ عیوب میں سے کوئی عیب نمایاں نہ ہو لیکن قربانی کرنے والے کو چاہئے کہ وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد سے قربانی تک نہ منڈائے نہ بال ترشوائے اور نہ ناخن لے۔

طریقہ قربانی

قربانی کے جانور کو قبلہ رو لٹا کر درج ذیل دعا پڑھے۔ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللھم تقبل منی ([illegible] اپنا یا جس کی طرف سے قربانی کرتا ہے اس کا نام لے) پھر تکبیر پڑھتے ہوئے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہتا ہوا ذبح کرے اور پھر اس کا گوشت خود کھائے، بال بچوں کو کھلائے، دوست احباب کو تقسیم کرے اور غربا و مساکین کو دے۔

بعض لوگ کھال بیچ کر تصرف میں لاتے ہیں یا قصاب کو اس کی اجرت کے حصہ میں دیتے ہیں۔ ایسا کرنا ناجائز ہے۔ نہ تو اس کا دام اپنے کام میں لانا چاہئے اور نہ قصاب

کو مزدوری کے عوض دینا چاہئے۔ بلکہ اُسے خدا کی راہ میں بھوکوں اور محتاجوں کو خیرات کر دینا چاہئے۔

تکبیر و نماز

اس دن، نہا دھو کر صاف ستھرا لباس پہنے اور خوشبو ملکر کچھ کھائے نیز عیدگاہ کو بآواز بلند یہ تکبیر کہتے ہوئے جانا چاہئے "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد" نیز عید کے دن سے لیکر تیرہ تاریخ تک بآواز بلند خصوصاً ہر نماز فرض کے بعد مذکورہ تکبیر کہتا جائے

بعض لوگ ایک ہی راستہ سے عیدگاہ جاتے ہیں اور پھر اُسی راستہ سے واپس آجاتے ہیں حالانکہ اس سے اسلام کا وہ مظاہرہ جو مقصود بالذات ہے، حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اور چاہئے کہ لوگ ایک راستہ سے جائیں اور دوسرے راستہ سے واپس آئیں تاکہ اس طرح اسلام کا مظاہرہ بدرجہ اتم ہو سکے۔ نیز عیدین کے خطبوں کو بعض جگہ لوگ نا سمجھی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے ہیں، خطبہ سنے بغیر عیدگاہ سے روانہ ہو جاتے ہیں، حالانکہ خطبہ کا سننا نہایت ضروری ہے۔ حتی کہ اگر کانوں تک خطبہ کی آواز نہ آئے تو بھی اپنی جگہ تا اختتام خطبہ خاموش بیٹھا رہنا چاہئے۔

عورتوں کا عیدگاہ جانا اور خطبہ سننا بھی مسنون ہے، رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں مگر اب بعض ممالک خصوصاً ہندوستان کے اکثر حصوں میں یہ طریقہ متروک ہے۔ لیکن جہاں کہیں بھی یہ سنت جاری ہے وہاں اگر عورتوں تک امام کی آواز نہ پہنچتی ہو تو امام کو چاہئے کہ وہ اس خطبہ کے بعد الگ سے انہیں خطبہ سنا دے۔

جذباتِ نشتر

از جناب حافظ عبدالرحمن صاحب نشتر متعلم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

دل اضطراب میں ہے، جگر بے قرار ہے　　حُبِّ نبی کی مے کا نشہ ہے خمار ہے
حلقہ بگوش ہم ہیں رسول انام کے　　ہادی ہمارا شافع روز شمار ہے
عظمت کسی سے کیا ہو بیاں اس رسول کی　　جس پر درود بھیجتا پروردگار ہے
کر رحم اے رحیم مرے حال زار پر　　اہل جہاں پہ فضل ترا بیشمار ہے
چشم کرم ادھر بھی ہو اے رب ذوالمنن
نشتر گناہ گار تو آمرزگار ہے

حالاتِ حاضرہ

دربھنگہ میں برقی روشنی

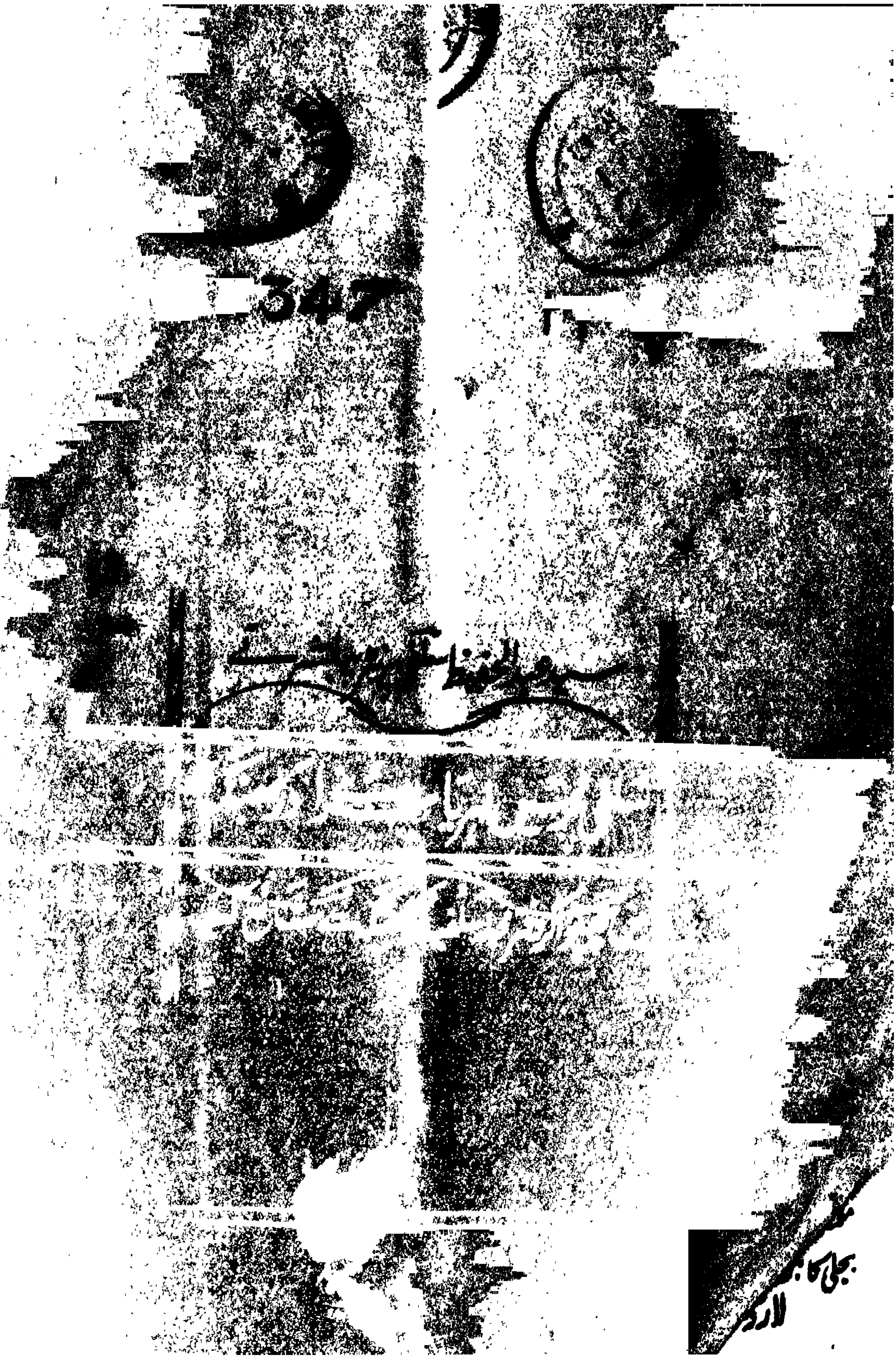
صوبہ بہار کے شہروں میں بھی اب برقی روشنیوں کا انتظام آہستہ آہستہ عام ہو رہا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ۱۹ جنوری ۱۹۳۶ء سے دربھنگہ اور لہریا سرائے میں بھی برقی روشنی جاری کر دی گئی ہے۔ اور اب لیمپوں اور لالٹینوں کی جگہ اکثر دکانوں اور مکانوں میں برقی قمقمے روشن نظر آتے ہیں۔ نیز کہ دربھنگہ کی میونسپلٹی نے بھی اکثر سڑکوں پر قدیم وضع کی لالٹینوں کی جگہ برقی قمقمے لگا دئے ہیں۔ مذکورہ الکٹرک کمپنی کے ڈائرکٹر دربھنگہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے وائس چیرمین جناب بابو پدم ناتھ صاحب ہیں۔ جن کی جانب سے گزشتہ ۱۹ جنوری کو ایک شاندار ٹی پارٹی کا انتظام سنٹرل پاور ہاؤس کے احاطہ میں کیا گیا جس میں شہر کے امرا۔ رؤسا اور ذی عزت تاجروں کے علاوہ ہز ہائینس مہاراج دربھنگہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ پارٹی کے اختتام پر مہاراجہ صاحب موصوف سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اسکا افتتاح فرمائیں۔ چنانچہ مہاراج صاحب موصوف نے اس کا افتتاح کیا۔ اور جوں ہی انہوں نے بجلی کا بٹن دبایا سارا شہر بقعہ نور بن گیا۔

لارڈ لوتھن اور مہاتما گاندھی

مہاتما گاندھی سے ملنے کیلئے انگلستان کے ایک بہت مشہور و معروف لیڈر لارڈ لوتھن صاحب چند دنوں سے ہندوستان میں فروکش ہیں۔ دوران قیام میں وہ یہاں کے مختلف لیڈروں اور رہنماؤں سے ملاقاتیں کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ واردھا بھی تشریف لے گئے ہیں جہاں مہاتما گاندھی جی سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ ۱۸ جنوری کو وہ واردھا اسٹیشن پر بمبئی میل کے ذریعہ پہنچ گئے۔ اسٹیشن پر پہلے سے سیٹھ جمنالال بزاز اور مہاتما جی کے پرائیوٹ سکریٹری مسٹر مہادیو دیسائی استقبال کے لئے موجود تھے۔ واردھا میں لاٹ صاحب سیٹھ موصوف کے ہاں مہمان رہیں گے اور گاندھی جی سے ملاقات کے لئے سیگاؤں تجویز کیا گیا ہے۔ گاندھی جی سے ملنے کے لئے ویانا یونیورسٹی کے ایک پروفیسر مسٹر ڈیبل بھی تشریف لائے ہیں۔

زلزلہ کا جھٹکا

۱۵ جنوری ۱۹۳۶ء سے ۱۸ جنوری تک دربھنگہ، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، امرتسر اور جزائر برطانیہ کے مختلف مقامات میں زلزلہ کے خفیف جھٹکے محسوس کئے جاتے رہے۔ بحمد اللہ کہیں کچھ نقصان نہیں ہوا۔ ہاں جزائر برطانیہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں دو تین جہاز غرق آب ہو گئے ہیں۔


347

ناظرین کرام سے ... پانچ روپیہ (صہ)

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عا

قیمت ششماہی عہ

جلد ۳	بابت ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۸ء	نمبر ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

قضیہ مسجد شہید گنج لاہور [illegible] ہندوستان کے پورے طول و عرض کو اضطراب اور بے چینی میں ڈال رکھا ہے۔ عدالت کے فیصلہ کے [illegible] صورت حال زیادہ خطرناک ہو [illegible] ہزاروں مسلمان اس سلسلہ میں گرفتار ہو چکے ہیں۔۔۔

اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہائیکورٹ کے ججوں نے مسجد [illegible] کو بوجہ مخالفانہ قبضہ کی وجہ سے سکھوں کی ملک قرار دیا ہے یہ فیصلہ [illegible] قانونی [illegible] ہے [illegible] ان جج صاحبان نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ وقف کی چیز تو ایسی ہوتی ہے کہ خود وقف کرنے والا بھی اس کا اپنی ملک نہیں [illegible] سکتا پھر بھلا کوئی غیر کس طرح قبضہ مخالفانہ کی وجہ سے اس کا مالک ہو سکتا ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے [illegible] شہید گنج کسی خاص مسلمان کی ملک نہیں بلکہ صرف پنجاب ہی سے اس کا تعلق نہیں بلکہ تمام اسلامیان عالم سے اس کا تعلق ہے [illegible] یہی وجہ ہے کہ نہ صرف پنجاب بلکہ تمام ہندوستان میں اس فیصلہ کے خلاف سخت احتجاج کیا جا رہا ہے۔ حکومت نے شاید یہ خیال کر لیا ہے کہ [illegible] مسلمانوں کو گرفتار کر کے ان کے [illegible] کو دبا دیا جائے گا لیکن یہ خیال کرنا سراسر غلط ہے مسلمان ابھی ہر ممکن کوشش اس [illegible] کیلئے صرف کریں گے۔ خواہ ان کے جان و مال کا [illegible] کیوں نہ ہو وہ اپنے تمام کاموں پر خانہ خدا کی حفاظت کو مقدم سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ خود حکومت [illegible] اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ اس کے [illegible] مسلمانوں کے پائے استقلال میں ذرا بھی جنبش نہیں ہوئی۔ ایسی صورت میں [illegible] یہ ہے کہ کوئی بااثر مفاہمت [illegible] اس قضیہ کو طے کرے۔

[illegible] ملک برکت علی نے اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جس کا مقصد یہ ہے کہ اوقاف اسلامی یا غیر اسلامی پر قبضہ مخالفانہ [illegible] ایسا قبضہ بہت عرصہ سے ہو [illegible] اس بل کی وجہ سے اسمبلی کے ممبران کے درمیان اختلاف رونما ہو گیا ہے۔ بظاہر یہ بل نہایت پسندیدہ معلوم ہوتا ہے لیکن نتائج کے اعتبار سے نہایت خطرناک ہے۔ [illegible] وجہ یہ ہے کہ یہ مسودہ قانون ان تمام مقدمات کے فیصلے کو بھی کالعدم کر دے گا جو سینکڑوں برس سے ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام غیر مسلم اقوام اپنی ان عبادت گاہوں کا مطالبہ پیش کریں گی جو سینکڑوں برس پہلے ان کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں چلی گئی ہیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کی بہت سی عالیشان اور قابل احترام عبادت گاہیں خطرے میں پڑ جائیں گی۔

سر سکندر حیات وزیر اعظم پنجاب نے اس بل کی مخالفت کرتے ہوئے یہ بیان دیا ہے کہ [illegible] مساجد کو [illegible] بنایا جائے گا۔ حکومت اس مسئلہ کے تسلی بخش اور منصفانہ حل کے لئے غور کر رہی ہے اور اگر مسجد شہید گنج موجود ہوتا [illegible] کے لئے فوراً تیار ہے۔

وزیر اعظم کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس قضیہ کو [illegible] مسلمانوں سے اپیل [illegible] نہایت ٹھنڈے دل سے غور کریں اور ان کا یہ بیان [illegible] بیشک قابل [illegible] اگر [illegible] حکومت پنجاب کو بھی اپنی پہلی توجہ اس مسئلہ کی طرف مبذول کر لی چاہئے۔

مسلم وزارتیں

مسلم وزارتیں

مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ کانگریس اپنی تمام تر توجہ اس طرف مبذول کر رہی ہے کہ کسی طرح مسلم وزارتوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ [illegible] جگہ کانگریسی وزارتیں قائم کر دی جائیں۔

سندھ کی وزارت کا خاتمہ ہو چکا۔ اب بنگال پر کانگریس [illegible] گڑائے ہوئے ہے چنانچہ گاندھی جی [illegible] سر فضل حق کو دھمکیاں [illegible] ہیں کہ تمہاری وزارت کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ بنگال اسمبلی میں کل ۲۵۰ ممبر ہیں جن میں سے وزارت پارٹی کے [illegible] ممبر ہیں گاندھی جی کی سعی سے ۲۰ ممبر وزارت پارٹی کے علیحدہ ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنی الگ پارٹی "انڈیپنڈنٹ پارٹی" کے نام سے قائم کر لی ہے یہ پارٹی کانگریس سے گفت و شنید کر رہی ہے۔ اس طرح اگر یہ پارٹی کانگریس سے مل گئی تو بنگال وزارت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سر فضل حق کی وزارت کا خاتمہ ہو جانے کے بعد یہ سمجھنا چاہئے کہ مسلم وزارت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور مسلمان ہر طرف سے پسپا کر دیئے جائیں گے کیونکہ یہی وہ ایک وزارت ہے جو ببانگ دہل مسلمانوں کے جائز حقوق کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ ایسی صورت میں بنگال کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ سر فضل حق کی وزارت کو قائم رکھنے میں ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ورنہ پھر وہاں کے مسلمانوں کا وجود خطرہ میں ہوگا۔ **اللّٰهم انصر من نصر دین محمد** صلی اللہ علیہ وسلم

جلسہ مذاکرہ علمیہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ کے مذاکرہ علمیہ کے سالانہ اجلاس کے انعقاد کی تاریخیں ۲۶، ۲۷ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۲۳، ۲۴ محرم ۱۳۵۷ھ قرار پائی ہے۔ جس میں دار العلوم کے اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ دور شہروں سے بھی حضرات [illegible] اور [illegible] شرکت فرمائیں گے۔ اس سال بھی یہ جلسہ نہایت اہتمام کے ساتھ منعقد کیا جا رہا ہے۔ شہرہ آفاق واعظین اور شیریں مقال مقررین کے آنے کی توقع ہے۔ دار العلوم کے مہتمم اس کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن کوشش سے کام لے رہے ہیں۔ پوسٹروں، ہینڈبلوں اور دوسرے ذرائع سے اعلان کرنے کے علاوہ شہر اور مفصل میں سینکڑوں حضرات کے نام دعوتی خطوط بھی روانہ کئے گئے ہیں۔

[illegible] لوگوں کے قیام و طعام کا بھی انتظام کیا جاتا [illegible] سرگرم کار ہے۔

[illegible] دارالعلوم نے فارغ التحصیل طلبہ

جمعیۃ علماء [illegible] چنانچہ تمام فارغ التحصیل طلبہ کے نام گشتی [illegible] انتظام کیا جا رہا ہے۔ امید قوی ہے کہ [illegible]

[illegible] کی مرکزیت کا بھی فخر ہے

مدرسہ اصلاح المسلمین [illegible] وہ صادق پور جو کسی زمانہ [illegible] کی تعلیمات کا گہوارہ تھا، وہ صادق پور [illegible] صحیح جذبات کی شعاعیں [illegible] کرتی تھیں [illegible] باوجود جلال اور تمام ظاہری و باطنی خصوصیتوں کے باوجود [illegible] بھی جسم میں رعشہ پیدا کر دیتا ہے۔

[illegible] صادق پور کی یاد تازہ رکھنے اور اسلام کی صحیح تعلیمات [illegible] سال سے وہاں ایک مدرسہ اصلاح المسلمین کے نام سے قائم ہے جس میں عربی کی [illegible] ہو چکے اور [illegible] اس سلسلہ میں گذشتہ گیارہ سال سے سالانہ [illegible] فرماتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ ۱۹، ۲۰ مارچ ۱۹۳۸ء کو اس کا گیارہواں سالانہ جلسہ [illegible] صاحب فاضل [illegible] دارالعلوم [illegible] دربھنگہ نے فرمائی [illegible]

پٹنہ میں مولانا ممدوح کا یہ [illegible] کارکنان جلسہ کو لاؤڈ اسپیکر [illegible] الصوت [illegible] کرنا پڑا۔

درحقیقت [illegible] مدرسہ [illegible] فاضل صد شکریہ ہیں جنہوں [illegible] انتظام [illegible]

مسلمانوں کی پستی کے اسباب

بیان کنندہ ابو محمد عبد المعبود رحمانی

مترجمہ جناب مولانا سید محمد عثمان صاحب فاضل مصر معتمد تعلیم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

۱۹

حاسدان مدنیت اسلام کے بے بنیاد دعوی کی تردید

اسلام پر حسد کرنے والوں کا دعویٰ ہے کہ اسلام نے کوئی خاص مدنیت قائم نہیں کی اور نہ اس میں اس کی صلاحیت تھی۔ وہ نقال تھا موجد نہ تھا مقلد تھا۔ امام نہ تھا۔ اس نے ... کی اقتدا کی لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ ظہور اسلام ... تمدن کا کیا حال تھا۔ وہ دم بلب بلکہ بے جان ہو چکا تھا ... نہیں اسلام نے اسے دوبارہ کھڑا کیا مردہ ہو جانے کے بعد ... میں روح پھونکی مشرقی تمدن کی مثال اس موتی کی ہے۔ جو صدیوں زمین میں دبے رہنے کی وجہ سے بے آب ہو چکا تھا۔ کوڑیوں پر بھی اس کا کوئی خریدار نہ تھا۔ اسلام نے بڑی کوششوں سے اس کو نکالا۔ از سر نو اس کی جلا کی۔ پھر دنیا کے بازاروں میں اس کو پیش کیا یہی نہیں بلکہ اسے اسلامی لڑی میں پرو دیا۔ اور اس خوبصورتی سے جا بجا قرآن کے ضامن لگائے کہ وہ انمول موتی بن گیا۔ اور جنگل ہو یا ویرانہ شہر ہو یا قصبہ ہر جگہ اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اسلام کا تمدن اتنا ممتاز رہا کہ مشرق و مغرب کے ہزاروں مورخوں نے متعدد بار اس کا اعتراف کیا ہے اور صاف لکھا ہے کہ اسلامی تمدن کی بنیادیں اسلام نے رکھیں۔ نہ کسی دوسری قوم سے کچھ لیا اور نہ کسی کی تقلید کی اس کا سرچشمہ قرآن اور توحید ہے۔

بلا شبہ دوران عروج میں مسلمانوں نے دیگر اقوام سے بھی کچھ اخذ کیا ہے۔ ان کی کتابوں کے ترجمے کئے ہیں بعض مفید کارآمد ... کا ... کیا ہے۔ لیکن اس سے اسلام کے تمدن پر کوئی ... پڑتا ہے۔ دنیا کی تمام تمدن و تہذیب کا یہی حال ... دوسری قوم سے کچھ لے کر اپنی ترقی کرتی ہے۔ حقیقی حکمت ... میں پنہاں ہے۔ ... الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدھا فھو احق بھا۔ حکمت مسلمانوں کی گم کردہ چیز ہے جہاں کہیں بھی ان کو مل جائے اسے وہ حاصل کریں کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔ درحقیقت اس مقدس اصول سے اسلام کی بے لوثی اور حقانیت کا پتہ چلتا ہے۔

بہرحال اس امر سے انکار کیا جا نہیں سکتا کہ اسلام کا بھی ایک دور گزرا ہے جو عظمتوں سے بھرا اور جاہ و جلال میں ڈوبا ہوا تھا۔ خواہ اسے معنوی فتوحات کی عظمت سمجھو یا عقلی فتوحات کی، یا مادی فتوحات کی

کیوں اس قدر معافی کی [illegible] آپ نے جواب میں فرمایا حضرت [illegible] اپنی [illegible] نے [illegible] دنیا [illegible] کے فرمان کے مطابق [illegible] آپ کو [illegible] کے [illegible] معلوم کیا [illegible] تھا۔ کا تمام لوگ وہاں [illegible] وقت [illegible] کے [illegible] مذموم کام سے تائب ہو گیا۔

بغداد پہنچ [illegible] یونیورسٹی میں داخل ہوئے [illegible] بعد [illegible] درس [illegible] فرمایا صبح و شام تفسیر حدیث اور [illegible] دیناشروع کیا۔ اور تھوڑی ہی مدت میں اتنی شہرت [illegible] طلبہ آپکے حلقہ درس میں شریک ہوتے۔

ابتداء میں آپ شافعی المذہب تھے لیکن بعد میں آپ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اصول پر کاربند ہوئے [illegible] مسائل کا استنباط انہیں کے اصول پر کرنے لگے۔ کچھ دنوں تک درس و تدریس میں لگے رہے لیکن یکایک ریاضت کا شوق پیدا ہوا چنانچہ اس سلسلہ میں برسوں بابل کے کھنڈرات میں ریاضت اور چلہ کشی اور عبادت میں مصروف رہے۔ جب ریاضت کی تکمیل کر چکے تو پھر بغداد لوٹ آئے اور بدستور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اس دفعہ انہوں نے درس میں علوم ریاضت کا بھی اضافہ کیا۔ اس طرح دنیائے اسلام میں آپکی شہرت وعظمت کا ڈنکا بجنے لگا۔ اور آپ مرجع اخلائق بن گئے۔ آپ کے تبحر علمی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ علماء عراق ایک پیچیدگی میں مبتلا ہو گئے۔ جب ان سے وہ پیچیدگی دور نہ ہو سکی تو آپ کے سامنے فتویٰ پیش کیا گیا۔ یعنے کسی شخص نے طلاق بائن کی یہ کہہ کر قسم کھائی کہ اگر وہ تنہا ایسی عبادت نہ کر سکا جو عام لوگوں کی عبادت سے جدا ہے۔ تو اس کی بیوی اس پر حرام ہے۔ لیکن آپ کو اس کے سلجھانے میں مطلق کوشش نہ کرنا پڑی۔ آسانی کے ساتھ اسے منٹوں میں حل کر دیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ پہلے وہ شخص مکہ معظمہ جائے اور مطاف کو خالی کرا کے طواف کرے قسم پوری ہو جائے گی۔ بغداد کے تمام علماء جو اس مسئلہ میں اپنے عجز کا اعتراف کر چکے تھے اس جواب [illegible] انگشت بدنداں رہ گئے۔ سبحان من الھم علیما۔

ذیل کے واقعہ سے بھی آپ کے تبحر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے آپ کے دور میں ایک زاہد صالح نے دعویٰ کیا۔ کہ میں نے بچشم خود اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ تمام لوگ زاہد کے اس قول پر تعجب اور بعنت و ملامت کرنے لگے۔ آخر کار آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے اس بدعت سے حجر کا اور توبہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ فوراً تائب ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت سے دریافت کیا۔ کہ کیا یہ شخص کاذب ہے فرمایا نہیں۔ اس کی بصیرت پر تجلی ربانی نازل ہوئی اور بصیرت کا انعکاس بصر پر ہوا۔ اور وہ سمجھا کہ یہ واقعہ رویت بصری ہے۔ حالانکہ بصیرت اور شے ہے اور بصر اور شے ہے۔ بعد ازاں یہ آیت پڑھی۔ مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لایبغیان ۞ آپ کی اس گفتگو سے اہل علم بہت محظوظ ہوئے۔ اور اہل دل نے حصہ عظیم حاصل کیا۔

عبادات شیخ علی بن ہیتی کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر کا طریق تجرید توحید اور تفرید توحید کا ہے۔ وہ موقف عبودیت میں قائم الاحوال ہیں اور یہ وقوف نہ کسی شے کے لئے ہے اور نہ کسی کی معاونت کر ہے۔

ابوالفتح ہروی کا بیان ہے کہ مجھے ایک شب حضور کے حجرۂ خاص میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا اول شب میں ہلکی نفلیں پڑھیں۔ پھر ذکر میں مشغول ہو گئے اور ثلث شب تک اسی میں مصروف رہے۔ پھر نوافل پڑھنے لگے۔ ثلث دوم بھی اسی میں ختم ہوا۔ اس میں سجدے بہت لمبے لمبے تھے۔ بعد ازاں قبلہ رو ہو کر نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگنے لگے۔

خاصان بارگاہ کو بایں الفاظ نصیحت فرمایا کرتے

اتبعوا ولا تبتدعوا واطیعوا ولا تخرقوا

وتطهروا من الذنوب ولا تلطخوا

اتباع کرنا سیکھو۔ بدعت سے دور رہو۔ اطاعت کیا کرو۔ الگ راہ مت اختیار کرو۔ گناہوں سے پاکی حاصل کرو۔ ان میں آلودہ نہ ہوا کرو۔

وعن باب مولاكم لا تنبذوا

واصبروا ولا تجزعوا واثبتوا

اپنے مالک کے آستانہ پر پڑے رہو۔ صبر کرو۔ بے صبری سے بچو۔ اور ثابت قدم رہو۔

ولا تتفرقوا ولا تيأسوا

واجتمعوا على الذكر ولا تتفرقوا

تفرقہ سے بچو۔ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو۔ ذکر الٰہی کے لئے اکٹھے ہو جایا کرو۔ اور فرقہ فرقہ نہ ہو۔

آپ کی تعلیم یہ تھی نفسانیت سے بچتے رہو۔ دعویٰ ملکیت سے دست بردار رہو۔ تمام چیزوں کو مالک کے سپرد کر دو اور اپنے دل کے دروازہ پر دربان بن کر بیٹھ جاؤ جسے اندر جانے کی اجازت ہو اسے جانے دو۔ اور جسے اجازت نہیں اسے روکو اور یاد رکھو ہرگز ہرگز ہوا اور خواہش کو اندر مت جانے دو۔

اکثر فرمایا کرتے اپنی پریشان حالی کی شکایت دوسروں کے سامنے مت کرو کسی مخلوق پر بھروسہ مت کرو کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرو۔ اور کسی سے اپنے دل کا بھید مت بتایا کرو کیونکہ رب کے سوا کوئی فاعل نہیں۔ یہ بھی فرمایا کرتے شاہان دنیا کے دربار میں لوگ پاک و صاف ہو کر جاتے ہیں۔ تو پھر شہنشاہ حقیقی کے دربار میں عصیان کی نجاستوں اور شرک کی آلودگیوں کے ساتھ کیونکر داخل ہونا پسند کرتے ہیں۔

نیز فرمایا کرتے کہ اگر تمہارے دل میں کسی کی محبت اور بغض ہو تو اسے کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھو۔ اگر اس کے اعمال اچھے ہوں۔ تو اس سے محبت ورنہ گریز کرو۔ اگر ایسا نہ کروگے تو یاد رکھو اللہ کا فرمان ہے۔ ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله نفس کی پیروی سے بچو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیگی۔

شیخ سعدی شیرازی (المولود ۵۷۵ھ) نے بھی اسی نظامیہ بغداد میں تعلیم حاصل کی تھی۔ جہاں حضرت پیران پیر ایک زمانہ تک معلم اور متعلم رہے تھے۔ سعدی علیہ الرحمۃ کی ولادت آپ کی وفات سے ۱۳-۱۴ سال بعد کی ہے۔ لیکن اس زمانہ میں بھی حضور کے اقوال لوگوں کے ورد زبان تھے چنانچہ گلستاں میں مذکور ہے :-

عبدالقادر جیلانی را دیدند کہ سر بر سنگ ریزہائے کعبہ نہادہ میگفت کہ بارخدایا اگر من لائق بخشائش نیستم۔ مرا در روز قیامت نابینا بردار تا در روئے نیکاں شرمسار نہ باشم۔

جو لوگ زیارت کعبہ سے مشرف ہو چکے ہیں۔ اور اللہ کی

... دین کو ... ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ حرم کے صحن میں کنکریاں بھی ... سے نبوی میں بھی کنکریاں بچھانے کا دستور تھا حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں حرمین کی مسجد و مساجد عالیہ میں کنکریاں بچھوائی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ... اللہ کے اس فعل پر احسان فرمایا تھا۔ اسی میں لوگ معتکف رہا کرتا ... اگر تم سے ... شیخ کے اعتقاد عبودیت پر نگاہ ڈالو تو خیر کچھ بچھائے ہوئے عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کس قدر انکساری یا تواضع ... تھا حضرت ... آپ کی ... کرامات میں سے یہ کرامت بڑی بھی ... جسے انہوں نے اپنی بے نظیر کتاب گلستان میں ذکر کیا انہوں نے ... کو علمی روشنی میں پیش کیا حقیقت میں ہر صاحب بزرگ کی بزرگی اور ... رفیع الذکر کی رفعت عبودیت ہی پر منحصر ہے۔

اللّٰھم ارزقنا فیہ نصیبا وافرا

تصانیف حضرت کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور غنیۃ الطالبین اور فتح الغیب ہے۔ جس نے ان کا مطالعہ نہیں کیا وہ حقیقت میں آپ کی ذات سے ناآشنا ہے۔

اس کتاب میں علم و حکمت اور اسرار و معرفت کے لطائف ... ہیں یہی وہ عظیم الشان کتاب ہے جس سے انسان تصوف اسلامیہ، تصوف یونانیہ و ... اور ... سے امتیاز کر سکتا ہے۔

فتح الغیب میں حضرت نے اہل مجاہدہ اور محاسبہ کو مندرجہ ذیل نصیحتیں کی ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے مدارج عالیہ کا حصول ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہیں:-

(۱) اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی قسم مت کھاؤ۔ احتیاط رکھو کہ سہواً بھی زبان سے حلف باللہ کا لفظ نہ نکلے نتیجہ یہ ہوگا کہ انوار الٰہی قلب پر منکشف ہو سکیں گے۔ اور اس کے عامل کی مرتبت رفعت اور عظمت خدا کے نزدیک بلند ہوگی۔

(۲) جھوٹ سے بچو ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ کا استعمال ہرگز مت کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ شرح صدر کے بعد علم صافی عطا کرے گا۔

(۳) ایفاء وعدہ سے کام لیا کرو نتیجہ یہ ہوگا کہ سخا اور حیا کی منزل تم پر آشکارا ہو جائیں گی۔

(۴) اللہ پاک کی مخلوق پر لعنت کا لفظ استعمال نہ کرو۔ ابرار صادقین کا یہی اسوہ ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ حفظ آبرو فرمائیگا۔ اور گزند خلق سے محفوظ رکھے گا۔

(۵) کسی کے لئے بد دعا نہ کرو۔ جور و ستم کی برداشت با حسن وجوہ صبر کے ساتھ کرو۔ اس سے محبت عامہ اور قبولیت عامہ کا منصب مل جائے گا۔

(۶) اہل قبلہ میں سے کسی کے مشرک یا کافر یا منافق ہونے کی قطعی طور پر شہادت مت دو۔ اتباع سنت اسی میں ہے اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ رحمت عامہ کے فیضان سے اسے بھی حصہ ملیگا۔

(۷) معاصی خواہ ظاہری ہوں۔ یا باطنی اپنی نظر سے دور کرو۔ اور اپنے جوارح کو بچاؤ نتیجہ یہ ہوگا کہ قلب کلیتاً اس سے متاثر ہوگا۔

(۸) اپنی معیشت اور روزی کا بوجھ کسی مخلوق پر مت ڈالو نتیجہ یہ ہوگا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہم خدمت انجام دینے کے لائق ہو سکو گے۔ اور اسی کے ذریعہ عزت کے بام کمال پر چڑھ سکتے ہو۔ اسی سے ولایت اللہ اور یقین و اعتماد کی صفات عالیہ مل سکتی ہیں۔

(۹) ابن آدم سے ذرا بھی لالچ مت رکھو۔ عزت کی بزرگی۔ اور استغنائے خالص یقین صافی توکل شافی اسی خصلت میں ہے نیز زہد و ورع کا حصول اسی پر منحصر ہے۔

(۱۰) تواضع اور مدارات کو اپنی عادت ثانیہ بناؤ اس خصلت میں جملہ طاعات شامل ہیں۔ اسی میں علو مرتبت ہے یہی کمال تقویٰ ہے۔ اور منازل صالحین اور مناسک ابرارین تک پہنچنے کی یہی راہ ہے۔

مرض الموت کا حال

مرض الموت میں فرزند اکبر سیف الدین سے فرمایا، عزیزمن میری زندگی کا آخری لمحہ ہے۔ اس کے بعد پھر مجھے نہ دیکھو گے میں تمہیں کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ تم اس پر عمل کرو آپ کی نصیحت یہ تھی۔

کہ تقویٰ کو لازم پکڑو۔ اللہ کے سوا کسی سے خوف مت کھاؤ اپنی تمام ضروریات کا کارساز اسی کو سمجھو کسی غیر کے سامنے حاجت روائی کی درخواست نہ کرو۔

حضرت کے فرزند عبد العزیز [illegible] کیا کیفیت ہے

فرمایا طبیعت کا حال مت پوچھو مالک حقیقی نے جتنا مقدر کر رکھا ہے اتنا چل رہا ہے۔

پھر پوچھا کہ مرض [illegible]

فرمایا میرے مرض کا حال نہ کسی جن پر ظاہر ہو سکتا ہے اور نہ کسی انس پر اس کا علم صرف میرے مالک کو ہے۔ حالت نزع میں آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے لا الہ الا اللہ وہی مالک زندہ و توانا ہے جسے موت نہیں چھو سکتی اور دیکھا چہرہ انور دل کو موت سے محکوم کر کے ہم [illegible] لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

بعد ازاں ایک چیخ ماری اور تین بار اللہ اللہ اللہ کی صدا آئی۔ پھر زبان تالو سے مل گئی اور جسم مبارک سے روح انور پرواز ہو کر ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئی

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

تصورِ حسن

جوش ملیح آبادی

پھول مٹھی میں اگرچہ دیر تک رہتے ہیں بند
ہات میں ہوتی ہے پیدا اک معطر سی نمی
یونہی گر کچھ دیر کرتا ہوں تصورِ حُسن کا
سانس میں ہوتی ہے خوشبو اور آنکھوں میں تری
اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ جاناں نے مجھے
بھیج کر آغوش میں تا دیر چھوڑا ہے ابھی

سمندر کی سیر

(سید [illegible] عالم [illegible] باعث [illegible])

۲

[illegible] ایک [illegible] جو سفرنامہ "سیر سمندر" کے عنوان سے [illegible] شائع ہو رہا ہے۔ درحقیقت یہ کتاب انگریزی زبان میں [illegible] انگریزی زبانوں سے یہ اردو زبان میں [illegible] کی تمام خوبیاں [illegible] ناظرین [illegible] محظوظ ہونگے۔ (ایڈیٹر)

کروزو نے کسطرح معلوم کیا کہ وہ ایک جزیرے میں ہے

میرا [illegible] کام اس ملک کے تمام جزیرے کو دیکھنا۔ اور جھونپڑے کیلئے ایک موزوں جگہ تلاش کرنا تھا۔ جہاں میری تمام چیزیں [illegible] محفوظ رہیں۔ وہاں سے کچھ دور ایک پہاڑی تھی۔ غالباً ایک میل سے کم فاصلہ پر تھی۔ اس کی شمال جانب کی تمام پہاڑیوں سے بلند تر تھی۔ [illegible] لیکن اس کی چوٹی پر جا پہنچا تو مجھے یہ معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا کہ میں ایک جزیرے میں ہوں۔ اور چاروں طرف سے سمندر مجھ کو گھیرے ہوئے ہے۔ سمندر کا پانی اس کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ اور اس کی موجیں مسلسل [illegible] رہی تھیں۔ وہاں سے کوئی اور چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ مگر تقریباً [illegible] میل کے فاصلے پر دو جزیرے دکھائی دیتے تھے۔ جہاں تک نگاہ دوڑائی۔ مگر میں نے ان جزیروں میں کھیت یا جھونپڑا نہیں دیکھا۔ اور نہ کوئی ایسی علامت دیکھی جس سے پتہ چلتا کہ اس میں انسانی آبادی ہے۔

ایک جگہ چڑیوں کا بہت بڑا غول دیکھا۔ لیکن میں ان کی قسموں کو نہ پہچان سکا۔ اور نہ یہ کہ ان میں کون کھانے کے لائق ہے؟ جب میں ہال [illegible] لگا۔ تو اس میں ایک بڑی چڑیا ماری۔ مجھے یقین ہے کہ یہ اس جزیرے میں پہلا فیر تھا۔ بندوق کی آواز سے سینکڑوں قسم کی چڑیاں ہزاروں کی تعداد میں شور مچاتے اور اپنی اپنی بولیاں بولتے ہوئے اڑ گئے تھیں

کروزو نے رہنے کیلئے مکان کسطرح بنایا

میں اپنے جھونپڑے کی جگہ تلاش کر رہا تھا۔

[illegible] مجھے ایک پہاڑی کے قریب ایک عمدہ ہموار جگہ مل گئی۔ اس ہموار [illegible] ایک غار تھا۔ لیکن وہ چھوٹا تھا۔ اور دور تک اندر نہیں گیا تھا۔ یہ

جگہ مجھ کو پسند آئی۔ اس لئے میں اپنی کشتی کا بادبان یہاں لے آیا۔ اور اس کا ایک خیمہ بنالیا۔ پھر خیمہ کے چاروں طرف نصف حصہ میں ایک لکیر کھینچی اور اس میں مضبوط کھمبوں کی دو لائین زمین تک لگا دیں کھمبیاں ساڑھے پانچ فٹ اونچی اور بلندی کی طرف اٹھی تھیں۔ پھر میں نے غار کو وسیع کرنے کیلئے اس کے اندر کی چٹان کاٹنا شروع کی۔ اس کے بعد دیوار کے صحن میں مٹی اور روڑا بھرنا شروع کیا۔ تاکہ زمین سے صحن ڈیڑھ فٹ اٹھا رہے۔ اس طرح مجھے دو کمرے ہو گئے۔ پہلا میرا خیمہ جس میں صرف رہتا تھا۔ اور دوسرا جو بھنڈار کا کام دیتا تھا۔ لیکن ایک بات کی تکلیف تھی۔ وہ یہ کہ لکڑیوں کی دیوار میں دروازہ نہ تھا۔ اس لئے میں نے جانے آنے کیلئے ایک سیڑھی بنائی۔ جب میں اپنے خیمہ کے اندر ہوتا تو سیڑھی اٹھا کر اندر رکھ لیتا۔ اس طرح میں پورے طور پر بے بلا اور محفوظ رہتا۔ مکان کی طرف سے مطمئن ہو کر میں اپنا کل سامان جس کو بڑی کاوشوں سے حاصل کیا تھا۔ یہاں لا کر بھنڈار میں باقاعدہ رکھ دیا۔

اس جزیرے میں آئے ہوئے مجھ کو دس بارہ دن ہو گئے تھے ایک روز بیٹھا بیٹھا خیال کرنے لگا کہ کسی نہ کسی طرح دن اور تاریخ کی کوئی علامت بھی بناتا جاؤں۔ اس لئے ایک درخت کو کاٹ کر ایک تختہ بنایا۔ اور سب ذیل الفاظ اس پر کھودے۔

"میں یہاں اس جزیرے کے کنارے ۳۰ ستمبر ۱۶۵۹ء کو آیا۔" اور پھر روزانہ ہر دن کی ایک چھوٹی سی علامت اس کے بغل میں کھود دیتا تھا۔ اور ہر ساتواں نشان دوسروں سے بڑا بناتا جس کے معنی "نیا ہفتہ" اور ہر ۳۰ لکیروں کے بعد ایک لمبی لکیر بنا دیتا جس سے مقصود "نیا مہینہ" ہوتا۔

کروزو نے بعض ضروری چیزیں کس طرح بنائیں

اب میں بعض ضروری چیزوں کے بنانے میں مشغول ہو گیا۔ سب سے پہلے مجھ کو ایک کرسی اور ایک میز کی ضرورت ہوئی۔ کیونکہ میز اور کرسی کے بغیر میں اچھی طرح سے کھا اور لکھ نہیں سکتا تھا۔ چیزوں کے بنانے میں مجھ کو بہت محنت اور تکلیف اٹھانا پڑی جب مجھ کو بورڈ کی ضرورت ہوئی۔ تو میں نے اس کے سوا کوئی دوسری صورت نہ دیکھی کہ پورے درخت کو کاٹ ڈالوں۔ اسے کلہاڑی کے ذریعہ اندر کا حصہ کھود کر اس سے صرف ایک ہی بورڈ تیار کروں۔ میرا وقت اور میری محنت یہاں اتنی ارزاں تھی کہ اس طرح معمولی چیزوں میں ضائع ہوتی تھی۔ بورڈ سے فراغت کے بعد میں میز اور کرسی کے بنانے میں مشغول ہو گیا۔ تمام ضروری سامان کے تیار کرنے کے بعد میں نے بورڈ کو اپنے مال خانہ میں لگا دیا۔ اور پھر اپنی تمام چیزیں اس میں سلیقہ سے رکھ دیں اس طرح کام کی تمام چیزیں میرے ہاتھ سے تیار ہو چکی تھیں۔ جب میں اپنے ہاتھ کی تمام چیزیں کافی تعداد میں سلیقہ سے رکھی ہوئی دیکھتا تو بہت مسرت محسوس کرتا۔

اب مجھے ایک اور چیز کی ضرورت لاحق ہوئی۔ وہ یہ کہ رات کو روشنی کا انتظام نہ تھا جس سے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ مجبوراً سرِ شام ہی بستر پر جا کر دراز ہو جاتا تھا۔ میرے خیال نے جہاں تک رسائی کی وہ یہ کہ شہد کے موم سے روشنی پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر یہ خیال ہوا کہ موم کہاں سے آئے؟ ایک اور بات سوجھی وہ یہ کہ جب میں شکار کروں تو اس کی چربی الگ سے جمع کر لیا کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور مٹی کی ایک چھوٹی پیالی بنائی۔ اور اس کو دھوپ میں سکھایا۔ اس کے بعد اسے چربی اور انڈے سے بھر دی۔ اس طرح میں نے ایک ننھا سا چراغ تیار کیا۔ اس چراغ سے میرا کام تو ہو جاتا تھا۔ لیکن اس کی روشنی بہت کم تھی۔

(باقی آئندہ)

حقائق

دل ہے پہلو میں تو پیدا شیوۂ ترکانہ کر
جور ہفت افلاک کے ہوتے رہیں پروا نہ کر

غم کو خود آکر بہالے جائے گی موج سرور
دیکھتا کیا ہے اٹھ اور فکر مے و پیمانہ کر

دعوئ الفت جتا کر مفت میں رسوا نہ ہو
دار پر چڑھنے سے پہلے راز عشق افشا نہ کر

ظرف نیساں چاہتی ہے قلزم آشامی تیری
برگ گل کی طرح شبنم کے لئے ترسا نہ کر

کام ابراہیموں کا ہے کہ کھیلیں آگ سے
کود پڑ شعلوں میں خوف انجام کا اصلا نہ کر

لے کے نام اللہ کا طوفاں میں کشتی ڈال دے
خوف بے پایانئ دریائے موج افزا نہ کر

خود عمل تیرا ہے صورت گر تری تقدیر کا
شکوہ کرنا ہو تو اپنا کر مقدر کا نہ کر

سایۂ شمشیر میں پوشیدہ جنت ہے مگر
ناکسوں کے سامنے اس بھید کا چرچا نہ کر

(بہارستان)

افسانہ

انجام حسن

از جناب مولوی محمد ہادی حسن صاحب اشرف پوری متعلم دار العلوم احمدیہ سلفیہ

شمیم نہ صرف پڑھنے میں تیز بلکہ الدار بھی تھا پھر بھی نہ جانے اس کا کول سا چہرہ مرجھایا رہتا. نہ کبھی سیر کو جاتا. نہ ہم جنسوں کی جماعت اسے خوش کر سکتی. خاصکر جن ایام میں یہ واقعات رونما ہوئے زیادہ افسردہ نظر آتا. کبھی کھاتا اور کبھی بھوکا ہی رہ جاتا.

بعض لوگ کہتے کہ کسی خوفناک خواب کی وجہ سے اس کا دماغ کچھ مختل سا ہو گیا ہے. چنانچہ بعض لوگوں نے ڈاکٹر سے امتحان کرانے کا اسے مشورہ بھی دیا. لیکن وہ اپنی حالت سے واقف تھا. اس لئے اس نے ان باتوں پر کان نہ دھرا ــــــــــ

عموماً چار بجے شام کو ہماری ایک جماعت بغرض تفریح بعض سیر گاہوں کی طرف روانہ ہوتی اور کسی خوشگوار جگہ میں بیٹھکر باتیں اور کبھی کالج سے متعلق بعض مسائل پر رائے زنی بھی کرتی یہی وجہ تھی کہ اس سے سب لوگ کبیدہ خاطر تھے اور پرنسپل صاحب کی نظر میں بھی ہم مشتبہ اور باغی سمجھے جاتے.

ابتدائے مئی کی ایک شام کو جب کہ سب لوگ چھٹی میں چلے گئے میں تنہا رہ گیا تھا جب معمول میں سیر کے لئے ایک ایسی جگہ گیا جہاں قدرتی خوشنما باغ کے علاوہ ایک چھوٹی سی نہر بھی جاری تھی ــــ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی. جب کہ میں نے دوست شمیم کو سر جھکائے وہاں دیکھا. کیونکہ آج سے پہلے کبھی بھی اسے یا سیر گاہوں میں نہیں دیکھا تھا شمیم کو دیکھتے ہی میں اس کی طرف لپکا اور پاس جا بیٹھا. وہ بحر تصورات میں غرق اور بے خبر تھا. فرط تحیر سے قریب تھا کہ بول اٹھوں. مگر میں نے جی کو سنبھالا. اس لئے کہ شمیم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے. میں اس کے سمجھنے سے قاصر تھا.

آخر میں نے کھنکارتے ہوئے سلام کیا. شمیم چونک پڑا. اور فوراً رومال سے آنسو خشک کرتے ہوئے میری طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا. کون ؟ سلیم !

ہاں. کیوں بھئی خیر تو ہے ؟

شمیم (گلوگیر آواز سے) کچھ نہیں سیر کر رہا تھا کہ کوئی کیڑا میری آنکھ میں پڑ گیا ہے. دیکھو نا آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں!

شمیم تم میرے ساتھی ہو. نیز یہ بھی جانتے ہو کہ ساتھی کا فرض کیا ہے ؟ اور پھر مجھ سے چھپانے کی ناکام کوشش کر رہے ہو. کیا مجھے اپنا دشمن خیال کرتے ہو ؟ یہ خیال لوح دل سے حرف غلط کی طرح مٹا دو. مجھے ایک سچا ہمدرد پاؤ گے. میری اس تقریر پر شمیم کا سر خم ہو گیا. پھر اس نے لب کو

[illegible] [illegible] اور [illegible] ۔ [illegible] جانا یہ خیال ہرگز نہیں ہے۔ [illegible] صرف [illegible] ۔ [illegible] تمہاری باتوں سے [illegible] ہوتی ہے۔ تمہاری [illegible] بھی منظور نہیں [illegible] باتیں [illegible] دیتا ہوں [illegible] [illegible] بعد [illegible] داستان غم [illegible] کی۔

[illegible] [illegible] کے [illegible] کا [illegible] جب [illegible] تم جانتے ہو [illegible] سال جب تم [illegible] پڑھتا تھا [illegible] تم نے دو سال سے [illegible] دیکھا ہوگا اور میرا خیال ہے کہ [illegible] سامنے اس [illegible] نتیجہ [illegible] کی وجہ جانے کیلئے پریشان تھے ــــــــ

ــــ [illegible] ناکام رہے [illegible] تم سے کہتا ہوں۔

کالج کے [illegible] سال جب [illegible] چھٹیاں منانے اپنے گھر [illegible] جانے لگے تو میں بھی خوشی سے گھر گیا۔ ایک شام کو [illegible] کمرے میں بیٹھا [illegible] دیکھ رہا تھا [illegible] دیکھا کہ [illegible] ہوا کہ [illegible] ایک حسین [illegible] میں گھبرا گیا۔ [illegible] حسن [illegible] دنیا [illegible] نظر [illegible] وہ بھی عالم [illegible] [illegible] دیکھ رہی تھی۔

[illegible] اس نے [illegible] اور [illegible] صاحب مجھے [illegible] بھی نہیں۔ آواز سے میں [illegible] تھا۔ [illegible] [illegible]

[illegible] کہتی ہوئی وہ بجلی کی طرح غائب ہوگئی۔

سلیم! تم نہیں سمجھ سکتے وہ کون تھی۔ میں بتاتا ہوں سنو۔

گاؤں کی ایک نہایت سادہ مزاج اور نیک لڑکی تھی۔ ہمارا تعلق بچپن [illegible] تھا۔ ایک مکتب میں دونوں نے پڑھا۔ ایک ہی گاؤں میں دونوں کی پرورش ہوئی۔ ہم دونوں میں بڑی الفت تھی لیکن جب میں بڑا ہوا اور گھر سے باہر نکلا تو اس کا خیال دل سے محو ہو چکا تھا۔ وہ پہلا دن [illegible] دیکھتے ہی ایام ماضیہ کی بھولی ہوئی باتیں یاد آگئیں۔ [illegible] دل میں [illegible] سی پیدا ہوگئی۔

دوسرے دن مجھے اس کا ایک خط ملا۔ [illegible] میں [illegible] باتیں یاد دلائی تھیں اور ایک وعدہ بھی جو ہم نے علیحدہ ہوتے وقت باہم کیا تھا۔

"ہوا تھا عہد جی نے جی رہیں گے ساتھ ہم دونوں
گذاریں گے محبت میں محبت کی قسم دونوں"

خط میں یہ بھی لکھا تھا [illegible] غریب سہی۔ مگر وعدہ فراموش [illegible] نہیں کیا معلوم [illegible] .... خیر! اس کے بعد خطوں کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس سے [illegible] یکجائی کا زبردست عہد کر لیا۔

لیکن [illegible] دولت کا برا ہو اس کی ہوس ایک انسان کے [illegible] کتنی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اس کی کوئی انتہا نہیں۔ میرے والد [illegible] دولت میں [illegible] مجھے چچا کی لڑکی ثریا پر دولت کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں۔ [illegible] کبھی [illegible] کیونکہ مجھے بغیر اس کے اور اس [illegible] زندہ رہنا محال ہے۔ میں مجبور ہوں آہ! کچھ کر بھی تو نہیں سکتا [illegible] تو بے ادب [illegible] نافرمان اور نہ معلوم کیا کیا سمجھا جاؤں [illegible] تو بھی زندہ رہنا محال۔ ادھر غریب ثریا کی زندگی خراب [illegible] کہیں کی نہ رہے گی۔ اور میرا کیا حال ہوگا! آہ! اس کا

غمناک تصور ——— میرے دوست یہی وہ خیالات ہیں جو مجھے پریشان کئے رہتے ہیں!"

چار ماہ گذر گئے بی۔اے کا امتحان بھی ختم ہو چکا تھا شمیم اپنے گھر تھا۔ اس کی ثریا سے شادی کی تاریخ بھی مقرر ہو چکی تھی۔ اور نسیمہ صاحب فراش! ایک رات شمیم کہیں فرار ہو جانے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا کروٹیں بدلتے بدلتے آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

ادھر نسیمہ بیمار تھی۔ اس کی محبت کا راز کسی پر فاش نہیں ہوا تھا۔ سوائے شمیم کے والد کے۔ مگر انہوں نے مجھے یہ کہہ کر ٹکا لا تھا کہ نسیمہ شمیم کے لائق نہیں۔ اس لئے کہ اس کے گھر میں کھانے کو نہیں ہے"۔

آج نسیمہ اپنی محبت کے راز کو ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ رات کے دو بج رہے تھے لیکن وہ موت کی ہچکیاں لے رہی تھی۔ یکایک اس نے سامنے طاق پر اشارہ کیا۔ سب کی نظریں اس پر جم گئیں۔ اور اس کے چھوٹے بھائی نے دیکھا۔ تو اس پر ایک لفافہ رکھا تھا۔ اس نے فوراً چاک کیا اور پڑھنا شروع کیا خط میں لکھا تھا۔

"مدتوں سے جو راز میرے قلب کی گہرائیوں میں چھپا تھا آج مجبوراً اسی ظاہر کر رہی ہوں کہ مجھے شمیم سے محبت ہے آہ! اب ان کی شادی کسی اور سے ہوگی۔ کاش خدا مجھے دولت دیتا کہ میں شمیم کو جیت سکتی۔ حیف غربت بھی کتنا بڑا گناہ ہے! شمیم بے قصور ہے میری اب آخری تمنا ہے کہ ان کی ایک جھلک دیکھتی۔ کوئی میری اس آخری تمنا کو پوری کر سکتا ہے؟

——— بدنصیب نسیمہ

چار بج رہے تھے۔ اس کا بھائی دوڑتا ہوا شمیم کے گھر پہنچا خط کے مضمون سے اسے مطلع کیا۔ وہ مجسم حیرت بن گیا۔ اب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے فوراً ایک خط لکھا۔ پھر کمرے میں جا کر اس نے کچھ کھا لیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اور اب وہ نسیمہ کے سرہانے کھڑا لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں اسے پکار رہا تھا۔ نسیمہ نے آواز پہچان کر آنکھیں کھول دیں۔ لب ہلے لیکن نسیمہ نقاہت سے بند ہو گئے۔ پھر بڑی مشکلوں کے بعد آہستہ آہستہ اتنا کہہ سکی۔

شمیم! شادی مبارک ہو میں نے وعدہ پورا کیا
تمہارا کوئی گناہ نہیں۔ اچھا میری خطائیں معاف
کرو۔ خدا حافظ شمیم۔

اتنا کہہ کر اس کی زبان بند ہو گئی۔ البتہ آنسوؤں کے قطرے اس کے رخسارے پر چل رہے تھے نسیمہ! نسیمہ! شمیم نے کانپتی ہوئی آواز میں پکارا لیکن وہ تو ہمیشہ کیلئے خاموش ہو چکی تھی۔ شمیم کے لئے یہ موت معمولی موت نہ تھی۔ وہ نسیمہ کی پیشانی پر جھک گیا اور اپنے لب لگا کر ایسی گہری نیند سویا کہ پھر کبھی نہ اٹھا۔ پہلے لوگوں نے اسے مدہوش سمجھ کر الگ کرنا چاہا لیکن شمیم کی نبض بند ہو چکی تھی اب وہ فراق کے دن نہ کاٹ سکتا تھا۔ شاید اسی لئے اس نے زہر کھا لیا تھا کہ دنیا کی جھنجھٹوں سے چھٹکارا پائے اور وہ ہمیشہ کے لئے اپنی نسیمہ محبت کی دیوی نسیمہ کے ساتھ دولت کی پجاری دنیا کو خیرباد کہہ چکا تھا۔

یہ خبر بجلی کی طرح شہر میں پھیل گئی شمیم کے والد دیوانہ کی طرح دوڑتے ہوئے نسیمہ کے گھر آئے جہاں وہ اور ان کا اکلوتا بیٹا فرش خاک پر بے حس و حرکت پڑے تھے معاً ان کی نگاہ شمیم کی جیب پر پڑی جس میں ایک خط موجود تھا کھول کر پڑھا تو لکھا تھا۔

ساکنان دنیا! تم کو دنیا مبارک ہو۔

مجھے نسیمہ سے محبت تھی میری شادی مرضی کے خلاف ثریا سے ہونیوالی تھی، دولت نے میرے والدین کو اندھا کر دیا تھا انہیں مجھ کر

نواب ورات سے [illegible]

کے بارے [illegible]

پوسٹ مین

شمیم نے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

...... آہ! [illegible] وہ بھی زمین پر گر [illegible]

ثریا ابھی [illegible] فارغ ہو کر خود [illegible]

... سہیل کا تار بلا لکھا تھا

مبارک باد! تمہارے ہونیوالے شوہر شمیم بی اے

میں فرسٹ ہوئے۔ نسیم

ثریا خوشی سے اچھل پڑی لیکن یہ خوشی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ [illegible] جو نسیم کے گھر سے آرہی تھی اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ [illegible] نسیم کے گھر پہنچی۔

جب اس نے اپنی آنکھوں سے دل ہلا دینے والے ہولناک منظر یعنی شمیم اور اپنے [illegible] کو خاک بنا دیکھا تو فرطِ غم و تعجب سے [illegible] کچھ پوچھے ہوئے اپنے ہونیوالے حسین و مظلوم شوہر [illegible] گر پڑی۔ لوگوں نے دیکھا تو حرکت قلب بند ہو چکی تھی

آہ! حرص کا [illegible] انجام!!!

خطاب بہ مسلم

از جناب فضل الرحمن صاحب تمنا رہبر پرتاب گڈھی

مسلم دل خستہ وہ تیری شمشیر باری کہاں — دم زدن میں جس سے ہو جاتا تھا خاکستر جہاں
تخت قیصر اور کسریٰ بھی ہوئے تھے جن پر نثار — وہ مسلمان ہیں کہاں وہ جوش اسلامی کہاں
نیّر اسلام جب فاران سے ظاہر ہوا — کفر کی ظلمت مٹی روشن ہوا سارا جہاں
جب صحابہؓ نے کیا توحید کا پرچم بلند — سرنگوں ایران و روما کے ہوئے تھے پہلواں
بحرِ ہستی میں تلاطم جس نے پیدا کر دیا — وہ ترے اسلاف تھے تھا دبدبہ انکا عیاں
جب نفاق و بغض و کینہ مشغلہ تیرا بنا — لے اڑیں اقوام عالم تیرا سب نام و نشاں
گر یہی باقی رہی کچھ روز تک حالت تری — ہند سے مٹ جائیگا اسلام کا نام و نشاں
داعیٔ اسلام بن اسلام کا پرچار کر — گر مٹانا ہو تجھے عالم سے باطل کا نشاں
یاالٰہی رہبر ناشاد را دلشاد کن — ہندیاں را از غلامیٔ فرنگ آزاد کن

رپورٹ انجمن نادی الاصلاح

گذشتہ ۳ مارچ سنہ ۱۹۳۸ء کو انجمن نادی الاصلاح کا ایک خصوصی اجلاس نہایت شاندار طریقہ سے زیر صدارت جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب دار العلوم کے وسیع صحن میں منعقد ہوا جسمیں دربھنگہ کے تقریباً تمام مدارس اور سکول کے مسلم طلبہ، اساتذہ اور ٹیچر مدعو تھے۔ اور جسمیں اردو، فارسی۔ اور عربی زبانوں میں مولوی محمد سالم صاحب آلم مولوی حافظ عبد المالک صاحب مولوی حافظ عبد الرحمن صاحب اشرف مولوی محمد علقمہ صاحب مولوی قرۃ العین صاحب عثمن وغیرہم نے تقریریں کیں، اور آخر میں جناب مولوی ہادی حسن صاحب سالم نے رپورٹ پڑھ کر سنائی جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سکرٹری انجمن نادی الاصلاح

جناب صدر و معززین شہر اساتذہ کرام اور برادران طلبہ!!!

حضرات! آپ نے جس ذرے کو نوازا ہے وہ درحقیقت ایک انجمن ہے سیاسی اور معاشری نہیں علمی اور مذہبی یہ انجمن گذشتہ بارہ سال سے قائم ہے۔ اور اگرچہ اس کا دائرہ وسیع نہیں ہے ہم طلبائے دار العلوم احمدیہ سلفیہ پر منحصر ہے بایں ہمہ وہ نہایت جوش و خروش مستعدی۔ وفاداری اور اخلاص سے اپنی خدمات انجام دے رہی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی انجام دیتی رہے گی۔

حضرات! جس انجمن کو آپ نے قیمتی وقت صرف کر کے نوازا ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک کا تعلق تقریر سے ہے اور دوسری کا تحریر سے ہر ایک شاخ کا صدر سکرٹری اور اس کے رکن الگ الگ ہیں اور وہ اپنی اپنی خدمات انجام دینے میں ہرگز کوتاہی نہیں کرتے ہیں اسیطرح شاخ تحریر کا بھی ایک مستقل ادارہ ہے جسمیں صدر سکرٹری اور اراکین کے ممبر ہیں انجمن کی شاخ تقریر کے دو شعبے ہیں۔ ایک کا نام شعبہ اولی اور دوسرے کا نام شعبہ ثانیہ ہے۔ ان دو شعبوں کے اجلاس ہر پنجشنبہ کو منعقد ہوتے ہیں شعبہ ثانیہ کا اجلاس نماز ظہر کے بعد سے نماز عصر تک ہوتا ہے جسمیں وہ طلبہ شریک ہوتے ہیں جو نیچی جماعتوں میں پڑھتے ہیں اور شعبہ اولی کا اجلاس مغرب سے لیکر عشا تک قائم رہتا ہے جسمیں خصوصیت کے ساتھ اونچی جماعتوں کے لڑکے شرکت کرتے ہیں مقررین کے بیان کے بعد جلسہ ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ تمام طلبہ ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں اور ان کی تقریروں پر تبصرہ کیا جاتا ہے جسمیں ان کی غلطیوں، کمزوریوں اور لغزشوں کو بوضاحت بتلایا جاتا ہے۔ اس طرح یہ شعبہ آہستہ آہستہ شوس قدم اٹھاتا ہوا منزل مقصود سے قریب ہو رہا ہے۔

حضرات! شعبہ تقریر سے آپ کسی قدر واقف ہو گئے ہونگے: اب میں آپکو اس شعبہ کی طرف لانا چاہتا ہوں جو شعبہ تحریر کے نام سے

مشہور ہے ... [illegible] ... ہر گھر تک ... انگریزی ... [illegible] ... ماہوار رسالہ نکلتا ہے ... [illegible] ... کتب ... [illegible] ... علوم دینی کے طلباء ... [illegible] ... بھی اس کا ... [illegible] ... ہو اس کو تمام ... [illegible] ... علمی و مذہبی و معاشرتی و اصلاحی ... [illegible] ... ہے اور ہندوستان کے تقریباً تمام مشہور ... [illegible]

یہ انجمن مدت سے پیشتر بہت مختصر اور نہایت معمولی حالت میں تھی مگر ... انجمن کے پاس ایک لائبریری بھی ہے جس میں ... کے مختلف مقامات سے ... روزانہ اخبارات آتے ہیں نیز اس کی الماریوں میں مختلف قسم کی ... کتابیں ... سیاسی اور مذہبی رسالے اور اخلاقی ناول موجود ہیں۔

حضرات! آپ کو سنکر یقیناً مسرت ہوگی کہ اس لائبریری کا دروازہ نہ صرف ارکان انجمن اور طلبائے دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کیلئے کھلا رہتا ہے۔ بلکہ شہر کے دیگر مدارس کے طلبہ، مدرسین اور دیگر لوگوں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی عام اجازت ہے۔

دارالمطالعہ نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک ہر خاص و عام کیلئے کھلا رہتا ہے۔ وہ تمام لوگ خواہ ان کا تعلق دارالعلوم احمدیہ سلفیہ سے ہے یا شہر کے دیگر مدارس اور اسکولوں سے اس سے یکساں طور پر مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ اس موقع پر ہم شہر کے بعض رؤسا خصوصاً دارالعلوم کے منتظم جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مدظلہ کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے جو ہر موقع پر گرانقدر رقم سے اعانت فرماکر ہم طلبائے دارالعلوم کی ہمت افزائی فرماتے رہے ہیں۔

حضرات! انجمن تقریب سے آپ تشریف فرما ہیں۔ وہ درحقیقت انجمن نادی "اصلاح" کا خصوصی اجلاس ہے جو ہر سال منعقد ہوتا رہتا ہے۔

ہم آخر میں ان حضرات کا جنہوں نے باہر سے تشریف لاکر ہمارے اس خصوصی اجلاس کو رونق بخشا ہے، تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ والسلام

انعامی معمہ

حل مطلوب: ہندوستان کے ایک مشہور مسلم بادشاہ کا تیرہ حرفی نام ہے۔ جس کے علی الترتیب حروف ملانے سے ایک ایک نام بنتا ہے۔

(۱) ۱-۹-۲ ... حروف ملا جیسے ایک لڈار کے معنی دیتا کر

(۲) ۱۰-۸-۱۱ ... پھل کا نام بنتا ہے

(۳) ۱۲-۴-۲ ... چوپایہ کا نام بنتا ہے

(۴) ۳-۱۱-۱۰-۶-۵-۱ ... بہترین اخبار کا نام بنتا ہے

(۵) ۱-۱۱-۸-۶ ... پرندوں کو مارنے کا نام بنتا ہے۔

(۶) ۱-۷-۳ ... کل کا معنی پیدا کرتا ہے

(۷) ۱۱-۹-۷-۱۳ ... ایک شہر کا نام بنتا ہے

(۸) ۱-۵-۱۱-۱۰ ... ایک شاعر کا نام بنتا ہے

(۹) ۱۴-۳-۱۰ ... دانت کے معنی دیتا ہے

(۱۰) ۴-۳-۱۱-۴ ... تھرڈ کے معنی پیدا ہوتا ہے۔

نوٹ: (۱) حل کنندگان اپنا پورا پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمائیں اور حل کیساتھ ۲ آنے کے ٹکٹ بھی روانہ کریں (۲) حل ۲۰ اپریل تک آجانا چاہیئے۔ ۲۵ اپریل کو بند بعد قرعہ اندازی انعام بھیجدیا جائیگا (۳) انعام میں دو چیزیں، عمدہ فاؤنٹین پن اور عمدہ ریشمی رومال رکھی گئی ہیں۔ حل کنندگان انعام کی تخصیص کردیں۔

حالاتِ حاضرہ

مسجد شہید گنج

پنجاب اسمبلی میں بجٹ پر عام بحث کرتے ہوئے آنریبل سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے مسجد شہید گنج کے متعلق معترضین کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی اپیل کی تھی۔ اس کا جواب صوبہ پنجاب کی کانگریس کے صدر کی جانب سے دیا گیا کہ اگر انہیں ثالث تسلیم کر لیا جائے تو وہ فیصلہ کرنے کو تیار ہیں۔ مگر میں بھی یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر مجھے ثالث تسلیم کر لیا جائے۔ تو میں پانچ منٹ میں ایسا فیصلہ کر دوں۔ جو دونوں فریقوں کیلئے قابل قبول اور آبرومندانہ ہو۔ اس سلسلہ میں ایک ضروری بات یہ تھی کہ اصل مسئلہ کو عام لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جائے اس کے دو پہلو تھے۔

(۱) یہ کہ آئندہ کے لئے مساجد اس قسم کے تصرفات سے محفوظ ہو جائیں، جن کا عمل مسجد شہید گنج پر ہوا۔

(۲) یہ کہ مسجد شہید گنج کا فیصلہ فریقین کے لئے باعث سکون و اطمینان ہو۔

امر اول کے متعلق ممدوح نے نہایت وضاحت کر دی کہ حکومت خود ناجائز تصرفات کے انسداد کا آئینی بندوبست کرے گی۔ اسمبلی کے ارکان کی ایک چھوٹی سی جماعت مقرر کر دی جائے گی تاکہ وہ مساجد کے تحفظ کی تجاویز حکومت کے سامنے پیش کرے گی۔ اور ان تجاویز کے مطابق ایک مناسب مسودہ قانون بنا کر منظور کرے گی۔ امر آخر کے متعلق حضرت ممدوح سر سکندر حیات خاں نے صاف اعلان کیا کہ مسجد کے انہدام اور اس کے بعد واقعات سے مسلمانوں میں [illegible] اضطراب پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس قسم کے حالات میں ہر قوم کے افراد کا مشتعل ہونا ایک طبعی بات ہے۔ اس موقع پر میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر ہمیں یقین ہو جائے کہ ہمارے مستعفی ہو جانے سے مسجد شہید گنج کا مسئلہ حل ہو جائیگا تو ہم بلا تامل مستعفی ہونے کیلئے تیار ہیں۔

موصوف کے ان تمام بیانات کا خلاصہ مندرجہ ذیل چار امور پر مشتمل ہے۔

(۱) تمام مساجد کو تصرفات سے محفوظ رکھنے کے لئے قانون بنایا جائے۔

(۲) اگر مسجد شہید گنج موجودہ حکومت کے مستعفی ہونے سے حل ہو تو حکومت کو مستعفی ہونے میں تامل نہیں ہے۔

(۳) حکومت اس مسئلہ کے تسلی بخش اور منصفانہ حل کے لئے آئینی ذرائع اختیار کرنے سے ہرگز گریز نہ کرے گی۔ اور اب بھی وہ جستجو میں مصروف ہے۔

(۴) سکھوں کو چاہئے کہ وہ فراخدلانہ تصفیہ پر متوجہ ہوں

۱۷ مارچ کی اطلاع مظہر ہے کہ دو نیلی پوش رضاکاروں نے مسجد شہید گنج میں داخل ہو کر اذان دینے کی کوشش کی لیکن اذان دینے سے پہلے گرفتار کر لئے گئے۔ ان میں سے ایک کو ایک سکھ نے جو پہرہ پر متعین تھا۔ قبل گرفتاری کے برچھے سے زخمی کر دیا تھا۔

بنگال کی وزارت

کلکتہ میں مسٹر ... بھی تھا کہ بنگال کی وزارت کے ... پیدا کر دیا ہے۔ بنگال اسمبلی کے ۲۵۰ ممبران میں ۱۳۰ ممبر وزارتی پارٹی کے تھے جن میں چالیس نے الگ ہو کر اپنی علیحدہ جماعت بنالی ہے۔ اور کانگریس سے اتحاد کر ... اس طرح کانگریس پارٹی کی تعداد ۱۲۰ ہو جائے گی۔ کانگریس کا ارادہ ہے کہ عدم اعتماد کا ووٹ پاس کر کے فضل حق کی وزارت کا خاتمہ کر دیا جائے۔

دربھنگہ میں محرم

اس سال دربھنگہ میں محرم کے موقع پر شدید فساد کا اندیشہ تھا لیکن مسلم لیگ کے سرگرم ارکان نے نہایت جانفشانی کے ساتھ اس کا خاتمہ کر دیا۔

فساد کی وجہ یہ تھی کہ آٹھویں محرم کو حسب دستور مسلمان ایک مزار کی زیارت کے لئے مہاراج دربھنگہ کے قدیم مکان سے متصل ہے جانا چاہتے تھے لیکن مہاراج کی طرف سے ایک چہار دیواری کے ذریعہ وہاں جانے کا راستہ بند کر دیا گیا تھا مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ چہار دیواری توڑ کر ہمارا سابق راستہ کھول دیا جائے۔ لیکن مہاراج دربھنگہ نے چہار دیواری کھولنے کی بجائے سختی سے کام لیا جس پر مسلمان بہت برانگیختہ ہوئے آخر دسویں تاریخ تک چہار دیواری نہیں توڑی گئی۔ گیارہ تاریخ کو دس بجے مسلم لیگ کی سعی سے چہار دیواری توڑی گئی اور محرم کے تمام رسوم گیارہ کو انجام پائے۔

پٹنہ سیٹی

پٹنہ سیٹی ہائی انگلش اسکول میں ایک سکنڈ مولوی کی جگہ خالی تھی۔ اس جگہ کے لئے بہت سی درخواستیں بھیجی گئی تھیں۔ لیکن اس کے لئے ایک ہندو کا انتخاب کیا گیا۔ اس سے بڑھکر ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک ایسی جگہ پر جو صرف مسلمانوں کی مخصوص نشست تھی۔ ایک ہندو کو بحال کیا گیا۔ امید ہے کہ اسکول کے ارکان اس انتخاب پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ اور جلد سے جلد اس جگہ کسی مسلمان کا تقرر کریں گے۔

موضع گموان ضلع دربھنگہ میں پولیس کے مظالم

گذشتہ قربانی کے موقعہ پر مسلمانان گموان نے حسب دستور قربانی کے فرائض انجام دیئے۔ ہندوؤں نے اس میں رکاوٹ پیدا کرنے کی سعی کی۔ پولیس کو خبر کی گئی۔ پولیس نے یہاں آکر شورش کو روکنے کی بجائے مسلمانوں کے ساتھ سختی سے برتاؤ کیا۔ ۱۴۴ کا نفاذ کیا گیا اور مسلمانوں کے خلاف ایک مقدمہ قائم کر دیا گیا۔ تعجب ہے کہ حکومت کے ذمہ دار افسروں نے اس زیادتی میں حصہ لے کر تعصب کا کھلا ہوا ثبوت دیا۔ امید ہے کہ حکومت اس واقعہ میں نہایت تفتیش اور انصاف پسندی سے کام لے گی۔

سندھ کی وزارت کا خاتمہ

کانگریس پارٹی نے ۱۸ مارچ کو اسمبلی میں سر غلام حسین کی وزارت کے خلاف جو تحریک عدم اعتماد کی پیش کی تھی۔ وہ ۲۳ رایوں سے منظور ہو گئی۔ سندھ کانگریس نے ابھی تک وزارت قبول نہیں کی ہے۔ وہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے فیصلے کی منتظر ہے خیال کیا جاتا ہے کہ ہز ایکسلنسی گورنر سندھ خان بہادر اللہ بخش لیڈر یونائیٹڈ پارٹی کو وزارت مرتب کرنے کیلئے مدعو کریں گے

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

RGD.NO.P.347 رجسٹرڈ نمبر پی ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے
سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ
میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ دربھنگہ سے شائع کیا